شرح سیرت ابن ہشام

ترجمہ

الروض الانف

مؤلفہ

امام ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ السہیلی رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی - پاکستان

شرح سیرت ابن ہشام مترجم

الروض الانف

مؤلفہ
امام ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

شرح سیرت ابن ہشام
جلد اوّل

ترجمہ

الروض الانف

مؤلفہ

امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین ٥ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور- کراچی ٥ پاکستان

نام کتاب	شرح سیرت ابن ہشام ترجمہ روض انف (جلد اول)
مؤلفہ	امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ
مترجمین	علامہ ملک محمد بوستان، علامہ ذوالفقار علی، علامہ افتخار تبسم من علماء دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر اہتمام	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان، انور سعید
تاریخ اشاعت	اگست 2005ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
کمپیوٹر کوڈ	1Z461
قیمت	-/1350 روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون: 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

سیرت ابن ہشام

عرض ناشر	25
سبب ترجمہ	26
مقدمہ از امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ	27
صاحب لولاک ﷺ کا نسب پاک	33
ابن ہشام کا اسلوب سیرت نگاری	47
اولاد اسمٰعیل کا نسب	49
حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ ماجدہ	50
اہل مصر کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم	51
عرب اور عدنان، معد اور قضاعہ کی اولاد کی اصل	53
انصار کے نسب کا بیان	60
معد بن عدنان کی اولاد	61
قنص بن معد، نعمان بن منذر	63
لخم بن عدی	66
عمرو بن عامر کا یمن سے خروج اور مآرب ڈیم	67
شاہ یمن ربیعہ بن نصر کا خوفناک خواب	69
سطیح اور شق کا نسب	71
ابو کرب تبان اسعد کا یمن پر تسلط	82
تبع کا اہل مدینہ کے ساتھ مقاتلہ	84
تبع اور اہل مدینہ	86
عمرو بن طلہ کا نسب	87
تبع کا مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ	93

یمن میں یہودیت کا آغاز	97
ریام کا انہدام	98
حسان تبع کی حکومت اور اس کا قتل	99
عمرو کی ہلاکت اور حمیر میں افتراق	100
لخنیعہ کا اقتدار اور ہلاکت	101
لخنیعہ کا فسق و فجور	102
نجران میں عیسائیت کا آغاز اور فیمون	103
عبداللہ بن ثامر اور عیسائیت کی تبلیغ	107
عبداللہ بن ثامر اور دعوت توحید	113
اصحاب اخدود	115
عبداللہ کا انجام	122
دوس بن ذی ثعلبان قیصر روم کے دربار میں	122
شاہ حبشہ کی اعانت	122
شق اور سطیح کے قول کی تصدیق	132
ابرہہ اور ارياط کے مابین تنازع	133
قلیس ۔ ابرہہ کا کلیسا	134
النسأة	
النسأة کا بیان	136
کنانی کا کنیسہ میں قضائے حاجت کرنا	141
ذونفر کی مزاحمت	142
اہل خثعم کی معرکہ آزمائی	142
ثقیف کا نسب	143
ابورغال اور اس کا انجام	145
اسود بن مقصود کی مکہ مکرمہ آمد	145
ابرہہ کا قاصد	145

حضرت عبدالمطلب کے لئے انیس کی سفارش	146
ابرہہ، ہاتھی اور کعبہ مشرف	150
ابرہہ اور اس کے لشکر پر عذاب الٰہی	150
قرآن پاک میں قصہ فیل	152
واقعہ فیل کے بارے میں شعراء کا کلام	159
سیف بن ذی یزن کسریٰ کے دربار میں	168
سیف کے لئے نعمان کی سفارش	168
کسریٰ اور سیف کی ملاقات	169
سیف کی بھرپور مدد	170
یمن میں اہل فارس کا انجام	178
یمن پر ایرانی حکومت	178
نبی محترم ﷺ کا کسریٰ کی موت کی خبر دینا	178
باذان کا قبول اسلام	180
یمن کے ایک پتھر پر مرقوم عبارت	181
الحضر کے بادشاہ کی داستان	183
شاہ پور قلعہ کا محاصرہ کرتا ہے	184
نزار بن معد کی اولاد	193
انمار کی اولاد	193
مضر کی اولاد	194
عمرو بن لحی اور عرب میں بت پرستی کا آغاز	197
سرزمین عرب میں بت پرستی	200
حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بت	202
قبائل عرب اور ان کے بت	203
یغوث اور یعوق	204
نسر اور عمیانس	205

سعد نامی بت	206
دوس کا بت	207
ہبل	207
اساف اور نائلہ	208
اہل عرب کی بت پرستی کا طریقہ	209
عزیٰ اور اس کے مجاور	209
مناۃ اور اس کے نگہبان	210
ذوالخلصہ اور اس کا انہدام	211
فلس اور اس کے پجاری	212
رضاء اور اس کا انہدام	213
مستوغر کی عمر	214
ذوالکعبات اور اس کے پجاری	217
بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی	219
ابن اسحاق کی رائے	219
ابن ہشام اور ابن اسحاق کا اختلاف	220
حضور ﷺ کے نسب کے باقی افراد کا تذکرہ	224
خزاعہ کا نسب	224
مدرکہ، کنانہ، خزیمہ اور نضر کی اولاد	226
قریش کس کو کہا جاتا تھا؟	227
نضر کی اولاد	229
مالک اور فہر کی اولاد	231
غالب کی اولاد	232
لوی کی اولاد	233
سامہ بن لوی	235
عوف بن لوی کا قصہ اور غطفان کے ساتھ الحاق	238

بنو مرہ کے سردار	242
بسل کی وضاحت	245
کعب اور مرہ کی اولاد اور ان کی مائیں	246
جثمہ اور نسب اور الجدرہ کہنے کی وجہ	246
قصی بن مناف کی اولاد	250
ہاشم کی اولاد	251
عبد المطلب بن ہاشم کی اولاد	252
حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نسب	256
تذکار مولد رسول ﷺ	258
زمزم کی کھدائی	258
جرہم کی بغاوت اور ان کا چشمۂ زمزم کو دفن کر دینا	261
اولاد اسمٰعیل کا انتشار	263
جرہم کی بغاوت اور مکہ معظمہ سے جلاوطنی	263
بنو بکر اور غبشان کی جرہم سے جنگ	263
بکہ کا معنی	264
عمرو بن حارث کی جلاوطنی	265
عمرو بن حارث کا قصیدہ	268
خزاعہ اور بیت اللہ کی تولیت	273
قصی بن کلاب کا حبی بنت خلیل سے نکاح	273
خانہ کعبہ کی تولیت کے حصول میں رزاح کی مدد	274
غوث بن مر اور حج کی اجازت	276
صوفہ اور رمی جمار	278
ذوالاصبع کی اس واقعہ کی ترجمانی	279
عامر بن ظرب کا اہم فیصلہ	282
قصی بن کلاب کا مکہ مکرمہ پر قبضہ	284

قصی کا صوفہ پر تسلط	284
بنوخزاعہ اور بنوبکر کے ساتھ نبرد آزمائی	285
قصی خانہ کعبہ کا متولی بن جاتا ہے	286
اس واقعہ کے متعلق رزاح کے اشعار	288
ثعلبہ القضاعی کے اشعار	291
عبدالدار کا نمایاں مقام	293
رفادہ	294
قصی کے بعد قریش میں باہمی اختلاف اور مطیبین کا حلف	294
عبدالدار اور چچازاد بھائیوں میں اختلاف	294
بنوعبدالدار اور عبد مناف کے حلیف	295
مطیبین کا معاہدہ	296
قبائل کی صلح	297
حلف الفضول اور اس کی وجہ تسمیہ	302
حلف الفضول کے متعلق حضور ﷺ کی حدیث	305
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ولید کے مابین نزاع	308
بنوعبد شمس اور بنونوفل کا حلف الفضول سے خروج	309
ہاشم رفادہ اور سقایہ کے والی بنتے ہیں	311
ہاشم کی اپنی قوم پر نوازشات	311
مطلب افادہ اور سقایہ کے والی بنتے ہیں	312
ہاشم بن عبد مناف کی شادی	312
عبدالمطلب کی وجہ تسمیہ	313
مطلب کی وفات	313
مطرود کا مرثیہ	315
عبد مناف کا نام اور اس کی اولاد کی اموات کی ترتیب	315
مطرود کا دوسرا مرثیہ	321

حضرت عبدالمطلب اور سقایہ اور رفادہ	322
زمزم کے کنویں کی کھدائی	322
چاہ زمزم کی کھدائی کی وجہ	328
قریش اور حضرت عبدالمطلب کا باہمی تنازع	329
چاہ زمزم کے بارے جھگڑا	332
حضرت عبدالمطلب زمزم کی کھدائی کرتے ہیں	335
قبائل قریش کے کنویں	337
قدیم کنویں	338
آب زمزم کی دیگر پانیوں پر فضیلت	338
بنوعبد مناف کے لئے قابل فخر	340
حضرت عبدالمطلب کی نذر	340
ہبل کے پاس فال گیری کے تیر	342
حضرت عبداللہ کے نام قرعہ	343
عرافۃ الحجاز	344
حضرت عبداللہ کو ایک خاتون کی پیش کش	345
حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ عقد زوجیت میں	346
حضرت آمنہ کا والدہ کی جانب سے نسب	346
حضور ﷺ کا مبارک حمل	347
حضرت آمنہ کا خواب	349
حضرت عبداللہ کی وفات	350
ولادت مصطفیٰ ﷺ	351
حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا	359
حضرت حلیمہ سعدیہ کا نسب	360
حضرت حلیمہ سعدیہ کے خاوند اور ان کا نسب	360
حضرت حلیمہ کی اولاد	361

حضرت حلیمہ کی روایت	361
حضرت حلیمہ کا آپ کو لے کر پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ آنا	365
شق صدر	366
حضور ﷺ والدہ ماجدہ کی آغوش میں	367
سرورِ دو عالم ﷺ سے ایک سوال	368
حضور ﷺ کا گلہ بانی پر فخر	376
حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال	379
حضرت عبدالمطلب کی نگہداشت	379
اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک	379
عبدالمطلب کا جلال	380
حضرت عبدالمطلب کی وفات اور مرثیے	383
صفیہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ	383
برہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ	385
عاتکہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ	386
ام حکیم بیضاء کا مرثیہ	387
امیمہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ	389
اروی بنت عبدالمطلب کا مرثیہ	389
حذیفہ کا مرثیہ	391
مطرود الخزاعی کا مرثیہ	398
حضرت ابوطالب کی کفالت	401
ایک قیافہ شناس	401
قصۂ بحیریٰ	402
حضور ﷺ کا سفر شام	402
بحیریٰ اور نبوت مصطفیٰ ﷺ کی علامات	404
حضرت ابوطالب کو بحیریٰ کی وصیت	406

بعض اہل کتاب کی شرارت 407
حضور ﷺ اخلاق حسنہ پر پروان چڑھتے رہے 408
عصمت ربانی 409
جنگ فجار 410
حرب فجار کی وجہ 410
لبید بن ربیعہ بن مالک کے اشعار 411
ہوازن قریش کے تعاقب میں 412
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد مبارک 414
حضور ﷺ کا دوسری مرتبہ سفر شام 414
نسطورا کے ساتھ ملاقات 415
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب 417
حضور ﷺ کا عقد مبارک 418
حضرت خدیجہ سے آپ کی اولاد امجاد 419
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ ماجدہ 422
ورقہ حضور ﷺ کی نبوت کا مژدہ سناتے ہیں 427
کعبہ مشرفہ کی تعمیر نو کا سبب 435
ابو وہب بیت اللہ کا ایک پتھر اکھیڑتے ہیں 437
حضور ﷺ کی ابو وہب سے قرابت 437
ابو وہب کے متعلق اشعار 438
تعمیر کعبہ میں تقسیم کار کا اصول 439
ولید بن مغیرہ کا کردار 440
رکن سے ملنے والا خط 447
کعبہ معظمہ سے اس پتھر کی دستیابی جس پر نصیحتیں لکھی ہوئیں تھیں 448
حجر اسود رکھنے میں قریش مکہ کا اختلاف 448
ابوامیہ بن مغیرہ کا فیصلہ 449

حضور ﷺ اپنے دست کریم سے حجر اسود رکھتے ہیں	449
حضرت زہیر بن عبدالمطلب کے اشعار	449
حمس کا بیان	451
قریش اور حمس کا آغاز	451
وہ قبائل جو قریش کے ساتھ حمس میں شامل ہوئے	452
یوم جبلہ	453
جنگ ذی نجب	454
اسلام اور حمس	457
حضور ﷺ اور حمس	458
اہل عرب کے کاہن، یہود کے علماء اور نصاریٰ کے پادری	459
بنو ثقیف کا خوف	464
نبی محترم ﷺ کی بعثت کے متعلق یہودیوں کی روایات	477
ابن ہیبان کی پیشین گوئی	481
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی داستان	482
قیلہ کا نسب	487
راہ حق کے متلاشی	493
زید بن عمرو کے اشعار	500
زید بن عمرو کے مصائب	504
خطاب کی زید پر اذیتیں	506
زید اور سفر شام	507
زید کی موت	507
ورقہ کا مرثیہ	507
انجیل میں حضور ﷺ کے اوصاف	508
حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ	511
سچے خوابوں سے آغاز	513

پتھر اور درخت سلام عرض کرتے ہیں	513
حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نزول	514
تحنث اور تحنف	515
نزول قرآن کا آغاز	529
حضرت خدیجہ کا اسلام	531
فترۃ الوحی	539
نبی محترم ﷺ پر نماز کی فرضیت اور اس کے اوقات	542
حضرت علی رضی اللہ عنہ اولین مومن	545
حضرت زید بن حارثہ کا اسلام	547
حضرت زید کا باپ حضور ﷺ کی بارگاہ میں	550
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام	551
وہ حضرات جو حضرت ابوبکر کی دعوت پر اسلام لائے	552

الروض الانف

سید عالم ﷺ کے پاکیزہ نسب کی تفصیل	33
عدنان کے بعد نسب پاک میں علماء کا اختلاف	41
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے آباء	44
حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے آباء	45
حضرت ادریس علیہ السلام	46
حضرت آدم علیہ السلام	46
نسب پاک بیان کرنے میں علماء کا اختلاف	47
حضرت اسمٰعیل اور ان کے بھائیوں اور بیٹوں کا ذکر	49
حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا	50
مقوقس کے ہدایا	54
مصر کی وجہ تسمیہ	55
عک بن عدنان	55

قحطان اور عرب العاربہ کا تذکرہ	56
انصار کے نسب کا تذکرہ	60
سبا اور سیل عرم	62
معد اور اس کی اولاد	63
قنص بن معد	66
ربیعہ بن نصر اور اس کا خواب	69
شاہان ایران کی تاریخ	75
تبع اور اہل مدینہ	84
بیت اللہ کی غلاف پوشی	93
رئام کا مسمار ہوا	98
عمرو موثبان	98
لخنیعہ اور ذوالنواس کا واقعہ	101
فیمون کی داستان	103
اصحاب اخدود	105
عبداللہ بن ثامر کا عجیب واقعہ	107
حیات شہداء	118
ذوالنواس اور حبشہ کے لشکر کے مابین معرکہ آزمائی	119
ابرہہ اور ارباط کا جھگڑا	120
سیف ذی یزن	121
ذوجدن کے اشعار	123
حضرت عمرو بن معدی کرب	130
قلیس	134
النسأۃ	136
اشہر حرم	140
ثقیف میں اہل نسب کا اختلاف	143

مغمس اور اس کا مادۂ اشتقاق	145
اسود بن مقصود	153
نفیل کا نسب	153
سیف بن ذی یزن اور کسریٰ	168
صنعاء	171
نابغہ اور عدی بن زید	175
باذان اور کسریٰ	178
یمن کا منقش پتھر	181
الحضر اور ساطرون کی عجیب داستان	183
شاہ پور کا حضر پر قبضہ	185
نزار بن معد اور ان کی نسل	193
انمار بن نزار	194
عمرو بن لحی اور صنم پرستی کا آغاز	197
صنم پرستی کی اصلیت	202
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں تلبیہ	202
قوم نوح کے بت	202
اساف اور نائلہ	208
سلمٰی اور آجا	214
مستوغر کی عمر	214
الخورنق	217
بحیرہ اور سائبہ	219
خزاعہ کا نسب	224
مرالظہران کی وجہ تسمیہ	224
دمشق کی وجہ تسمیہ	226
بنو کنانہ	226

قریش کون تھا؟	227
جریر بن الخطفی کا ذکر	231
بنوادرم	232
ماویہ	233
بنانہ	233
عائذہ	234
ناجیہ	235
سامہ بن لؤی	235
رسول اور مرسل کے درمیان فرق	237
خارجہ بن سنان	243
بنومزینہ	245
بسل اور اس کا معنیٰ	245
العواتک	250
عبد مناف کی مائیں	250
عبد شمس اور ہاشم	251
ام حیہ	252
حضور ﷺ کے عم محترم حضرت زبیر	254
حضرت ابوطالب	255
ابولہب	255
امہات النبی ﷺ	256
مولد النبی ﷺ کا بیان	258
آب زمزم	259
حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا مکہ معظمہ جانے کا سبب	260
جرہم، قطورا اور سمیدع	261
اجیاد	262

بنو جرہم اور کعبہ معظمہ کی بے حرمتی	263
بنو خزاعہ اور بنو جرہم کے مابین جنگ	264
حارث بن مضاض کی جلاوطنی	266
واسط، عامر اور جرہم	267
مکہ، بکہ اور اس کا معنی	268
مکہ معظمہ کے دیگر اسماء	269
قصی، خزاعہ اور کعبہ کی تولیت	273
قصی کا مکہ مکرمہ میں آنا	274
غوث بن مر کی داستان	276
غوث اور اس کی اولاد کو صوفہ کہنے کی وجہ	276
بنو سعد اور حج کی اجازت	277
مزدلفہ کا معنی	278
ذوالاصبع اور آل ظرب	279
ابو سیارہ	281
عامر بن ظرب کا اضطراب اور لونڈی کا فیصلہ	282
یعمر الشداخ کا فیصلہ	283
قصی اور بیت اللہ کی تولیت	284
دارالندوہ	287
رزاح کے اشعار کی وضاحت	288
الاسناد اور الاقواء کا معنی	295
حلف الفضول کی وجہ تسمیہ	297
حلف الفضول اور حرب الفجار کی تاریخ	299
اس معاہدے کے پہلے داعی	299
حلف الفضول کے فوائد	301
اس معاہدہ کے متعلق حضور ﷺ کی حدیث	302

اسلام میں باہمی تعصب کی ممانعت	307
عبد مناف کی اولاد	308
ہاشم اور اس کی وجہ تسمیہ	309
عبدالمطلب اور ابن ذی یزن	311
احیحہ بن الجلاح کا نسب	312
مطرود بن کعب کے مرثیہ کی شرح	313
زمزم کی حکایت	322
آب زمزم کے ناموں کی وجہ تسمیہ	324
وہ علامات جو حضرت عبدالمطلب کو بتائی گئیں	324
ان علامات کی تخصیص کی وجہ	325
لید اور خون کے مابین ہونے کی تاویل	325
الغراب الاعصم کی تعبیر	326
چیونٹیوں کے بل کی تاویل	327
سونے کے ہرن	334
قبائل قریش کے کنویں	335
مسافر بن ابی عمرو کے اشعار	339
حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی والدہ محترمہ	340
حضرت عبدالمطلب کی نذر	340
عرافہ کا نام	341
دیت	342
حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ عقد زوجیت میں	346
حضرت آمنہ کی مائیں	347
حضرت عبداللہ کو پیشکش کرنے والی خاتون اور اس کے اشعار	348
اس خاتون کا نام	349
حضور ﷺ کی کائنات میں جلوہ گری	351

ابلیس کی چیخ وپکار	351
حضور ﷺ کی ولادت باسعادت	351
حضرت عبدالمطلب کا آپ ﷺ کا دیدار کرنا اور نام رکھنا	352
آپ کی ولادت سے پہلے محمد نامی اشخاص	353
اسم محمد کا مادۂ اشتقاق	354
اسم احمد اور اس کا مادۂ اشتقاق	354
احمد اور محمد نام رکھنے کی وجہ	354
حضرت عبدالمطلب کے اشعار	356
ولادت باسعادت کی تاریخ	357
آپ ﷺ کی جائے ولادت	357
حضرت عبداللہ کی تاریخ وفات	358
آپ ﷺ کے رضاعی باپ اور ان کا اسلام	358
الشیماء	360
الرضعاء اور المراضع کی لفظی تحقیق	360
وہ خواتین جنہیں آپ کو دودھ پلانے کی سعادت ملی	361
حضور ﷺ اور آپ کے رضاعی بھائی کے مابین دودھ کی تقسیم	363
رضاعت کی اجرت کا جواز	363
رضاعت کے اسباب	364
شق صدر کی وضاحت	366
نبوت کب ملی؟	370
شق صدر کی تعداد	370
سونے کے طشت کی حکمت	372
مہر نبوت کی حکمت	374
حضور ﷺ آغوش مادر میں	375
حضرت آمنہ کو نظر آنے والے نور کی تاویل	375

بنوسعد اور مکہ معظمہ میں حضور ﷺ کی گلہ بانی	376
حضرت ابوطالب کی کفالت	379
حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال	380
حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور پر	380
حضرت عبدالمطلب کی وفات	383
ابوجہم بن حذیفہ	391
افعل تفضیل کے متعلق امام سہیلی کی رائے	398
لہبی قیافہ شناس	401
بحیریٰ کی داستان	402
اس واقعہ کے متعلق حضور ﷺ کی عمر مبارک	404
ختم النبوۃ	404
امام ترمذی کی روایت	405
عصمت ربانی	409
حرب فجار	410
اہل عرب کی وہ جنگیں جو فجار کے نام سے موسوم ہیں	410
حرب فجار کا نتیجہ	413
حضرت خدیجہ سے عقد زواج	414
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ولی	
خطبۂ نکاح	417
نکاح کا قصہ	418
نکاح کے ولی کے متعلق حتمی رائے	419
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد اطہار	419
حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی امہات	421
حضور ﷺ سے پہلے حضرت خدیجہ کے خاوند اور اولاد	422
حضرت ماریہ قبطیہ اور مقوقس کے دیگر تحائف	423

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دائی، مرضعہ اور تاریخ وصال	423
ورقہ بن نوفل	424
ورقہ کے متعلق حدیث مصطفیٰ ﷺ	424
تثنیہ سے مفرد مراد لیا جا سکتا ہے	427
النور والضیاء	429
انّ اور اس کے اخوات میں نون وقایہ	430
مصدر کے صلہ کا اس سے مقدم ہونا	431
مصدر کے معمول کو مقدم کرنے کا جواز	432
ورقہ بن نوفل کے اشعار	433
تعمیر کعبہ	435
کعبہ معظمہ کی بلندی	435
کعبہ کتنی مرتبہ تعمیر ہوا اور اس کے معمار	436
ملائکہ کی بیت اللہ کی تعمیر اور اس کا سبب	441
تعمیر ابراہیمی	443
مسجد حرام کی تعمیر	444
کعبہ معظمہ کے خزانے کی چوری	445
کشتی کا واقعہ	446
قبطی بڑھئی	446
شاہین، سانپ اور دابۃ الارض	446
اڑنے والے پتھر کی حکایت	446
کعبہ مقدسہ سے ملنے والا کتبہ	447
حضور ﷺ اور حجر اسود	448
حمس	451
جنگ جبلہ	453
عدس، حلہ اور طلس	453

عریاں طواف کرنے کا نتیجہ	456
قوزل اور اس کا معنی	456
قرآن پاک اور حمس	457
حضور ﷺ کا ہجرت سے قبل عرفہ میں قیام اور حمس کی مخالفت	459
کہانت	459
شیاطین پر شہاب باری	460
کہانت کا انقطاع	465
غیطلہ کی کہانت	467
بنو ثقیف اور خطر	468
بعض مشکل مقامات کی وضاحت	471
آل قحطان، آل ایش	471
رکن اور آجائم	472
جنب	472
ذریح یا جلیح	472
حضرت سواد اور ان کی کہانت	473
حضور ﷺ کے وصال کے وقت حضرت سواد اور دوس کی کیفیت	476
قریش کی کاہنہ	479
سعنہ اور اس کا اسلام	480
حضرت سلمان کی داستان سے ایک فقہی مسئلہ کا استنباط	487
حضور ﷺ کے متعلق صدقہ کا حکم	487
ہجرت کے بعد سب سے پہلے وصال فرمانے والے صحابی	490
حضرت سلمان فارسی سے ملنے والا شخص کون تھا؟	491
زید بن نفیل کے نسب کی تصحیح	493
زمانۂ جاہلیت میں باپ کی بیوی کے ساتھ شادی کا رواج	493
عثمان بن حویرث دربار قیصر میں	495

زید بن عمرو کی حقیقت پسندی	496
ایک سوال	497
جواب	498
زید، صعصعہ اور زندہ در گور کی جانے والی بچیاں	499
العزیٰ	490
تحنس حواری	508
حضور ﷺ کی بعثت کب ہوئی	511
نبوت اور طاقت	512
پتھر کے سلام کرنے اور تنے کا فراق میں رونے کے متعلق امام سہیلی کی رائے	512
تفعل اور اس کا مدلول	515
نزول وحی کی کیفیت	516
حضرت جبرائیل کا دیدار	518
حجاب کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا محو کلام ہونا	518
حدیث وحی کی تشریح	519
تسمیہ	520
الغط	521
جبرائیل کا معنی	522
ناموس کا معنی	526
ورقہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیوں کیا؟	526
أَوْ مُخْرِجِيَّ هُمْ	526
لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي	527
نزول قرآن کا آغاز کب ہوا	529
حضور ﷺ کی اپنے وطن سے محبت	530
حرت عبداللہ بن حسن	530
حضرت عبداللہ بن جعفر کی حدیث	531

حضرت خدیجہ کے متعلق بشارات	533
حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے مابین موازنہ	536
اللہ السلام	537
منہ السلام	538
سلام اور سلامۃ کے مابین فرق	538
السلام اللہ تعالیٰ کا مبارک نام	538
فترۃ الوحی	539
سورۃ الضحیٰ کا شانِ نزول	541
نماز کی فرضیت	542
وضو	543
حضرت جبرائیل علیہ السلام کی امامت	545
اولین مومن	545
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	547
حضرت زید کا اپنے والد کو جواب	548
حضرت ابوبکر اور ان کا لقب	551
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب	552
حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی	552
حضرت سعد بن ابی وقاص کا اسلام	553
حضرت ابوعبیدہ کا قبول اسلام	554
حضرت اسماء اور ان کے والد محترم	555
حضرت عبداللہ بن قیس کا اسلام	556
عامر بن ربیعہ	556
حضرت عامر بن فہیرہ کا اسلام	558
اختتام	559

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرض ناشر

ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز اپنے آغاز سے علم دین کی ترویج و اشاعت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے اور اپنے قارئین کو ایسی کتب فراہم کر رہا ہے جو صوری و معنوی حسن سے آراستہ و پیراستہ ہوتی ہیں، انہیں کاوشوں کی بناء پر اسے لاتعداد قارئین کا اعتماد حاصل ہے جو اس کا عظیم سرمایہ ہے۔

ہماری ہمیشہ سے یہ خواہش اور کوشش رہی ہے کہ آپنے احباب کی خدمت میں جب بھی کسی نئی کتاب کا تحفہ پیش کریں تو وہ ہمارے اس اعتماد کے رشتہ کو مضبوط سے مضبوط تر کرے۔

آج ہم آپ کی خدمت میں روض انف کی صورت میں ارمغان محبت پیش کر رہے ہیں جو سیرت کے موضوع پر لکھی جانے والی اولین کتاب السیرۃ النبویہ از ابن ہشام کی عربی شرح کا ترجمہ ہے۔ یہ ہماری چار سالہ مسلسل جدوجہد کا ثمر ہے۔

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف کے زیر اہتمام دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے نامور فضلاء نے اسے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ اگرچہ کتاب کی مباحث انتہائی مشکل تھیں لیکن ان فضلاء نے ان مباحث سے پہلو تہی کرنے کے بجائے اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے ان کا انتہائی سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ کر کے انہیں حل کیا ہے۔

سیرت ابن ہشام کے متن اور اس کی شرح کو کمپیوٹر پر ترتیب کے ساتھ لکھنا انتہائی مشکل مرحلہ تھا۔ لیکن علامہ افتخار احمد تبسم اور محمد انور سعید نے انتہائی عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے اس مرحلہ کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا اور شرح کو اس کے مناسب مقام پر رکھا۔ اس سارے کام کی تکمیل کے لئے ہمیں کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اس راستہ کے شناور پردہ مخفی نہیں۔ تاہم آپ کی محبتوں کی صورت میں جو حوصلہ ملتا ہے وہ تمام تھکن کو دور کر دیتا ہے، مالی اخراجات سے صرف نظر کرنے پر مجبور کرتا ہے اور ہمیں نیا عزم و حوصلہ فراہم کرتا ہے۔

ہم نے اپنے رب کریم سے عہد کر رکھا ہے کہ احباب کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے، ان کے حسن ذوق کو کبھی ٹھیس نہ پہنچائیں گے اور ان کے اعتماد پر پورا اترنے کی بھرپور سعی کرتے رہیں گے۔

طالب دعا

محمد حفیظ البرکات شاہ

سببِ ترجمہ

ادارہ ضیاء المصنفین کو قائم ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ قبلہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ کے زیر سایہ جناب صاحبزادہ ساجد الرحمٰن صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ان سے ادارہ کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔جب انہیں اس بارے میں آگاہ کیا گیا کہ ادارہ کے زیر اہتمام تراجم کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے تو انہوں نے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ علامہ سہیلی کی ''الروض الانف'' کا ترجمہ کرایا جائے کیونکہ سیرت کے حوالے سے جو بنیادی مآخذ ہیں ان میں سے ایک ''الروض الانف'' بھی ہے جس کا آج تک ترجمہ نہیں ہوا۔

انہیں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس ترجمہ کا اہتمام کیا گیا۔

ترجمہ کی سعادت ناچیز کے علاوہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے دو فضلاء کو حاصل ہوئی جن میں ایک علامہ ذوالفقار علی صاحب ہیں جنہوں نے کئی کتابوں کے تراجم کئے ہیں اور ایک علامہ افتخار احمد تبسم صاحب ہیں جو ادارہ ضیاء المصنفین کے شعبۂ تحقیق کے انچارج ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور التجاء ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے طفیل اس کاوش کو اپنی بارگاہ اقدس میں قبول فرمائے اور اسے توشۂ آخرت بنائے۔

ناچیز

محمد بوستان

مقدمہ از امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ رب العزت کی حمد و تعریف ہر اہم کام سے مقدم ہے۔ اس ہستی پاک کا ذکر مبارک اس بات کا مستحق ہے کہ وہ دل اور قلب سے جدا نہ ہو۔ اس کی بارگاہ ناز میں عاجزی اور التجاء کرنے سے قبل ہی باجمال عطیات ملنے پر اسی کی ستائش ہے۔ جیسا کہ ہم نے آغاز اسی سے کیا ہے۔ اسی ذات والا کے لئے ایسی تعریف ہے جو ہر روز نیا کام کرنے والا ہے اور شان غنا سے متصف ہے جو شب و روز کے گزرنے کے باوجود تازہ رہے۔ اور بوسیدہ نہ ہو۔ اس ذات باری تعالیٰ کی حمد و تعریف کرنا، اس کی نعمتوں اور عمدہ آزمائشوں پر اس کا شکر ادا کرنا اس کے احسانات میں سے ایک احسان ہے، اس کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کی جود و سخا اور نعمتوں کی کوئی حد نہیں، اس کے جلال کی کوئی انتہا نہیں، اس کے اسماء کا کوئی شمار نہیں۔

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں اہل توحید کے گروہ کے ساتھ ملایا۔ ہمیں اس پختہ امر کے حلقہ کو مضبوطی سے پکڑنے کی توفیق دی۔ ہمیں اس خلافت کے ایام میں پیدا کیا جس کی برکت کا وعدہ صادق امین کی زبان مبارک سے کیا گیا ہے۔ اس نے ہمیں خلیفہ امیر المؤمنین بن امیر المؤمنین بن امیر المؤمنین (ابو یعقوب یوسف بن عبدالمؤمن) کی خلافت میں پیدا کیا ہے۔ اس خلافت کے انوار تمام آفاق میں پھیل گئے ہیں۔ جس کے ابر کرم کے چھینٹوں اور لشکر کی ڈھال نے کفر و نفاق کے شعلوں کو بجھا دیا ہے۔

فِي دَوْلَةٍ لَحَظَ الزَّمَانُ شُعَاعَهَا فَارْتَدَّ مُنْتَكِصًا بِعَيْنَىْ اَرْمَدٍ
مَنْ كَانَ مَوْلِدُهُ تَقَدَّمَ قَبْلَهَا اَوْبَعْدَهَا فَكَاَنَّهُ لَمْ يُوْلَدٍ

"ہم اس سلطنت میں پیدا ہوئے زمانے نے جس کے اجالے کا مشاہدہ کیا اس نے آشوب چشم والی آنکھ کو واپس لوٹا دیا۔ جس کی پیدائش اس خلافت سے پہلے یا بعد ہوئی گویا کہ اس نے جنم ہی نہ لیا"۔

ان تمام نعمتوں پر اس کی ایسی تعریف ہے جو ہر لحظہ تازہ بہ تازہ اور پیہم ہو، اسی کے ذمۂ کرم پر ہے کہ وہ افضل درود پاک اور عظیم برکات اس ذات کے ساتھ مختص فرمائے جو اس کی مخلوق سے برگزیدہ ہیں۔ اس کے رستے کی طرف جن کی راہ نمائی کی گئی ہے، جنہیں شاہراہ ہدایت پر گامزن کیا گیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں کی طرف اس شخص کی راہ نمائی کرنے والے ہیں جو کامیاب ہوا۔ یعنی حضور نبی

اکرم ﷺ کی ذات والا صفات، جس طرح آپ ﷺ نے ٹیڑھی ملت کو سیدھا فرمایا اور اپنی ہدایت سے واضح رستہ عیاں کیا اور اس کے ذریعے بہرے کان، اندھی آنکھیں اور پردے میں لپٹے ہوئے دل کھول دیئے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ صَلَاةً تُحِلُّهٗ اَعْلٰى مَنَازِلِ الزُّلْفٰى

الروض الانف کی تالیف

اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر لینے کے بعد اور اسی ذات سے استقامت کرنے کے بعد جس کے لئے قدرت اور طاقت ہے میں نے ان واقعات کی وضاحت کا ارادہ کیا جو حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ کے ضمن میں آئے۔ جنہیں تالیف کرنے میں حضرت ابو بکر محمد بن اسحاق مطلبی سب سے سبقت لے گئے۔ جن کی تلخیص حضرت عبدالملک بن ہشام المعافری المصری النسابہ النحوی نے کی۔ میں ان امور کی شرح لکھوں گا جن کا مجھے علم ہوا، جنہیں سمجھنے کی مجھے توفیق دی گئی۔ مثلاً غریب الفاظ، مشکل اور پیچیدہ اعراب، مشکل کلام، دشوار نسب اور ایسے فقہی مقام کی وضاحت کروں گا جس کی شرح کی ضرورت ہوئی، یا نامکمل بات کی تکمیل کروں گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی کمزوری کا اعتراف بھی ہے کہ میں انتہاء تک پہنچنے سے قاصر ہوں۔ اس انتہاء تک پہنچنا مدعا بھی نہیں ہے لیکن یہ بھی مناسب نہیں کہ ادنیٰ کو اعلیٰ پر سبقت لے جانے سے روکا جائے۔ علم کے حصول میں جس کی ہمت رواں ہوئی اسے زیادہ سیر کرنے کی لاٹھی پھینکنا نہیں چاہئے۔ جس طرح کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

اِفْعَلِ الْخَيْرَ مَا اسْتَطَعْتَ وَاِنْ كَانَ قَلِيْلًا فَلَنْ تُحِيْطَ بِكُلِّهٖ
وَمَتٰى تَبْلُغُ الْكَثِيْرَ مِنَ الْفَضْلِ اِذَا كُنْتَ تَارِكًا لِاَقَلِّهٖ

"جتنی استطاعت ہے اتنی ہی بھلائی کرلو۔ اگرچہ قلیل ہی ہو۔ تم تمام بھلائی کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ تم زیادہ فضل تک کیسے پہنچ سکتے ہو جب تم اس کی قلیل مقدار کو ترک کرنے والے ہو"۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس توفیق کا سوال کرتے ہیں جو اسے راضی کر دے، ہم اس شکر کی التجاء کرتے ہیں جو مزید فضل کو لے آئے اور زیادہ فضل و کرم کا تقاضا کرے۔

اس تالیف کی پختگی کا سبب

مؤلف ابو القاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں نے یہ بات اس لئے کہی ہے کیونکہ جب میں نے یہ کتاب لکھنا شروع کی تو مجھے گمان ہوا کہ مقصد کا حصول آسان ہے، میں آہستہ پا چلنے لگا۔ میں ٹوٹی پھوٹی ہمت کے ساتھ اٹھا۔ میں نے کہا: "میں اس گھاٹ پر کیسے اتروں جس پر مجھ سے پہلے کوئی نہیں

آیا۔ میں تجھ سے اس رستے کا سوال کیسے کروں جسے مجھ سے قبل کسی پیادہ یا سوار نے نہیں روندھا، اسی اثناء میں کہ میں حیران شخص کی مانند متردد تھا مجھے یہ خیال آیا کہ عنقریب یہ کتاب امام ابو یعقوب یوسف بن عبدالمؤمن کی عظیم اور برتر خلافت میں پیش کی جائے گی۔ خلافت اسے قبولیت کی نگاہ سے دیکھے گی۔ عنقریب اسے مبارک خزانہ (اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت اور نگہبانی سے طویل عمر بخشے اور امیر المؤمنین کی اپنی نصرت کے ساتھ تائید فرمائے) اس کی عمدہ اشیاء کو لڑی میں اسے پرو لے گا۔ اس خلافت کی عظمت کے مطالع میں انہی انوار کے ساتھ یہ مکمل ہوگی۔ تو اس وقت میں نے اشہب کوشش کی پیٹھ پر سواری کی اس وقت میں نے عزم کی کمان کو حرکت دی۔ میں نے حافظہ کی اونٹنیوں کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے غور و فکر کے چشموں کو صاف کیا۔ میں نے مشکیزہ کی تری کو نچوڑا۔ الحمدللہ! میں نے دروازہ کھلا ہوا پایا۔ میں اپنے رب کے نرم کئے ہوئے رستوں پر چل پڑا۔ اللہ تعالیٰ کے احسان سے ان کے چشموں نے میرے لئے عجیب و غریب معانی جاری کئے۔ ان کے ہر اول و آخر نے میرے لئے لطیف فوائد بہا دیئے۔ کلمات کی دوشیزائیں میرے قریب ہونے لگیں کہ میں ان میں سے کس سے آغاز کرتا ہوں۔ میں نے اختصار کے پیش نظر ان سے اعراض کیا۔ میں نے ان میں سے اکثر کے سینوں میں طوالت اور اکتاہٹ کا خوف ڈال دیا۔ پھر بھی اس تصنیف سے علوم، آداب، اسماء الرجال، انساب، باطن کے خالص نکات، نحو کی تعلیل، اعراب کی درستگی جیسے فوائد حاصل ہوں گے جو ایک سو بیس سے زائد کتب سے نکالے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض میرے سینے کی پیداوار ہیں۔ انہیں میرے غور و فکر نے خوشبو میں بسایا ہے۔ میرے غور و خوض نے ان کی نگرانی کی ہے۔ میں نے اپنے استاذ محترم سے ایسے علمی نکات حاصل کئے جو مجھ سے قبل کسی نے حاصل نہیں کئے نہ ہی ان کے لئے لوگ جمع ہوئے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس امر کی برکت سے ہوا ہے جو طالبین کے دلوں کو حیات نو بخشنے والا، ہدایت طلب کرنے والوں کی ہمتوں کو جگانے والا اور غافلین کے دلوں کو تحریک دے کر دین کی علامات سے آگاہی بخشنے والا ہے۔ اس کے ساتھ میں نے فضول اشیاء کا تذکرہ بہت کم کیا ہے۔ فصول کی اطراف کی کانٹ چھانٹ کی ہے۔ میں نے بات سے بات نکالنے کی بھی پیروی نہیں کی۔ بات سے بات نکلتی ہی رہتی ہے۔ کلام کے گھوڑے نے اس انتہاء کی طرف سرکشی نہیں کی جس کا میں نے ارادہ نہیں کیا۔ مگر عجیب و غریب باتوں نے میرے لئے سر تسلیم خم کر دیا۔ اس طرح یہ کتاب حجم کے اعتبار سے تمام کتابوں سے مختصر ہے مگر یہ ایسا جام ہے جو علم سے لبریز ہے۔ اگر یہ تصنیف میرے علاوہ کسی اور شخص کی ہوتی تو میں اس کے بارے کچھ زیادہ کہتا۔ میں نے اس کتاب کا آغاز ماہ محرم الحرام ۵۶۹ھ میں کیا اور اسی سال جمادی الاولیٰ میں یہ مکمل ہوگئی۔

اس تصنیف کی سند

وہ کتاب ہم جس کے درپے ہیں سیرت کی وہ تصنیف ہے جسے ہم سے امام حافظ ابوبکر بن محمد بن عبداللہ بن العربی نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''ہمیں یہ ابوالحسن قرافی شافعی نے بیان کی' انہوں نے فرمایا'' ہمیں ابومحمد بن النحاس نے بیان کی ہے' انہوں نے فرمایا'' ہمیں ابومحمد عبداللہ بن جعفر بن ورد نے ابوسعید عبدالرحیم بن عبداللہ بن عبدالرحیم بن ابی زرعۃ زہری برقی سے روایت کی۔ انہوں نے ابومحمد عبدالملک بن ہشام سے روایت کی۔ اسی طرح یہ کتاب ابومروان عبدالملک بن سعید بن بونہ القرشی العبدری نے ابوبحر سفیان بن العاص الاسدی سے انہوں نے ابوولید ہشام بن احمد الکنانی سے روایت کی۔ اسی طرح یہ کتاب مجھے ابومروان نے ابوبکر بن برآل سے اور انہوں نے ابوعمر احمد بن محمد المقری الطلمنکی سے اور انہوں نے ابوجعفر احمد بن عون اللہ بن حدیر اور انہوں نے ابومحمد بن الورد سے انہوں نے البرقی سے اور انہوں نے ابن ہشام سے روایت کی ہے۔ اسی طرح سماعت اور اجازت کے ساتھ مجھے یہ کتاب ابوبکر محمد بن طاہر الاشبیلی نے ابوعلی الغسانی سے، انہوں نے ابوعمر النمری وغیرہ سے اور انہوں نے اپنے شیوخ سے اور انہوں نے الطلمنکی سے سابقہ سند کے مطابق روایت کی ہے۔

ابن اسحاق کا تعارف

ہم اس تصنیف کے مؤلف کے تعارف سے اس کتاب کا آغاز کرتے ہیں۔ ان کا نام ابوبکر محمد بن اسحاق بن یسار ہے۔ ولاء کے اعتبار سے مطلبی ہیں کیونکہ ان کی ولاء قیس بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف نے حاصل کی تھی۔ ان کے دادا یسار عین التمر کے قیدیوں میں سے تھے خالد بن ولید نے انہیں پابند سلاسل کیا تھا۔

یہی محمد بن اسحاق ہیں جو اکثر علماء کے نزدیک حدیث میں حجت ہیں۔ جہاں تک مغازی اور سیر کا تعلق ہے ان میں ان کی قیادت مشہور ہے۔ حضرت امام زہری نے فرمایا'' جس نے مغازی کے متعلق پڑھنا ہو وہ ابن اسحاق کی طرف رجوع کرے''۔ اس قول کو امام بخاری نے'' تاریخ'' میں ذکر کیا ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا'' میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو حدیث میں ابن اسحاق پر تہمت لگاتا ہو''۔ حضرت شعبہ بن حجاج نے فرمایا'' ابن اسحاق حدیث کے امیر المؤمنین ہیں'' حضرت ابویحییٰ ساجی نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنی بستی'' باذام'' کی طرف تشریف لے گئے۔ حدیث مبارک کے طالب علم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابن شہاب نے ان سے کہا'' وہ بھینگا لڑکا تم سے کہاں چلا گیا'' یا'' میں بھینگا لڑکا تم میں جانشین بنا کر گیا تھا''۔ حضرت ساجی نے ہی ذکر کیا ہے'' امام زہری

کے ساتھیوں کو جب امام زہری کی حدیث میں شک پڑتا تو وہ محمد بن اسحاق کی طرف پناہ لیتے۔ وہ ان میں حافظہ کے اعتبار سے ثقہ تھے"۔ علامہ ساجی کی یہ بات میں نے اپنی یادداشت سے لکھی ہے کسی کتاب سے نقل نہیں کی۔ حضرت یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن سعید القطان سے روایت ہے کہ یہ سب ابن اسحاق کو ثقہ سمجھتے تھے۔ وہ ان کی حدیث سے استدلال کرتے تھے۔ علی بن عمر دار القطنی نے "السنن" میں قلتین کی حدیث تمام اسناد کے ساتھ ذکر کی ہے اور اس کا اضطراب بھی بیان کیا ہے پھر لکھا ہے "یہ بات محمد بن اسحاق کے حافظے اور ان کی پختگی کی شدت پر دلالت کرتی ہے"۔

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام بخاری نے ابن اسحاق سے روایت نہیں کیا حالانکہ انہوں نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے۔ اسی طرح امام مسلم نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے مگر ان سے صرف رجم کے بارے ایک حدیث ہی روایت کی ہے جو سعید مقری سے روایت ہے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام مالک ابن اسحاق کے بارے میں عمدہ رائے نہیں رکھتے تھے۔ حضرت امام مالک نے ان میں طعن کیا ہے۔ ابوعمر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن ادریس الاودی سے روایت کیا ہے۔ ان تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ابن اسحاق نے کہا "امام مالک کی حدیث لے کر آؤ، میں اس کی بیماریوں کا طبیب ہوں"۔ امام مالک نے فرمایا "ابن اسحاق کیا چیز ہے؟ وہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے، ہم اسے مدینہ طیبہ سے نکال دیں گے" انہوں نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا تھا "دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا"۔ ابن ادریس نے کہا "مجھے علم نہیں تھا کہ دجال کی جمع "دجاجلۃ" آتی ہے۔ حتیٰ کہ میں نے یہ لفظ امام مالک سے سنا۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ ابن اسحاق ۱۵۱ھ میں بغداد میں انتقال کر گئے۔ انہوں نے ان شخصیات سے ملاقات کی جن سے امام مالک ملاقات نہ کر سکے۔ انہوں نے محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ خطیب احمد بن علی بن ثابت نے اپنی تاریخ میں ابن اسحاق کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ انہوں نے سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا بچے ان کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے "یہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں۔ وہ جب تک دجال سے ملاقات نہ کر لیں گے اس وقت وصال نہیں کریں گے"۔ خطیب نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے سعید بن مسیب، قاسم بن محمد اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام مالک کے شیخ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بھی ابن اسحاق سے روایت کیا ہے، حماد بن سلمہ بن دینار، حماد بن زید بن درہم اور شعبہ نے بھی ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے

روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا "جو مغازی کا عالم تبحر بننا چاہتا ہے وہ ابن اسحاق کا محتاج ہے"۔ ابن اسحاق کے بارے ہمیں یہی کچھ ملا ہے رحمہ اللہ۔

ابن اسحاق سے کتاب روایت کرنے والے راوی

جن راویوں نے ابن اسحاق سے کتاب روایت کی ہے ان کی تعداد کثیر ہے۔ ان میں یونس بن بکیر الشیبانی، محمد بن فلیح، البکائی، ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن ادریس، سلمہ بن الفضل اسدی وغیرہ مشہور ہیں۔

ہم البکائی کا ذکر کریں گے کیونکہ وہ ابن ہشام کے شیخ ہیں۔ ان کا نام ابو محمد زیاد بن عبداللہ بن طفیل بن عامر القیسی العامری۔ ان کا تعلق بنو عامر بن صعصعہ سے تھا پھر یہ بنو البکاء سے تھے۔ البکاء کا نام ربیعہ تھا۔ اس خبر کی وجہ سے انہیں بکاء کہا جاتا تھا جس کا ذکر قبیح ہے۔ بعض علمائے نسب نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ یہ بکائی ثقہ ہیں۔ امام بخاری نے کتاب الجہاد میں ان سے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے بھی کئی مقامات پر ان سے روایت کیا ہے۔ تیرے لئے یہی کافی ہے۔ زیاد نے حمید الطویل سے روایت کیا ہے، امام بخاری نے تاریخ میں وکیع سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: زیاد کا رتبہ اس سے کہیں بالاتر ہے کہ وہ حدیث میں جھوٹ بولیں۔ امام ترمذی کو وہم ہوا ہے، انہوں نے اپنی کتاب میں امام بخاری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "وکیع اپنی قدر وشرف کے باوجود حدیث میں جھوٹ بولتے ہیں"۔ یہ صرف وہم ہے۔ وکیع نے وہی کچھ کہا ہے جس کا ذکر امام بخاری نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ اگر وکیع زیاد پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تو نہ تو امام بخاری ان سے حدیث روایت کرتے نہ ہی امام مسلم۔ جس طرح انہوں نے حارث اعور سے روایت نہیں لی کیونکہ امام شعبی نے اسے جھوٹا کہا تھا۔ نہوں نے ابان بن ابی عیاش سے بھی روایت نہیں لی کیونکہ شعبہ نے اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی تھی۔ زیاد کوفی تھے ان کا انتقال ۱۸۳ھ میں ہوا۔

ابن ہشام کا تعارف

امام عبدالملک بن ہشام اپنے علم کی وجہ سے مشہور تھے۔ علم نسب اور علم نحو کے امام تھے۔ یہ حمیری اور معافری تھے۔ مسکن مصر تھا۔ اصل بصرہ کے رہائشی تھے۔ انہوں نے ۲۱۳ھ میں مصر میں وفات پائی۔ انہوں نے حمیر اور اس کے ملوک کے بارے میں کتاب لکھی۔ انہوں نے سیرت کی کتب میں موجود اشعار کی بھی شرح لکھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَصَلٰوتُہٗ عَلٰی نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ وَ سَلَامُہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب پاک

ابو محمد عبدالمالک بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ تصنیف لطیف رسول مکرم، شفیع معظم تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرۃ پر مشتمل ہے۔ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک یوں ہے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب (شَیْبَہ)

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ نسب کی تفصیل

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العزت نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محمد اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے عظیم اسماء کیوں منتخب فرمائے؟ ان مبارک اسماء سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موسوم فرمانے کی حکمت بالغہ کیا ہے اور ان اسماء کے معانی کیا ہے؟ یہ تمام تفصیلات ہم نے اپنی کتاب ''التَّعۡرِیۡفُ وَالۡاَعۡلَامُ'' میں ذکر کردی ہیں۔ باذوق افراد وہاں سے مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اس کتاب کے باب ''میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں بھی کچھ تفصیل بیان کی جائے گی۔

عبدالمطلب

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد کا نام ''عامر'' لکھا ہے جبکہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ان کا نام ''شیبہ'' لکھا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول درست ہے۔ عبدالمطلب کو شیبہ کے نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جب ان کی ولادت ہوئی تو ان کے سر پر سفید بال تھے۔ عبدالمطلب کے علاوہ اہل عرب میں سے کئی افراد کا نام شیبہ تھا لیکن وہ اس نام سے مراد یہ لیتے تھے کہ وہ شخص جس کا نام شیبہ رکھا گیا ہے وہ تجربہ اور درست رائے کی عمر کو پہنچ چکا ہے۔ جس طرح بِھرِم اور کبیر نام رکھے جاتے تھے۔ عبدالمطلب ایک سو چالیس (140) سال زندہ رہے۔ وہ مشہور شاعر عُبَیۡد بن الاَبۡرَص کے ہم عصر تھے۔ عبید بن ابرص آپ کی وفات سے بیس سال قبل ہلاک ہوا۔ منذر نے اس کو قتل کیا تھا کہا جاتا ہے کہ اہل عرب میں سے سب سے پہلے خضاب حضرت عبدالمطلب نے ہی استعمال کیا تھا، واللہ اعلم۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے وہ سبب بھی بیان کیا ہے جس کی وجہ سے شیبہ کا نام

بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک

عبدالمطلب پڑ گیا تھا۔ مطلب طلب سے مفتعل کے وزن پر ہے۔

ہاشم

ہاشم کا نام عمرو ہے۔ یہ اسم یا تو عمر سے مشتق ہے یا پھر یہ اس عمر سے مشتق ہے جس سے عُمُور الاسنان ''دانتوں کے مسوڑھے'' مشتق ہے۔ یہ قتبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یا پھر یہ اس عمر سے مشتق ہے جس کا معنی آستین کا کنارہ ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے سَجَدَ عَلٰی عَمَرِیْهِ اَیْ کُمَّیْهِ۔ ''وہ اپنی آستینوں پر سجدہ ریز ہوا'' یا پھر یہ اس عمر سے مشتق ہے جس کا معنی بالی ہے جس طرح کہ تنوخی نے اپنے اس شعر میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

وَعَمْرُو هِنْدٍ كَاَنَّ اللّٰهَ صَوَّرَهٗ عَمْرَو بْنَ هِنْدٍ يَسُوْمُ النَّاسَ تَعْنِيْتَا

ہند کی بالی اتنی حسین ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صورت بخشی ہے۔ عمرو بن ہند لوگوں کو مشکل سے دوچار کر دیتا تھا۔

اس شعر میں پہلے عمرو سے مراد بالی اور دوسرے عمرو سے مراد عرب کا ایک بادشاہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عمرو کا مادہ اشتقاق ایک اور بھی بیان فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ عمرو اس عمر سے مشتق ہے جس کا معنی ''نحل السکر'' ہے۔ ہاشم کا نام عمر بھی بتایا جاتا ہے اوپر مذکورہ پانچ وجوہات درست ہیں اور کسی ایک سبب کی وجہ سے ہاشم کا یہ نام رکھا جا سکتا ہے۔

عبد مناف

ان کا نام مغیرہ تھا۔ یہ صفت ہے اور ھاء مبالغہ کے لئے ہے۔ اس کا معنی ہے دشمن پر غارت گری کرنے والا یا پھر یہ وہ مغیر ہے جو اَغَارَ الْحَبْلَ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے رسی کو خوب مضبوط کر لینا۔ جس طرح علامہ اور نسابہ پر ھاء داخل کر دی جاتی ہے اسی طرح مغیرہ کے آخر میں بھی ھاء لگا دی گئی ہے کیونکہ وہ اس سے انتہائی معنی مراد لیتے ہیں اور اس کو الطَّامَّہ اور الدَّاهِیَه کے قائم مقام رکھتے ہیں۔ اتنا مبالغہ پیدا کرنے کے لئے ھاء مناسب ترین ہے۔ اسی وجہ سے جس کلمہ میں یہ ھاء ہو اس کی جمع مکسر نہیں بنائی جاتی تاکہ مبالغہ پر دلالت کرنے والا تلفظ ختم نہ ہو جائے۔ جس طرح کہ اسم مصغر کی بھی جمع مکسر نہیں بنائی جاتی تاکہ تصغیر کی علامت اور نشانی ختم نہ ہو۔ علامہ کی جمع علالیم اور نسابہ کی جمع نسا سیب آتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مغیرہ میں ھاء تانیث کے لئے ہو یا لشکر کے وصف یا غارت گری

کرنے والے گھوڑوں سے مشتق ہو جس طرح کہ اہل عرب عسکر نام رکھ لیتے تھے۔

امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق عبد مناف کو "قمر البطحاء"، "بطحاء کے چاند" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ ان کی والدہ نے انہیں مناۃ کی خدمت پر مامور کر رکھا تھا۔ اسی وجہ سے وہ عبد مناۃ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ علامہ برقی اور علامہ زبیر رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

مُعَیطی نے ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے مالک سے استفسار کیا کہ عبدالمطلب کا نام کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا "شیبہ"۔ میں نے پوچھا ہاشم کا نام کیا تھا؟ انہوں نے کہا "عمروٗ" میں نے مزید سوال کیا کہ عبد مناف کا نام کیا تھا؟ انہوں نے کہا "میں نہیں جانتا"۔

قصی

ان کا نام زید تھا قُصَیّ، قَصِیّ کی تصغیر ہے۔ اس کا معنی ہے دور۔ کیونکہ انہوں نے اپنے شہر سے دور قضاعہ کے شہروں میں نشو و نما پائی تھی اس لئے وہ اسی نام سے شہرت پا گئے۔ پھر وہاں سے ان کی والدہ ماجدہ ربیعہ بنت حرام کے ساتھ مکہ معظمہ آ گئی۔ یہ تفصیل عنقریب بیان ہو گی (ان شاء اللہ)۔

قُصَی فُعَیل کے وزن پر تصغیر ہے۔ اہل عرب تین یاء اکٹھا کرنا مناسب سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے ایک یاء کو حذف کر دیا۔ حذف ہونے والی دوسری یاء تھی جو زائدہ تھی اس لئے یہ لفظ قُصَی رہ گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ فعل کا لام کلمہ محذوف ہو اور اس کا وزن فُعَیًا ہو اور یائے تصغیر اگرچہ زائدہ ہے وہ پھر بھی باقی رہے۔ ایک ایسی قرأت بھی ہے جو حذف میں اس سے بھی بلیغ ہے وہ قنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت یَابُنی ہے۔ اس میں یائے تصغیر کو باقی رکھا گیا ہے۔ امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت یَابُنَیَّ میں یائے تصغیر کے ساتھ یائے متکلم بھی ہے۔ اس میں لام کلمہ محذوف ہے اس کا وزن فُعَیَّ ہے بعض نے یاء کو کسرہ کے ساتھ یابُنَیِّ پڑھا ہے اس کا وزن "فُعَیْلِ" ہے۔ اس قرأت میں یائے متکلم محذوف ہے۔

کلاب

کلاب یا تو اس مصدر سے منقول ہے جو مکالبہ کے معنی میں ہے مثلاً کہا جاتا ہے کَالَبْتُ الْعُدُوَّ مُکَالَبَۃً وَ کِلَابًا۔ یا پھر یہ کلب کی جمع ہے اہل عرب ایسے ناموں سے کثرت مراد لیتے تھے۔ اسی لئے اپنے بچوں کے نام درندوں کے ناموں پر رکھتے تھے۔ ابو دُقَیش سے پوچھا گیا "تم اپنے بچوں کے برے نام مثلاً کلب اور ذئب وغیرہ اور اپنے غلاموں کے عمدہ اسماء مثلاً مرزوق اور رباح وغیرہ کیوں رکھتے ہو؟" اس نے جواب دیا "ہم اپنے بچوں کے نام اپنے دشمنوں کے لئے اور اپنے غلاموں کے نام اپنے

لئے رکھتے ہیں۔ ابوقیش کے اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ فرزند میدانِ جنگ میں دشمنوں سے معرکہ آزما ہوتے ہیں اوران کے حلقوم پر تیر مارتے ہیں۔ اس لئے ان کے نام ایسے رکھے جاتے ہیں۔

مرہ

یہ حنظلہ اور علقمہ کے وصف سے منقول ہے۔ اہل عرب اکثر حنظلہ اور علقمہ نام رکھتے تھے ممکن ہے اس میں ھاء مبالغہ کے لئے ہو۔ اس وقت یہ انسانی وصف مرارۃ سے مشتق ہوگا۔ اہل عرب کا قول تمیم بن مرۃ بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ میرا گمان ہے کہ مرۃ کسی جڑی بوٹی کا نام ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ مرۃ ایک سبزی ہے جس کو زمین سے اکھیڑا جاتا ہے۔ اسے سرکے اور زیتون کے تیل کے ساتھ ملا کر کھایا جاتا ہے۔ اس کے پتے کاسنی کے پتوں کی مانند ہوتے ہیں۔

کعب

یہ یا تو اس کعب سے مشتق ہے جس کا معنی گھی کا ٹکڑا ہے یا پھر "کَعْبُ الْقَدَم"، "پاؤں کا ٹخنہ" سے مشتق ہے۔ میرے نزدیک یہ قول اہل عرب کے اس قول سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے ثَبَتَ ثُبُوْتَ الْکَعْبِ۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت کے روز کعبہ معظمہ کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے منجنیق کا پتھر ان کے کانوں کے پاس سے گزرا لیکن انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی، اس لئے یہ محاورۃ مشہور ہوگیا۔

کعب بن لوی ہی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے لوگوں کو عروبہ کے دن جمع کیا۔ اسلام میں اس دن کو جمعہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق کعب نے ہی اس دن کو جمعہ کہا تھا۔ اس دن قریش مکہ کعب کے پاس جمع ہوتے تھے، وہ ان کے سامنے خطاب کرتے تھے اوران سے حضور ﷺ کی بعثت کا ذکر کرتے تھے۔ وہ انہیں بتاتے تھے کہ وہ عظیم الشان نبی ان کی اولاد میں سے ہی ہوں گے۔ قریش کو آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی اتباع کرنے کا حکم دیتے۔ ان کے سامنے نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس میں مختلف اشعار پڑھتے۔ ان اشعار میں سے ایک شعر یہ بھی ہے۔

یَالَیْتَنِیْ شَاهِدٌ فَحْوَاءَ دَعْوَتِهٖ حِیْنَ الْعَشِیْرَةُ تَبْغِی الْحَقَّ خِذْلَانَا

کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب قبیلہ حق کو نامراد کرنے کے لئے مصروف عمل ہوگا۔ علامہ الماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اپنی کتاب "احکام" میں لکھی ہے۔

لؤی

ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لُؤی "اللائی" کی تصغیر ہے۔ اس کا معنی جنگلی بیل ہے انہوں نے اس شعر سے استدلال کیا ہے

یَعْتَادُ اَدْحِیَةً بِقِیْنَ بِقَفْرَۃٍ مِیْثَاءَ یَسْکُنُهَا اللَّآئِیْ والفَرْقَدُ

میثاء کے چٹیل میدان میں مادہ شتر مرغ کے انڈے دینے کی بہت سی جگہیں ہیں وہ میدان جو جنگلی بیل اور نیل گائیوں کا مسکن ہے۔

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللائی سے مراد گائیں ہیں۔ میں نے ایک اعرابی کو سنا وہ کہہ رہا تھا بِکَمْ لَاْئُکَ هٰذِہٖ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا۔ شاعر تلوار کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے

کَظَهْرِ اللَّاٰئی لَوْ تَبْتَغِیْ رَیَّةً بِهَا نَهَارًا لَاَعْیَتْ فِیْ بُطُوْنِ الشَّوَاجِنِ

وہ تلوار گائے کی پیٹھ کی طرح ہے اگر تو دن کے وقت اس سے چقماق کا کام لے گا تو وہ پہاڑوں کی طرح وادیوں کو عاجز کر دے گی۔

میرے نزدیک یہ لَاْیٍ کی تصغیر ہے اللَّاْیِ، البَطْءُ "ست روی" کے معنی میں ہے۔ اہل عرب یہ لفظ بول کر بیٹھ کر کراہنے اور سرعت چھوڑ دینے کا مفہوم مراد لیتے ہیں۔ ابو اسامہ نے اپنے اشعار میں اس لفظ کو اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔

دُوْنَکُمْ بَنِیْ لَاْئِیْ اَخَاکُمْ وَدُوْنَکِ مَالِکًا یَا اُمَّ عَمْرٍو

اے سستی کے بیٹو! اپنے بھائی کو پکڑ لو اور اے ام عمرو تو مالک کو پکڑ لے۔

حطیہ کا شعر ہے

اَتَتْ آلُ شَمَّاسِ بْنِ لَاْئِیْ وَاِنَّمَا اَتَاهُمْ بِهَا الْاَحْلَامُ وَالْحَسَبُ الْعِدُّ

شماس بن لائی کی اولاد آئی اس کے ساتھ ہی ان کے پاس صرف جھوٹی آرزوئیں اور حساب وشمار بھی آگیا۔

حطیہ کا شعر ہے

فَمَاتَتْ اُمُّ جَارَۃِ آلِ لَاْیٍ وَلٰکِنْ یَضْمَنُوْنَ لَهَا قِرَاهَا

آل لائی کی پڑوسن کی ماں مرگئی لیکن وہ اس کی مہمان نوازی کے اب بھی ضامن ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ شَاءٍ وَلَاءٍ۔ اللَّاءُ یہاں اللائی کی

بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ (عامر) بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُدّ

جمع ہے اور اللّاَئی بیل کو کہتے ہیں۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ لاء ماء کی طرح نہیں ہے لآی کی جمع اٰلآء ہے جو العاع کی مانند ہے لیکن یہ نقطہ نظر درست نہیں ہے۔ صحیح وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے لَاَءٌ، جاءٌ کی مانند ہے۔

فہر اور ان کے آباء

فہر کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ لقب ہے۔ طویل پتھر کو فِھْر کہتے ہیں۔ فہر کا نام قریش تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کا نام فہر ہی تھا اور قریش ان کا لقب تھا مالک، نضر اور کنانہ میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

خزیمہ

کنانہ کے والد کا نام خزیمہ ہے۔ یہ خَزَمَہ کی تصغیر ہے۔ خَزَمَۃ، الخَزَم کی واحد ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خزْمَہ کی تصغیر ہو۔ قبیلہ انصار میں اس نام کے دو آدمی تھے اس کا معنی کسی چیز کو باندھنا اور اس کی اصلاح کرنا ہے۔ خَزَم کھجور کی مانند ایک درخت ہوتا ہے جس کی شاخوں سے رسیاں بٹی جاتی ہیں۔ جبکہ اس کے تنے سے مکھیوں کے چھتے بنائے جاتے ہیں۔ اس کا پھل انسانی خوراک نہیں البتہ کوے اس کو خوشی سے کھاتے ہیں۔

مدرکہ اور الیاس

مدرکہ کے والد کا نام الیاس ہے۔ علامہ ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اصل نام الیاس ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے''۔ انہوں نے یہ استدلال اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت الیاس علیہ السلام کے نام مبارک سے کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کے مادۂ اشتقاق میں کئی اقوال ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ الألس سے مشتق ہے یہ فِعْیَالاً کے وزن پر ہے انہوں نے اس قول سے دلیل حاصل کی ہے۔

مِنْ فَھَۃِ الجَھْلِ والاَلْسَۃِ۔ بعض علماء کے نزدیک یہ الألس سے مشتق ہے اس کا معنی ہے عقل کا خلط ملط ہو جانا۔ انہوں نے اپنی دلیل اس مصرعہ سے قائم کی ہے۔ اِنِّی اِذًا لَضَعِیْفُ العَقْلِ مَاْلُوْسٌ۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ اہل عرب کے قول رَجُلٌ اَلْیَسُ، ''بہادر آدمی'' سے مشتق ہے۔ جیسا کہ عجاج نے کہا ہے ''اَلْیَسُ عَنْ حُوْبَاتِہٖ سُخِیْ۔'' ایک اور شخص کا قول ہے ''اَلْیَسُ

كَالْنَشْوَانِ وَهُوَ صَاحٍ "قتبی نے غریب حدیث روایت کی ہے۔ "اَنَّ فُلَانًا اَلْيَسُ اَهْيَسُ اَلَدُّ مِلْحَسُ اِنْ سُئِلَ أَرَزَ وَاِنْ دُعِيَ اِنْتَهَزَ۔ "اس حدیث میں اَلْيَس سے مراد وہ بہادر اور جنگجو شخص مراد ہے جو میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار نہیں کرتا۔ اَهْيَسُ، هَوَس سے مشتق ہے۔ اس کی واؤ کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

ابن الانباری کے اس نقطۂ نظر سے اختلاف رکھنے والے علماء فرماتے ہیں کہ یہ الیاس سے مشتق ہے یہ رجاء کی ضد ہے۔ اس پر لام معرفہ بنانے کے لئے ہے اس کا ہمزہ وصلی ہے۔ یہ قول علامہ قاسم بن ثابت کا ہے انہوں نے اسے دلائل میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اپنے نقطۂ نظر کو ثابت کرنے کے لئے کئی اشعار ذکر کئے ہیں۔ مثلاً قصی کا شعر ہے۔

اِنِّي لَدَى الحَرْبِ رَخِيُّ اللَّبَبِ اُمِّي خَنْدِفُ وَالْيَاسُ اَبِي

میں جنگ کے وقت کشادہ دل ہوتا ہوں میری ماں کا نام خندف اور میرے باپ کا نام الیاس ہے۔ سیل کی مرض کو داءُ يَاسٍ (ناامیدی کی مرض) اور داءُ اِلْيَاسِ (الیاس کی مرض) کہا جاتا ہے کیونکہ الیاس بن مضر اسی بیماری کی وجہ سے فوت ہوئے تھے۔ ابن ہرمہ کا شعر ہے

يَقُوْلُ العَاذِلُوْنَ اِذَا رَاَوْنِي اُصِبْتَ بِدَاءِ يَاسٍ فَهُوَ مُوْدِي

جب ملامت کرنے والے مجھے دیکھیں گے تو وہ کہیں گے تجھے ناامیدی کی بیماری لگ گئی ہے یہ بیماری بڑی مہلک ہے۔

ابن ابی عاصیہ کا شعر ہے

فَلَوْ كَانَ دَاءُ اِلْيَاسِ بِي وَاَعَانَنِي طَبِيْبٌ بِاَرْوَاحِ العَقِيْقِ شَفَانِيَا

اگر مجھے الیاس کی بیماری بھی لگ جائے اور حکیم ارواحِ عقیق کے ساتھ میری اعانت کرے تو مجھے شفا مل جائے۔

عروہ بن حزام نے کہا ہے

بِيَ اِلْيَاسُ اَوْ دَاءُ الهُيَامِ اَصَابَنِي فَاِيَّاكِ عَنِّي لَا يَكُنْ بِكِ مَابِيَا

یا تو میں ناامیدی کے مرض میں مبتلا ہوں یا جنونِ عشق نے میرا کام کر دیا ہے اس لئے تو مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لے تا کہ تو بھی اسی مرض میں مبتلا نہ ہو جائے۔

سید دو عالم ﷺ نے فرمایا "الیاس کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو، وہ تو مومن تھے۔" روایت

ہے کہ ان کی پشت سے ایام حج میں حضور ﷺ کے تلبیہ پڑھنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ یہ وہ پہلی شخصیت ہے جو بیت اللہ کی طرف قربانی کے جانور لے کر گئے۔ الیاس کی والدہ کا نام رباب بنت حمیرہ بن معد بن عدنان تھا۔ یہ علامہ الطبری کا قول ہے لیکن ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس کے خلاف ہے۔

مضر

علامہ قبتی کے نزدیک یہ مُضِیرہ یا "لَبَنٌ مَاضِرٌ" سے مشتق ہے دودھ سے بنی ہوئی چیز کو مَضِیرہ کہتے ہیں۔ دودھ سے بنی ہوئی خوارک کو اس کی سفیدی کی وجہ سے مُضَر کہا جاتا ہے۔ عرب ابیض (سفید) کو بھی احمر کہتے ہیں۔ اسی لئے مُضَر کو حمراء کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے لئے سفید قبہ کی اور ان کے بھائی کے لئے گھوڑے کی وصیت کی گئی تھی۔ اسی لئے کہا جاتا ہے "مُضَرُ الْحَمْرَاءِ اور رَبِیْعَةُ الْفَرَسِ" مضر ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حدی خوانی کا آغاز کیا، ان کی آواز میں لحن داؤدی تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ مضر اور ربیعہ کو دشنام طرازی نہ کیا کرو، وہ مومن تھے۔

نزار

نزار کا معنی کم اور قلیل ہے۔ جب ان کی ولادت ہوئی تو ان کے والد نے ان کی آنکھوں کے مابین ایک درخشاں نور دیکھا۔ یہ نور نبوت تھا جو پشت در پشت منتقل ہو رہا تھا۔ جب انہوں نے یہ نور ملاحظہ فرمایا تو ان کی فرحت و شادمانی کی کوئی حد نہ رہی۔ انہوں نے اسی خوشی میں اونٹ ذبح کئے اور لوگوں کو کھانا کھلایا۔ پھر فرمایا "میں نے جو کچھ ذبح کیا ہے یہ اس یمن و برکت کے مقابلہ میں بہت قلیل ہے جو مجھے اس نومولود سے حاصل ہوئی ہے"۔ اسی وجہ سے اس بچے کا نام نزار پڑ گیا۔

معد

نزار کے والد کا نام معد تھا۔ علامہ ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معد کے مادۂ اشتقاق کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں:

(1) یہ العَدُّ سے مفعل کے وزن پر ہے۔ (2) یہ مَعَدَ فِي الْاَرْضِ "زمین میں زرخیزی" سے مشتق ہے۔ اگرچہ اسماء میں سے جو اسم میں ف کے فتح کے ساتھ آیا ہے اس میں تضعیف ہے مثلاً شمَر اور قُسْغریرہ وغیرہ۔ اگر یہ تضعیف نہ ہو تو پھر اسماء اس وزن پر نہیں آتے۔ (3) یہ مَعَدَّین سے نکلا ہے معدین گھوڑے کے جسم کی اس جگہ کو کہتے ہیں جو گھڑ سوار کے پیچھے ہوتی ہے۔ آخری دونوں اقوال کے مطابق اس کا اصل مَعْد ہے اس کا معنی قوت و توانائی ہے معدہ بھی اسی سے مشتق ہے۔

عدنان

یہ عَدَنَ ''کھڑا ہونا'' سے مشتق ہے۔ الطبری نے ذکر کیا ہے کہ عدنان کے دو اور بھی بھائی تھے نبت اور عمرو۔

عدنان کے بعد نسب پاک میں علماء کا اضطراب

اُدَدْ یہ الوُدِ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے ''پھرنا'' یہ ثُقَب کی طرح ہے۔ معد اور عمر کی طرح نہیں ہے۔ سیبویہ کے قول کا یہی مفہوم ہے۔ عدنان کا نسب بیان کرنے والوں کا باہمی اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ مَیَدَعہ کے بیٹے تھے۔ علامہ قتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ یَحشُم کے بیٹے تھے۔ عدنان کے بعد نسب میں کافی اضطراب ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے صحیح روایت یہی ہے کہ آپ ﷺ نے عدنان تک نسب بیان فرما چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا آگے نسب بیان کرنے والے دروغ گو ہیں۔ آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ اسے دہرایا۔ اس حدیث میں صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے'' ہم عدنان تک ہی نسب بیان کرتے ہیں۔ اس سے آگے نسب سے ہم آشنا نہیں ہیں''۔

وہ صحیح روایت جس میں عدنان کے بعد نسب کا ذکر ہے اسے الدولابی ابوالبشر نے موسیٰ بن یعقوب کی سند سے عبداللہ بن وہب بن زمعہ الزمعی سے انہوں نے اپنی پھوپھی سے اور انہوں نے حضرت اُم سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ'' معد بن عدنان بن ادد بن زند بن الیریٰ بن اعراق الثریٰ۔''

حضرت اُم سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زَند سے مراد الھَمَیْسَع ہے جبکہ یریٰ سے مراد نَبت اور اَعْرَاقُ الثَرىٰ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لخت جگر ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہی آتش نمرود گلزار ہوئی تھی بالکل اسی طرح آگ ترمٹی کو کچھ نہیں کہتی۔

حضرت علامہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کے علاوہ کسی اور حدیث میں زَند کا تذکرہ نہیں ہے۔ زَند بن الجَون سے مراد ابو دلامہ شاعر ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' میرے نزدیک یہ حدیث نہ تو اس حدیث معارض ہے جو اس

سے قبل گزر چکی ہے اور نہ ہی یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے معارض ہے کیونکہ اس میں تاویل کی گنجائش موجود ہے ممکن ہے سید کائنات ﷺ کا فرمان "ابن الیری بن اَعْرَاقِ الثریٰ" اسی طرح ہو جس طرح آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"کُلُّکُمْ بَنُوْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ"

تم سب اولادِ آدم ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی۔

اس حدیث سے مراد یہ نہ ہو کہ ھَمَیْسَع وغیرہ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صلبی بیٹے ہوں۔ اس حدیث کی کوئی ایسی ہی تاویل کرنا پڑے گی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور عدنان کے مابین مدت میں مؤرخین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ محال ہے کہ ان دو ہستیوں کے مابین چار یا سات آباء ہی گزرے ہوں جس طرح کہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے یا ان کے مابین دس یا بیس اجداد ہوں کیونکہ ان کے مابین مدت کا تقاضا زیادہ اجداد کا ہے۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق بخت نصر کے زمانہ میں معد بن عدنان کی عمر بارہ سال تھی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت اِرْمیاء بن حَلْقِیَاء کی طرف وحی فرمائی کہ وہ بخت نصر کی طرف جائیں اور اسے آگاہ کریں کہ میں اسے عرب پر تسلط دینے لگا ہوں اور معد کو براق پر سوار کر کے وہاں سے نکالنے لگا ہوں تا کہ انہیں کوئی گزند نہ پہنچے کیونکہ ان کی مبارک پشت سے نبی محترم ﷺ پیدا ہوں گے وہ خاتم النبیین والرسل ہوں گے۔ معد کو براق پر سوار کر کے سرزمین شام لے جایا گیا وہاں انہوں نے بنو اسرائیل میں نشو ونما پائی۔ مَعَانہ بنت جَوشَنْ نامی خاتون سے شادی کی۔ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس خاتون کا نام ناعمہ تھا۔ اس وجہ سے بنی اسرائیل میں ہمیں معد کا نسب نامہ ملتا ہے۔

رخیا جو کہ حضرت ارمیاء علیہ السلام کا کاتب تھا۔ اس کی کتاب میں حضرت معد کا نسب نامہ ہمیں ملتا ہے اس طرح ابو عمر النمری نے بھی ان کے نسب نامے کا ذکر کیا ہے۔ اس نسب نامہ میں حضرت معد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مابین تقریباً چالیس اجداد ہیں۔ ابوالحسن المسعودی نے ان تمام کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس نسب نامہ میں اسماء کا اضطراب ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے اعراض فرمایا ہے اور فرمایا کہ نسب پاک کو عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک بیان نہ کیا جائے کیونکہ اس میں بہت زیادہ اختلاط، الفاظ کی تبدیلی اور اسماء میں پیچیدگی ہے جبکہ اس نسب کو بیان کرنے کے فوائد بہت

قلیل ہیں''۔

امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے عدنان سے لے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام تک نسب کئی طرق سے بیان کیا ہے۔ اکثر طرق میں اجداد کی تعداد چالیس ہے لیکن ان کے الفاظ میں تغیر و تبدل ہے کیونکہ وہ عبرانی کتب سے منقول ہیں۔ انہوں نے قوی روایت سے ثابت کیا ہے کہ عدنان کا نسب قیذار بن اسماعیل کی طرف راجع ہے اور قیذار اپنے وقت کے بادشاہ تھے۔ قیذار کا معنی بھی بادشاہ ہے انہوں نے ہی سب سے پہلے عتیرہ (1) کو ذبح کیا تھا۔ شُوحا سے مراد سَعْدُ رَجَب ہے اس نے ہی سب سے پہلے اہل عرب کے لئے رجب کی سنت قائم کی تھی۔ اس نسب میں عبید بن ذی یزن بن ہماذا کا بھی ذکر ہے یہ شخص نیزہ بازی کا ماہر تھا۔ یزنیہ نیزے اس کی طرف منسوب ہیں۔ اس نسب میں دوس العتق کا بھی ذکر ہے اس کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھا۔ ضرب المثل بیان کی جاتی ہے اَعْتَقُ مِنْ دَوْسٍ۔ دوس سے زیادہ جمیل۔ یہ وہی شخص ہے جس نے قَطُوْرَا بن جُرھُم کے لشکر کو ہزیمت سے دوچار کیا تھا۔ اس نسب میں اسماعیل ذالاعوج کا بھی تذکرہ ہے۔ اعوج ان کے گھوڑے کا نام تھا، اعوجیہ گھوڑے ان ہی کی طرف منسوب ہیں۔

بخت نصر کا دورِ حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت سے دو سو سال بعد شروع ہوتا ہے۔ وہ عراق کا گورنر تھا، اس کے بعد اس کا بیٹا اس کا جانشین بنا۔ یہ اس وقت سے بھی پہلے کا واقعہ ہے جب اسکندر نے دارا بن دارا بن بہمن کو مغلوب کیا تھا۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کا زمانہ قریب ہی تھا اس مدت اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عرصہ میں کتنا بعد ہے اور معد اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مابین چار یا سات اجداد کیسے بنتے ہیں؟

جب اللہ تعالیٰ نے اہل عرب سے جنگ کی سختی کو اٹھا لیا اور ان کے بقیہ افراد پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے اتر آئے جب بخت نصر نے اہل عرب کے شہروں کو مغلوب کر لیا اور ان کی آبادیاں برباد کر دیں، اہل حضور (یمن کا ایک شہر) کو نیست و نابود کر دیا تو حضرت معد سرزمین حجاز میں واپس آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے کَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اہل یمن پر یہ عذاب اس لئے مسلط ہوا تھا کیونکہ انہوں نے اپنے نبی حضرت شعیب بن ذی مَھْدَم علیہ السلام کو شہید کر دیا تھا۔ ان کی مرقد انور یمن میں جبل حِنِیْن پر ہے ان سے مراد وہ شعیب علیہ السلام نہیں ہیں جن کا مسکن مَدْیَن تھا۔

1۔ اہل عرب کی جاہلیت میں ایک رسم کا نام عتیرہ تھا۔ ایک شخص کہتا تھا کہ اگر میرے اونٹوں کی تعداد ایک سو ہو گئی تو میں ان میں سے ایک اونٹ ذبح کروں گا۔

بن مُقَوِّم بن ناخور بن تَيْرَح بن يَعْرُب بن يَشْجُب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم (خلیل الرحمٰن) بن تارخ (آزر) بن ناحور بن ساروغ بن راعو بن فالخ بن عَيْبَر بن شالخ

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو شہید کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر اہل عرب کو مسلط فرمایا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے غصہ اور غضب سے پناہ مانگتے ہیں۔

مقوم اوران کے آباء

مقوِّم اُدَد کے باپ تھے۔ تَیْرَح اگر عربی نام ہو تو یہ التَرْحَه سے مشتق ہے اسی طرح نَاحُور النَحر سے اور یَشْجُب الشَجَب سے مشتق ہے۔ شَجِب جیم کے کسرہ کے ساتھ معروف ہے اور یشجَب جیم کے فتح کے ساتھ ہے۔ بعض اوقات مضارع میں جیم کے ضمہ کے ساتھ اور ماضی میں جیم کے فتح کے ساتھ بھی منقول ہے۔ ابوالعباس الناشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدے میں ان تمام کا تذکرہ کیا ہے اور ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے آباء

ابراہیم کا معنی اَبٌ رَاحِمٌ ہے آزر کا معنی یا اَعْوج ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ بت کا نام تھا۔ یہ تلاوت میں فعل کے مضمر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔ وہ آزر اور تارح دونوں ناموں سے موسوم تھا، یہ صحیح ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام نون تھا۔ بعض علماء کے نزدیک ان کا نام لیوثی تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام نام سریانی زبان میں ہیں۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ترجمہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ فالخ کا معنی القسام اور شالخ کا معنی رسول یا وکیل ہے۔ اسماعیل کا معنی مطیع اللہ ہے۔

الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ فالخ اور عابر کے درمیان بھی ایک شخص ہے جس کا نام قَیْنَنُ ہے۔ تورات میں اس کا ذکر مٹا دیا گیا ہے کیونکہ وہ جادوگر تھا اور ارفخشذ کا معنی نور فشاں چراغ ہے۔ شذ، شاذ سے ہے یہ سریانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی ضیاء ہے حم شاذ اسی سے ہے۔ یہ جیومرث کے بعد چوتھا بادشاہ تھا اس کو بھی ضحاک نے ہی ہلاک کیا تھا۔ اس کا نام بیوراسب بن اندراسب تھا۔ ابو تمام نے اسی کے متعلق لکھا ہے

وَكَأَنَّهُ الضَحَّاكُ فِي فَتَكَاتِهِ بِالْعَالَمِيْنَ وَأَنْتَ أَفْرِيْدُوْنَ

دنیا کو ہلاک کرنے میں وہ ضحاک کی طرح ہے اور تو افریدون ہے۔

بن اَرْفَخْشَذْ بن سام بن نوح بن لَمک بن مَتُوشَلَخ بن اَخنوخ (گمان کیا جاتا ہے کہ یہی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں) بن یَرْد بن مَہْلِیل بن قَیْنَنْ بن اَنُوش بن شیث بن آدم (علیہ السلام)۔

افریدون نے ضحاک کو قتل کیا تھا۔ ضحاک نے ایک ہزار سال ظلم وتعدی، سرکشی وبغاوت میں بسر کئے۔ تاریخ الطبری میں اس کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے آباء

حضرت نوح علیہ السلام کا نام عبدالغفار تھا۔ وہ ہمہ وقت اپنی موہومہ لغزشوں پر گریہ بار رہتے تھے اسی وجہ سے ان کا نوح پڑ گیا۔ ان کے بھائی کا نام صابی بن لامک تھا۔ صابیوں کا دین اسی کی طرف منسوب ہے، واللہ اعلم۔

حضرت نوح علیہ السلام کے والد کا نام لامک تھا۔ یہ وہ پہلا شخص تھا جس نے لکڑی (عود) کو موسیقی کے لئے استعمال کیا۔ سب سے پہلے اسی نے ہی پانی کے حوض بنائے۔ لامک کے والد کا نام مَتوشلخ تھا۔ ناشی نے اپنے قصیدہ میں اس کا ذکر کیا ہے اس کا معنی ''مَاتَ الرَّسُوْلُ''، ''رسول وصال فرما گئے'' ہے کیونکہ ان کے والد اللہ کے رسول تھے، ان کا نام خنوخ تھا۔ ابن اسحاق وغیرہ کا قول یہی ہے کہ یہی حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''کبیر'' میں شہر بن حوشب کی سند سے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ''وہ عظیم ہستی جس نے سب سے پہلے قلم سے لکھا وہ حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔'' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''جس شخص نے سب سے پہلے عربی رسم الخط میں لکھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔'' ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ روایت اس روایت سے اصح ہے جس میں ذکر ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔

عربی زبان میں سب سے پہلے کس نے تکلم فرمایا؟ اس میں بہت اختلاف ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ سرزمین حجاز میں عربی رسم الخط کس نے داخل کیا؟ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ کارنامہ حرب بن امیہ کا ہے ایک قول کے مطابق وہ شخص سفیان بن امیہ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ کارنامہ عبد بن قصی نے سرانجام دیا۔ اس لئے یہ رسم الخط اہل حیرہ سے اور اہل حیرہ نے اہل الانبار سے سیکھا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق المطلبی سے یہی نسب نامہ ہم سے بیان کیا ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مجھے خَلّاد بن قُرَّۃ بن

حضرت ادریس علیہ السلام

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہی حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں شامل نہیں ہیں اور نہ ہی وہ اس نسب میں شامل ہیں۔ حافظ ابوبکر رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے وہ اسراء کی حدیث سے دلیل دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ شب معراج حضور ﷺ نے بہت سے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی، بعض انبیاء نے آپ ﷺ کو ''النبی الصالح'' اور بعض نے ''الاخ الصالح'' پکار کر خوش آمدید کہا۔ حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام نے الابن الصالح اور النبی الصالح کے دلنواز نام سے پکارا اور مرحبا کہا لیکن حضرت ادریس علیہ السلام نے آپ ﷺ کو ''الاخ الصالح'' کہہ کر پکارا۔ اگر وہ نسب پاک میں شامل ہوتے تو وہ بھی آپ ﷺ کو اسی طرح خوش آمدید کہتے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام نے مرحبا کہا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو بنوت سے مخاطب کیا لیکن اخوت سے مخاطب نہ کیا۔ یہی قول عمدہ ہے اور اس دلیل کی وجہ سے نفس کا رُجحان بھی اسی طرف ہے۔

ادریس بن یرد

(یَرْد کا مطلب الضابط ہے) بن مَہْلَائیل (ممدوح) بن قَیْنَان (المستوی) ابن انوش (سچا) عربی زبان میں اس کو انش کہتے ہیں۔ سب سے پہلے کھجور انہوں نے ہی لگائی تھی، کعبہ معظمہ کے دروازے لگائے اور غلہ کاشت کیا۔ ابن شیث سریانی میں شاث اور عبرانی میں شیث کہتے ہیں اس کا معنی عطیۃ اللّٰہ ''نعمت خداوندی'' ہے۔

آدم علیہ السلام

آدم کی لغوی تحقیق کے متعلق تین اقوال ہیں: (1) یہ سریانی زبان کا اسم ہے۔ (2) الاُدْمَہ سے اَفْعَلُ کے وزن پر ہے۔ (3) یہ لفظ اَدِیْم بمعنی سطح زمین سے مشتق ہے کیونکہ تخلیق آدم زمین کی ظاہری سطح سے ہی ہوئی تھی۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے قاسم بن ثابت نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ اگر آدم ''اَدِیْمُ الْاَرْضِ'' سے مشتق ہوتا تو پھر یہ فاعل کے وزن پر آدم ہوتا۔ اس کا ہمزہ بھی اصلی ہوتا اور یہ غیر منصرف بھی نہ ہوتا۔ اس لئے یہ الاُدْمَۃ سے افعل کے وزن پر ہے اور

خالد السّدُوسی نے شیبان بن زہیر بن شقیق بن ثَوْر سے انہوں نے قتادہ بن دِعامہ سے یہ نسب مبارک یوں روایت کیا ہے۔

اسماعیل بن ابراہیم بن تارح (آزر) بن ناخور بن اسرغ بن ارغو بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لَمکْ بن مَتُّوشَلَخ بن اخنوخ بن یَرْد بن مَہْلَائِیل بن قاین بن انوش بن شیث بن آدم۔

ابن ہشام کا اسلوب سیرت نگاری

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اس تصنیف لطیف کا آغاز حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام سے کروں گا۔ میں حضور ﷺ تک ان کی صلبی اولاد کا ذکر خیر بھی کروں گا۔ میں ان افراد کے ذکر سے اعراض کروں گا جن کا نبی آخر الزمان ﷺ سے کوئی نسبی تعلق نہیں ہے تاکہ سیرت میں زیادہ طوالت نہ ہو جائے۔ میں بعض ان افراد کو بھی چھوڑ دوں گا جن کا تذکرہ ابو اسحاق نے کیا ہے ان افراد کا ذکر نہ تو حضور ﷺ نے فرمایا اور نہ ہی ان کے متعلق قرآن پاک کا نزول ہوا۔ میں فضول اشعار سے بھی اجتناب کروں گا صرف اہل علم کے

غیر منصرف ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ قول درست نہیں کیونکہ یہ مانع نہیں کہ آدم الادیم سے افعل کے وزن پر ہو ہمزہ زائد ہمزہ اصلیہ پر داخل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ الادمہ کے ہمزہ اصلیہ پر ہمزہ زائد داخل ہوا۔ جس طرح الاُدْمہ کا پہلا ہمزہ اصلی ہے اسی طرح الادیم کا پہلا ہمزہ بھی اصلی ہے۔ اس سے افعل کا وزن بنا لینے سے بھی کوئی مانع نہیں ہے اس لئے یہ غیر منصرف ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے رَجُلٌ اَعْیَنُ، رَجُلٌ اَرْاَسُ وغیرہ۔

علاوہ ازیں یہ قول اسلاف صالحین کے بھی مخالف ہے حالانکہ وہ ہم سے زیادہ زبان سے آشنا بھی تھے اور پاک دل بھی تھے۔

نسب پاک بیان کرنے میں علماء کا اختلاف

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہم نے یہ نسب پاک اس شخص کے نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے بیان کیا ہے جو اسے بیان کرنے کے جواز کا قائل ہے اور اسے مکروہ نہیں سمجھتا۔ مثلاً ابن اسحاق، الطبری، امام بخاری اور ابن الزبیر رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر اس کے

اشعار کا ہی تذکرہ کروں گا۔ اسی طرح میں ان چیزوں سے بھی پہلوتہی کروں گا جنہیں حدیث شریف میں قبیح کہا گیا ہے۔ میں ان شاء اللہ معتبر روایات کے ساتھ کامل تر سیرت لکھنے کی کوشش کروں گا۔

برعکس ہے۔ ان سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو نسب پاک کو حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرتا ہے آپ نے اسے ناپسند کیا پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کے متعلق استفسار کیا گیا انہوں نے اسے بھی ناپسند کیا۔ انہوں نے فرمایا'' ایسے شخص کو یہ نسب کون بتاتا ہے؟'' انہوں نے انبیاء کے نسب نامے بیان کرنے کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نقطۂ نظر اس کتاب کبیر میں مرقوم ہے جو معیطی کی طرف منسوب ہے لیکن اس کتاب کے اصل مصنف عبداللہ بن محمد بن حسنین ہیں۔ معیطی نے تو صرف اس کو مکمل کیا ہے لیکن پوری کتاب کو اسی کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں'' ہم کسی ایک ایسے شخص سے بھی آگاہ نہیں جو عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مابین نسب سے آشنا ہو''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے'' عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مابین چالیس ایسے اجداد ہیں جن سے کوئی بھی آگاہ نہیں ہے''۔

اولاد اسماعیل علیہ السلام کا نسب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق مطلبی سے بیان کیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے: (1) نابت، یہ سب سے بڑے تھے۔(2) قَیْدَر، (3) اذبُل، (4) منشا، (5) مِسمعا، (6) دِمَّا، (7) اذر، (8) طیما، (9) ماشی، (10) یَطُورا، (11) نَبش، (12) قیذُما۔ مُضاض بن عمرو الجرہمی کی دختر ان کی ماں تھی۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مُضَاض کو مِضاض بھی پڑھا گیا ہے۔ جرہم کے والد کا نام قحطان تھا۔ یہ تمام اہل یمن کا باپ ہے ان کا نسب اسی پر جمع ہوتا ہے۔ اس کا نسب یہ ہے ابن عابر بن شالخ بن اَرْفَخْشذ بن سام بن نوح۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے بھائیوں اور بیٹوں کا تذکرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے علاوہ بھی کئی بیٹے تھے۔ ان میں سے چھ قطورا بنت یَقْطر سے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں: (1) مَدْیانُ (2) زَمْرَان (3) سِرج (4) نِقْشَان۔ نِقْشَان کی اولاد میں ایک البَرْبَرْ بھی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام رِغْوۃ ہے۔ (5) نَشِق۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حَجوُن بنت اَھین سے بھی کئی بیٹے تھے۔ ان کے اسماء یہ ہیں: (1) کِیْسان، (2) سُورَج، (3) اُمیم، (4) لوطان، (5) نا فس۔ یہ تمام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزندوں کا ذکر کیا ہے لیکن ان کی نورِ نظر کا تذکرہ نہیں کیا۔ ان کی ایک بیٹی بھی تھی، اس کا نام نَسمہ بنت اسماعیل تھا۔ الطبری کے قول کے مطابق یہ عِیصو بن اسحاق کی زوجہ تھیں۔ اہل روم اور اہل فارس ان کی اولاد میں سے ہیں۔ الطبری فرماتے ہیں کہ مجھے الاشبان کے متعلق شک ہے کہ کیا یہ اہل روم اور اہل فارس کی ماں ہے یا کہ نہیں؟ لیکن یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ وہ تمام عِیصو کی اولاد میں سے ہیں۔ عیصو کو عیصا بھی پڑھا گیا ہے اولاد اسماعیل میں ایک طِیْما بھی ہیں لیکن دارقطنی نے ظیما کہا ہے۔ حضرت اسماعیل کے

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس نسب کو اس طرح لکھا ہے **جُرہم بن یَقْطَنُ بن عیبر بن شالخ۔ یقطن** دراصل **قحطان** ہی ہے۔

حضرت اسماعیل کی عمر مبارک، ان کی والدہ محترمہ کا وطن اور ان کا وصال

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو تیس سال تھی جب ان کا وصال ہوا تو انہیں ان کی والدہ معظمہ حضرت ہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دفن کیا گیا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اہل عرب **ھاجر** کو **آجَر** بھی پڑھتے ہیں وہ ھاء کو الف سے بدل دیتے ہیں جس طرح وہ **ھَرَاقَ الْمَاءِ** کو **اَرَاقَ الْمَاء** بھی پڑھتے ہیں۔ حضرت ہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وطن مصر تھا۔

ایک بیٹے کا نام **دِمَّا** بھی ہے میں نے البکری سے سنا ہے کہ **دَوْمَۃُ الجندل** ان کے نام سے ہی منسوب ہے انہوں نے اس شہر میں قیام کیا تھا۔ شاید یہ **دِمَّا** سے **دَوْمہ** بن گیا۔ **یَطُور** کو **الطُّور** بھی پڑھا گیا ہے۔ **الطور** کے متعلق اہل تفسیر کی رائے یہ ہے کہ طور اس پہاڑ کو کہا جاتا ہے جہاں درختوں کی نشوونما ہو لیکن خشک پہاڑوں کو طور نہیں کہا جاتا۔ **قَیْذَر** کا معنی ہے **صَاحِبُ الْجَمَل۔ قَیْذر** کا یہ نام اس لئے مشہور ہوا کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اونٹوں کے نگران وہی تھے۔

ہاجر

حضرت ہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ تھیں۔ ہاجر کو آجر بھی پڑھا گیا ہے۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لونڈی تھیں انہیں حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو ہبہ کیا تھا۔ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چچا زاد تھیں۔ ان کا نام سارہ بنت توبیل بن ناخور تھا۔ بعض علماء بنت ہاران بن ناخور اور بعض ہاران بنت تارح بھی کہتے ہیں۔ اس نسب کے مطابق حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھتیجی بنتی ہیں۔ آپ حضرت لوط علیہ السلام کی بہن تھیں۔ علامہ قتبی اور علامہ نقاش کا یہی قول ہے اس وقت بھتیجی سے نکاح کرنا جائز تھا لیکن نقاش نے اپنے اس قول کی تردید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں کر دی ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا۔

"اس نے مقرر فرمایا ہے تمہارے لئے وہ دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح کو"۔

اہل مصر کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم اور اس کا سبب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن وہب نے عبداللہ بن لَہیعہ سے اور انہوں نے غُفْرہ کے غلام عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اہل ذمہ کے متعلق اللہ سے ڈرنا وہ لوگ جو سیاہ زمین والے ہیں ان کے بال سیاہ اور گھنگھریالے ہیں۔ بے شک ان کے ساتھ نسب اور سسرالی رشتہ ہے"۔

حضرت غُفْرہ کے غلام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ ان کا نسبی تعلق تو یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا تعلق اہل مصر سے ہی تھا اور ان کے ساتھ سسرالی رشتہ داری یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت اُم المومنین ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد نکاح فرمالیا تھا۔

ابن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام العرب ہیں وہ مصر کے ایک گاؤں میں مقیم تھیں جو قصبہ الغرما سے کچھ آگے ہے۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی زبان اقدس سے یہ اعلان ہو چکا تھا کہ انسان کی بھتیجی اس کے لئے حرام ہے۔ صحیح نقطۂ نظر یہی ہے ان علماء کو یہ غلط فہمی اس لئے ہوئی کیونکہ ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کا بھی نام تھا لیکن یہ ہاران اصغر تھا جبکہ حضرت سارہ ہاران اکبر کی نور نظر تھیں اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ شہر حران کا نام ہاران کی نسبت ہی سے ہے۔ ہاران سریانی زبان کا علم ہے۔ عربی میں اس کی ھاء کو حاء سے تبدیل کردیتے ہیں۔

علامہ الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیچھا کیا تو اس نے آپ علیہ السلام کے تعاقب میں اپنے نمائندے بھیجے۔ انہیں ہدایت کی کہ جب تم کسی جوان کو سریانی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے سنو تو اسے فوراً گرفتار کرلو۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریا عبور کیا تو ان کی زبان تبدیل ہوگئی، پہلے آپ کی زبان سریانی تھی۔ اب آپ عبرانی میں گفتگو کرنے لگے۔ اسی وجہ سے اس زبان کو عبرانیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جب نمرود کے سپاہیوں نے آپ کو گفتگو کرنے کے لئے کہا تو آپ عبرانی زبان میں محو تکلم ہوئے۔ عبرانی زبان سن کر انہوں نے آپ علیہ السلام کو چھوڑ دیا۔

حضور ﷺ کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ یہ وہ خاتون محترمہ ہیں جن کو شاہ مقوقس نے بارگاہِ رسالت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ ان کا تعلق حفن سے تھا جو ضلع انصنا میں ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری نے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جب تم مصر فتح کرو تو وہاں کے مکینوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا کیونکہ ایک تو وہ اہل ذمہ سے ہیں اور دوسرے وہ ہمارے رشتہ دار بھی ہیں۔'' میں نے محمد بن مسلم سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ نے کس رشتہ داری

ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سریانی زبان کو سریانیہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کے نام سکھائے تو ملائکہ سے پردہ اخفاء میں رکھ کر انہیں تمام اسماء اسی زبان میں سکھائے گئے اور حضرت آدم علیہ السلام نے اسی زبان میں یہ نام بتائے کیونکہ یہ راز ملائکہ کے لئے سر مکتوم تھا۔ اس لئے اس زبان کا نام بھی سریانی ہی رکھا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رفاقت سے پہلے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بادشاہ الْاُرْدُنَّ کے پاس تھیں۔ اس بادشاہ کا نام صَادُوْق تھا۔ جب اس نے حضرت سارہ کا حسن و جمال دیکھا تو وہ آپ پر فریفتہ ہو گیا وہ آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر اپنے محل میں لے گیا جب اس نے بری نیت سے ہاتھ بڑھایا تو وہ وہیں مفلوج ہو گیا۔ اس نے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی کہ وہ دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمائے، جب وہ صحت یاب ہو گیا تو اس نے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چھوڑ دیا اور آپ کی خدمت میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیش کیا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مصر کے قبطی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی نورِ نظر تھیں۔

الطبری نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر کا محاصرہ کیا تو انہوں نے وہاں کے لوگوں سے کہا:

''بلاشبہ ہمارے نبی محترم ﷺ نے مصر کی فتح کی بشارت دے دی تھی۔ آپ ﷺ نے ہم کو یہ بھی حکم فرمایا تھا کہ ہم اہل مصر کے ساتھ بھلائی سے پیش آئیں کیونکہ ان کے ساتھ نسب اور رشتہ داری ہے۔'' یہ مژدہ سن کر اہل مصر بولے ''بلاشبہ اس نسب کی حفاظت ایک نبی ہی کر سکتا ہے یہ نسب بعید ہے۔ تمہارے نبی اکرم ﷺ نے سچ فرمایا ہے تمہاری والدہ ہمارے شہنشاہوں میں سے ایک شہنشاہ

کا ذکر فرمایا ہے انہوں نے کہا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا تعلق اہل مصر سے ہی تھا۔

عرب اور عدنان، معد اور قضاعہ کی اولاد کی اصل

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمام عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور قحطان کی اولاد ہیں۔ بعض اہل یمن کہتے ہیں قحطان بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ اس

کی نور نظر تھی۔ عین شمس کے لوگ ہمارے ساتھ برسرِ پیکار ہوئے انہوں نے ہم پر غلبہ پالیا۔ انہوں نے بادشاہ کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی کو قیدی بنا کر لے گئے پھر وہ خاتون محترمہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلی گئیں''۔

الطبری نے لکھا ہے وہ بادشاہ جس نے حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارادہ کیا تھا اس کا نام سنان بن عُلْوَان تھا۔ وہ اس ضحاک کا بھائی تھا جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے لیکن ابن ہشام نے اپنی کتاب 'التیجان' میں لکھا ہے کہ اس بادشاہ کا نام عمرو بن امرئ القیس بن بَابِلْیُون بن سَبَاء تھا۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اپنے کانوں میں سوراخ کیے تھے عورتوں میں سب سے پہلے ختنہ کیا اور آپ نے ہی سب سے پہلے اپنے دامن کو کھینچا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی وجہ سے ان سے ناراض ہوگئیں۔ انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ ان کے اعضاء میں سے تین اعضاء کو کاٹ دیں گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے کانوں میں سوراخ اور ان کا ختنہ کر کے اپنی قسم پوری کر لیں۔

حضرت اسماعیل علیہا السلام نبی اور مرسل ہیں۔ اللہ رب العزت نے انہیں جرہم اور عمالقہ کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ بعض لوگ آپ پر ایمان لے آئے اور بعض کفر پر ڈٹے رہے۔ ابن ہشام نے اولادِ اسماعیل کی ماں کا تو ذکر کیا ہے لیکن اس کا نام نہیں لکھا۔ اس کا نام السیدہ تھا، السیدہ کے علاوہ حضرت اسماعیل کی ایک اور بھی بیوی تھی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو اس وقت طلاق دینے کا حکم دیا تھا جب آپ پہلی مرتبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اس عورت سے فرمایا ''اپنے خاوند سے کہنا کہ وہ اپنے گھر کی چوکھٹ تبدیل کر لیں''۔

اس عورت کا نام جداء بنت سعد تھا۔ اس کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دوبارہ شادی کی، اس خاتون کا نام سَامَہ بنت مُہَلْہِل تھا یہ وہی عورت تھی جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا ''اپنے خاوند سے کہنا کہ وہ اپنے گھر کی دہلیز کو برقرار رکھیں''۔

طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تمام عرب کے باپ ہیں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہیں۔ ثمود اور جدلیس دونوں عابر بن ارم بن سام بن نوح کے بیٹے تھے۔ طَسْم، عِمْلاق اور اُمَیم لَاوَز بن سام بن نوح کے بیٹے تھے۔ تمام عرب ان ہی کی اولاد ہیں۔ نابت بن اسماعیل کا بیٹا یَشْجَبْ بن نابت ہے یَشْحَبْ کا بیٹا یعرب بن یَشْحَبْ ہے یعرب کا بیٹا تَیرح بن یعرب ہے تیرح کا بیٹا ناحور بن تیرح ہے ناحور کا بیٹا مُقَوم بن ناحور ہے مقوم کا بیٹا اُدَد بن مقوم ہے اُدد کا بیٹا عدنان بن اُدَد ہے۔ ابن

مقوقس کے ہدایا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا تذکرہ مذکورہ بالا حدیث میں ہے وہ حضرت غُفْرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے۔ حضرت غفرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔

حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد کا نام شَمْعُون تھا۔ شاہِ مقوقس نے آپ ہی کو بارگاہِ رسالت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ اس شہنشاہ کا نام جُرَیج بن میناء تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعَہ اور حضرت جَبْر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شاہِ مقوقس کی طرف بھیجا۔ بادشاہ نے اسلام کے ساتھ قریبی تعلق قائم کیا، اس نے بارگاہِ رسالت میں ایک خچر ''دُلْدُلْ'' بطور تحفہ بھیجا اس نے حضرت ماریہ بنت شمعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی بارگاہِ رسالت میں پیش کیا۔

ماریہ اگر ''ی'' کی تخفیف کے ساتھ ہو تو اس کا معنی جوان گائے ہے اور اگر ''ی'' کی تشدید کے ساتھ ہو تو اس کا معنی خشک سالی ہے۔ شاہِ مقوقس نے ایک پیالہ بھی بطور تحفہ بھیجا تھا۔ حضور ﷺ اس سے پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ہرقل نے مقوقس کا اسلام کی طرف میلان دیکھا تو اس نے اس کو چھوڑ دیا۔ مقوقِس کا معنی ہے عمارت کے لئے لوہا لوٹا القُوس کا معنی بلند وبالا گرجا ہے۔

ضرب المثل ہے ''اَنَا فِی القُوْسِ وَاَنْتَ فِی القَرْقُوْسِ مَتٰی نَجْتَمِعُ'' میں گرجے میں اور تو کشادہ میدان میں ہے ہم کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟۔

فرما مصر کا ایک شہر ہے اس کی نسبت اس شخص کی طرف کی گئی ہے جس نے اس کو تعمیر کیا اس کو تعمیر کرنے والے کا نام فرما بن قلیقوس تھا۔ اس کو ابن قلیس بھی کہتے ہیں۔ اس کا معنی ہے باغبانی کا شوقین۔ اس شخص کو ابن بلیس بھی کہا جاتا ہے وہ سکندر بن قلیس یونانی کا بھائی تھا۔ علامہ الطبری نے بیان کیا ہے کہ جب سکندر نے اسکندریہ شہر آباد کیا تو اس نے کہا'' میں نے ایسا شہر آباد کیا ہے جو اللہ کا

ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کو عدنان بن اُدّ بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عدنان سے اولاد اسماعیل مختلف قبائل میں منقسم ہوگئی۔ عدنان کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ 1۔ معد بن عدنان، 2۔ عک بن عدنان۔

محتاج اور لوگوں سے مستغنی ہے''۔ فرمانے اپنا شہر آباد کرتے وقت کہا تھا'' میں نے ایسا شہر بنایا ہے جو لوگوں کا محتاج اور اللہ تعالیٰ سے مستغنی ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو جلد ہی ملیا میٹ کر دیا۔ اس شہر کا نام ونشان بھی مٹ چکا ہے جبکہ سکندر کا شہر آج تک آباد ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر فتح کیا تو وہ فرما کے آثار ونشانات پر کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ جب لوگوں نے اس شہر کے متعلق پوچھا تو آپ نے یہ حدیث بیان کی۔

مصر کی وجہ تسمیہ

مصر کا نام مصر بن النبیط کے نام پر رکھا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ابن قبط بن النبیط تھا جو کوش بن کنعان کی اولاد میں سے تھا۔

حفن

حفن حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مسکن تھا۔ یہ بلند ٹیلے پر ایک مشہور قصبہ ہے یہ وہی قصبہ ہے جس کے متعلق حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کی تھی کہ وہ اس شہر کے لوگوں سے جزیہ ساقط کر دیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سسرالی رشتہ داری اور صلہ رحمی کا لحاظ کرتے ہوئے ان سے جزیہ ساقط کر دیا۔

اَنصِنا

یہ بھی مصر کا ایک شہر ہے جو بلند مقام پر واقع ہے۔ یہ جادوگروں کا شہر تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لبخ کا درخت صرف انصنا میں پایا جاتا ہے یہ وہ درخت ہے جس کی لکڑی سے کشتیوں کے تختے بنائے جاتے ہیں۔ اس کے چیرنے والے کو اکثر نکسیر کی شکایت ہو جاتی ہے اس کا ایک تختہ تقریباً پچاس دینار کا فروخت ہوتا ہے اگر اس درخت کے ایک تختے کو دوسرے تختے کے ساتھ ملا کر ایک سال تک پانی میں رکھا جائے تو وہ ایک تختہ بن جاتے ہیں۔

عک بن عدنان

بعض اہل یمن عک کا نسب یوں بیان کرتے ہیں عک بن عدنان بن عبداللہ بن الازد۔ دار قطنی

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عَکّ دارِ یمن میں چلا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے قبیلہ اشعر میں شادی کی تھی اس لئے وہ انہی میں اقامت گزیں ہو گیا حتیٰ کہ ان کی زبان بھی ایک ہی بن گئی۔ اشعریوں سے مراد اشعر بن نَبت بن اُدد بن زید بن ھَمَیْسَع بن عمرو بن

نے ابن حباب سے ذکر کیا ہے کہ عَکّ بن عبداللہ بن عَدْثان ہے لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عدنان میں دونوں نون ہی ہیں۔ جس طرح دوس بن عدثان میں کوئی اختلاف نہیں کہ عدثان ثاء کے ساتھ ہی ہے۔ یہ ازد کا ایک قبیلہ ہی تھا عَکّ کا نام عامر تھا۔ الدِیث ثاء کے ساتھ ہے۔ علامہ زبیر فرماتے ہیں کہ الذِیب یاء اور ذال کے ساتھ ہے۔ عدنان کا ایک اور بھی بیٹا تھا جس کا نام حارث تھا۔ ایک بیٹے کا نام مُذھَب بھی تھا۔ ضرب المثل ہے اَجْمَلُ مِنَ الْمُذْھَبِ۔ وہ مُذھب سے حسین تر ہے۔ عدنان کے بیٹوں میں ضحاک کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں یہ عدنان کا بیٹا نہیں بلکہ معد کا بیٹا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شہر عدن اور ابین عدنان کے دو بیٹوں عدن اور ابین کے ناموں سے موسوم ہیں۔ عدنان بن ادد کے دو بھائی تھے، نبت بن ادد اور عمرو بن ادد۔

قحطان اور عرب العاربہ کا تذکرہ

ابن ماکولا کہتے ہیں کہ قحطان کا نام مِھْزَم تھا۔ ابن منبہ سے روایت ہے کہ یہ چار بھائی تھے: 1۔ قَحْطَان، 2۔ قَاحِط، 3۔ مِقْحَط، 4۔ فَالِغ۔ ''اَبَیْتَ اللَّعْنَ''، ''قابل لعنت امور سے تو دور ہے'' سب سے پہلے قحطان کے لئے استعمال ہوا تھا۔ اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں وہ ابن عبداللہ ہے اور ہود کا بھائی ہے۔ بعض کہتے ہیں وہ بذات خود ہود ہے اور بعض کہتے ہیں وہ ابن عامر بن شالخ ہے۔ اس قول کے مطابق وہ ارم بن سام کی اولاد میں سے ہے۔ وہ علماء جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تمام عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں وہ اسے ابن تَیْمَنَ بن قیذر بن اسماعیل کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ ابن الھَمَیْسَع ابن یمن تھا۔ اسی وجہ سے یمن کو بھی یمن کہتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یمن کو یمن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کعبہ معظمہ کے دائیں طرف ہے۔ ھَمَیْسَع کا معنی ''صَرَّاعٌ'' ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یعرب بن قحطان کا نام یمن ہے کیونکہ حضرت ہود علیہ السلام نے اس سے فرمایا تھا ''تو ازروئے نفس میری تمام اولاد سے بابرکت ہے۔'' قَرِیض اور رَجَز سب سے پہلے اسی نے ہی کہے تھے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے بنو حام کو بلادِ مغرب کی طرف جلاوطن کیا تھا

عُرِیب بن یَشْجب بن زید بن کَہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد ہیں۔ ایک اور روایت کے مطابق اشعر بن نبت بن ادد ہے۔ ایک روایت کے مطابق اشعر بن مالک یعنی مُذْحِجْ بن اُدَد بن زید بن ھَمَیْسَع ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق اشعر بن

حالانکہ اس سے قبل وہ ثُو طہ بن یافث کی اولاد سے جزیہ لیتے تھے، یہ پہلا جزیہ اور خراج تھا جو نوع انسان سے لیا گیا۔ قحطان کے اولادِ اسماعیل ہونے کی دلیل حضور ﷺ کے اس فرمان سے بھی لی جاتی ہے:

اِرْمُوْا یَابَنِی اِسْمَاعِیلَ فَاِنَّ اَبَاکُمْ کَانَ رَامِیًا۔

اے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد! تیر اندازی کرو تمہارے والد بھی تیر انداز تھے۔

آپ ﷺ کا یہ فرمان اسلم بن افصی کی قوم کے لئے ہے جبکہ اسلم خزاعہ کا بھائی تھا یہ تمام حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی اولاد ہیں اور یہ تمام سباء بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد میں سے ہیں لیکن میرے نزدیک اس حدیث میں اس نقطۂ نظر کی کوئی دلیل نہیں ہے اگرچہ تمام بنو عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اگر اہل یمن بھی اولادِ اسماعیل میں سے ہوتے تو پھر اس قوم کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا کیونکہ ان کے علاوہ دیگر اہل عرب بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہی ہیں۔ اس حدیث مبارک میں تو یہ دلیل ہے کہ بنی قمعہ میں سے خزاعہ مدرکہ بن الیاس بن مضر کے بھائی ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:

ھِیَ اُمُّکُمْ یَابَنِی مَاءِ السَّمَاءِ۔

اے ماء السماء کے بیٹو! وہ تمہاری ماں ہے۔

اس فرمان میں قحطان کے متعلق اسی طرح تاویل کی گنجائش موجود ہے۔ جس طرح دوسرے لوگوں کے متعلق ہے۔ ممکن ہے ماء السماء تک ان کا نسب ان کے گمان کے مطابق ہی ہو۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس کی طرف اس طرح منسوب کیا ہو جس طرح قبائل عرب اپنے آپ کو اپنی ماں کے خاوند کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

سباء، اُمَیم اور وبار

سباء کا نام عبدالشمس تھا۔ تمام اہل عرب سے پہلے اسی نے تاج پہنا تھا اور اسی نے ہی لوگوں کو پابندِ سلاسل کیا تھا اسی وجہ سے اس کا نام سباء مشہور ہو گیا لیکن یہ مادۂ اشتقاق یقینی نہیں ہے کیونکہ سباء

سباء بن یشجب ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ابومحرز خلف الاحمر اور ابوعبیدہ نے حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار سنائے۔ ان کا تعلق بن سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن

مہموز ہے جبکہ سی مہموز نہیں ہے۔ اُمیم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ دراصل اُمیم ہے لیکن مشاہیر علماء اس کو اُمِیّم پڑھتے ہیں۔ کلام عرب میں اس طرح کا کوئی اور اسم نہیں ہے۔ اہل عرب ایسے پرانے اسماء کے متعلق مضطرب ہیں۔

معرّی نے کہا ہے ؎

یَرَاہُ بَنُو الدَّھْرِ الْآخِیْرِ بِحَالِہٖ کَمَا قَدْ رَاَتْہُ جُرْھَمُ وَاَمِیْمُ

''آخری زمانہ کے لوگ اس کو اسی طرح اپنی حالت میں دیکھیں گے جس طرح انہوں نے جرہم اور اُمیم کو دیکھا''۔ یہ اکثر فعیل کے وزن پر ہی آتا ہے۔ امیم کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے ہی سب سے پہلے لکڑی چیر کر چھت بنایا تھا۔ یہ بادشاہ تھا اور اپنے آپ کو آدم کہلاتا تھا۔ فُرس کے نزدیک یہ آدم صغیر تھا اس کے بچے کا نام وَبَار تھا، یہ ایک قوم تھی جو ریت میں ہلاک ہوئی۔ شدید آندھی نے ان کے رستوں اور پناہ گاہوں کو ریت سے بھر دیا۔ جس سے وہ نیست و نابود ہو گئے۔

شاعر نے کہا ہے ؎

وَکَرَّ دَھْرٌ عَلٰی وَبَارَ فَاَھْلِکَتْ عَنْوَۃً وَبَارَ

زمانے نے وبار پر اپنا گھونسلا بنا لیا اور وبار کے مختلف قبائل ہلاک ہو گئے۔

اُباری کو اس طرح منسوب کرنا خلاف قیاس ہے۔ عمالیق میں سے مصر کے فرعون بھی تھے ان میں سے ایک ولید بن مصعب تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ ایک فرعون اس کا بھائی قابوس بن مصعب تھا، ایک فرعون کا نام الریان بن ولید تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بادشاہ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام ابن دَوْمَع تھا۔

طَسْم اور جَدِیس

طَسْم اور جَدِیس نے ایک دوسرے کو ہلاک کیا۔ غلط حکمرانی اور ظلم و تعدی کی وجہ سے طسم نے جدیس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان میں سے ایک شخص کا نام رباح بن مرۃ تھا وہ تبع (حَسّان بن تُبّان اسعَد) کے پاس گیا اور مدد کا خواہاں ہوا۔ اس کی ایک بہن یمامہ تھی اس کا نام عنز تھا۔ وہ طسم کی بیوی تھی اس کی ہمدردیاں بھی اسی کے ساتھ تھیں۔ اس نے طسم کو خوفناک انجام سے ڈرایا لیکن اس نے

قیس بن عیلان بن مُضَر بن نزار بن معد بن عدنان سے تھا۔ وہ اپنے نسب میں عک بن عدنان پر فخر کرتے ہیں۔

وَعَكُّ ابْنُ عَدْنَانَ الَّذِيْنَ تَلَقَّبُوْا بِغَسَّانَ حَتّٰى طَرَّدُوْا كُلَّ مَطْرَدِ

عک عدنان کے وہ قابل فخر سپوت ہیں جو مقام غسان پر دشمن سے نبرد آزما ہوئے اور انہوں نے دشمن کو راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

یہ شعر حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ میں موجود ہے۔ غسان پانی کا ایک چشمہ ہے جو یمن میں سد مآرب کے پاس ہے۔ یہ چشمہ مازن بن الاسد بن الغوث کے پانی پینے کی جگہ تھی اسی وجہ سے اس کا نام غسان رکھا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غسان جحفہ کے قریب مقام "مُشَلَّل" میں پانی کا ایک چشمہ ہے۔ جن لوگوں نے اس کا پانی پیا ان میں تفرقہ پڑ گیا۔ مازن بن اسد بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سباء بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد نے اس کا نام غسان رکھا تھا۔

اس کی ایک نہ سنی۔ صبح کے وقت تبع نے ان پر لشکر کشی کی ان سب کو قتل کر دیا اور یمامہ کو باب جَوّ پر پھانسی دے دی۔ یہ شہر آج تک "جَوّ" کے نام سے مشہور ہے۔ طسم کے قتل کے بعد یہ شہر فساد اور خونریزی کا گڑھ بن گیا۔ بالآخر کھنڈرات میں تبدیل ہو گیا۔ اس کا پھل صرف درندے یا پرندے ہی کھاتے تھے۔ ایک دن عبید بن ثعلبہ حنفی کا وہاں سے گزر ہوا، وہ اپنی قوم کا جاسوس تھا جو مختلف شہروں میں جاتا تھا۔ جب اس نے اس شہر کا پھل کھایا تو اس نے کہا یہ کتنا عمدہ کھانا ہے۔ اس نے اپنے عصا کے ساتھ پورے قصبے یمامہ کے ارد گرد دائرہ کھینچ دیا۔ اس لئے اس کا نام حُجر بھی پڑ گیا آج بھی حنفیہ قبائل دوران سفر یہاں خیمہ زن ہوتے ہیں۔ مؤرخین کے نزدیک طسم اور جدیس کا قصہ معروف ہے اسلئے میں نے صرف اسی پر اکتفاء کیا ہے۔

انصار کے نسب کا بیان

تمام انصار اوس اور خزرج کی اولاد ہیں۔ اوس اور خزرج حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن امری القیس بن ثعلبہ بن مازن بن الاسد بن الغوث کی اولاد ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس شعر میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے: ؎

أَمَا سَأَلْتِ إِنَّا مَحْشَرٌ نُجُبٌ الاَسْدُ نِسْبَتُنَا وَالْمَاءُ غَسَّانُ

کیا تو نے ہمارے متعلق سوال نہیں کیا؟ ہمارا قبیلہ انتہائی شریف ہے ہمارا نسب اسد پر ختم ہوتا ہے جس کے پانی کا چشمہ غسان میں ہے۔

یمن اور خراسان کے باشندے جو اپنے آپ کو ''عکؔ'' کی اولاد کہلاتے ہیں۔ وہ اس کا نسب یوں بیان کرتے ہیں عک بن عدنان بن عبداللہ بن اسد بن غوث جبکہ عدثان بن الدیث بن عبداللہ بن اسد بن الغوث بھی کہا جاتا ہے۔

انصار کے نسب کا تذکرہ

اوس اور خزرج کے قبائل کو انصار کہتے ہیں اوس کا معنی بھیڑیا اور عطیہ ہے جبکہ خزرج کا معنی ٹھنڈی ہوا ہے لیکن میرا گمان ہے کہ لغۃً اوس عطیہ کے ساتھ ہی خاص ہے یہ اُسْتُ کا مصدر ہے جبکہ وہ اوس جس سے بھیڑیا مراد لیا جائے تو وہ ذئب اور اسد کی طرح نہیں ہوتا۔ اگر یہ اس طرح ہوتا پھر جمع بھی آتا اور معرفہ بھی ہوتا۔ جس طرح کہ اجناس کے اسماء ہوتے ہیں اور اس کی مونث کو اوسہ کہا جاتا۔ جس طرح ذئب کی مونث کو ذئبہ کہا جاتا ہے۔ سرور کائنات ﷺ کا ارشاد مبارک بھی ہمارے اسی قول کی تائید کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

هٰذَا اَوَيْسٌ يَسْأَلُكُمْ مِنْ اَمْوَالِكُمْ۔

''یہ بھیڑیا ہے جو تمہارے مویشیوں میں سے اپنا حصہ مانگ رہا ہے''۔

صحابہ کرام نے عرض کی ''ہمارے نفس خوشی سے اس کے لئے حصہ مقرر کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں''۔ آپ ﷺ نے اس فرمان میں اَوْس نہ فرمایا بلکہ اویس فرمایا۔ اوس کسی درندے کے اسماء میں سے نہیں ہے نہ ہی یہ کسی جنس کے ساتھ مختص ہے بلکہ یہ عطیہ کے ساتھ خاص ہے۔ انصار کے نسب میں

معد بن عدنان کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ معد کے چار بیٹے تھے: 1۔نزار بن معد، 2۔قضاعہ بن معد اس کا نام بکر بھی تھا۔ اسی وجہ سے معد کو ابو بکر کی کنیت سے بھی یاد کیا جاتا تھا، 3۔قنص بن معد، 4۔ایاد بن معد قضاعہ حمیر بن سباء کی طرف مائل ہو گیا۔ سباء کا نام عبدالشّمس تھا۔ اس کو سباء اس لئے کہتے تھے کیونکہ سب سے پہلے اس نے ہی لوگوں کو قیدی بنایا تھا۔

ایک عمرو بھی ہے اس کو مُزَیْقِیَاء کہا جاتا تھا کیونکہ یہ ہر دن ایک حُلّہ پھاڑتا تھا۔ ابن عامر ہی ماء السماء ہے۔ حارثہ کو سردار اور سخی کہا جاتا تھا۔ امرئُ القیس سے مراد البُہْلُول بن ثعلبه الصَّنَم ہے۔ ابن مازن السراج (چراغ) کے نام سے موسوم تھا۔ ثعلبہ بن عمرو جو اوس اور خزرج کا دادا تھا اس کو ثعلبه العَنْقاء کہا جاتا تھا۔ یہ اپنے آپ کو تاج پوش بادشاہ سمجھتے تھے۔ جب اوس اور خزرج نے شام کے ساتھ مل کر روم پر تسلط قائم کیا تھا تو حارثہ بن ثعلبہ العنقاء مدینہ طیبہ میں وفات پا گیا۔ اس وقت غسان نے شاہِ روم کے ساتھ مصالحت کر لی تھی حارثہ اور جِذْع کی موت اس آواز کی وجہ سے ہوئی جو زمین اور آسمان کے درمیان سنی گئی جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آئی تھیں۔ حارثہ کی وفات کے بعد یہودیوں نے تمام عہدوں کو توڑ دیا۔ اوس اور خزرج نے جَفْنه کے بادشاہ سے مدد طلب کی اور یہود پر غلبہ پا لیا۔ اسد کو ازد بھی کہا جاتا ہے اس کا نام اِزْدِرَاء بن غوث تھا۔ اس کو وثیمہ بن موسیٰ بن الفرات بھی کہا جاتا تھا۔ اس کو اسد اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ یہ لوگوں پر بہت زیادہ نعمتیں کرتا تھا پھر یہ نسب کہلان بن سباء تک چلا جاتا ہے۔ کہلان حمیر کے بعد بادشاہ بنا یہ تین سو سال تک زندہ رہا پھر حکومت اپنے بھائی حمیر کے حوالے کر دی پھر یہ حکومت اسی کے بیٹوں میں رہی اس کے بیٹوں کے نام وائل، مالک، عمرو، عامر، سعد اور عوف تھے۔

ابن ہشام نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ذکر کیا ہے ان کا دوسرا مصرعہ یہ ہے:

یَااُخْتَ آلِ فَرَاسٍ اِنَّنِی رَجُلٌ مِنْ مَعْشَرٍ لَهُمْ فِي الْمَجْدِ بُنْيَانُ

اے آل فراس کی بہن! میں وہ آدمی ہوں جس کا تعلق ایسے قبیلے سے ہے جس کی بنیادیں بزرگی میں ہیں۔

غسّان، غَسّ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی کمزور ہے کہا جاتا ہے غُسُّ الْاَمَانَةِ صُنْبُوْرٌ فَصُنْبُوْرٌ۔ جب بلی کو ڈانٹا جاتا ہے تو اس کو بھی غِسُ کہتے ہیں غسیسہ اس کھجور کو کہتے ہیں جو قبل از وقت خشک ہو جاتی ہے اور کمزور ہو کر گر پڑتی ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اہل یمن اور بنو قضاعہ کہتے ہیں کہ قضاعہ ابن مالک بن حمیر ہے۔ جیسا کہ عمرو بن مرۃ الجہنی نے اپنے ان اشعار میں تذکرہ کیا ہے۔ جُھَینہ کا نسب یہ ہے جُھَینہ بن زید بن لیث بن سود بن اَسلُم بن الحاف بن قضاعہ۔

نَحْنُ بَنُو الشَّیْخِ الھِجَانِ الاَزْھَرِ قُضَاعَةَ بْنُ مَالِكِ بْنِ حِمْیَرِ
النَّسَبِ الْمَعْرُوْفِ غَیْرِ مُنْكَرِ فِی الْحَجَرِ الْمَنْقُوْشِ تَحْتَ الْمِنْبَرِ

ہم شریف اور روشن جبین شیخ قضاعہ بن مالک بن حمیر کی اولاد ہیں یہ نسب مشہور ہے اور کوئی اس کا منکر نہیں ہے یہ آسمان کے نیچے پتھر پر نقش کی طرح مستحکم ہے۔

سباء اور سیل العرم

اہل عرب کا قول ہے تفَرَّقُوْا اَیَادِیْ سَبَاء وَاَیَادِیْ سَبَا۔ اگر چہ سبا معرفہ ہے لیکن نصبی حالت میں اس کی یاء پھر بھی ساکن رہی ہے کیونکہ اصل میں یہ دو اسم ہیں جو مل کر ایک اسم بن گیا ہے۔ جیسا کہ معدی کرب ہے۔

عَرِم کے متعلق کئی اقوال ہیں۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس کا معنی ڈیم ہے۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق یہ ایک وادی کا نام ہے۔ یہ اس چوہے کا نام تھا جس نے ڈیم کو خراب کیا۔ عرم سیلاب کی صفت ہے یعنی تندوتیز سیلاب۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" یہ اس سرخ پانی کا نام ہے جو زمین کی گہرائیوں سے نکالا گیا پھر اس سے باغات سیراب ہونے لگے پھر وہ پانی باغات تک نہ پہنچ سکا اور وہ خشک ہو گئے۔ سرخ پانی ڈیم سے نہیں آتا تھا بلکہ یہ تو عذاب تھا جو ان کے لئے بھیجا گیا تھا"۔

اہل عرب اسم کو اس کے وصف کی طرف مضاف کر دیتے ہیں کیونکہ یہ دونوں اسم ہیں اس لئے ان میں سے ہر ایک دوسرے کی وجہ سے معرفہ بن گیا۔ دراصل یہ مسمّیٰ کی اضافت دوسرے اسم کی طرف ہے یعنی اس نام والا۔ جیسے کہا جاتا ہے ذُو زَیْدٍ وہ شخص جو زید کے نام سے موسوم ہے۔ سَعْدُنَا شِرَہ اور عَمْرُو بَطَّہ بھی اسی طرح ہیں۔

الاعشیٰ کا قول: وَمَآرِبُ عَفّٰی عَلَیْھَا الْعَرِمُ۔

وہ ایسا محل تھا جس کا نام ونشان سیلاب نے مٹا دیا تھا۔

بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ عَرِم سے مراد سیلاب ہے۔ مآرب ان کے محل کا نام تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ہر اس بادشاہ کا نام ہوتا تھا جو سباء کا والی بنتا تھا۔ جس طرح کہ تبع یمن کے ہر بادشاہ کا نام ہوتا

قنص بن معد اور نعمان بن منذر کا نسب

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قنص بن معد کی اکثر اولاد ہلاک ہوگئی تھی۔ معد کا نسب بیان کرنے والوں کا یہی خیال ہے اس کی اولاد میں سے نعمان بن منذر بھی تھا جو حیرہ کا بادشاہ تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب الزہری

تھا۔ یہ ڈیم سباء بن یشجب بن یعرب نے بنایا تھا، ستر وادیاں اس کی طرف آتی تھی لیکن سباء اس کو مکمل کرنے سے پہلے ہی مر گیا پھر حمیری بادشاہوں نے اس کو مکمل کیا۔ مسعودی کہتے ہیں کہ اس کو لقمان بن عاد نے بنوایا تھا یہ ایک فرسخ پر محیط تھا اس نے اس ڈیم کے تیس دروازے بنوائے تھے۔ الاعشیٰ کا قول ہے۔

اِذَا جَاءَ مَوَّارُهٗ لَمْ یَرُمْ۔ موّار اللہ تعالیٰ کے فرمان یَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاءُ مَوْرًا سے ہے اس کی میم پر فتح ہے بعض علماء اس کو مضموم بھی پڑھتے ہیں لیکن فتح پڑھنا زیادہ صحیح ہے۔ اسی سے اہل عرب کا قول دَمٌ مَائِرٌ ہے۔ اس کا معنی بہنے والا خون ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

اَمِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ۔

تو جس سے چاہتا ہے خون بہا ادا کر دے۔

ابوعبید نے اس کو اَمْرٌ میم کو ساکن پڑھا ہے اور اسے مَرَیْتُ الضَّرْعَ سے مشتق مانا ہے لیکن ہمارا رجحان پہلے قول کی طرف ہے۔

اعشیٰ کے قول لَمْ یَرُمْ کا مطلب ہے کہ اس پانی کو ڈیم روک لیتا تھا اور وہ اسے حسب ضرورت استعمال کرتے تھے۔

معد اور اس کی اولاد کا ذکر

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق معد کے چار بیٹے تھے۔ نزار میں علماء کا اتفاق ہے کہ وہ معد کا ہی بیٹا تھا باقی اولاد میں اختلاف ہے۔ معد کی اولاد میں جُشَم بن معد، سِلْهِمْ بن معد، جُنَادَہ بن معد، قُنَاصہ بن معد، قَنَص بن معد، سَنَام بن معد، عوف، وَحَیْدان، اَوْد، عُبَید الرَّمَاحُ، حَیْدَہ، حَیَادَہ، جُنَید اور قَحَم شامل ہیں۔ اکثر اہل نسب کا خیال ہے کہ قضاعہ بن معد کو ہی کہا جاتا ہے۔ یہ

نے بیان کیا ہے کہ نعمان بن منذر قُنُص بن معد کی اولاد میں سے تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قُنُص کو قَنَص بھی پڑھا گیا ہے۔

زبیرین اور ابن ہشام کا نقطہ نظر ہے۔

ہشام بن عروہ کی سند سے حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے قضاعہ کے متعلق پوچھا گیا آپ ﷺ نے فرمایا "وہ ابن معد ہے"۔ ابو عمر کہتے ہیں ہشام بن عروہ کے علاوہ کسی اور شخص نے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ یہ حدیث ایک دوسری حدیث کے معارض ہے جس کو حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے انہوں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کس کی اولاد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم "مالک بن حمیر کی اولاد ہو"۔

ابو مریم حضرت عمرو بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں:

يَاَيُّهَا الدَّاعِيْ اُدْعُنَا وَاَبْشِرُ وَكُنْ قَضَاعِيًا وَلَا تَنَزَّرْ

نَحْنُ بَنُوْ الشَّيْخِ الْهِجَانِ الْاَزْهَرِ قُضَاعَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ حِمْيَرْ

ترجمہ:۔ "اے پکارنے والے ہم کو پکار اور خوش ہو جا۔ قضاعہ قبیلہ میں آجا اور کم چیز پر اکتفا نہ کر ہم خوبرو اور شریف بزرگ قضاعہ بن مالک بن حمیر کی اولاد ہیں۔"

ذوالحسبین کہتے ہیں کہ زبیر نے کہا ہے یہ اشعار افلح بن یَعْبُوب کے ہیں۔ حضرت عمرو بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے صرف دو احادیث ہی روایت کی ہیں۔ ایک حدیث میں علامات نبوت بیان کی گئیں ہیں جبکہ دوسری حدیث یہ ہے:

"جو شخص لوگوں کے معاملات کا والی بنا پھر اس نے حاجت مندوں، دوستوں اور مسکینوں کے لئے اپنا دروازہ بند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بروز حشر اس کی حاجت، خلعت اور مسکنت کو پورا کئے بغیر اپنا دروازہ بند کرلے گا"۔

پہلے نقطہ نظر والوں نے زہیر کے اس قول سے بھی استدلال کیا ہے۔

قُضَاعِيَّةٌ اَوْ اُخْتُهَا مُضَرِيَّةٌ۔

اس مصرعہ میں زہیر نے قضاعہ اور مضر کو بھائی شمار کیا ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یعقوب بن عتبہ نے انصار کے ایک بزرگ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعمان بن منذر کی تلوار پیش کی گئی تو

جب قضاعہ کے متعلق دونوں قول معارض آ گئے اور دونوں کے پاس دلائل ہیں تو ہم نے علامہ زبیر کے قول کو ملاحظہ کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں فریق سچے ہیں۔

علامہ زبیر نے ابن الکلبی سے روایت کیا ہے کہ مالک بن حمیر کی بیوی عُکبُرہ نے قضاعہ کو دودھ پلایا تھا پھر معد نے اس کے ساتھ شادی کر لی پھر اس نے قضاعہ کی تربیت کی اور اسے اپنا بیٹا بنا لیا اور اسی کے نام پر اپنی کنیت رکھی۔

بلکہ کہا جاتا ہے کہ قضاعہ معد کے گھر ہی پیدا ہوا اور اسی کی طرف منسوب ہوا جس طرح بنوعبد مناۃ بن کنانہ، علی بن مسعود بن مازن بن الذئب الاسدی کی طرف منسوب ہوتے ہیں کیونکہ علی بن مسعود نے ان کے باپ کی پرورش کی تھی اور ان کی ماں کا خاوند تھا۔ اس لئے انہیں بنوعلی بھی کہا جاتا ہے۔ عُکل بھی اسی طرح ہے اس نے بنوعوف بن ود بن طابخہ کی پرورش کی تھی یہ بھی اپنے نسب کو عُکل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قضاعہ ہی بکر بن معد تھا۔ بکر آدمی کے پہلے بچے کو کہتے ہیں، دوسرے بچے کو ثِنْیُ اور تیسرے کو ثُلث کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد پیدا ہونے والے بچے کو اس قسم کا کوئی نام نہیں دیا جاتا جب قضاعہ نے اپنے آپ کو اہل یمن کی طرف منسوب کیا تو اعشیٰ بن تغلب نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔

اس نے اس وقت یہ اشعار کہے۔

أَزَنَيْتُمْ عَجُوْزَكُمْ، وَكَانَتْ قَدِيْمًا لَا يُشَمُّ لَهَا خِمَارُ
عَجُوْزٌ لَوْدَنَا مِنْهَا يَمَانٍ لَلَاقِي مِثْلَ مَا لَاقِي يَسَارُ

''کیا تم نے اپنی بڑھیا کی طرف بدکاری کی نسبت کر دی ہے وہ تو ایک پرانی بڑھیا تھی۔ جس کی عادت بھی تبدیل نہ ہوئی تھی وہ ایک ایسی بڑھیا تھی کہ اگر کوئی یمنی اس کے قریب جاتا تو اس کو بھی اس صورت حال کا سامنا کرنا جس کا یسار کو کرنا پڑا تھا''۔

یسار سے مراد یسار الکواعب ہے وہ بری نیت سے عورتوں کے پاس گیا انہوں نے اس کو خصی کر دیا۔

حمیر کے ایک شاعر نے بھی قضاعہ کے متعلق بڑے گندے اشعار کہے ہیں۔ اس کتاب میں

انہوں نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ وہ قریش اور تمام عرب کے نسب سے خوب آگاہ تھے، وہ کہا کرتے تھے میں نے یہ علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس علم میں تمام عرب سے زیادہ ماہر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تلوار حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کی اور فرمایا ''اے جبیر! نعمان بن منذر کا نسب کیا ہے''؟ انہوں نے کہا ''وہ قنص بن معد کی اولاد میں سے تھا''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تمام اہل عرب کا یہ نظریہ ہے کہ نعمان بن منذر لخم کی اولاد میں سے تھا اور لخم ربیعہ بن نصر کی اولاد میں سے تھا۔ کون سی روایت درست ہے اللہ ہی بہتر جانتا تھا۔

لخم بن عدی کا نسب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لخم کا نسب یہ ہے لخم بن عدی بن حارث بن مرۃ بن اُدد بن زید بن ھمَیسع بن عمرو بن عرِیب بن یشجب بن زید بن کھلان بن سباء۔ بعض نسّاب کہتے ہیں لخم کا نسب یہ ہے لخم بن عمرو بن سباء۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ربیعہ بن نصر بن ابی حارثہ بن عمرو بن عامر ہے جو عمرو بن عامر کے یمن سے چلے جانے کے بعد یمن میں ہی مقیم رہا۔

ذکر نہ کرنا بہتر ہے۔

قنص بن معد کا ذکر

قنص بن معد کی اولاد پورے حجاز میں پھیل گئی۔ ان کے اور ان کے باپ کے درمیان جنگ چھڑ گئی جس کی وجہ سے شہر ان کے لئے تنگ ہو گئے۔ زمین ان کے لئے خشک ہو گئی اور وہ سوادِ عراق کی طرف چلے گئے۔ ارادنیوں اور بعض بادشاہوں نے ان کے ساتھ جنگ کی اور انہیں وہاں سے نکال دیا اور ان میں سے اکثر کو تہہ تیغ کر دیا۔ صرف چند افراد ہی اپنی جان بچا سکے اور وہ عرب کے قبائل کے ساتھ مل گئے اور اپنے آپ کو ان کی طرف ہی منسوب کر لیا۔

نعمان بن منذر کی تلوار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت پیش کی گئی جب مدائن فتح ہوا۔ مدائن میں کسریٰ کے محلات اور خزانے تھے جب مسلمانوں نے اس شہر کو فتح کر لیا تو وہ اصطخر کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے اموال اور خزانوں پر قبضہ کر لیا گیا وہاں سے مسلمانوں کو پانچ تلواریں ملیں جو اپنی مثال آپ تھیں۔ ایک تلوار کسریٰ پرویز کی تھی، دوسری کسریٰ نوشیروان کی تھی جبکہ تیسری تلوار

عمرو بن عامر کا یمن سے خروج اور مآرب ڈیم کی داستان

ابوزید الانصاری نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ عمرو بن عامر نے ایک چوہا دیکھا جو مآرب ڈیم میں سوراخ کررہا تھا۔ مآرب ایک عظیم الشان ڈیم تھا جہاں بہت سا پانی جمع رہتا تھا، اہل یمن اپنی منشا کے مطابق اس سے اپنی کھیتیاں سیراب کرتے تھے۔ چوہے کا یہ فعل دیکھ کر عمرو بن عامر کو یقین ہوگیا کہ اب ڈیم زیادہ مستحکم نہیں ہے۔ اس نے یمن سے منتقل ہونے کا فیصلہ کرلیا لیکن اس کی قوم نے اس کو روک دیا۔ اس نے اپنے چھوٹے بچے سے کہا کہ جب وہ اس سے ناراض ہوکر اس کے منہ پر طمانچہ رسید کرے تو اس وقت وہ بھی جواباً اسے ایک مکا رسید کرے۔ اس کے

نعمان بن منذر کی تھی۔ نوشیروان نے یہ تلوار نعمان سے اس وقت چھیننا چاہی جب وہ اس کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ نعمان نے وہ تلوار اپنی ہتھنی کی طرف پھینک دی اس نے اسے ہاتھوں میں تھام لیا۔ حتیٰ کہ نعمان مرگیا۔

امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق نعمان بن منذر قید خانے میں طاعون کی وجہ سے ہلاک ہوا تھا۔ ایک تلوار ترک بادشاہ خاقان کی تھی اور ایک ہرقل کی تھی۔ ہرقل کی تلوار کسریٰ کے پاس اس وقت آئی تھی جب اس نے روم پر قبضہ کیا تھا۔ نعمان بن منذر کی تلوار پہلے کسریٰ پرویز کے پاس آئی پھر کسریٰ یزدجرد کے پاس پہنچی پھر اس تلوار کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ پرویز بن ہرمز بن انوشیروان نے نعمان بن منذر کو قتل کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ پرویز کے ایک ہزار ہاتھی، پچاس ہزار گھوڑے اور تین ہزار عورتیں تھیں۔ انوشروان کا عرب میں معنی مُجدِّد الملک ہے اور پرویز کا معنی مظفر ہے۔

حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو میں امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب دیا "لوگ کہتے ہیں نعمان بن منذر قنص بن معد کی اولاد میں سے تھا حالانکہ وہ عجم بن قنص کی اولاد میں سے ہے لیکن وہ عجم سے ناآشنا ہیں اس لئے وہ اس کی جگہ لخم کا ذکر کرتے ہیں"۔ وہ کہتے ہیں وہ لخم کی اولاد میں سے ہے اسی کی طرف اس کو منسوب کیا جاتا ہے۔

پرویز وہ بادشاہ تھا جس کی طرف حضور ﷺ نے اپنا نامہ مبارک بھیجا لیکن اس نے آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو چاک کردیا۔ حضور ﷺ نے اس کے لئے یہ بددعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو پارہ پارہ کردے۔

چھوٹے بچے نے اس کے حکم پر عمل کیا اور اپنے والد کے تھپڑ رسید کیا۔ عمرو نے کہا "اب میں اس شہر کو اپنا مسکن نہیں بنا سکتا جہاں مجھے سب سے چھوٹے بچے نے تھپڑ مارا ہو"۔ اس نے اپنا مال فروخت کرنے کے لئے پیش کر دیا۔ یمن کے مالدار لوگوں نے کہا "عمرو کے اس غصے کو غنیمت سمجھو اور اس کا مال اس سے خرید لو وہ اپنی اولاد سمیت یمن سے نکل آیا"۔ قبیلہ ازد کے افراد نے کہا "ہم عمرو بن عامر کو نہیں چھوڑ سکتے"۔ انہوں نے بھی اپنے اموال فروخت کئے اور عمرو کے ہمراہ ہو لئے۔ وہ تمام عازم سفر ہو گئے، مختلف شہروں سے گزرتے ہوئے عَکّ تک پہنچ گئے۔ عَکّ نے ان کے ساتھ جنگ کی۔ ان کے مابین بڑی خونریزی ہوئی۔ حضرت عباس بن

اعشیٰ کے اشعار

ابو عبیدہ نے مجھ سے کہا ہے کہ عرم کا معنی "بند" ہے۔ اس کا واحد عرمہ ہے۔

اعشیٰ نے اس بند کے متعلق درج اشعار کہے ہیں۔ (اعشیٰ کا نسب یہ ہے اعشیٰ، قیس بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن ہنب بن اقصی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار بن معد کی نسل میں سے تھا۔ بعض مورخین کہتے ہیں افعی، دُعمی بن جدیلہ کا بیٹا تھا۔ اعشیٰ کا نام میمون بن قیس بن جندل بن شراحیل بن عوف بن سعد بن ضُبَیعہ بن قیس بن ثعلبہ تھا۔

وَفِي ذَالِكَ لِلْمُؤْتَسِي أُسْوَةٌ وَمَارِبُ عَفّٰى عَلَيْهَا الْعَرِمْ
رُخَامٌ بَنَتْهُ لَهُمْ حِمْيَرٌ إِذَا جَاءَ مَوَّارُهُ لَمْ يَرِمْ
فَأَرْوَى الزُّرُوْعَ وَأَعْنَابَهَا عَلٰى سَعَةٍ مَاءُ هُمْ إِذْ قُسِم
فَصَارُوْا أَيَادِيَ مَا يَقْدِرُوْ نَ مِنْهُ عَلٰى شُرْبِ طِفْلٍ فُطِم

ترجمہ:۔ "اس ڈیم کی تباہی کے واقعہ میں طالب کے لئے ایک عظیم مثال ہے۔ اس سیلاب نے مآرب جیسے عظیم ڈیم کی شکل تبدیل کر کے رکھ دی۔ وہ سنگ مرمر کا وہ ڈیم جسے حمیر نے بنایا تھا جب کبھی اس میں موجیں آ جاتی تھیں اور اسے ذرا بھر بھی جنبش نہ ہوتی تھی۔ اس ڈیم نے کھیتوں کو سیراب کیا اس نے اس بستی کی انگور کی بیلوں کو بھی سیراب کیا۔ جب وہ پانی تقسیم ہوتا تھا تو وہ ایک وسیع رقبہ کو گھیر لیتا تھا پھر وہ ایسے خالی ہاتھ ہو گئے کہ وہ اتنی طاقت بھی نہیں رکھتے تھے کہ ایک دودھ چھڑائے ہوئے بچے کو پانی کا ایک گھونٹ بھی پلا سکیں۔"

امیہ بن ابی الصلت الثقفی (ثقیف کا نام قَسِیُّ بن مُنبہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان تھا) کے ایک قصیدے کا ایک شعر ہے ۔

مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر جو اس سے قبل گزر چکا ہے وہ اسی معرکہ کے متعلق ہے پھر عمرو اور اس کی قوم وہاں سے روانہ ہوئے اور مختلف شہروں میں مقیم ہو گئے۔ آل جفنہ بن عمرو بن عامر شام کی طرف چلے گئے۔ اوس اور خزرج نے یثرب کو اپنا مسکن بنا لیا۔ خزاعہ نے مرّ ا میں اقامت اختیار کی۔ اَزْدِ سَراۃ، سَراۃ میں اور اَزْدِ عُمَان، عُمَان چلے گئے پھر اللہ تعالیٰ نے تند و تیز سیلاب بھیجا اس نے ڈیم کو تباہ کر دیا۔ یہ آیت مبارکہ اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ (سبا)

"قوم سبا کے لئے ان کے مسکن میں نشانی موجود تھی۔ (وہاں) دو باغ تھے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف اپنے رب کا دیا ہوا رزق اور اس کا شکر ادا کرو اتنا پاکیزہ شہر اور ایسا رب غفور! (اہل سبا تمہاری خوش بختی کا کیا کہنا) پھر انہوں نے منہ پھیر لیا تو ہم نے ان پر تند و تیز سیلاب بھیج دیا"۔

قوم سبا کے لئے ان کے مسکن میں رحمت الٰہیہ کی نشانی تھی وہاں دو باغ تھے۔ جن کے سلسلے دائیں اور بائیں دور تک چلے گئے تھے۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اپنے رب کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو۔ کتنا پاکیزہ ملک ہے جو تمہیں عطا کیا گیا ہے۔ اس رب کی شان مغفرت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ پس انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر تند و تیز سیلاب بھیج دیا۔

شاہِ یمن ربیعہ بن نصر کا خوفناک خواب

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ربیعہ بن نصر یمن کا بادشاہ تھا۔ ایک دفعہ اس نے ایک ایسا خواب دیکھا جس نے اس کو دہشت زدہ کر دیا۔ وہ اس خواب کی وجہ سے بہت خوفزدہ ہوا۔

مِنْ سَبَاٍ الحَاضِرِيْنَ. مَاْرِبَ اِذْ يَبْنُوْنَ مِنْ دُوْنِ سَيْلِهِ الْعَزْمَا

ہمارا تعلق قبیلہ سباء سے ہے وہ مآرب ڈیم کے پاس اس وقت موجود تھے جب لوگ اس کے سیلاب کی دوسری طرف بند باندھ رہے تھے۔

ربیعہ بن نصر اور اس کا خواب

بعض علماء نے ربیعہ بن نصر کو نصر بن ربیعہ بھی لکھا ہے یمن کے نساب اس کا نسب اس طرح بیان

اس نے کوئی جادوگر، کاہن، ستارہ شناس اور فال نکالنے والا نہ چھوڑا۔ اس نے ان تمام کو اپنے دربار میں جمع کیا اور ان سے یوں گویا ہوا:

''میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے اب تم مجھے وہ خواب بھی بتاؤ اور اس کی تعبیر سے بھی آگاہ کرو''۔

ان لوگوں نے بادشاہ سے کہا ''اے شاہِ والا! آپ ہمیں اپنا خواب بیان کریں ہم اس کی تعبیر عرض کر دیں گے''۔ بادشاہ نے کہا ''اگر میں نے تمہیں اپنا خواب بیان کر دیا تو پھر میں تمہاری بیان کردہ تعبیر سے مطمئن نہیں ہو سکوں گا۔ اس خواب کی صحیح تعبیر وہی شخص بتا سکتا ہے جو میرے بتانے سے پہلے ہی اس خواب سے آگاہ ہو''۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا ''اے شاہِ ذی

کرتے ہیں ربیعہ بن نصر بن حارث بن غارہ بن لخم۔ زبیر کہتے ہیں کہ اس کا نسب یہ ہے نصر بن مالک بن شَعوذَ بن مالک بن عَجم بن عمرو بن نُمارہ بن لَخم۔ لخم جُذام کا بھائی تھا۔ لخم کو لخم اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے بھائی کو طمانچہ مارا تھا (لَخَمَ اَخَاهُ) دوسرے بھائی نے اس کے ہاتھ کو کاٹ ڈالا جس کی وجہ سے وہ جذام میں مبتلا ہو گیا۔ اس لئے اس کو جذام کہا جانے لگا۔ علامہ قطرب کہتے ہیں ''سمندر میں ایک مچھلی کا نام اللخم ہے اور اسی سے انسانوں کا نام بھی لخم رکھا جاتا ہے''۔ اکثر مؤرخین کہتے ہیں کہ ربیعہ بن نصر دراصل نصر بن ربیعہ تھا نعمان بن منذر بھی اسی کی اولاد میں سے تھا اس کے نسب میں لخم کو شامل کرنا خطاء ہے۔

سطیح کا جسم صرف گوشت تھا اس میں ہڈی نہ تھی اس لئے وہ بیٹھنے پر قادر نہ تھا مگر جب وہ سخت ناراض ہوتا تو وہ پھونکیں مارتا اور بیٹھ جاتا۔ شق میں انسانی اعضاء آدھے تھے اس کا ہاتھ بھی ایک اور آنکھ اور ٹانگ بھی ایک ایک تھی۔

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ سطیح سے پوچھا گیا تجھے یہ علم کہاں سے ملا۔ اس نے کہا ایک جن میرا دوست ہے جو طور سیناء سے آسمان کی باتیں سن لیتا ہے وہ یہ باتیں اس وقت سے سن رہا ہے جب اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا تھا اب اسے جو خبریں معلوم ہوتی ہیں وہ مجھے بتا دیتا ہے۔

سطیح اور شق اس روز پیدا ہوئے تھے جب کاہنہ طریفہ مری تھی۔ طریفہ عمرو بن عامر کی بیوی تھی وہ خیر حمیریہ کی بیٹی تھی۔ اس نے مرنے سے قبل سطیح کو بلایا جب سطیح اس کے پاس آیا تو اس نے اس کے منہ میں اپنا تھوک ڈالا اور اسے بتایا کہ وہ علم اور کہانت میں اس کا نائب ہے۔ سطیح کا چہرہ اس کے سینے میں

مرتبت! اگر آپ اپنے خواب اور اس کی تعبیر سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں تو پھر کوئی سندیسہ سطیح اور شق کی طرف بھیجیں اور انہیں اپنے دربار میں بلالیں کیونکہ آج روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ان سے زیادہ عالم ہو وہ ہر اس چیز کے متعلق بتادیتے ہیں جو ان سے پوچھی جاتی ہے''۔

سطیح اور شق کا نسب

سطیح کا نسب یہ ہے ربیع بن ربیعہ بن مسعود بن مازن بن ذئب بن عدی بن مازن غسان۔
شِقّ کا نسب یہ ہے شق بن صعب بن یَشکر بن رُھم بن افرک بن قَسر بن عبقر بن انمار بن نزار۔ انمار سے مراد ابو بجیلہ اور خثعم ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اہل یمن بَجیلہ کا نسب اس طرح بیان کرتے ہیں بَجیلہ بنو انمار بن اِراش بن لِحیان بن عمرو بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سباء۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اِراش بن عمرو بن لِحیان بن الغوث۔
ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شاہ یمن نے ان دونوں کی طرف پیغام بھیجا۔ سَطِیح

تھا اس کی نہ تو گردن تھی اور نہ ہی سر تھا پھر طریفہ نے شق کو بلایا اور اس کے منہ میں بھی اپنا تھوک ڈالا پھر وہ مرگئی۔ اس کی قبر جحفہ میں ہے۔ ابو الفرج بیان کرتے ہیں خالد بن عبداللہ القسری شق کی اولاد میں سے تھا خالد کا نسب یہ ہے خالد بن عبداللہ بن اسد بن یزید بن کُرز۔ کرز اپنے آپ کو دوسرے لوگوں کے نسب میں شامل کرتا تھا وہ یہودی تھا۔ اس سے غلطی ہوگئی وہ بَجِیلہ کی سمت بھاگ آیا اور پھر انہی کی طرف منسوب ہونے لگا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عبدالقیس کا غلام تھا۔ عبدالقیس بن عامر ذی البرقعہ ہے اس کو ذو البرقعہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ کانا تھا۔ اس لئے وہ اپنی آنکھ پر پردہ ڈال کر رکھتا تھا۔ یہ ابن عبد شمس بن جُوین بن شق الکاہن بن صعب تھا۔

ربیعہ کی خواب میں ہے اَکَلَتْ مِنْهَا كُلَّ ذَاتِ جُمْجُمَه وَكُلَّ ذَاتِ نَسَمَةٍ۔ صحیح روایت کے مطابق (کُلَّ) پر نصب ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آگ کے انگاروں نے سب کو کھالیا۔ آگ کھاتی ہے اس کو کھایا نہیں جاتا۔ شیخ کی روایت میں ''کُلُّ'' رفع کے ساتھ ہے اس کی بھی ایک وجہ ہے لیکن اس کتاب کے حاشیہ میں ''کُلَّ ذَاتِ'' لام کی نصب کے ساتھ ہے ' خَرَجَتْ مِنْ ظُلَمَةٍ' ' آگ کا انگارہ تاریکی سے نکلا آگ کے انگارے کا تاریکی سے نکلنے کی تعبیر یہ ہے کہ حبشہ کا لشکر سوڈان سے نکلے گا۔ حُمَمَه سے مراد آگ کا انگارہ ہے یہ حَمِیم سے مشتق ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حَمِی سے نکلا ہو کیونکہ اس میں بھی حرارت ہوتی ہے۔ بَيْنَ رَوْضَةٍ وَاَكَمَةٍ یہ علاقہ صنعاء اور اس کی سرحدوں کے مابین ہے ''اَرْضِ تَهَمَةٍ'' ''پست زمین'' اس سے مراد سرزمین تہامہ ہے۔

شِق سے پہلے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا: "میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے دہشت زدہ کر دیا ہے تو مجھ سے میرا خواب بیان کر۔ اگر تو نے خواب بیان کر دیا تو پھر تو اس کی تعبیر بھی بیان کر دے گا۔" سطیح نے کہا "اے شاہِ والانژاد! اب میں خواب بیان کرنے لگا ہوں۔ آپ نے شرر فشاں آگ دیکھی ہے جو ظلمتوں سے ظاہر ہوئی وہ تہامہ کی زمین پر گر پڑی اور ہر کھوپڑی والی چیز کو کھا گئی"۔ بادشاہ نے یہ خواب سن کر کہا "اے سطیح! تو نے ذرہ بھر بھی غلطی نہیں کی اب اس کی تعبیر بھی بتاؤ"۔ سطیح نے کہا "میں حنش کی دوسنگلاخ چٹانوں کی قسم اٹھاتا ہوں کہ اہل حبش تمہارے ملک میں ضرور آئیں گے وہ اَبین اور جُرَش کے درمیانی علاقے پر قابض ہو جائیں گے"۔ بادشاہ نے کہا "اے سطیح مجھے تمہارے باپ کی قسم! یہ بات تو ہمارے لئے بڑی تشویش ناک ہے۔ یہ واقعہ کب رونما ہو گا میرے عہد حکومت میں یا اس کے بعد؟" سطیح نے کہا "آپ کے عہد حکومت سے ساٹھ یا ستر سال بعد یہ واقعہ رونما ہو گا"۔ بادشاہ

"اَكَلَتْ مِنهَا كُلَّ ذَاتِ جُمْجُمَه" یہاں كُلُّ ذِی جُمْجُمَةٍ نہیں کہا گیا تاکہ اس میں عمومیت پائی جاسکے کہ اس نے ہر روح والی چیز کو ہڑپ کر لیا کیونکہ نفس اور روح کی طرف نسبت کرنے میں عمومیت پائی جاتی ہے اور اس میں ہر ذی روح چیز شامل ہوتی ہے اگر ذات کو مذکر ذکر کیا جاتا تو پھر یہ صرف انسان کے ساتھ ہی خاص ہوتا۔ لَيَهْبِطَنَّ اَرْضَكُمُ الْحَبْشُ۔ تمہارے پاس حبشہ کی فوج آئے گی اس سے مراد حَبَش بن کُوش بن حام بن نوح کی اولاد ہے۔ حبشہ کا نام اسی کے نام پر رکھا گیا۔ مَابَيْنَ اَبْيَنِ اِلٰى جُرَش۔ سیبویہ نے اَبْیَن کو ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور فتح کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ ابین سے مراد ابین بن زہیر بن ایمن بن الہمیسع ہے جو حمیر کی اولاد میں سے تھا۔ اسی کے نام پر ابین شہر آباد ہوا۔

امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابین اور عدن دو بھائی تھے جو عدنان کے بیٹے تھے ابین اور عدن شہران کے نام ہی سے آباد کیے گئے۔

اس واقعہ کے بعد سطیح عرصہ دراز تک زندہ رہا حتی کہ اس نے وہ سعادت اندوز وقت بھی پایا جب سرورِ کون و مکان ﷺ اس عالم میں جلوہ گر ہوئے۔ کسریٰ انوشروان بن قباذ نے ایوان کسریٰ کو لرزتے ہوئے دیکھا وہ آتش کدہ جو ایک ہزار سال سے مسلسل ضوفشاں تھا اچانک بجھ گیا اور اس کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ مُوبَذَان (مفتی یا قاضی) نے کسریٰ کو اپنا خواب سنایا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ سرکش اونٹ عربی النسل گھوڑوں کو دھکیل رہے ہیں وہ اونٹ ان کے شہروں میں پھیل گئے

نے پوچھا کیا اہل حبش کی حکومت کو دوام ملے گا یا ان کی حکومت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گی"۔ سطیح نے کہا "ان کی حکومت انتشار کا شکار ہو جائے گی۔ ان کے مابین قتل و غارت ہو گی پھر وہ یہاں سے بھاگ جائیں گے"۔ بادشاہ نے پوچھا "ان کی حکومت کو کون ختم کرے گا اور انہیں یہاں سے نکل جانے پر کون مجبور کرے گا؟" سطیح نے کہا "ارم بن ذی یزن عدن سے ان کے مقابلہ کے لئے آئے گا"۔ بادشاہ نے استفسار کیا "کیا ارم بن ذی یزن کی سلطنت ابدی ہو گی یا وہ بھی ختم ہو جائے گی؟" سطیح نے کہا "اس کی حکومت بھی اختتام پذیر ہو جائے گی"۔ بادشاہ نے پوچھا اس کی حکومت کون ختم کرے گا؟ سطیح نے کہا: نَبِیٌّ زَکِیٌّ یَاْتِیْهِ الْوَحْیُ مِنْ قِبَلِ الْعَلِیِّ۔

ہیں۔ بحیرۂ ساوہ کا پانی خشک ہو گیا ہے۔ کسریٰ نے عبدالمسیح بن عمرو بن حیّان بن نفیلہ کو سطیح کی طرف بھیجا۔ سطیح عبدالمسیح کا ماموں تھا۔ اسی لئے کسریٰ نے اس کو بھیجا تا کہ وہ اسے اس انقلاب کی خبر دے اور موبذان کی خواب کی تعبیر بھی بتائے۔ جب عبدالمسیح سطیح کے پاس آیا تو وہ نزع کے عالم میں تھا اس نے ماموں کو سلام کیا لیکن سطیح نے کوئی جواب نہ دیا اس وقت عبدالمسیح نے یہ شعر پڑھے

اَصَمُّ اَمْ یَسْمَعُ غِطْرِیْفُ الْیَمَنِ ... اَمْ فَادَ فَازْلَمَّ بِهٖ شَاْوُ الْعَنَنْ
یَافَاصِلَ الْخُطَّةِ اَعْیَتْ مَنْ وَمَنْ ... اَتَاكَ شَیْخُ الْحَیِّ مِنْ آلِ سَنَنْ
وَاُمُّهٗ مِنْ آلِ ذِئْبِ بْنِ حَجَنْ ... اَبْیَضُ فَضْفَاضُ الرِّدَاءِ وَالْبَدَنْ
رَسُوْلُ قَیْلِ الْعُجْمِ یَسْرِیْ لِلْوَسَنِ ... لَا یَرْهَبُ الرَّعْدَ وَلَا رَیْبَ الزَّمَنْ
تَجُوْبُ بِی الْاَرْضَ عَلَنْدَاةٌ شَزَنْ ... تَرْفَعُنِیْ وَجْنًا وَتَهْوِیْ بِیْ وَجَنْ
حَتّٰی اَتٰی عَارِیَ الْجَآجِیْ وَالْقَطَنْ ... تَلُفُّهٗ فِی الرِّیْحِ بَوْغَاءُ الدِّمَنْ
کَاَنَّمَا حُثْحِثَ مِنْ حِضْنَیْ ثَکَنْ

"کیا وہ بہرہ ہو گیا ہے یا وہ صرف رئیس یمن کی بات سنتا ہے یا وہ فوت ہو چکا ہے اور اس پر موت قابض ہے اے امرِ دشوار کا فیصلہ کرنے والے! تمام اس مسئلہ کو سلجھانے سے عاجز آگئے ہیں۔ آل سنن کا سردار تمہارے پاس آیا ہے۔ اس کی ماں کا تعلق آلِ ذئب بن حجن سے ہے وہ سفید رنگ، خوش عیش اور بھرپور بدن کا مالک ہے۔ وہ شاہِ عجم کا قاصد بن کر تیرے پاس آیا ہے نہ تو کڑک اور نہ ہی حوادثاتِ زمانہ اسے ڈرا سکتے ہیں۔ عَلَنْدَاةٌ شَزَنْ مجھے زمین پر لے کر چلتی رہی وہ کبھی مجھے بلندی پر اور کبھی پستی میں لے جاتی۔ حتیٰ کہ میری سواری جاجی اور قطن میں آگئی۔ دامن کوہ کی مہک نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ثکن کے دونوں اطراف سے بجلی کوندی"۔

ایک پاکباز نبی ﷺ اس کی حکومت کو ختم کریں گے۔ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آتی ہو گی''۔ بادشاہ نے پوچھا'' یہ نبی اکرم ﷺ کس خاندان میں پیدا ہوں گے؟'' سطیح نے کہا'' یہ نبی محترم ﷺ غالب بن فہر بن مالک بن النضر کی اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کی سلطنت زمانہ کے آخر تک رہے گی''۔ بادشاہ نے پوچھا'' زمانے کا آخر بھی ہوگا؟'' سطیح نے کہا'' ہاں'' اس دن پہلوں اور بعد والوں کو جمع کیا جائے گا۔ نیکوکار سعادت سے بہرہ مند ہوں گے جبکہ گناہ گاروں کو بدبختی کا سامنا کرنا پڑے گا''۔شاہِ یمن نے پوچھا'' اے سطیح! جو کچھ تو بیان کر رہا ہے کیا یہ سچ ہے؟'' سطیح نے کہا'' ہاں شفق کی سرخی، رات کی سیاہی اور دن کی سپیدی کی قسم! جو کچھ میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے وہ حق ہے''۔

پھر کچھ دیر بعد شق بھی شاہِ یمن کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اسے بھی وہی بات کہی جو وہ پہلے سطیح سے کہہ چکا تھا۔ اس نے سطیح کی بیان کردہ تعبیر کو بھی شق سے پوشیدہ رکھا تا کہ اسے معلوم ہو سکے کہ وہ اس کی خواب کی تعبیر میں اتفاق کرتے ہیں یا اختلاف۔ شق نے کہا'' ہاں! آپ نے ایک شررفشاں انگارہ دیکھا ہے جو تاریکیوں سے نکلا وہ باغ اور ٹیلے کے مابین گرا ہے اور وہاں کی ہر ذی روح چیز کو ہڑپ کر گیا ہے'' جب شق نے یہ خواب بیان کیا تو بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ ان دونوں نے ایک جیسا خواب ہی بیان کیا ہے سوائے اس کے کہ سطیح نے کہا تھا کہ وہ انگارے سرزمین تہامہ میں گرے تھے اور ہر کھوپڑی والی چیز کو کھا گئے اور شق نے کہا وہ انگارے باغ اور

جب سطیح نے عبدالمسیح کے یہ اشعار سنے تو اس نے سر اٹھایا اور کہا:

عَبْدُالْمَسِيْحِ جَاءَ عَلٰى جَمَلٍ مَشِيْحٍ جَاءَ اِلٰى سَطِيْحٍ حِيْنَ اَوْفٰى عَلَى الضَّرِيْحِ

بَعَثَكَ مَلِكُ بَنِي سَاسَانَ لِارْتِجَاسِ الْاِيْوَانِ وَخُمُوْدِ النِّيْرَانِ وَرُؤْيَا الْمُوْبِذَانِ

عبدالمسیح تیز رفتار اونٹنی پر سطیح کے پاس آیا اس وقت وہ قریب الموت تھا۔ تمہیں شاہِ ساسان نے بھیجا ہے کیونکہ ایوانِ کسریٰ لرز اٹھا ہے آتش کدۂ فارس بجھ گیا ہے اور موبذان نے اس کو بتایا ہے کہ قوی اونٹ خالص عربی گھوڑوں کو دھکیل رہے ہیں۔ وہ دریائے دجلہ عبور کر چکے ہیں اور ملک فارس میں پھیل چکے ہیں۔ اے عبدالمسیح! جب تلاوت عام اور ظاہر ہو گی بحیرہ ساوہ خشک ہو جائے گا صاحبِ عصا ظاہر ہو گا۔ وادی سماوہ میں طغیانی ہو گی تو سمجھ لیجئے کہ شام سطیح کا نہ ہو گا۔ ان گرنے والے کنگروں کی تعداد کے برابر ان کے بادشاہ ہوں گے۔ جو واقعہ رونما ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ پھر عبدالمسیح کسریٰ کے پاس لوٹ آیا۔

ٹیلے کے درمیان گرے اور ہر ذی روح چیز کو ہڑپ کر گئے۔

خواب سن کر بادشاہ نے کہا'' اے شق! تو نے خواب بیان کرنے میں ذرہ بھر خطا نہیں کی۔ اب اس کی تاویل سے مجھے آگاہ کر''۔شق نے کہا'' مجھے دوسنگلاخ پہاڑوں کے مابین بسنے والے انسانوں کی قسم! تمہاری سرزمین پر سوڈانی آئیں گے،وہ ہر چیز پر غلبہ پالیں گے۔ابین سے لے

کچھ شاہان ایران کی تاریخ سے

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ کہا ہے کہ ربیعہ بن نصر نے اپنے اہل وعیال کو تیاری کرنے کا حکم دیا اور ایک بادشاہ کے نام خط لکھا جس کا نام ''سابور بن خُرَّزاذ'' تھا۔ اس کے متعلق شیخ حافظ ابوالقاسم عفا اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فارس کے بنو ساسان کے بادشاہوں میں کوئی بھی سابور نامی بادشاہ نہ تھا اَزْدَشیر بن بابک سے لے کر یَزْدَ جرد تک تمام بادشاہ مشہور ہیں۔لوگ ان کے ناموں سے بھی آشنا ہیں اور ان کی حکومت کی مدت سے بھی آگاہ ہیں۔مؤرخین ان سب کو خوب جانتے ہیں ممکن ہے کہ سابوران عظیم بادشاہوں میں سے نہ ہو بلکہ ملوک الطوائف میں سے ہو یہی بات درست معلوم ہوتی ہے۔اس بادشاہ کو ربیعہ بن نصر کے زمانہ میں غلبہ نصیب ہوا ہوگا۔اس لئے اس نے اس کی طرف خط لکھا کیونکہ ربیعہ بن نصر عمرو بن عدی اور خزیمہ کے بھانجے کا دادا تھا۔خزیمہ کی سلطنت کا پہلا زمانہ ملوک الطوائف کی نذر ہوا جب کہ اس کی حکومت کا آخری عہد ساسانیوں کے دورِ حکومت میں تھا۔سابور بن ازدشیر خاندانِ ساسان میں سے سب سے پہلے مملکت حیرہ کا والی بنا۔ملوک الطوائف میں باہمی عداوت رہتی تھی وہ ایک دوسرے پر شب خون مارتے تھے ہر بادشاہ نے اپنے تحفظ کے لئے قلعے بنا رکھے تھے ان میں سے کچھ عرب بھی تھے اور کچھ اشغانی بھی تھے۔اشغانیوں نے فارس کا مذہب اپنا لیا تھا ان میں سے اکثر اپنے آپ کو دارا بن دارا کی اولاد بتاتے تھے۔اسکندر بن فیلبش یونانی نے ان کی جمعیت کو توڑا۔ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور ان کو ایک دوسرے کا دشمن بنایا۔اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کی سلطنت کو نہ تو استحکام مل سکے اور نہ ہی وہ دائمی اقتدار کو پا سکیں۔اسکندر نے جب دارا کو مغلوب کر لیا اور اس کے شہروں پر قبضہ کر لیا تو اس کی بیٹی روشنک سے شادی کر لی۔دارا نے اس کو یہ وصیت اس وقت کی تھی جب وہ خون میں لت پت تھا،اس وقت سکندر اس کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔سکندر نے دارا کے سر کو اپنی ران پر رکھا اور کہا:

''اے لوگوں کے سردار! میں نے تمہیں نہ تو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے اور نہ ہی اس پر راضی ہوں۔ کیا اس وقت تمہاری کوئی حاجت ہے جسے میں پورا کر سکوں''۔

کر نجران تک ان کی حکومت کے جھنڈے لہرائیں گے۔ بادشاہ نے کہا ''اے شق! مجھے تیرے باپ کی قسم! یہ بات تو بڑی تکلیف دہ ہے یہ واقعہ کب رونما ہوگا میرے اقتدار میں یا اس کے

دارا نے کہا'' ہاں تم میری بیٹی روشنک کے ساتھ شادی کرلو اور ان لوگوں کو مار ڈالو جنہوں نے مجھے قتل کیا ہے''۔ یہ وصیت کرنے کے بعد دارا مر گیا۔ سکندر نے دارا کی وصیت پر عمل کیا اس نے اہل فارس کی جمعیت کو بکھیر کر رکھ دیا۔ ان کے مابین عربوں کو داخل کیا کیونکہ ہر بادشاہ زمین کے کچھ حصہ پر حکمران تھا۔ اس لئے انہیں ملوک الطوائف کا نام دیا جاتا ہے۔

مؤرخ الطبری کے مطابق سکندر کے خاندان نے چار سو اَسّی سال حکومت کی۔ بعض مؤرخین اس مدت میں کمی کرتے ہیں لیکن مسعودی نے یہ مدت پانچ سو بیس سال بتائی ہے انہی کے دورِ حکومت میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام مبعوث ہوئے۔ آپ علیہ السلام کی ولادت کے وقت سکندر کی موت کو تین سو سال گزر چکے تھے شاید ان بادشاہوں میں سے ابن خُرزاد بھی ہو۔ اشغانی بادشاہوں اور ملوک الطوائف کے بعد بنو ساسان کو اقتدار نصیب ہوا۔ یہ بنو ساسان بن بہمن تھے ان کا تعلق کینیہ سے تھا ان کو کینیہ اس لئے کہتے تھے کیونکہ ان میں سے ہر ایک ''کَی'' کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ ''کَی'' کا معنیٰ حسن و جمال ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ ''بدلہ لینا'' ہے۔

سب سے پہلے افریدون نے اپنا نام ''کَی'' رکھا تھا کیونکہ اس نے ضحاک کو قتل کر کے اپنے دادا جم کا بدلہ لیا تھا اس کے بعد اقتدار منوشہر کے پاس چلا گیا۔ اسی کے دورِ حکومت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ اس کتاب میں ''کَی'' یستاسب کا بھی کچھ تذکرہ ہوگا اسی نے بخت نصر پر فتح حاصل کر کے اس کا اقتدار سنبھالا تھا۔ بخت نصر ہی وہ شخص تھا جس نے الحیرہ کو اس وقت حیران کر دیا تھا جب اس نے وہاں عرب کے قیدی بسائے تھے۔ وہاں کے لوگ اس کے اس فعل پر حیران ہوئے۔ اسی لئے اس جگہ کا نام حیرہ پڑ گیا۔ اس کا نام بُوخت سے مشتق ہے۔ بُوخت کا معنیٰ کھجور ہے کیونکہ اس کی ولادت کھجور کے تنے کے ساتھ ہوئی تھی۔

پھر کی یستاسب کے بعد بہمن بن اسندیاذ بن یستاسب والیٔ مملکت بنا، اس کے دو نورِ نظر تھے دارا اور ساسان۔ ساسان عمر میں بڑا تھا وہ اپنے باپ کے بعد سلطانی کا خواہاں تھا لیکن بہمن نے اقتدار دارا کے سپرد کیا۔ اس کو یہ ترغیب دارا کی والدہ خمان نے دی تھی یہ فیصلہ سن کر ساسان پہاڑوں کی طرف نکل گیا۔ اس نے دنیا سے کنارہ کشی کر لی، اس نے اپنے بیٹوں سے یہ عہد لیا کہ اگر انہیں غلبہ نصیب ہو تو وہ تمام اشغانیوں کو قتل کر دیں کیونکہ وہ دارا کی نسل میں سے تھے۔ جب ازدشیر بن بابک کو بادشاہت ملی

بعد؟" شق نے کہا "یہ واقعہ آپ کے دور حکومت کے بعد ظہور پذیر ہوگا پھر اچانک عظیم جوان اہل یمن کو سوڈانیوں سے نجات دلائے گا۔ وہ ان کو عبرت ناک شکست سے دوچار کرے گا۔

تو اس نے ملوک الطوائف کو اپنے ساتھ مل جانے کی دعوت دی تاکہ ہر مخالف سے ٹکر لی جاسکے۔ اکثر بادشاہوں نے اس کے ساتھ تعاون کیا انہوں نے مل کر دشمنوں کو مغلوب کر لیا۔ ازدشیر نے اشغانیوں کو چن چن کر قتل کیا۔ اس نے ان کے بادشاہ اَرْدَوان کو قتل کر دیا اور اس کے محل پر قبضہ کر لیا۔ اسے وہاں ایک حسین وجمیل عورت ملی اردشیر نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں بادشاہ کی لونڈی ہوں حالانکہ وہ شہنشاہ اَرْدَوان کی بیٹی تھی۔ وہ اس حیلے سے جان بچانا چاہتی تھی کیونکہ ازدشیر نے ان کے تمام مرد اور عورتوں کو تہہ تیغ کر دیا تھا۔ اس نے اس عورت کے قول کو سچا سمجھا اور اسے اپنی لونڈی بنا لیا جب وہ حاملہ ہوگئی اور اسے اپنی نجات کا یقین ہوگیا تو اس نے ازدشیر کو بتایا کہ وہ اس اشغانی کی بیٹی ہے جسے اس نے ہلاک کیا تھا اور اس کا نام اردوان تھا۔ ازدشیر نے اپنے وزیر کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو زمین میں دفن کر دے۔ وزیر کو یہ بات سخت ناگوار گزری کہ وہ اس عورت کو ہلاک کرے جس کے پیٹ میں شاہِ وقت کا بچہ ہو۔ لیکن اس نے بادشاہ کی حکم عدولی کو بھی مناسب نہ سمجھا۔ اس نے اس عورت کے لئے زیرزمین ایک محل تیار کروایا پھر اپنے آپ کو خصی کیا۔ اپنے جذبات کو کنٹرول کیا۔ اس نے کچھ یادداشتیں لکھیں انہیں ریشم کے کپڑے میں رکھ کر ایک ڈبیہ میں بند کر دیا پھر اس پر مہر لگا دی۔ وہ بادشاہ کے پاس آیا اور اسے اس کے سپرد کر دیا۔

اس محل میں اس وزیر کے علاوہ کسی اور کو جانے کی اجازت نہ تھی صرف اس کی نگاہیں ہی اس عورت کو دیکھ سکتی تھیں۔ حتیٰ کہ اس عورت نے ایک بچے کو جنم دیا۔ وزیر نے بادشاہ کی عدم موجودگی میں اس کے نورِ نظر کا نام رکھنا پسند نہ کیا وہ اسے شاہ پور کے نام سے پکارنے لگا۔ شاہ پور کا معنی ہے "بادشاہ کا بیٹا"۔ یہ بچہ اسی نام سے معروف ہوگیا وہ کسی دوسرے نام سے آشنا نہ تھا۔ جب وہ تعلیم کے قابل ہوا تو وزیر نے اسے عمدہ تعلیم دی اور اچھے انداز میں اس کی تربیت کی حتیٰ کہ وہ بچہ جوان ہوگیا۔ ایک دن وہ وزیر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ اس وقت بادشاہ نے شدت غم میں اپنا سر جھکا رکھا تھا۔ وزیر نے کہا "اے شاہ والا نژاد! میں آپ کے اس غم واندوہ کو نہیں دیکھ سکتا"۔ بادشاہ نے کہا "مجھے یہ سوچ کر اذیت ہوتی ہے کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں لیکن میرا کوئی بچہ نہیں جو میرے بعد میرے امر کا والی بنے۔ میں اس انتظام کی بدنظمی اور اس اجتماع کے افتراق سے خوفزدہ ہوں"۔ وزیر نے کہا "اے بادشاہ سلامت! میرے پاس آپ کی ایک امانت ہے"۔ بادشاہ نے پوچھا "وہ امانت کیا ہے؟" وزیر نے حقیقت حال سے نقاب کشائی کرتے

بادشاہ نے پوچھا یہ عظیم جوان کون ہوگا؟ شق نے جواب دیا'' وہ ایک جوان ہوگا نہ وہ موٹے جسم کا ہوگا اور نہ ہی وہ ناز پروردہ ہوگا۔ وہ ذی یزن کے گھر سے نکلے گا وہ کسی بھی یونانی کو یمن میں رہنے

ہوئے کہا اے شاہِ ذی مرتبت! آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے ایک دفعہ مجھے حکم دیا تھا کہ میں ایک لونڈی کو مار دوں۔ میں نے نہ تو آپ کے حکم سے سرتابی کو مناسب سمجھا اور نہ ہی اس حاملہ لونڈی کو موت کے گھاٹ اتار دینا مناسب سمجھا۔ میں نے زیر زمین ایک محل تیار کیا اور اس لونڈی کو اس میں پوشیدہ رکھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بادشاہ کے فرزند ارجمند کو پیدا کیا۔ اس لونڈی نے اس بچے کو اپنا دودھ پلایا اور اس کی پرورش کی۔ آپ کی یہی وہ امانت ہے جو میرے پاس ہے اگر شاہِ وقت اجازت مرحمت فرمائیں تو میں وہ امانت پیش کر دوں''۔

ازدشیر نے فارس کے ایک سوایسے جوانوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا جو ڈنڈے اور گیند کے ساتھ کھیل سکتے ہوں تاکہ وہ کھیل قصر شاہی میں کھیلا جائے۔ کھیل کا آغاز ہوا۔ دوران کھیل وہ گیند کبھی کبھی ایوان شاہی میں بھی چلی جاتی تھی۔ اس وقت تمام جوانوں پر ہیبت طاری ہو جاتی وہ گیند کے حصول کے لئے ایوان شاہی کی طرف جانے کی جسارت نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک جوان نے اس گیند کو ٹھوکر لگائی۔ جس سے وہ گیند تختِ شاہی پر جا گری۔ وہ جوان بالکل خوفزدہ نہ ہوا وہ آگے بڑھ کر سکون سے گیند اٹھا کر جانے لگا۔ جب بادشاہ نے اس جوان کی یہ جرأت اور عزت نفس ملاحظہ کی تو اس نے کہا '' آفتاب جہانتاب کی قسم! یہ ہی میرا بیٹا ہے''۔ بادشاہ نے اس جوان کو اپنے پاس بلایا اور اس کا نام پوچھا؟ اس نے اپنا نام شاہ پور بتایا۔ بادشاہ نے کہا'' اے جوان! تو نے سچ کہا ہے تو ہی میرا لخت جگر ہے۔ تیرا یہ نام میں نے ہی رکھا تھا۔ پور کا معنی بیٹا اور شاہ کا معنی بادشاہ ہے۔ یہ اضافت مقلوبیہ ہے پھر اہل عرب اس نام کو بدل کر سابور کہنے لگے، بنو ساسان کے بادشاہوں کو اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔

ان بادشاہوں میں سے ایک سابور ذوالاکتاف بھی تھا یہ سرزمین عرب پر حملہ آور ہوتا اور اہل عرب کے کندھے اکھیڑ کر رکھ دیتا۔ جب یہ ظالم بادشاہ بنو تمیم کی زمین سے گزرا تو وہ اس کے خوف سے بھاگ گئے۔ وہ عمرو بن تمیم کو وہیں چھوڑ گئے۔ اس وقت اس کی عمر تین سو سال تھی۔ کبرسنی کی وجہ سے وہ چلنے پر قادر نہ تھا۔ اس کو ایک ٹوکری میں رکھ کر خیمہ کے اندر لٹکا دیا جاتا تھا۔ اس کو گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا جب سابور نے اس سے گفتگو کی تو اسے معلوم ہوا کہ وہ بوڑھا عمدہ رائے والا اور صاحب عقل و دانش تھا۔ اس نے بادشاہ سے کہا'' اے شاہِ ذیشان! تو عربوں کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہا ہے؟'' سابور نے کہا'' اس ظلم و ستم کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب یہ گمان کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں

کی اجازت نہیں دے گا"۔

بادشاہ نے پوچھا کیا "اس کی حکومت دائمی ہو گی؟" شق نے کہا "اس کی سلطنت عارضی ہو

ان میں سے ایک نبی مبعوث ہوں گے پھر یہ ملک اہل عرب کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ یہ سن کر اس بوڑھے تمیمی نے کہا "بادشاہوں کی بردباری اور عقل سلیم کہاں چلی گئی؟ اگر اہل عرب کا یہ قول جھوٹا ہے تو پھر تجھے کوئی اندیشہ نہیں ہے اگر ان کی یہ بات سچ ثابت ہوئی تو اس وقت اگر انہوں نے تجھے پابند سلاسل کر لیا اور تیرا ان پر کوئی احسان ہوا تو وہ تجھے اس کا ضرور بدلہ دیں گے بلکہ اس احسان کی وجہ سے وہ تیری اولاد کی بھی حفاظت کریں گے"۔ کہا جاتا ہے کہ اس بوڑھے کی یہ بات سن کر سابور واپس چلا گیا اور انہیں مزید تہہ تیغ نہ کیا بلکہ ان پر احسان کرتا رہا۔

پرویز بن ہرمز (مظفر) وہی بادشاہ تھا جس کی طرف نبی اکرم ﷺ نے اپنا نامہ مبارک لکھا تھا۔ یہ وہی بادشاہ تھا جسے خواب میں بارگاہِ ربوبیت میں پیش کیا گیا۔ اسے کہا گیا کہ وہ اپنی تمام سلطنت اس صاحبِ عصا (نبی مکرم ﷺ) کے حوالے کر دے۔ وہ بادشاہ ہمیشہ اس خواب کی وجہ سے پریشان رہتا تھا۔ حتیٰ کہ نعمان نے اس کو خط لکھا کہ تہامہ میں نبی اکرم ﷺ ظہور فرما چکے ہیں اس کو اسی وقت یقین ہو گیا کہ عنقریب حضور ﷺ اس کے امر کے والی بن جائیں گے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ سے عرض کی گئی۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو کیا دلیل دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اس باری تعالیٰ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتے نے اپنا ہاتھ اس کے محل کی دیوار سے اندر نکالا وہ ہاتھ نور کی وجہ سے چمک رہا تھا۔ اس نورانی ہاتھ کو دیکھ کر کسریٰ گھبرا گیا"۔ فرشتے نے کہا "اے کسریٰ! خوفزدہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مکرم ﷺ مبعوث فرما دیا ہے اسلام قبول کر لے تو سلامتی پا جائے گا"۔

پرویز بن ہرمز کے بعد سابور بن پرویز ابو شیرویہ تخت کسریٰ کا مالک بنا۔ یہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں دو ماہ تک تخت نشین رہا تھا پھر چھ ماہ تک اس کا بھائی بادشاہ رہا پھر اس کی بہن بوران نے انتظام مملکت سنبھال لیا۔ جب نبی اکرم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَا یُفلِحُ قَوْمٌ مَلَّکَتْهُمْ اِمْرَاَةٌ۔"

اس قوم نے کبھی فلاح نہ پائی جس کی بادشاہ عورت بن گئی۔

بوران نے ایک سال حکومت کی پھر وہ بھی ہلاک ہو گئی پھر مملکت کسریٰ کا شیرازہ بکھر گیا۔ جب مسلمان سرزمین فارس کی حدود پر غلبہ پا رہے تھے اس وقت اہل فارس نے یزد بن جرد بن شہریار کو

بالاتفاق اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا پھر ان کے ساتھ قادسیہ کی جنگیں لڑی گئیں۔ حتیٰ کہ اسلام کو غلبہ نصیب ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد ہمایوں میں ان کے شہر مسلمانوں کے زیر نگیں ہو گئے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سابر یہ کپڑوں کو سابور کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ علامہ خطابی کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ سابور کی نسبت تبدیل ہو چکی ہے۔ علماء نیساپور سے نسبت نیساپوری بناتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ''نی'' کا معنی قصب ''بانس'' ہے۔ اس جگہ پہلے بہت زیادہ بانس ہوتے تھے سابور نے اس جگہ ایک شہر بسایا اب اس شہر کو اس کی طرف ہی منسوب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے نیساپور۔

سطیح نے ربیعہ بن نصر کو خواب بیان کرتے ہوئے کہا'' پھر اہل حبشہ کو ارم بن ذی یزن یمن سے نکال دے گا۔'' ارم بن ذی یزن سیف بن ذی یزن کے نام سے مشہور ہے لیکن سطیح نے اس کو ارم کہا اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ ارم کا معنی علم ہے یہ لفظ بول کر سطیح نے سیف کی تعریف کی تھی یا پھر اس کی تخلیق اور قوت کو عاد ارم کے ساتھ تشبیہ دی ہو گی۔ ارشاد ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ (الفجر)

'' کیا آپ نے ملاحظہ نہ کیا کہ آپ کے رب نے کیا کیا عاد ارم کے ساتھ جو اونچے ستونوں والے تھے''۔

نعمان بن منذر کے نسب میں ایک اور رائے

ربیعہ بن نصر شاہانِ حیرہ میں سے تھا۔ شاہانِ حیرہ منذر کی اولاد میں سے تھے جبکہ منذر ماء السماء کا بیٹا تھا۔ ماء السماء منذر کی ماں تھی وہ اسی نام سے مشہور تھی۔ وہ نمر بن قاسط کی اولاد میں سے تھی۔ نمر بن قاسط کے بیٹے کا نام عمرو بن ہند تھا یہ بھی اپنی ماں کی طرف ہی منسوب تھا۔ اس کو عَمْرٌو مُحَرِّقٌ (جلانے والا) کہا جاتا تھا کیونکہ اس نے ملہم کے شہر کو نذر آتش کیا تھا۔ مبرد اور قتبی کا قول یہ ہے کہ اس کو محرّق اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ اس نے بنو تمیم کے ایک سو افراد زندہ جلا دیئے تھے۔ نصر بن ربیعہ کے بیٹے کا نام عدی تھا وہ جَذِیْمَہ ابرش کا کاتب تھا۔ اس کے بیٹے کا نام عمرو تھا جو جَذِیْمَہ کا بھانجا تھا۔ جَذِیْمَہ کی کنیت ابو مالک تھی اس کی بہن کا نام رَقَاش بنت مالک بن فہم بن غنم بن دوس تھا۔ عمرو کو ہی جن اٹھا کر لے گئے تھے جس سے یہ ضرب المثل مشہور ہوئی۔

گی ایک رسول مکرم ﷺ جو حق اور عدل کے ساتھ تشریف لائیں گے وہ اس کی حکومت کو ختم کر دیں گے۔ وہ نبی محترم ﷺ دین و فضل والے ہوں گے پھر یہ اقتدار روز قیامت تک ان کی قوم کے پاس ہی رہے گا"۔ بادشاہ نے پوچھا "یہ روزِ قیامت کیا ہے؟" شق نے کہا "وہ ایسا دن ہے جس میں والیانِ امر کو بدلا ملے گا آسمان سے پکار آئے گی جس کو زندہ اور مردہ سب سنیں گے۔ جس میں لوگوں کو ایک خاص عرصہ کے لئے جمع کیا جائے گا۔ خدا ترس اس روز فوز و خیرات سے سعادت مند ہوں گے زمین و آسمان کے پروردگار کی قسم! زمین و آسمان کے نشیب و فراز کی قسم! میں نے آپ سے حق بیان کیا ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو حق کے خلاف ہو"۔

بادشاہ کے دل میں ان دونوں کاہنوں کی تعبیر سے بہت زیادہ خوف پیدا ہو گیا اسی خوف کی وجہ سے اس نے اپنے اہل و عیال کو عراق بھیج دیا اور ان کی حفاظت اور اصلاح کے لئے شاہِ ایران شاہ پور کو لکھا۔ شاہ ایران نے انہیں مقام حیرہ میں ٹھہرایا شاہِ ایران کا نام سابور بن خرزاد بیان کیا جاتا ہے۔

شبَّ عَمرٌو عن الطوق۔ اس نے زباء بنت عمرو کو قتل کیا تھا۔

طبری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس عورت کا نام نائلہ تھا جبکہ دُرَید کے مطابق اس کا نام میسون تھا۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر سے استدلال کیا ہے:

أَتَعرِفُ منزِلًا بين المُنقّى وبينَ مَجَرِّ ناثِقةِ القديمِ

کیا تو اس منزل سے آشنا ہے جو منقی اور ناثقہ کی پرانی گزرگاہ کے درمیان ہے۔

عمرو بن ہند کے بھائی کا نام نعمان بن منذر ہے یہی ابن مَامَة ہے یہی عمرو کے بعد سلطنت کا والی بنا۔ عمرو کے دورِ حکومت میں نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس وقت فارس کے بادشاہ انوشیروان بن قباد تھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس نسب میں دو آدمیوں کو ساقط کر دیا ہے: 1۔ نعمان بن امرئ القیس 2۔ جس کا باپ امرء القیس بن عمرو بن عدی کہا جاتا ہے کہ نعمان امرء القیس کا بھائی تھا جو اس کے بعد والی مملکت بنا عنقریب ان کا ذکر آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

ابو کرب تبان اسعد کا یمن پر تسلط

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ربیعہ بن نصر ہلاک ہوگیا تو تمام یمن پر ابو کرب حسان بن تبان اسعد کا قبضہ ہوگیا۔ تبان اسعد سب سے آخری تُبّع ہے اس کا نسب یہ ہے: ابن کُلْکِي کَرِبَ بن زید۔ زید کو تبع اول کہا جاتا ہے اس کا نسب یہ ہے زید بن عمرو ذی الاذعار بن ابرہہ ذی المنار بن الریش۔

شاہ یمن

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یمن کے بادشاہ تبع کا نسب اس طرح لکھا ہے حسان بن تبان اسعد۔ تبان اسعد اگرچہ دو اسم ہیں لیکن باہم ملا کر ایک اسم بنا دیا گیا ہے اگر تو پسند کرے تو ان کو مضاف اور مضاف الیہ بنا سکتا ہے۔ جس طرح معدی کرب ہے اگر تو چاہے تو اس کے آخری اسم کو اعراب بھی دے سکتا ہے۔

تُبَّان ، تَبَانَتٌ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ذکاء اور فطانت ہے۔ کُلْکِي کَرِبُ بھی اسم مرکب ہے کُلْکِيُ کَرِبَ کی سلطنت صرف پینتیس سال برقرار رہ سکی یہ ایک کم ہمت اور کمزور دل بادشاہ تھا۔ اس نے کبھی کسی سے جنگ نہیں کی تھی اس نسب میں بہت سے نام محذوف ہوگئے ہیں۔ عمرو ذی الاذعار کے بعد ناشر بن عمرو حاکم بنا تھا۔ اس کو ناشر النِعم بھی کہتے تھے کیونکہ اس نے اپنی سلطنت کو خوب وسیع کیا تھا۔ اس کا نام مالک تھا یہ رُجَیم بن سلیمان علیہ السلام کے قتل کے بعد شام کا حکمران بنا۔ یہ ریت کی ایک وادی میں اقامت گزیں ہوا۔ تیز آندھی کی وجہ سے اس کی کچھ فوج ریت کے نیچے دب گئی اس کے بعد تبع الاقران والی مملکت بنا۔ اس کا نام افریقیس بن قَیس تھا۔ افریقہ کی بنیاد اسی نے رکھی تھی اور اسی کے نام پر اس کا نام رکھا گیا پھر بربر کنعان سے نکل کر افریقہ میں چلے گئے۔ تُبّع بن الاَقْرَنْ کو ہی تُبّع اَوْسَط کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد شہر بن مالک کا نام آتا ہے اس نے سمرقند آباد کیا تھا۔ مالک کا نام الاُمْلَوک ہے بَنُو الاُمْلُوک کے متعلق شاعر کہتا ہے:

فَنَقِّبْ عَنِ الْاُمْلُوْكِ وَاهْتِفْ بِيَعْفُرٍ ۔۔۔ وَعِشْ جَارَ عِزٍّ لَا يُغَالِبُهُ الدَّهْرُ

املوک کی سلطنت میں داخل ہو جا اور یعفر سے اپنا ناطہ توڑ لے۔ تو ایسے معزز ہمسایہ کی مانند زندگی بسر کر جس پر زمانہ غالب نہیں آسکتا۔

کہا جاتا ہے کہ املوک منوشہر کے زمانہ میں حکمران بنا اور اسی کے زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ عمرو ذالاذعار حضرت سلمان علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں حکمران بنا تھا یا اس کا دور

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رِیْش کو رَائِش بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ابن عدی بن صیفی بن سباء الاصغر بن کَعْب بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جُشَم بن عبد شمس بن وائل بن الغوث بن قطن بن عَرِیب بن زہیر بن ایمن بن الھَمَیْسع بن العَرَنْجَج بن یعرب بن یشجب بن قحطان ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابوکرب تبان اسعد وہی ہے جو مدینہ طیبہ آیا تھا وہاں سے یہودی علماء کو یمن لے کر گیا تھا۔ اس نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی اور اس پر غلاف چڑھایا تھا۔ اس کی بادشاہی ربیعہ بن نصر کی بادشاہی سے پہلے تھی۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی شاعر نے یہ شعر اسی کے متعلق

حکومت آپ علیہ السلام سے تھوڑا سا قبل ہے۔ اس نے دیارِ مغرب میں غارت مچائی اس کے ساتھ ایسی قوم تھی جن کے چہرے ان کے سینوں میں تھے۔ لوگ انہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتے تھے اس لئے وہ انہیں ذُوالاَذْعَار کہتے تھے۔ اس کے بعد بِلْقِیس بن ھُدَا ھِد بن شُرَحْبِیْل حکمران بنی۔ اسی کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی رفاقت نصیب ہوئی تھی۔ اس کی ماں کا نام یَلْمُقَة بنت جنی تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس کا نام رَوَاحه بنت سُکَین تھا۔ گمان کیا جاتا ہے کہ اس نے عمرو ذی الاذعار کو فریب دے کر قتل کیا تھا۔ اس کے باپ کا نام ابرہہ ذی المنار بن الصعب تھا۔ ابرہہ کو ذوالمنار اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ وہ بلند و بالا پہاڑوں پر رات کو آگ جلاتا تھا تاکہ لوگوں کو راستہ تلاش کرنے میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ حَسَّان وہی ہے جس نے طَسْم کو قتل کیا تھا اور یَمَامَه زَرْقَاء کو سولی پر چڑھایا تھا کیونکہ اس نے اس کے خلاف رَبَاح بن مُرَّہ سے مدد طلب کی تھی یہ جدیس کا ساتھی تھا۔

لغت یمن میں تبع کا معنی ایسا بادشاہ ہے جس کی اتباع کی جائے۔ مسعودی کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ کو اس وقت تک تبع نہیں کہا جاتا تھا جب تک وہ یمن، شحر اور حَضَرَ مَوت پر تسلط نہ جمالیتا تھا۔ پہلے تبع کا نام حارث رائش تھا وہ ابن ھَمَّال بن ذی شَدَد تھا۔ اس کو رائش کہنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی بخشش وعطا کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے رہتے تھے یہ لوگوں میں مال غنیمت بھی تقسیم کرتا تھا۔

عَرَنْجَج

اس کا نام حمیر بن سباء بیان کیا جاتا ہے حمیر کا معنی عتیق ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تبع اوسط حَسَّان بن تُبَان اسعد کے زمانہ میں عمرو بن عامر یمن سے سیل عرم کی وجہ سے نکلا تھا۔ وہ عمرو جس کا تذکرہ ابن اسحاق نے کیا ہے وہ مَوْثَبان تھا کیونکہ وہ ہمہ وقت بستر پر لیٹا رہتا تھا اور میدان دغا کی طرف نہیں جاتا تھا۔ اس لئے اس کا نام موثبان پڑ گیا۔

ہی کہا ہے ۔

لَيْتَ حَظِّي مِنْ أَبِي كَرِبٍ أَنْ يَسُدَّ خَيْرُهُ خَبَلَه

کاش میں ابو کرب کے زمانہ کو پالیتا تو اس کی خیر و برکت اس کی برائی کو روک لیتی ۔

تبع کی اہل مدینہ سے لڑائی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تبع نے مدینہ اور یمن کے مابین ایک راستہ بنایا تھا جس پر وہ سفر کرتا تھا۔ اہل مدینہ سے وہ کوئی تعرض نہ کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ اپنے بیٹے کو مدینہ چھوڑ گیا کسی نے اسے دھوکہ دے کر قتل کر دیا۔ جب تبع کو اپنے بیٹے کے قتل کی خبر ملی تو اس نے اہل مدینہ کو سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے مدینہ طیبہ کے نخلستان برباد کر دیئے۔ انصار کے ایک سردار عمرو بن طلحہ

تبع اور اہل مدینہ

امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تبع مدینہ کو نیست و نابود کرنے کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ وہ اس میں بسنے والے یہودیوں کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اوس اور خزرج یہودیوں کے ساتھ ہی مدینہ منورہ آئے تھے جب اوس، خزرج اور یہودی یمن سے نکلے تو انہوں نے آپس میں بہت سے عہد اور شرائط طے کی تھیں لیکن یہودی ان عہود اور شرائط کی پاسداری نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے رہتے تھے۔ بالآخر مجبور ہو کر اوس اور خزرج نے تبع سے مدد طلب کی ان کی دادرسی کے لئے تبع مدینہ منورہ آیا تھا لیکن دیگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اَبُوْ جُبَیْلَہ الغَسَّانی کے متعلق ہے۔ اوس اور خزرج نے اس سے ہی یہودیوں کے خلاف مدد طلب کی تھی۔

بنو نجار کا وہ شخص جس نے بادشاہ کے کھجوروں کے باغ پر حملہ کیا تھا اس کا نام **مالک بن العَجْلان** تھا۔ یہ امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں کیونکہ تبع اور مالک بن العَجْلان کے زمانہ میں بہت بعد ہے۔ مالک بن العَجْلان کا واقعہ ابی جُبَیْلہ الغسّانی کے ساتھ اس وقت پیش آیا تھا جب انصار نے اس سے یہودیوں کے خلاف مدد طلب کی تھی۔ اَبُو جُبَیلہ مدینہ منورہ آیا اور اس نے بہت سے یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تبع کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے اس کے اور ظہور اسلام کے مابین سات سو سال کا عرصہ ہے۔ اَبُو جُبَیْلہ کا صحیح نام جُبَیلہ ہے یہ اس کی کنیت نہیں ہے یہ ابن عمرو بن جبلہ بن جفنہ ہے جفنہ جبلہ بن الایہم کا دادا بنو جفنہ کا آخری بادشاہ تھا۔ جب جبیلہ مدینہ طیبہ سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں اس نے پانی پیا۔ اس پانی میں ایک جونک تھی جو اس کے اندر چلی گئی اور اس کی ہلاکت کا سبب بن گئی۔

نے تبع کا مقابلہ کیا۔ یہ عمرو بن طلہ بنونجار کا بھائی تھا اور بنوعمرو بن مبذول کی اولاد میں سے تھا۔ مبذول کا نام عامر بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب تبع نے مدینہ منورہ کو تباہ کرنے اور یہودیوں کو سبق سکھانے کا ارادہ کیا تو ان میں سے ایک شخص جس کی عمر دوسو پچاس (250) سال تھی نے کہا: بادشاہ کا ظرف اس سے کہیں وسیع تر ہوتا ہے کہ وہ غصہ کی وجہ سے طیش میں آئے یا غصہ اس کو راہِ راست سے ہٹا دے۔ اس کا معاملہ اس سے کہیں عظیم تر ہے کہ ہماری وجہ سے اس کا حلم کم ہو جائے اور ہم اس کے چہرے کی زیارت سے محروم ہو جائیں۔ علاوہ ازیں یہ شہر اس نبی محترم علیہ السلام کی ہجرت گاہ بھی ہے جو دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث ہوں گے''۔

بادشاہ کو یہ پیغام سنانے والا یہودی ان دو علماء میں سے ایک تھا جن کا ذکر ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے ان میں سے ایک کا نام سحیت اور دوسرے کا نام منبہ تھا۔ قاسم بن ... روایت کے مطابق بادشاہ کے ساتھ ہمکلام ہونے والے کا نام بلیامین تھا۔ وہ عورت جو بادشاہ کے لئے بئر ردمہ سے پانی لے کر آئی تھی اس کا نام فکیہہ تھا اس کا تعلق بنوزریق سے تھا۔ جب علماء نے تبع سے وہ گفتگو کی جو اوپر گزر چکی ہے تو اس نے فوراً جنگ روکنے کا حکم دیا۔ فکیہہ پانی لے کر فوج کے مسکن میں داخل ہو رہی تھی۔ تبع نے اس کو اتنا کثیر مال دیا کہ وہ غنی ہو گئی پھر ظہورِ اسلام تک اس کا قبیلہ تمام انصار سے زیادہ دولت مند رہا جب تبع کو مدینہ طیبہ کی عظمت معلوم ہوئی اور نبوت مصطفیٰ علیہ السلام سے آشنا ہوا تو اس نے یہ شعر کہے۔

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ رَسُوْلٌ مِنَ اللّٰهِ بَارِئِ النَّسَمِ
وَلَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلٰى عُمْرِهٖ لَكُنْتُ وَزِيْرًا لَّهٗ وَابْنَ عَمِّ
وَجَاهَدْتُ بِالسَّيْفِ اَعْدَاءَهٗ وَفَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ كُلَّ هَمِّ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت کے رسول ہیں جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میری عمر نے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری تک وفا کی تو میں حضور علیہ السلام کا وزیر ثابت ہوں گا اور ایک چچازاد کی طرح معاون و مددگار بنوں گا۔ میں شمشیر بے نیام کے ساتھ ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے سینۂ اقدس سے ہر دکھ مٹا دوں گا''۔

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب القبور میں اور ابو اسحاق الزجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المغازی میں لکھا ہے کہ صنعاء میں ایک قبر کی کھدائی کی گئی اس سے دو عورتوں کی لاشیں نکلیں۔ ان کے

عمرو بن طلّة کا نسب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن طلۃ ، عمرو بن معاویہ بن عمر بن عامر بن مالک ابن نجار تھا۔ طلّہ اس کی ماں کا نام تھا وہ بنت عامر بن زُرَیق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن

پاس چاندی کی لوح تھیں جن پر سونے کے ساتھ لکھا ہوا تھا'' یہ قبر تبع کی دو بیٹیوں لَمیس اور حُبّی کی ہے وہ اس وقت یہ گواہی دیتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اس سے قبل صالحین نے بھی یہی گواہی دیتے ہوئے وصال فرمایا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا اَدْرِی اَتُبَّعٌ لَعِیْنٌ اَمْ لَا۔ میں نہیں جانتا کہ تبع لعین ہے یا نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا لَا تَسُبُّوا تُبَّعًا فَاِنَّهٗ كَانَ مُؤْمِنًا۔ تبع کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو وہ مومن تھا۔

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو پھر اس کو تبع کی طرف اس کے حالات جاننے کے بعد ہی منسوب کیا جائے گا کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ حضور ﷺ نے کس تبع کے متعلق یہ ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا'' اسعد الحمیری کو گالی نہ دیا کرو۔ سب سے پہلے کعبہ پر غلاف چڑھانے کی سعادت اس نے ہی حاصل کی تھی۔'' یہ حدیث پہلی حدیث سے صحیح اور واضح ہے اس میں تبع اسعد کا ذکر ہے۔ تبع اول رائش بھی مومن تھا اس نے ایسے اشعار کہے تھے جن میں بعثت مصطفویہ ﷺ کا تذکرہ تھا مثلاً اس کا ایک شعر یہ بھی تھا۔

وَیَاْتِیْ بَعْدَهُمْ رَجُلٌ عَظِیْمٌ نَبِیٌّ لَا یُرَخِّصُ فِی الْحَرَامِ

ان کے بعد ایک عظیم شخص یعنی نبی اکرم ﷺ تشریف لائیں گے وہ حرام کام کی اجازت نہیں دیں گے۔

درج ذیل اشعار بھی اسی کی طرف ہی منسوب ہوتے ہیں۔

مَنَعَ الْبَقَاءَ تَصَرُّفُ الشَّمْسِ وَطُلُوْعُهَا مِنْ حَیْثُ لَا تُمْسِی

اَلْیَوْمَ اَعْلَمُ مَا یَجِیْءُ بِهٖ وَمَضٰی بِفَصْلِ قَضَائِهٖ اَمْسِ

وَطُلُوْعُهَا بَیْضَاءَ مُشْرِقَةً وَغُرُوْبُهَا صَفْرَاءَ كَالْوَرْسِ

تَجْرِیْ عَلٰی كَبِدِ السَّمَاءِ كَمَا یَجْرِیْ حِمَامُ الْمَوْتِ فِی النَّفْسِ

آفتاب کے تصرف نے بقا کو روک دیا ہے۔

آج کا دن خوب جانتا ہے کہ وہ کون سے حوادث لے کر آیا ہے اور کل اپنے فیصلے کی مہر ثبت کر کے

مالک بن غضب بن جُشم بن حزرج تھی۔

تبع کا اہل مدینہ کے ساتھ مقاتلہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنوی عدی بن نجار میں سے ایک شخص احمر نامی تھا۔ اس نے تبع کے آدمیوں میں سے ایک شخص پر حملہ آور ہو کر اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس قتل کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اس آدمی کو دیکھا وہ اس کے باغ میں سے کھجوریں توڑ رہا تھا۔ اس نے اپنی درانتی سے وہیں اس کا کام تمام کر دیا اور کہا اِنَّمَا التَّمَرُ لِمَنْ اَبَرَهٗ۔ کھجوریں پیوند لگانے والے کا حق ہے اس قتل کی وجہ سے تبع اہل مدینہ سے اور بھی ناراض ہوا۔ اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ

چلا جاتا ہے یہ مہر منیر جب طلوع ہوتا ہے تو یہ جگمگ جگمگ اور نور فشاں ہوتا ہے لیکن وقت غروب یہ تانبے کی ٹکیہ کی مانند زرد ہوتا ہے۔ یہ آسمان کے وسط میں اس طرح رواں دواں ہوتا ہے جس طرح نفس میں موت کا پرندہ محو پرواز ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار دوسرے تبع کے ہیں۔ بعض نے انہیں استغف نجران کی طرف منسوب کیا ہے۔ ابوتمام نے اپنا یہ قول اسی سے اخذ کیا ہے:

اَلْقٰی اِلٰی کَعْبَۃِ الرَّحْمٰنِ اَرْحُلَهٗ وَالشَّمْسُ قَدْ نَفَضَتْ وَرْسًا عَلَی الْاَصُلِ

''وہ اپنی سواریاں اللہ تعالیٰ کے کعبہ معظمہ کی طرف لے گیا۔ جبکہ سورج نے جڑوں پر ورس (رنگ) انڈیل دیا تھا''۔

العَذْق کا معنی کھجور ہے اور العِذْق کا معنی کھجور کا گچھا ہے۔ قریظہ اور نضیر کے نسب میں عمرو کا ذکر کیا گیا ہے یہ ھَدَل ہے یہ ھَدَلَ کا مصدر ہے۔ جس کا معنی ہونٹ کا ڈھیلا پڑنا ہے امیر ابن ماکولا نے ابوعبیدہ سے ھَذَل بروایت کیا ہے۔

تَوْمَان۔ فَعْلَان کے وزن پر ہے یہ التوم سے مشتق ہے۔ اس کا معنی موتی ہے اس میں ابن سبط کا ذکر ہے۔ اس میں ابن تخوم کا ذکر ہے۔ اس کا معنی یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے عاذر بھی اسی طرح ہے۔ عزری عین کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

قاھث۔ ابوبحر کے نسخہ میں یہ قاھت ہے۔ دیگر نسخوں میں قاھث ہے یہ تمام عبرانی زبان کے الفاظ ہیں۔ اسرائیل بھی عبرانی زبان کا کلمہ ہے۔ عربی اس کا ترجمہ سَرِیُّ اللّٰہِ ہے۔

اہل مدینہ کو خوب قتل کرو۔ انصار دن کے وقت نبرد آزما ہوتے تھے اور رات کے وقت تبع کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ عمرو بن طلۃ کو یہ چال بہت پسند آئی اس نے کہا اللہ کی قسم! ہم ایسی قوم ہیں جس کے مقدر میں عزت و کرامت لکھی جا چکی ہے۔ اسی اثناء میں کہ تبع انصار کے ساتھ مصروف قتال تھا۔ بنو قریظہ کے دو یہودی عالم اس کے پاس آئے۔ قریظہ، نضیر، نجام اور عمرو (ھدل) خزرج بن صریح بن توماں بن بسیط بن یسع بن سعد بن لاوی بن خیر بن نجام بن تخوم بن عازر بن عزری بن ہارون بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہم اسلام کی اولاد میں سے تھے۔ ان دونوں علماء نے تبع سے کہا اے بادشاہ! اگر تو اہل مدینہ کو ہزیمت سے دوچار کرنا بھی چاہے پھر بھی تیری یہ آرزو تشنہ تکمیل ہی رہے گی۔ ہمیں خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے جلد اپنے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ بادشاہ نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ اس نبی اکرم ﷺ کی ہجرت گاہ ہے جن کا ظہور حرم سے قبیلہ قریش میں سے ہوگا اس جگہ کو ان کا مسکن بننے کا شرف حاصل ہوگا اور اسی جگہ ان کا روضہ اطہر ہوگا۔ اس لئے اس قتل و غارت سے اجتناب کرو۔ جب بادشاہ نے ان علماء کی علمی وسعتوں کا مشاہدہ کیا اور ان کی تعجب انگیز گفتگو سنی تو وہ مدینہ طیبہ سے واپس چلا گیا اور ان علماء کے دین کی پیروی کرنے لگا۔ خالد بن عبد العزیٰ کے یہ اشعار عمرو بن طلۃ کے متعلق ہی ہیں: ؎

أَصَحَا اَمْ قَدْ نَهٰى ذُكَرَهٗ ۔ اَمْ قَضٰى مِنْ لَذَّةٍ وَطَرَهٗ

کیا وہ ہوش میں آ گیا ہے یا وہ اس کا ذکر بھول چکا ہے یا اس نے زندگی کی لذتوں سے فائدہ اٹھالیا ہے۔

اَمْ تَذَكَّرْتَ الشَّبَابَ وَمَا ۔ ذِكْرُكَ الشَّبَابَ او عُصُرَهٗ

کیا تو نے شباب کو یاد کیا ہے حالانکہ تیرا شباب یا اس کے زمانہ کو یاد کرنا بلاسود ہے۔

اِنَّهَا حَرْبٌ رَبَاعِيَةٌ ۔ مِثْلُهَا آتِی الْفَتٰی عِبَرَهٗ

یہ ایک زبردست جنگ تھی ایسی ہی جنگ سے جوان کو عبرت حاصل ہوتی ہے۔

فَاسْأَلَا عِمْرَانَ اَوْ اَسَدًا ۔ اِذْ اَتَتْ عَدْوًا مَعَ الزُّهَرَهٗ

تم دونوں عمران یا اسد سے پوچھو جب وہ جنگ صبح کے وقت بھاگی ہوئی آئی۔

فَيْلَقٌ فِيهَا أَبُو كَرِبَ سُبَّغٍ أَبْدَانُهَا ذَفِرَه

وہ ایک لشکر جرار تھا جس میں ابو کرب بھی تھا اس لشکر کی زرہیں مضبوط اور خوشبو آور تھیں۔

ثُمَّ قَالُوا: مَنْ نَؤُمُّ بِهَا أَبَنِي عَوْفٍ أَمِ النَّجَرَه

پھر انہوں نے کہا ہم اس لشکر سے کس کا ارادہ کریں ہم بنو عوف یا بنو نجار کا قصد کریں۔

ذُكَرُ: ذُكْرَةٌ کی جمع ہے جس طرح بُكْرَةٌ او بُكَرٌ کہا جاتا ہے۔ ذکری بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ فعلی کی جمع فُعَل کے وزن پر بہت کم آتی ہے۔ اس کی جمع فِعَال کے وزن پر آتی ہے۔

عُصُرَهُ: عُصُرَهُ سے مراد عَصْرهُ ہے عَصْر اور عُصُر دو لغتیں ہیں۔ صاد کو ضمہ دے کر پڑھنا بھی جائز ہے۔ ابن جنی کہتے ہیں کہ کوئی بھی ایسا صیغہ نہیں جو فُعَل کے وزن پر ہو اور اس میں فُعُل ممتنع ہو۔

حَرْبٌ رَبَاعِيَّةٌ: یعنی وہ صغیر اور جذعہ نہ تھی بلکہ وہ ان سے بلند تر تھی رباعیہ کی عمر کو بطور ضرب المثل بیان کیا جاتا ہے جس طرح کہ کہا جاتا ہے "حَرْبٌ عوانٌ" کیونکہ عوان فتیہ سے قوی بھی ہوتا ہے اور عمدہ بھی۔

غَدْوًا مَعَ الزُّهَرَةِ: اس سے وہ صبح مراد لی جاتی ہے جو ستارہ زہرہ کے غروب سے قبل ہو اس میں کچھ اندھیرا ہوتا ہے۔

ابدانها ذَفِرَه: اس سے مراد زرہیں ہیں۔ ذَفِرَة، ذَفَرَ سے نکلا ہے خوشبو یا بدبو کے پھیلنے کو ذفر کہا جاتا ہے۔ ذفر کا استعمال بدبو کے لئے بھی ہوتا ہے دنیا کو ام ذفر کہا جاتا ہے۔ ذفر کا معنی دور کرنا ہے۔

نَجَره: یہ نَاجِر کی جمع ہے۔ ناجر اور نَجار کا ایک ہی معنی ہے یہ اسی طرح ہے جس طرح بنی مُنْذر کو مَنَاذِرَہ کہا جاتا ہے۔ نَجار سے مراد بنو تیم اللہ ثعلبہ بن عمرو بن خزرج ہیں۔ اس کو نجار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے آتے وقت سب سے پہلے ایک شخص کو تھپڑ رسید کیا تھا۔

فِيهِمْ قَتْلَى وَإِنَّ تِرَه: اس میں واؤ کے بعد اِنّ کا اظہار کیا گیا ہے اصل عبارت یوں تھی اِنَّ لنا قَتْلَى وَتِرَةً۔ مضمر کو ظاہر کر دیا گیا یہ شعر اس امر پر شاہد ہے کہ حرف عطف کے بعد اس کے متقدم عامل کو حذف کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اِنَّ زَيْدًا وَعَمْرًا فِي الدَّارِ یہ دراصل اِنَّ زَيْدًا وَاِنَّ عَمْرًا فِي الدَّارِ تھا۔ واؤ نے بھی اسی پر دلالت کی۔ اگر کہیں اظہار کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو اسے ظاہر بھی کیا جا سکتا ہے مگر جبکہ یہ واؤ جامعہ ہو مثلاً اِخْتَصَمَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو اب یہاں اضمار درست نہیں کیونکہ یہاں واؤ تثنیہ کے صیغہ کے قائم مقام ہے۔ اصل عبارت یوں تھی اِخْتَصَمَ هٰذَانِ۔ اسی طرح کہا جاتا ہے طَلَعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ۔ صیغہ مذکر کا استعمال کیا جاتا ہے یہ اصل عبارت یوں تھی طَلَعَ هٰذَانِ

بَلْ بَنِي النَّجَّارِ اِنَّ لَنَا فِيهِمْ قَتْلٰى وَاِنَّ تِرَه

بلکہ ہم تو بنونجار کا ارادہ کریں گے کیونکہ انہوں نے ہمارے جوان قتل کیے تھے ہم ان سے بدلہ لیں گے۔

فَتَلَقَّتْهُمْ مُسَايِفَةٌ مَدُّهَا كَالْغَبْيَةِ النَّثِرَه

ان کے درمیان خوب شمشیرزنی ہوئی۔ گویا کہ وہ ایک سیلاب کا زبردست ریلا تھا جو نشیب کی طرف رواں تھا۔

فِيهِمْ عَمْرُوْ بْنُ طَلَّةَ مَلّٰى الْاِلٰهُ قَوْمَهٗ عُمُرَه

ان میں عمرو بن طلہ بھی تھا اللہ تعالیٰ اس کی عمر کو زیادہ کرے تاکہ اس کی قوم اس سے لطف اندوز ہو جائے۔

النَّيِّرَانِ۔ اور اگر تو واؤ کے بعد فعل مضمر مانے اور کہے طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ تو نفی کی حالت میں تو مَا طَلَعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ کہے گا اور تو اس طرح بھی کہہ سکتا ہے مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا الْقَمَرُ یعنی حرف نفی کو دوبارہ ذکر کیا جا سکتا ہے۔

مُسَايِفَة: اس سے پہلے كَتِيْبَه (لشکر) محذوف ہے اس کو یاء کے فتح کے ساتھ بھی پڑھنا جائز ہے یہ محذوف مصدر سے حال ہوگا۔ ایک نسخہ میں مُسَابِقَةٌ بھی ہے۔

غَبْيَةٌ: سیلاب کا بہت بڑا ریلا۔

النَّثِرَة: بہت طاقتور سیلاب۔

مَلّٰى الْاِلٰهُ: یہ تَمَلَّيْتُ حِيْنًا سے مشتق ہے جو ملاوت اور ملوین سے مشتق ہے ابن احمر کا شعر ہے۔

أَلَا يَا دِيَارَ الْحَيِّ بِالسُّبُعَانِ أَمَلَّ عَلَيْهَا بِالْبِلٰى الْمَلَوَانِ

أَلَا يَا دِيَارَ الْحَيِّ لَا هَجْرَ بَيْنَنَا وَلَا كُنَّ رَوْعَاتٍ مِنَ الْحَدَثَانِ

نَهَارٌ وَلَيْلٌ دَائِبٌ مَلَوَاهُمَا عَلٰى كُلِّ حَالِ النَّاسِ يَخْتَلِفَانِ

''اے وہ قبیلہ جو سبغان کے مقام پر فروکش ہے اس پر شب و روز مصائب آرہے ہیں اے حی کے شہر ہمارے درمیان جدائی نہیں ہوگی تم ان مصائب سے خوفزدہ نہ ہو جانا۔ یہ لیل و نہار ہر لحہ لوگوں پر حالت بدل بدل کر آتے رہتے ہیں''۔

ان اشعار میں شعر دَائِبٌ مَلَوَاهُمَا میں مَلَوَان سے مراد لیل و نہار ہیں لیکن یہ ترکیب درست نہیں کیونکہ کسی چیز کو اس کے نفس کی طرف مضاف نہیں کیا جا سکتا لیکن یہاں جائز ہے کیونکہ زمان و مکان

سَیِّدٌ سَامِی المُلُوْكَ وَمَنْ رَامَ عَمْرًا لَا یَكُنْ قَدَرَهٗ

وہ سردار ہے جو بادشاہوں سے بلند مرتبت ہے جس نے عمرو کا قصد کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔

میں وسعت ہوتی ہے اور شب و روز کو اسی وسعت کی وجہ سے ہی مَلَوین کہا جاتا ہے۔ یہ ان کا وصف ہے اور یہاں ان کی ذاتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے اسی لئے ان کی یہ اضافت بھی جائز ہے مَلَوا ھُمَا سے مراد اس کی وسعت اور طوالت ہے۔ ابو علی الفسوری کے اشعار میں بھی اسی انداز کا کلام پایا جاتا ہے۔

لَا یَكُنْ قَدَرَهٗ: یہ عمرو کو دعا دی گئی ہے ضمیر عمرو کی طرف راجع ہے اصل عبارت قَدَرَ عَلَیْهِ تھی۔ حرف جر کو حذف کر کے فعل کو متعدی بنایا گیا ہے اور مفعول کو نصب دی گئی ہے لیکن ہر فعل میں حرف جر کا حذف درست نہیں ہے یہاں اس لئے جائز ہے کیونکہ یہ اِسْتَطَاعَهٗ اَوْ اَطَاعَهٗ کے معنی میں ہے۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں اور

لَیْتَ حَظِّی مِنْ اَبِی كَرَبٍ اَنْ یَسُدَّ خَیْرُهٗ خَبَلَهٗ

''کاش کہ میں ابی کرب سے حصہ پالیتا۔ شاید کہ اس کی بھلائی اس تباہی کو روک لیتی'' کے متعلق علامہ برقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس شعر کو اعشیٰ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے یہ بنو سالم کی ایک بڑھیا کا شعر ہے۔ اس کا نام جمیلہ تھا جب مالک بن عجلان تبع کی خبر لے کر آیا تو اس وقت یہ شعر کہا۔ مالک انتہائی راز داری سے شہر میں داخل ہوا اور اس نے تبع کے متعلق بتایا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے جس شعر کا تذکرہ کر کے لکھا ہے کہ وہ پورا قصیدہ ہی مصنوع ہے اس سے قبل یہ شعر ہے

مَابَالُ عَیْنِكَ لَا تَنَامُ كَاَنَّمَا كُحِلَتْ مَا قِیْهَا بِسَمِّ الاَسْوَدِ

تیری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ سوتی نہیں ہے ایسے لگتا ہے کہ اس کی پتلیوں میں سیاہ ناگ کا سرمہ ڈالا گیا ہے۔

اس قصیدہ میں ذوالقرنین کا ذکر ہے اس کا نام صعب بن ذی مراثد تھا۔ اسی قصیدہ میں ہے:

وَلَقَدْ اَذَلَّ الصَّعْبَ صَعْبُ زَمَانِهٖ وَاَنَاطَ عُرْوَةَ عِزَّهٗ بِالفَرْقَدِ

لَمْ یَدْفَعِ المَقْدُوْرَ عَنْهُ قُوَّةٌ عِنْدَ المَنُوْنِ وَلَا سُمُوُّ المُحْتَدِ

''زمانے کی مشکلات نے صعب کو ذلیل کر دیا اور عروہ کی عزت نے اسے فرقد (ستارے کا نام) پر آشیاں بند کر دیا۔ مصائب کے وقت نہ ہی کوئی قوت اور نہ ہی کوئی رفعت اس کے مقدر کو بدل سکی''۔

انصار کا یہ قبیلہ گمان کرتا تھا کہ تبع کا غصہ یہودیوں کے اسی قبیلے پر تھا جوان کے سامنے تھا۔ جب تبع نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے انہیں منع کیا پھر تبع واپس چلا گیا کسی شاعر نے اس شعر میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

حَنَقًا عَلَى سِبْطَيْنِ حَلَّا يَثْرِبَا أَوْلَى لَهُمْ بِعِقَابِ يَوْمٍ مُفْسِدٍ

ان دونوں قبائل پر ناراض ہوتے ہوئے جو یثرب میں فروکش ہوئے تھے وہ فساد والے دن عذاب کے ہی مستحق تھے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ جس قصیدے کا یہ شعر ہے وہ مصنوع ہے اسی لئے ہم نے اس کو لکھا نہیں ہے۔

مورخین روایت کرتے ہیں کہ جب تبع نے بیت اللہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور وہاں فساد برپا کرنے کی کوشش کی تو اس کے سر سے پیپ اور خون بہنے لگا۔ اس سے اتنی بدبو آتی تھی کہ کوئی شخص ایک نیزے کی مقدار بھی اس کے قریب نہیں جا سکتا تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے ایسی آندھی بھیجی جس سے اس کے ہاتھ اور پاؤں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ شدید تاریکی چھا گئی۔ ان کے گھوڑے زمین میں دھنس گئے اسی وجہ سے اس جگہ کو "الدُّفّ" کہا جاتا ہے۔ تبع نے کاہنوں اور طبیبوں کو بلایا ان سے اپنی بیماری کے متعلق پوچھا وہ اس کا خوفناک منظر دیکھ کر ڈر گئے ان کے پاس کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ اس وقت علماء نے بادشاہ سے کہا "شاید تو نے اس مقدس گھر کے متعلق برا ارادہ کیا ہے"۔ بادشاہ نے "کہا میں نے اسے گرانے کا ارادہ کیا ہے"۔ علماء نے کہا "اپنی اس نیت سے فوراً توبہ کر دو، یہ اللہ کا گھر اور اس کا حرم ہے۔ اس کی حرمت اور تعظیم بجا لاؤ"۔ بادشاہ نے ایسے ہی کیا وہ اپنی بیماری سے شفایاب ہو گیا۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾ (الحج)

"اور جو ارادہ کرے گا اس میں زیادتی کا ناحق تو ہم اسے چکھائیں گے دردناک عذاب"۔

ظلم پر ب اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ جس نے بیت اللہ پر ظلم کرنے کا صرف ارادہ ہی کیا اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ اگرچہ اس نے ظلم نہ بھی کیا ہو جیسا کہ ابرہہ اور اس کا لشکر بیت اللہ تک پہنچنے سے پہلے ہی عذاب الٰہی کا شکار ہو گئے۔

تبع کا مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تبع اور اس کی قوم بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ مکہ معظمہ اس کے راستہ میں تھا۔ اس نے اس مقدس شہر پر بھی حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ جب وہ عسفان اور امج کے مابین پہنچا تو اس کے پاس ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد کا ایک وفد آیا۔ انہوں نے تبع سے کہا "اے شاہِ والا! کیا ہم آپ کو اس گھر کے متعلق نہ بتائیں جو مال و دولت سے لبریز ہے لیکن آپ سے پہلے بادشاہوں نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ گھر موتیوں، زبرجد، یاقوت، سونے اور چاندی سے بھرپور ہے"۔ تبع نے کہا "تم نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں ہے"۔ ہذیلی نے کہا "وہ گھر مکہ معظمہ میں ہے۔ اس میں وہاں کے لوگ عبادت کرتے ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں"۔ ہذیلی وفد کی خواہش یہ تھی کہ تبع بیت اللہ پر حملہ آور ہو تا کہ وہ خود بھی ہلاک ہو جائے اور اس کی فوج بھی برباد ہو جائے کیونکہ انہوں نے اس سے ظلم و ستم کی جو باتیں سن رکھی تھیں۔ تبع نے جب یہ گفتگو سنی تو اس نے ان دو علماء کو بلایا جنہیں وہ مدینہ طیبہ سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ جب وہ تبع کے پاس آئے تو اس نے انہیں بنو ہذیل کی گفتگو سنائی۔ ۔۔۔

بیت اللہ کی غلاف پوشی

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تبع نے بیت اللہ پر "خَصَف" کا غلاف چڑھایا۔ خصف خَصَفَة کی جمع ہے۔ یہ کپڑا کھجور کے پتوں اور اس کے تنے کے چھلکوں سے بنایا جاتا ہے۔ موٹے کپڑے کو بھی خَصَف کہا جاتا ہے۔ مٹی کے برتن کو بھی خَصَف کہا جاتا ہے جبکہ خصف اخروٹ کو کہا جاتا ہے۔ روایت کیا جاتا ہے کہ جب تبع نے بیت اللہ پر ٹاٹ اور چمڑے کا سخت غلاف چڑھایا تو غلاف فوراً پھٹ گیا۔ جب اس نے خَصَف کا غلاف چڑھایا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو گیا لیکن جب اس نے مُلَاء اور وصائل (یمن کا بنا ہوا عمدہ کپڑا) کا غلاف چڑھایا تو بیت اللہ نے اس کو قبول کر لیا۔ جب تبع بیت اللہ پر غلاف چڑھا رہا تھا تو اس کی زبان پر یہ اشعار تھے

وَكَسَوْنَا الْبَيْتَ الَّذِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ مُلَاءً وَمُعَضَّدًا وَبُرُوْدًا

اور ہم نے اس گھر کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے مُلَاء معضد اور چادر کا غلاف چڑھایا۔

فَاَقَمْنَا بِهٖ مِنَ الشَّهْرِ عَشْرًا وَجَعَلْنَا لِبَابِهٖ اِقْلِيْدًا

ہم نے دس دن وہاں قیام کیا اور اس کے دروازوں کے لئے چابیاں بنائیں۔

شاہِ ذی مرتبت! یہ لوگ آپ کو یہ مشورہ اس لئے دے رہے ہیں تا کہ آپ خود بھی ہلاک ہو جائیں اور آپ کا لشکر بھی نیست و نابود ہو جائے۔ یہ اللہ رب العزت کا مقدس گھر ہے ہم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ کوئی اور گھر دنیا میں اپنے لئے منتخب فرمایا ہو اگر آپ نے بنو ہذیل کی بات مان لی پھر خود بھی برباد ہو جائیں گے اور اپنے لشکر کو بھی فنا کر دیں گے۔ تبع نے کہا" پھر مجھے اس مقدس گھر کی عزت اور توقیر کیسے کرنا چاہئے؟" علماء نے کہا" وہاں پہنچ کر آپ بھی اسی طرح کریں جس طرح اہل مکہ کرتے ہیں۔ اس پاکیزہ گھر کا طواف کریں۔ اس کی عزت و تکریم کریں اس کے لئے عاجزی کا اظہار کریں۔ اس کے پاس اپنے سر کے بال منڈوائیں حتیٰ کہ آپ اس گھر سے باہر آ جائیں"۔ تبع نے ان سے پوچھا" تم خود یہ افعال سر انجام کیوں نہیں دیتے؟" انہوں نے کہا" اللہ کی قسم! یہ پاکیزہ گھر ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا تھا۔ یہ سب کے لئے قابل تکریم ہے لیکن وہاں کے باشندوں نے اس کے ارد گرد بت نصب کر رکھے ہیں وہ اس کے پاس خون بہاتے ہیں وہ مشرک اور پلید ہیں اس لئے ہم وہاں جانے سے اجتناب کرتے ہیں" بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ علماء مخلص ہیں اور ان کی گفتگو بھی صداقت پر مبنی ہے۔ تبع نے وفد ہذیل کو بلایا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے پھر وہ مکہ معظمہ حاضر ہونے کے لئے عازم سفر ہوا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کیا۔ قربانی کا جانور ذبح کیا اہل مکہ کھانا کھلایا اور شہد سے ان کی ضیافت کی۔ اس نے خواب دیکھا کہ اسے بیت اللہ پر غلاف چڑھانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس نے اس پر خَصَف کا غلاف چڑھایا پھر خواب میں اسے اس سے عمدہ غلاف چڑھانے کا حکم دیا گیا۔ اس نے مُعَافر کا غلاف چڑھایا پھر اسے اس سے بھی عمدہ غلاف چڑھانے کا حکم دیا گیا۔ سب سے پہلے تبع کو یہ سعادت ملی کہ اس نے کعبہ مشرفہ پر غلاف چڑھایا۔ بنو جرہم کو غلاف چڑھانے اور اسے صاف رکھنے کی وصیت کی۔ انہیں یہ بھی کہا کہ وہ نہ تو بیت اللہ میں خون بہائیں نہ ہی مردار یا حیض والی عورتوں کو اس کے قریب لائیں۔ بادشاہ نے

وَنَحَرْنَا بِالشِّعْبِ سِتَّةَ اَلْفٍ فَتَرَى النَّاسَ نَحْوَهُنَّ وُرُوْدًا

ہم نے گھاٹی میں چھ ہزار اونٹ ذبح کئے تو دیکھے گا کہ لوگ اسی کی طرف دوڑ کر آ رہے ہیں۔

ثُمَّ سِرْنَا عَنْهُ نَؤُمُّ سُهَيْلًا فَرَفَعْنَا لِوَاءَنَا مَعْقُوْدًا

پھر ہم بیت اللہ سے سہیل کو ملامت کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اس وقت ہم نے اپنے عَلَم کو باندھ کر بلند کر رکھا تھا۔

بیت اللہ کے دروازے بھی لگائے اور ان کے تالے بھی بنائے۔

سبیعہ کے اشعار

سبیعہ بنت الاحب بن زبینہ بن جذیمہ بن عوف بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان جو کہ عبد مناف بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کی زوجہ تھیں نے اپنے بیٹے خالد کو مکہ معظمہ کی عظمت و بزرگی کا احساس دلایا۔ اس نے اپنے لخت جگر کو مکہ میں سرکشی اور بغاوت کرنے سے منع کیا۔ ان اشعار میں اس نے شاہِ تبع، اس کی عاجزی و انکساری اور اس کے ان اعمال کا تذکرہ کیا ہے جو اس نے مکہ معظمہ میں سرانجام دیئے تھے۔

أَبُنَيَّ: لَا تَظْلِمْ بِمَكَّةَ لَا الصَّغِيْرَ وَلَا الْكَبِيْر
وَاحْفِظْ مَحَارِمَهَا وَلَا يَغُرَّنْكَ الْغُرُوْر

"اے میرے نور نظر مکہ معظمہ میں کسی بڑے یا چھوٹے پر ظلم نہ کر اے میرے لخت جگر۔ مکہ معظمہ کے محارم کی حفاظت کر اور تجھے شیطان دھوکہ میں نہ ڈال دے"۔

أَبُنَيَّ مَنْ يَظْلِمْ بِمَكَّةَ يَلْقَ اَطْرَافَ الشُّرُوْرِ
أَبُنَيَّ يُضْرَبْ وَجْهُهٗ وَيَلُحْ بِخَدَّيْهِ السَّعِيْرَ

"اے میرے فرزند دلبند! جو شخص مکہ معظمہ میں ظلم کرتا ہے وہ اپنی شرارت کی سزا ضرور پاتا ہے۔ اے میرے دل کے چین! جو یہاں ظلم کرتا ہے اس کے چہرے کو پیٹا جاتا ہے اور اس کے رخساروں کو آگ سے تاپا جاتا ہے۔

أَبُنَيَّ قَدْ جَرَّبْتُهَا فَوَجَدْتُ ظَالِمَهَا يَبُوْرُ
اَللّٰهُ اٰمِنُهَا وَمَا بُنِيَتْ بِعَرْصَتِهَا قُصُوْرُ

"اے میرے نور عین! میں نے اس کا تجربہ کیا ہے اور یہاں ظلم کرنے والے کو ہلاک ہوتے دیکھا ہے اللہ تعالیٰ اس کا بھی محافظ ہے اور اس کے صحن میں جو محلات ہیں وہ ان کا نگہبان بھی

سبیعہ بنت اَحَب کے اشعار

اَحَب کے متعلق ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ یہ اجب ہے جبکہ سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ احب ہی ہے بنت احب نے یہ اشعار اس وقت کہتے تھے جب بنو سباق بن عبد الدار اور بنو علی بن سعد کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔

ہے''۔

وَاللّٰهُ اٰمِنُ طَيْرِهَا والعُصْمِ تَامِنُ فِي ثَبِير
وَلَقَدْ عَزَّاهَا تُبَّعٌ فَكَسَا بَيْتَهَ الحَبِير

''اللہ تعالیٰ اس کے پرندوں کا بھی محافظ ہے اور وہ معصوم ہلاک ہونے سے بچ جاتا ہے۔ تبع پہلے تو اس محترم شہر پر حملہ آور ہوا۔ پھر اس نے بیت اللہ پر منقش چادر کا غلاف چڑھایا''۔

اَذَلَّ رَبِّي مُلْكَهُ فِيهَا فَاَوْفَى بِالنُّذُوْر يَمْشِي اِلَيْهَا حَافِياً بِفِنَائِهَا اَلْفَا بَعِيْر

اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر (مال واسباب) کو ذلیل کر دیا پھر اس نے اپنی نذروں کو پورا کیا وہ پیادہ بیت اللہ کی طرف آیا اور اس کے صحن میں ایک ہزار اونٹ ذبح کئے۔

وَيَظَلُّ يُطْعِمُ اَهْلَهَا لَحْمَ المَهَارِى والجُزُوْرِ
يُسْقِيهِمُ العَسَلَ المُصَفَّى وَالرَّحِيْضَ مِنَ الشَّعِيْرِ

وہ دن بھر اہل مکہ کو ست رو اور تیز رو اونٹوں کا گوشت کھلاتا رہا وہ خالص شہد اور جو کی نبیذ سے اہل مکہ کی ضیافت کرتا رہا۔

وَالفِيْلُ اَهْلَكَ جَيْشَهُ يَرْمُوْنَ فِيْهَا بِالصُّخُوْرِ
وَالْمُلْكُ فِي اَقْصَى البِلَادِ والاَعَاجِمِ والخَزِيْرُ

ذرا اصحاب فیل کو تو یاد کرو کہ ان کا لشکر کس طرح تباہ کر دیا گیا تھا اور ان پر کیسے سنگریزوں کی بارش ہوئی تھی ان کی بادشاہی دور دراز تک پھیلی ہوئی تھی۔ عجم اور خزیر بھی ان کی مملکت میں شامل تھے۔

فَاسْمَعْ اِذَا حُدِّثْتَ وَافْهَمْ كَيْفَ عَاقِبَةُ الاُمُوْرِ

اے میرے بیٹے! جب تجھ سے بات کی جائے تو غور سے سنا کر ذرا دیکھ برے کاموں کا انجام کیا ہوتا ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان اشعار کے قافیوں پر وقف کیا جائے گا انہیں اعراب نہیں دیا جائے گا۔

بنو سباق کا ایک گروہ عملق کے ساتھ مل گیا تھا۔ قریش میں سب سے پہلے سرکشی بنو اقامیش نے کی تھی جب ان کی بغاوت اور سرکشی بہت زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسے بندے مسلط فرمائے جو آگ کی بتیاں اٹھائے ہوئے تھے۔ اس طرح ان تمام کے گھر بھی جل گئے اور خود بھی نیست و نابود ہو گئے۔

یمن میں یہودیت کا آغاز

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر تبع مکہ معظمہ سے یمن کی طرف عازم سفر ہوا اس کے ساتھ اس کا لشکر اور دونوں یہودی عالم بھی تھے۔ یمن پہنچ کر اس نے اپنی قوم کو یہودیت کی تبلیغ کی اور یمن کی آگ کو اپنا ثالث مقرر کیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے ابو مالک بن ثعلبہ بن ابی مالک القرظی نے بیان کیا ہے انہوں نے ابراہیم بن محمد بن عبید اللہ سے سنا ہے کہ جب تبع یمن کے قریب پہنچا تو حمیر نے اسے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ انہوں نے کہا "جب تم نے ہمارا مذہب چھوڑ دیا ہے تو تم اس شہر میں داخل نہیں ہو سکتے"۔ تبع نے اپنی قوم کو یہودیت کی دعوت دی اور کہا کہ یہ دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ اہل حمیر نے کہا "ہم آگ کو اپنا ثالث مقرر کرتے ہیں"۔ تبع نے یہ بات مان لی بیان کیا جاتا ہے کہ یمن میں ایک آگ تھی جو ان کے باہمی اختلافات کا فیصلہ کیا کرتی تھی۔ وہ ظالم کو کھا جاتی تھی لیکن مظلوم کو کوئی اذیت نہ دیتی تھی۔ تبع کی قوم اپنے بتوں اور ان قربانیوں سمیت باہر نکل آئی جو وہ اپنے بتوں کے لئے دیا کرتے تھے جبکہ یہودیت کے دونوں عالم تورات کو اپنے گلوں میں آویزاں کئے ہوئے آئے۔ وہ اس جگہ بیٹھ گئے جہاں سے آگ نکلتی تھی۔ جب آگ اصنام پرستوں کی طرف بڑھی تو وہ اس سے ہیبت زدہ ہو گئے اس کے خوف سے وہ پیچھے ہٹنے لگے لیکن حاضرین نے انہیں بزدلی کا طعنہ دیا انہیں صبر کرنے کے لئے کہا۔ عزت نفس کی خاطر وہ وہیں ڈٹے رہے۔ حتیٰ کہ آگ نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آگ ان کے بتوں اور قربانیوں کو بھی نگل گئی لیکن یہودی علماء کو آگ نے کوئی نقصان نہ دیا۔ یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر حمیر نے بت پرستی چھوڑ کر یہودیت اختیار کر لی۔ اس سے یہودیت کا آغاز ہوا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک محدث نے مجھے بیان کیا ہے کہ اہل یمن اور یہودی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے پہلے حجاج نے بیت اللہ پر ریشم کا غلاف چڑھایا لیکن علامہ دار قطنی وغیرہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ سعادت حضرت فتیلہ بنت جناب حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کو حاصل ہوئی۔ انہوں نے نذر مانی کہ اگر مجھے میرا بیٹا مل گیا تو میں کعبہ معظمہ پر ریشم کا غلاف چڑھاؤں گی۔ جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے تو انہوں نے اپنی نذر پوری کی لیکن حضرت علامہ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ پر دیباج کا غلاف چڑھایا تھا۔

علماء نے آگ کا تعاقب کیا تا کہ اسے اس کے مخرج میں واپس دھکیل دیں۔انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ جو آگ کو دھکیل دے گا وہ حق پر ہوگا جب بت پرست اہل یمن آگ کے قریب ہوئے تو آگ انہیں نگلنے کے لئے ان کی طرف لپکی وہ خوفزدہ ہو گئے اور آگ کو اندر نہ لے جا سکے جب علمائے یہود تورات کی تلاوت کرتے ہوئے آگے بڑھے تو آگ پیچھے چلی گئی۔حتیٰ کہ وہ اس مکان میں داخل ہوگئی جہاں سے نکلی تھی۔اس وقت حمیر نے یہودیت اختیار کر لی۔

رئام کا انہدام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل یمن کے لئے ایک رِئَام نامی گھر تھا جس کی وہ عزت وتوقیر کرتے تھے۔وہ اس کے پاس قربانیاں کرتے تھے اور اس سے ہم کلام ہوتے تھے۔ علماء نے تبع سے کہا" یہ شیطان کا فعل ہے اس نے اہل یمن کو فتنہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔آپ ہمیں اجازت دیں تا کہ ہم اس گھر کو مسمار کر دیں"۔تبع نے انہیں اجازت دے دی۔علماء نے اس گھر سے ایک کالا کتا نکالا پھر اس کو ہلاک کرنے کے بعد گھر بھی گرا دیا۔بیان کیا جاتا ہے کہ اس عمارت کے کھنڈرات کے پاس آج تک ان کے خون بہانے کے اثرات موجود ہیں۔

رئام کا مسمار ہونا

اہل یمن یہودیت اختیار کرنے سے پہلے اپنے عبادت خانے کو رِئَام کہتے تھے۔یہ رَئِمَ سے مشتق ہے اس کا معنی رحمت و رأفت کرنا ہے۔ان کا گمان تھا کہ انہیں یہاں وہ رحمت مل جاتی تھی جس کے وہ متلاشی ہوتے تھے۔ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق اہل یمن کی عبادت گاہ رئام میں شیطان کا بسیرا تھا۔انہوں نے اس کے لئے ایک برتن مختص کر رکھا تھا جسے وہ قربانی کے جانور کے خون سے بھر دیتے تھے۔وہ شیطان باہر آتا،خون پیتا اور لوگوں سے گفتگو کرتا تھا جب علماء تبع کے ساتھ وہاں گئے،تورات کھولی اور اس کی تلاوت کی تو شیطان وہاں سے بھاگ کر سمندر میں گر گیا۔

عمرو موثبان

حسان بن تبان کا بھائی عمرو موثبان کے لقب سے معروف تھا۔اس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ ذورعین کے اشعار أَلَامَنْ يَشْتَرِي......یہ دراصل أَمَنْ يَشْتَرِي تھا۔ہمزہ استفہامیہ سے پہلے اَلَا ہے اس لئے اس کا حذف کر دینا بہتر ہے۔امرئ القیس کے اس قول میں بھی اسی طرح ہمزہ استفہامیہ محذوف ہے أَحَارِ تَرىٰ بَرْقاً اُرِيْكَ وَمَيْضَه۔اس مصرعہ میں دراصل أَتَرىٰ تھا۔ذورعین کے

حسان بن تبان کی حکومت اور اس کا قتل

جب تبع کا بیٹا حسان بن تبان اسعد ابی کرب یمن کا والی بنا وہ اہل یمن کو لے کر عازم سفر ہوا۔ وہ عرب وعجم کی سرزمین پر اپنی دھاک بٹھانا چاہتا تھا جب وہ بحرین پہنچے تو قوم حمیر اور دیگر یمنی قبائل نے پیش قدمی سے انکار کر دیا۔ وہ اپنے وطن اور اپنے اہل وعیال میں واپس جانا چاہتے تھے انہوں نے حسان کے بھائی عمرو سے کہا تم اپنے بھائی حسان کو قتل کر دو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ پھر ہم اپنے وطن واپس لوٹ جائیں گے۔ عمرو نے اہل یمن کی اس تجویز سے اتفاق کیا ذورعین حمیری کے علاوہ پوری قوم حسان کے قتل اور یمن واپس جانے پر متفق ہو گئی۔ ذورعین نے انہیں قتل جیسے شنیع فعل سے روکا لیکن اہل یمن نے اس کی ایک نہ سنی۔ اس وقت اس نے یہ اشعار پڑھے

اَلَا مَنْ يَشْتَرِي سَهَرًا بِنَوْمٍ ‏ سَعِيْدٌ مَنْ يَبِيْتُ قَرِيْرَ عَيْنٍ
فَاِمَّا حِمْيَرٌ غَدَرَتْ وَخَانَتْ ‏ فَمَعْذِرَةُ الْاِلٰهِ لِذِي رُعَيْنٍ

"بد بخت ہے وہ شخص جو نیند کے بدلے بیداری خریدتا ہے اور سعادت مند ہے وہ شخص جو آنکھوں کی ٹھنڈک کے ساتھ رات بسر کرتا ہے۔ اگر حمیر نے دھوکا اور خیانت کی ہے تو ذورعین

دوسرے مصرعہ کی اصل عبارت یوں تھی بَلْ مَنْ يَبِيْتُ قَرِيْرَ عَيْنٍ هُوَ سَعِيْدٌ۔ خبر کو اس لئے حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ اول کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔ ابن درید کی کتاب میں "سَعِيْدٌ اَمْ يَبِيْتُ" ہے۔ یہاں مَنْ حذف ہے۔ اس کا تعلق موصوف کو حذف کرنے اور صفت کو اس کے قائم مقام کرنے کے ساتھ ہے کیونکہ مَنْ یہاں نکرہ موصوفہ ہے۔ مثلاً زاجر کا شعر ہے۔

لَوْ قُلْتَ مَا فِي قَوْمِهَا لَمْ تَأْثَمِ ‏ يَفْضُلُهَا فِي حَسَبٍ وَمِيْسَمِ

یہاں يَفْضُلُهَا سے پہلے مَنْ محذوف ہے۔ یہ قاعدہ کلام میں اس وقت استعمال ہوتا ہے جب وہاں فعل مضارع ہو ماضی نہ ہو۔ ذُورُعَيْن، رَعْن کی تصغیر ہے پہاڑ کی چوٹی کو الرعن کہا جاتا ہے۔ یمن کے ایک پہاڑ کا نام بھی رعین ہے۔ ذورعین کو اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے قبیلہ حمیر کے آدمی کے اشعار کا آغاز "لَاهِ" سے ہو رہا ہے۔ "لَاهِ" سے مراد لِلّٰهِ لام جارہ، دوسرے لام اور ہمزہ وصلی کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ایسا حذف کثرت سے ہوتا ہے لیکن یہ اسماء کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ زبان سے کثرت سے جاری ہوتے ہیں مثلاً فراء کا قول "لَهِنَّكَ مِنْ بَرْقٍ عَلَى كَرِيْمٍ" دراصل وَاللّٰهِ اِنَّكَ تھا۔ بعض علماء نحو فرماتے ہیں کہ یہ دراصل لَاِنَّكَ تھا۔ ہمزہ کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا لیکن یہ بعید

خدا کے دربار میں معذور ہے''۔

ذو رعین نے یہ اشعار ایک رقعہ پر لکھے اور عمرو کے پاس آ کر کہنے لگا یہ رقعہ اپنے پاس رکھ لو پھر اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور اہل یمن کو لے کر واپس آ گیا۔ حمیر کا ایک شخص کہتا ہے۔

لَاهِ عَیْنَا الَّذِیْ رَاٰی مِثْلَ حَسَّانٍ قَتِیْلًا فِیْ سَالِفِ الْاَحْقَابِ

قَتَلَتْهُ مَقَاوِلٌ خَشْیَةَ الْحَبْسِ غُدَاةً قَالُوْا لَبَابِ لَبَابِ

مَیْتُکُمْ خَیْرُنَا وَحَیُّکُمْ رَبٌّ عَلَیْنَا وَکُلُّکُمْ اَرْبَابِیْ

''کون سی وہ آنکھ ہے جس نے سابقہ دور میں حسان جیسا مقتول دیکھا ہو اس کو ایک جماعت نے قتل کر دیا ہے تاکہ اس کے قیدی ہونے کا خطرہ ٹل جائے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی پرواہ نہیں کوئی پرواہ نہیں تمہارا مقتول ہم سب سے بہتر تھا اب تمہارا زندہ ہمارا سردار ہے بلکہ تم سب ہی میرے سردار ہو''۔

عمرو کی ہلاکت اور حمیر میں افتراق

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب عمرو بن تبان یمن لوٹا تو وہ بے خوابی کی مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اسے ساری رات نیند نہ آتی تھی اس نے سارے حکماء، اطباء، کاہنوں اور نجومیوں سے

ہے کیونکہ لام اِنَّ کے ساتھ جمع نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں حروف مؤکدہ ہیں۔ ہمزہ کو ہاء میں تبدیل کرنا اس علت کو ختم نہیں کرتا جو ان کے اجتماع کے مانع ہے۔

مُقَاوِلٌ

اس کا معنی جماعت ہے تبع کے علاوہ پورا لشکر اس میں شامل ہے اس کا واحد قَیْل اور اس کی اصل قَیِّل ہے۔ اس میں تخفیف کی گئی ہے اس کے مفرد اور جمع میں یاء مستعمل ہے اگرچہ اس کی اصل واؤ ہے کیونکہ اس کا معنی ہے جو شخص بات کرے اور اس کی بات کو سنا جائے۔

اہل لغت نے اس کی جمع ''اَقْوَالٌ'' بنانا ناپسند کیا تاکہ قَوْل کی جمع کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جیسا کہ عِیْد اور اَعْیَاد کہتے ہیں اگرچہ یہ عَادَ یَعُوْدُ سے مشتق ہے اس میں واؤ کو حذف کر دیتے ہیں تاکہ عَوْد کی جمع کے ساتھ مشابہت قائم نہ ہو۔ جب قَیْل کی جمع میں واؤ باقی رکھنا چاہتے ہیں تو اس کو مَقَاوِل کہہ دیتے ہیں کیونکہ یہ مِقْوَل یا مَقَال یا مَقَالة کی جمع ہے۔ اہل لغت اَقْیَال یا اَقْوَال دونوں جمع بناتے ہیں لیکن عِیْد کی جمع اَعْیَاد ہی بناتے ہیں۔ اسی طرح رِیْح کی جمع اَرْیَاح آتی ہے قَیْل سے فَعَلَ قَالَ بنایا جاتا ہے اس کا معنی مَلَکَ ''مالک ہونا'' قِیَالَةٌ امانۃ کو کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کی اس حدیث

مشاورت کی۔ ایک دانا نے اس سے کہا "جب بھی کوئی شخص اپنے بھائی کو یا کسی قریبی رشتہ دار کو سرکشی کرتے ہوئے قتل کرتا ہے تو اس کو بے خوابی لاحق ہو جاتی ہے وہ شب بھر سو نہیں سکتا"۔ دانا کی یہ گفتگو سن کر اس نے اشراف یمن میں سے ہر اس شخص کو قتل کرنا شروع کیا جس نے اس کو بھائی کے قتل کا مشورہ دیا تھا۔ جب اس نے ذورعین کو قتل کرنا چاہا تو اس نے کہا "اے بادشاہ! میں اس گناہ سے بری ہوں"۔ بادشاہ نے پوچھا "اس برأت کی دلیل کیا ہے؟" ذورعین نے کہا "اس برأت کی دلیل وہ رقعہ ہے جو میں نے بحرین میں پیش کیا تھا" جب عمرو نے وہ رقعہ پڑھا تو اس کو معلوم ہو گیا کہ اس وقت ذورعین نے ناصحانہ مشورہ دیا تھا۔ اس نے اس کو قتل نہ کیا کچھ مدت بعد عمرو ہلاک ہو گیا۔ حمیر کے معاملات بھی بگڑ گئے اور وہ باہمی افتراق کا شکار ہو گئے۔

لخنیعہ کا اقتدار اور اس کی ہلاکت

عمرو کی ہلاکت کے بعد حمیر کا حکمران ایسا شخص بنا جو والیانِ مملکت کے خاندان میں سے نہ تھا۔ اس کا نام لخنیعہ ینوف ذوشناتر تھا۔ اس نے اہل یمن کے چیدہ چیدہ لوگوں کو قتل کر دیا۔ وہ بادشاہ کے اہل خانہ سے فعل شنیع کرتا تھا۔ حمیر کے ایک شاعر نے لَخنیعہ کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں:

تُقَتِّلُ اَبْنَاءَهَا وَتَنْفِي سَرَاتَهَا ۔ وَتَبْنِي بِاَيْدِيهَا لَهَا الذُّلَّ حِمْيَرُ
تُدَمِّرُ دُنْيَاهَا بِطَيْشِ حُلُوْمِهَا ۔ وَمَا ضَيَّعَتْ مِنْ دِيْنِهَا فَهُوَ اَكْثَرُ
كَذَالِكَ الْقُرُوْنَ قَبْلَ ذَاكَ بِظُلْمِهَا ۔ وَاِسْرَافِهَا تَاْتِي الشُّرُوْرَ فَتَخْسَرُ

"اہل حمیر کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قتل اور اپنے عمدہ افراد کو جلاوطن کر رہے ہیں اور

میں بھی یہ استعمال ہوا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ لَبِسَ الْعِزَّ وَقَالَ بِهٖ.

"پاک ہے وہ ذات جس نے پوشاکِ عزت پہنی اور اس کا مالک بنا"۔

لخنیعہ اور ذونواس کا واقعہ

ابن درید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ لخنیعہ اللَّخَعُ سے ہے۔ اس کا معنی جسم میں موٹاپا آ جانا ہے حمیر کی لغت میں شَنَاتِر انگلیوں کو کہتے ہیں اس کا واحد شُنْتُرۃ ہے۔ ذوالنواس کا نام زُرعہ تھا۔ یہ ان کے قول زَرَعَکَ اللّٰہُ سے ہے یعنی اے بچے! اللہ تجھے پروان چڑھائے۔ وہ زَادِع بھی نام رکھتے تھے جس طرح وہ نابت سے بچوں کو پکارا کرتے تھے۔ قرآن پاک میں ہے:

اپنے ہاتھوں سے ذلت کی عمارت تعمیر کر رہے ہیں وہ اپنی کم عقلی سے دنیا تباہ کر رہے ہیں لیکن ان کے دین کا خسارہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ گزشتہ اقوام کی بھی یہی حالت رہی وہ اپنے ظلم وستم کی وجہ سے زیادتیاں کرتے تھے اور نقصان اٹھاتے تھے''۔

لخنیعہ کا فسق و فجور

لخنیعہ ایک فاسق و فاجر شخص تھا۔ وہ لواطت کا عادی تھا۔ وہ شاہی خاندان کے کسی بچے کو بلا لیتا اور اس کے ساتھ اپنے محل میں لواطت کرتا۔ وہ محل اسی مقصد کے لئے تعمیر ہوا تھا یہ فعل شنیع کرنے کے بعد وہ منہ میں مسواک رکھ کر اپنے چوکیداروں اور فوجیوں کے پاس آتا۔ اس کے اس عمل کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے عمل سے فارغ ہو چکا ہے۔ ایک دن اس نے زرعہ ذی نواس بن تبان کو اپنے محل میں طلب کیا۔ زرعہ حسان کا بھائی تھا یہ اس کے قتل کے وقت بالکل کم سن تھا اب وہ حسین وجمیل، خوبرو اور صاحب عقل ودانش جوان تھا۔ جب اس کے پاس بادشاہ کا

ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ ﴿۶۴﴾ (واقعہ)

''(سچ سچ بتاؤ) کیا تم اس کو اُگاتے ہو یا ہم ہی اس کو اُگانے والے ہیں''۔

مسند وکیع بن الجراح میں ابوعبدالرحمٰن الحبلی سے روایت ہے کہ وہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص یوں کہے زَرَعْتُ فِي اَرْضِي كَذَا وَكَذَا۔ میں نے اپنی زمین میں فلاں فلاں چیز کاشت کی وہ کہتے تھے کہ زارع تو اللہ تعالیٰ ہے۔ مسند البزار میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بھی اس طرح کہنے سے منع فرمایا ہے لیکن اس ممانعت کا ایک اور سبب ہے جسے ہم کسی اور جگہ بیان کریں گے۔ صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث موجود ہے:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَهِيْمَةٌ اِلَّا لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ۔

''جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے یا کوئی فصل کاشت کرتا ہے۔ اگر کوئی چوپایہ، انسان یا پرندہ اس میں سے کھالیتا ہے تو یہ اس لگانے والے کے لئے صدقہ ہوتا ہے''۔

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے زَرَعَ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ زُرعہ کو نواس کہنے کی یہ وجہ تھی کہ اس کے سر پر بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔ نواس حرکت اور اضطراب کو کہتے ہیں۔ جب ذونواس سے چوکیداروں نے پوچھا کہ تم خشک ہو یا تر؟ تو اس نے جواب دیا سَلْ نَخْمَاسَ اَسْتُ رَطْبَان ذُوْالنَّوَاس اَسْتُ رَطْبَان اَمْ يَبَاس۔ نَخْمَاس ان کی زبان میں سر کو کہتے تھے۔

ایلچی پہنچا تو اس کو فوراً معلوم ہو گیا کہ بادشاہ اسے کس مقصد کے لئے طلب کر رہا ہے۔ اس نے ایک نئی اور تیز چھری لی اور اسے اپنے پاؤں کے نیچے اپنی جوتی کے اندر رکھ لیا۔ جب بادشاہ اس کے ساتھ خلوت نشین ہوا وہ برے ارادہ سے اس پر جھپٹا۔ ذونواس نے فوراً اس پر چھری کا وار کر دیا۔ اس نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اس نے لخنیعہ کا سر اس کھڑکی میں رکھ دیا جہاں سے وہ جھانکا کرتا تھا۔ اس نے مسواک اس کے منہ میں رکھ دی۔ جب وہ بادشاہ کے چوکیداروں کے پاس سے گزرا تو انہوں نے اس پر طنز کر کے کہا "اے ذونواس کیا خشک ہو یا تر؟" اس نے کہا "مجھے تو کچھ نہیں ہوا عنقریب چوکیداروں کو معلوم ہو جائے گا کہ لخنیعہ خشک ہے یا تر"۔ جب چوکیداروں نے کھڑکی کی طرف دیکھا تو وہاں انہوں نے لخنیعہ کے کٹے ہوئے سر کو پایا۔ تمام چوکیدار اور فوجی ذوالنواس کے پیچھے بھاگے۔ اسے پکڑ کر کہنے لگے "تو نے ہم کو اس خبیث سے نجات دی ہے اب ہم اپنا بادشاہ تجھے ہی بنائیں گے"۔

قوم حمیر اور یمن کے قبائل نے بالاتفاق اسی کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ یہ حمیر کا آخری بادشاہ تھا یہی صاحب اخدود تھا۔ اس کا نام یوسف تھا، عرصہ دراز تک ملک یمن کا بادشاہ رہا۔

نجران میں عیسائیت کا آغاز اور فیموں

نجران سرزمین عرب کے وسط میں ایک جگہ کا نام تھا۔ اہل نجران اور اہل عرب بت پرست تھے پھر اہل نجران نے عیسائیت اختیار کر لی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مغیرہ

ابو بحر کے نسخہ میں اس کو نَخماس لکھا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا معنی بھی سر ہو۔ ذوالنواس کے اس قول کا مفہوم خاصا مشکل ہے۔ ابوالفرج نے اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "جب لخنیعہ کسی بچے سے بدفعلی کرتا اور وہ بچہ اس کے کمرہ سے باہر آتا تو چوکیدار اس کی اونٹنی کے ہونٹ اور دم کاٹ دیتے پھر اس سے پوچھتے کیا خشک ہو یا تر؟ جب ذوالنواس بادشاہ کے کمرہ سے باہر آیا تو چوکیداروں نے پوچھا ذَانُواس أَرَطْبٌ اَمْ يَبَاسٌ۔ تو اس نے کہا سَتَعْلِمُ الْاَحْرَاسُ استَ ذوالنُواس اَسْتَ رَطْبَان اَمْ يَبَاسَ۔ عنقریب چوکیداروں کو معلوم ہو جائے گا کہ ذوالنواس خشک ہے یا تر۔ لخنیعہ کے اقتدار کی مدت سترہ سال تھی جبکہ ذوالنواس نے اڑسٹھ سال حکومت کی۔

فیموں کی داستان

الطبری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فیموں کا نام قیمیون تھا۔ امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ

بن ابی لبید نے وہب بن منبہ الیمانی سے روایت کیا ہے کہ نجران میں ایک شخص رہتا تھا اس کا نام فیموَن تھا۔ وہ دین عیسوی پر سختی سے کار بند تھا۔ وہ پاکباز، تارک الدنیا اور مستجاب الدعوات تھا۔ وہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک عازم سفر رہتا جس گاؤں میں اس کی شہرت ہو جاتی وہ وہاں سے نکل جاتا اور کسی ایسے گاؤں کو مسکن بنا لیتا جہاں کوئی شخص اس کا آشنا نہ ہوتا۔ وہ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتا، وہ معمار تھا۔ اتوار کی حد درجہ تعظیم کرتا تھا اتوار کے دن وہ اپنے کام کاج ترک کر دیتا۔ جنگل کی طرف نکل جاتا اور سارا دن عبادت میں مشغول رہتا۔ ایک دفعہ وہ شام کے ایک گاؤں میں گیا وہاں چھپ کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ ایک دن ایک شخص اس کے راز کو پا گیا۔ اس شخص کا نام صالح تھا۔ فیموَن کا کردار دیکھ کر وہ اس سے انتہائی محبت کرنے لگا۔ وہ جہاں جاتا یہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا جاتا۔ لیکن فیموَن کو اس کی کوئی خبر نہ تھی۔ ایک دفعہ اتوار کے روز وہ حسب معمول جنگل میں چلا گیا۔ صالح بھی بڑی رازداری سے اس کے پیچھے پیچھے تھا وہ اس جگہ بیٹھا تھا جہاں وہ فیموَن کو اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ فیموَن کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ دورانِ نماز اس کی طرف ایک سات سرا سانپ آیا۔ فیموَن نے اس کے لئے بددعا کی وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ جب صالح نے سانپ دیکھا تو اسے معلوم نہ ہو سکا کہ اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔ وہ چلایا "اے فیموَن! سات سرا سانپ آپ کی طرف آرہا ہے" لیکن فیموَن نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اپنی نماز میں مشغول رہا۔ جب شام کو گھر واپس آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا راز افشاء

وہ غسان کا رہنے والا تھا۔ اپنے وطن کو چھوڑ کر شام آیا اور اہل شام کو عیسائیت کی تبلیغ کی۔ نقاش کہتے ہیں کہ اس کا نام یحییٰ تھا۔ اس کا باپ بادشاہ تھا جب وہ مر گیا تو اس کی قوم نے اس کو بادشاہ بنانا چاہا لیکن یہ بھاگ گیا اور سیر و سیاحت میں مشغول ہو گیا۔

جس شخص نے فیموَن سے اپنے بیٹے کے لئے دعا کرائی تھی امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حکایت ذرا تفصیل سے لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ جب فیموَن اس شخص کے ساتھ اس کے گھر گیا اور اس نے اپنے بیٹے کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا تو فیموَن نے یہ دعا مانگی "مولا! یہ لڑکا تیرے بندوں میں سے ایک بندہ ہے جو نعمتیں تو نے اسے بخشی ہیں۔ تیرا دشمن ان میں دخل اندازی کر رہا ہے وہ انہیں خراب کرنا چاہتا ہے۔ مولا! اسے شفاء اور عافیت عطا فرما اور شیطان کو اس سے دور فرما۔" اس دعا کے بعد فوراً وہ لڑکا کھڑا ہو گیا گویا کہ اسے کوئی تکلیف نہ تھی فیموَن کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بچے کو جنون کی شکایت تھی۔

ہو چکا ہے اور صالح اس کی اس کرامت سے آگاہ ہو چکا ہے۔ صالح نے اس سے کہا "اے فیموں کیا تجھے علم ہے کہ میں تجھے ہر چیز سے زیادہ چاہتا ہوں تم جہاں بھی جاؤ میں تمہاری رفاقت میں رہنا چاہتا ہوں"۔ فیموں نے کہا "تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میری زندگی کتنی دشوار ہے اگر تجھے یہ مشکل راہ پسند ہے تو پھر تجھے میرے ساتھ رہنے کی اجازت ہے"۔ اب صالح اس مرد درویش کے ساتھ رہنے لگا۔ تمام گاؤں اس کی کرامات کو جان چکا تھا۔ جب وہ کسی بیمار کے لئے دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ اسے فوراً شفایاب کر دیتا۔ اس گاؤں کے ایک شخص کا بیٹا نابینا تھا۔ اس نے فیموں کے متعلق دریافت کیا لوگوں نے اسے بتایا کہ وہ کسی کی دعوت قبول نہیں کرتا۔ وہ ایک معمار ہے جو اجرت پر لوگوں کے گھر بناتا ہے۔ وہ شخص اپنے گھر گیا اپنے بیٹے کو بستر پر لٹایا اور اس پر چادر اوڑھ دی پھر وہ فیموں کے پاس آیا اور کہنے لگا "اے فیموں! میں اپنے گھر میں کچھ کام کروانا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ چلو تا کہ تم اس کام کی نوعیت دیکھ سکو اور ہم اجرت طے کر سکیں"۔ فیموں اس کے ساتھ اس کے گھر گیا۔ اس نے اس سے پوچھا تم اپنے گھر میں کیا تعمیر کرنا چاہتے ہو۔ اس شخص نے کہا فلاں، فلاں چیز اس نے اچانک اپنے بیٹے کے منہ پر کپڑا ہٹایا اور کہنے لگا "اے فیموں! اللہ کا یہ بندہ کتنی تکلیف میں مبتلا ہے۔ اس کے لئے دعا کرو"۔ فیموں نے اس کے لئے دعا کی وہ لڑکا فوراً کھڑا ہو گیا ایسے محسوس ہوتا تھا کہ اسے کوئی تکلیف نہیں ہے۔

جب فیموں کو علم ہو گیا کہ وہ اس گاؤں میں خاصا مشہور ہو چکا ہے تو اس نے وہ گاؤں بھی چھوڑ دیا صالح بھی اس کے ساتھ تھا۔ جب وہ شام کے علاقہ میں محو سفر تھے تو وہ ایک بہت بڑے

محمد بن کعب القرظی نے یہ واقعہ بعض اہل نجران سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص کا نام نہیں بتایا گیا جس کا ذکر ابن منبہ نے کیا ہے۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ اہل نجران نے اس کا نام یحییٰ رکھ دیا ہو۔ وہ شخص جو سب سے پہلے اس گاؤں میں داخل ہوا تھا اس کا نام نجران تھا۔ وہ نجران بن زید بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا اس قریہ کا نام اسی وجہ سے نجران پڑ گیا۔

اصحاب اخدود

ابن سنجر نے جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہے کہ تین افراد نے خندقیں کھودی تھیں: 1۔ یمن کا بادشاہ تبع۔ 2۔ قُسطَنطِینُ بن ھِلانی، یہ اس کی ماں تھی جب عیسائی توحید سے روگرداں ہو گئے اور صلیب کی عبادت کرنے لگے اس وقت اس نے یہ خندق کھدوائی تھی۔ 3۔ بخت نصر نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ

درخت کے پاس سے گزرے وہاں سے ایک شخص نے آواز دی۔ اے فیموُن! فیموُن نے کہا "ہاں"۔ اس شخص نے کہا" میں عرصہ دراز سے تمہارا منتظر ہوں۔ آج طویل مدت بعد میں نے تمہاری آواز سنی ہے اب تم یہی ٹھہر جاؤ کیونکہ میری موت کا وقت قریب ہے"۔ یہ کہہ کر وہ شخص مر گیا۔ فیموُن نے اس کی نمازِ جنازہ ادا کی پھر اپنے سفر پر رواں ہو گیا۔ صالح بھی اس کے ہمراہ تھا۔ جب وہ سرزمین عرب پر عازم سفر تھے تو ایک قافلہ نے انہیں گرفتار کر لیا اور نجران جا کر انہیں فروخت کر دیا۔ اس وقت اہل نجران بھی اصنام پرست تھے۔ وہ ایک بلند و بالا کھجور کی پوجا کرتے تھے۔ ہر سال اس کے لئے عید مناتے، عید کے دن کھجور کو عمدہ کپڑے پہناتے، زیورات سے آراستہ کرتے پھر اس کے سامنے سارا دن اعتکاف کرتے۔ اہل نجران میں سے ایک امیر شخص نے فیموُن کو خرید لیا جبکہ صالح کو ایک اور شخص نے خرید لیا۔ رات کے وقت جب فیموُن اپنے کمرہ میں نماز ادا کرتا تو اس کا کمرہ نور سے ضوفشاں ہو جاتا۔ وہ کمرہ صبح تک اجالوں سے بھر رہتا۔ جب اس کے آقا نے اس کی یہ عجیب کیفیت دیکھی تو اس سے اس کے دین کے متعلق سوال کیا۔ فیموُن نے اسے اپنے دین کے متعلق بتایا نیز بتایا کہ تمہارا یہ دین باطل ہے کھجور کا درخت نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ میرا معبود وحدہ لاشریک ہے اگر میں اپنے رب سے اس کھجور کے لئے دعا کروں تو وہ فوراً اسے نیست و نابود کر دے۔ آقا نے کہا" تم بددعا کرو۔ اگر یہ کھجور گر پڑی تو ہم تمہارے دین کو اختیار کر لیں گے"۔ فیموُن نے وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی پھر بارگاہ ربوبیت میں اس کھجور کے لئے بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے آندھی بھیجی جس نے اس کو جڑ سے اکھیڑ کر نیچے پھینک دیا۔ اہل نجران نے جب یہ کرامت دیکھی تو وہ فیموُن کے دین میں شامل ہو گئے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی شریعت مطہرہ پر عمل کرنے لگے۔ اس طرح نجران میں عیسائیت کا آغاز ہوا۔

اُسے سجدہ کریں لیکن حضرت دانیال اور ان کے ساتھیوں نے انکار کر دیا۔ بخت نصر نے انہیں اس خندق میں پھینک دیا جو آگ سے لبریز تھی لیکن وہ آگ ان کے لئے مجسمہ سلامتی بن گئی۔ اس نے ان لوگوں کو جلایا جنہوں نے حضرت دانیال علیہ السلام سے سرکشی کی تھی۔

عبداللہ بن ثامر اور عیسائیت کی تبلیغ

عبداللہ بن ثامر اور اسم اعظم

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن کعب قرظی اور بعض اہل نجران نے بیان کیا ہے کہ اہل نجران مشرک تھے۔ وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ نجران کے قریبی گاؤں میں ایک جادوگر رہتا تھا جو اہل نجران کے بچوں کو جادو کی تعلیم دیتا تھا۔ جب فیموؔن وہاں پہنچا تو اس نے

عبداللہ بن ثامر کا عجیب واقعہ

اسمائے حسنیٰ کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے میں علماء کا اختلاف

عبداللہ بن ثامر کے اس قصہ میں اسم اعظم کا ذکر ہے۔ فیموؔن نے عبداللہ سے کہا ''تو اسم اعظم کی شرائط کو پورا نہیں کر سکتا نہ ہی تجھ سے اس کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ۔ (النمل:40)

''عرض کی اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا''۔

کی تفسیر میں علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت میں آصف بن برخیا کا ذکر ہے انہیں اسم اعظم عطا کیا گیا تھا۔ ان کی ہر دعا کو شرف قبولیت سے نوازا جاتا تھا۔ نقاش کا قول ہے کہ اس آیت میں ضبہ بن اُد بن طابخہ کا ذکر ہے لیکن ان کا یہ قول صحت کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ اسمائے باری تعالیٰ کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دینی چاہئے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسمائے حسنہ میں سے ایک اسم دیگر اسماء سے اعظم کیسے ہو سکتا ہے۔ ان کے نزدیک جب کسی حدیث مبارک یا کسی اثر میں اسم اعظم کا ذکر ہو تو وہاں اعظم عظیم کے معنی میں ہوگا۔ جس طرح اِنِّی لَاَوْجَل میں ''اَوْجَل'' وَجِلٌ کے معنی میں ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ میں اَكْبَرُ ''كَبِيْر'' کے معنی میں ہے اسی طرح وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ میں اَهْوَنُ هَيِّن کے معنی میں ہے۔ ابوالحسن بن بطال نے لکھا ہے کہ علماء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے ابن ابی زید اور قابسی وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ علماء کے اس طائفہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ جب وہ اولیاء جو مرتبہ میں حضور ﷺ سے کم تھے وہ اسم اعظم جانتے تھے تو پھر آپ ﷺ اس سے محروم کیسے ہو سکتے تھے آپ ﷺ نے اپنی امت کے لئے دعائیں کرتے وقت کبھی بھی اسم اعظم کو استعمال نہ کیا حالانکہ آپ ﷺ اپنی امت کے لئے رؤف، رحیم اور مجسمۂ رحمت تھے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حکم اور

نجران اور جادوگر کے گاؤں کے درمیان اپنا ڈیرہ لگالیا۔ نجران کے باشندے اپنے بچوں کو جادوگر کے پاس بھیجا کرتے تھے وہ انہیں جادو سکھاتا تھا۔ ثامر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو دیگر بچوں کے ساتھ جادوگر کے پاس بھیجا۔ عبداللہ جب بھی فیمون کے خیمہ کے پاس سے گزرتا تو اس کی نماز اور

فضیلت میں برابر ہیں۔ ان میں سے کوئی اسم بھی اعظم نہیں ہے۔ جب ان اسماء کو پکار کر اس سے کچھ طلب کیا جاتا ہے تو وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے نواز دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کی دعا کو شرف قبولیت نہیں بخشتا۔ ارشاد ربانی ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ (اسراء ۱۱۰)

"آپ فرمائیے یا اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے اسے پکارو اس کے سارے نام (ہی) اچھے ہیں"۔

یہ آیت قرآنیہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ تمام اسمائے حسنہ برابر ہیں۔ اسی وجہ سے علماء کے ایک گروہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن پاک کی کوئی آیت بھی دوسری آیت سے افضل نہیں ہے کیونکہ وہ تمام خدائے یکتا کا کلام ہے۔

شیخ فقیہ حافظ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وہ علماء جو اسم اعظم کا انکار کرتے ہیں اور قرآن پاک کے ایک جزء کو دوسرے جزء سے افضل نہیں سمجھتے۔ ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا یہ شرعاً محال ہے یا عقلاً؟ از روئے عقل یہ محال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال میں سے کسی ایک عمل کو دوسرے پر فضیلت دے دے۔ ذکر کے ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ پر شرف بخش دے۔ فضیلت کا مطلب ثواب اور نقصان کی زیادتی ہے فرائض نوافل سے بالاجماع افضل ہیں۔ نماز اور جہاد کو بہت سے اعمال اور دعا سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ذکر اعمال میں سے ایک عمل ہے بعید نہیں کہ اس کا کچھ حصہ شرف قبولیت میں دوسرے حصہ سے زیادہ ہو اور آخرت میں اس کا اجر زیادہ ہو اسمائے حسنیٰ مسمیٰ سے عبارت ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام قدیم سے ہیں۔

بلاشبہ ہم اپنی مخلوق زبانوں اور محدث الفاظ سے گفتگو کرتے ہیں اور ہمارا کلام ہمارے اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (صافات)

"حالانکہ اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو......"

(معتزلہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہے اس کے اسماء بھی

عبادت دیکھ کر متعجب ہوتا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ جاتا اور اس کی گفتگو سنتا۔ بالآخر اس نے عیسائیت اختیار کر لی۔ اللہ رب العزت کو یکتا تسلیم کیا اور اس کی عبادت میں منہمک ہو گیا۔ وہ فیموُن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مختلف مسائل پوچھتا رہتا۔ حتیٰ کہ وہ فقیہہ بن گیا۔ فیموُن

محدث ہیں جبکہ مسمّی (ذات باری تعالیٰ) قدیم ہے وہ غیریت اور حدوث میں خالق اور مخلوق کے کلام کو برابر سمجھتے ہیں۔ جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ ہمارا کلام ہمارا عمل ہے تو پھر اس سے اسماء کے درمیان فضیلت کا جواز بھی ثابت ہو گیا۔ سورتوں اور آیات کی ایک دوسرے پر فضیلت بھی اسی طرح ہے۔ یہ فضیلت اس تلاوت کی وجہ سے ہے جو ہمارا عمل ہے نہ کو متلو کی وجہ سے ہے جو ہمارے رب کا کلام ہے اور اس کی صفات قدیمہ میں سے ایک صفت ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار فرمایا کہ قرآن پاک میں سے کون سی اعظم (سب سے بڑی) آیت تمہارے پاس ہے۔ انہوں نے عرض کی اَللّٰہُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "اے ابومنذر! تمہیں علم مبارک ہو"۔ یہ محال ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان میں اعظم عظیم کے معنی میں ہو کیونکہ تمام قرآن پاک عظیم ہے۔ اس لئے اس کے متعلق یہ کیسے سوال ہو سکتا ہے "اَیُّ آیَةٍ فِی الْقُرْآنِ عَظِیْمَةٌ" (قرآن پاک کی کون سی آیت عظیم ہے۔) جبکہ سارا قرآن مجید ہی عظیم ہے۔ ان علماء کا یہ قول کہ اَکْبَرُ بمعنی کَبِیْر اور اَھْوَنُ بمعنی ھَیِّن درست نہیں ہے کیونکہ اگر یہ درست ہو تو پھر ہم حضور ﷺ کے اس فرمان میں اعظم کو عظیم کے معنی میں نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن پاک تو سارے کا سارا عظیم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تو اس میں سے اعظم کے متعلق سوال فرمایا تھا اور اس کے متعلق سوال فرمایا تھا جو اجابت کے قریب ترین اور ثواب میں افضل ہو۔ یہ حدیث پاک اسم اعظم کے ثبوت پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک مبارک اسم اس کے تمام اسماء سے اعظم ہے۔ یہ بھی محال ہے کہ قرآن پاک میں اسم اعظم کا تذکرہ نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (انعام:۳۸)

"نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو"۔

اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ اور امت محمدیہ کو اس مبارک اسم سے محروم کیسے فرما سکتے تھے جبکہ حضور ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے اور آپ ﷺ کی امت تمام امم سے افضل ہے لیکن اسم اعظم قرآن پاک میں اس طرح مخفی رکھا گیا ہے جس طرح قیامت اور لیلۃ القدر کو مخفی رکھا گیا ہے تاکہ لوگ نیک اعمال کرنے میں زیادہ کوشش کریں۔

اسے تمام اسمائے الٰہیہ کی تعلیم دیتا تھا لیکن اسم اعظم اس سے چھپا کر رکھتا تھا۔ ایک دن عبداللہ نے اس سے اسم اعظم کے متعلق پوچھا۔ فیموٗن نے کہا "اے میرے بھتیجے! تو اسم اعظم کو برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تو اپنی زندگی سے ہی ہاتھ نہ دھو بیٹھے"۔ ثامر عبداللہ کے متعلق آگاہ نہ تھا۔ وہ یہی سمجھتا تھا کہ اس کا بچہ دیگر بچوں کے ساتھ جادوگر کے پاس جاتا ہے جب عبداللہ نے

حافظ ابوالقاسم فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرب ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا 'اَیُّ آیَۃٍ مَعَکَ فِي کِتَابِ اللّٰہِ اَعْظَمُ۔ آپ ﷺ کا اعظم کی جگہ افضل ذکر نہ فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ اسم اعظم اسی آیت میں ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ اسم اعظم کسی دوسری آیت میں ہو مگر اعظم آیت یہ ہو۔ یہ آیت دیگر آیات سے اسی لئے اعظم ہے کیونکہ اس میں اسم اعظم موجود ہے۔ کیا حضور ﷺ کے حضرت ابی کو مبارک دینے کے انداز سے یہ عیاں نہیں ہو رہا کہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسم اعظم کا علم تھا۔ وہ اسم اعظم اور آیت کبریٰ جس کو سابقہ امم میں سے صرف چند افراد ہی جان سکے عبداللہ بن ثامر۔ آصف حضرت سلیمان علیہ السلام کا صحابی اور بلعوم شیطان کی پیروی کرنے سے پہلے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے اسم اعظم کے متعلق گزارش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسم اعظم ان دو آیات میں ہے:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (بقرہ: ۲۵۵)۔ الٓمّٓ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

ھُوَ الْحَیُّ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔

"وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اس کے پس اس کی عبادت کرو اپنے دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔"

پس تم بھی اسی اسم سے دعا مانگا کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کر کے ہمیں تنبیہ فرمائی تاکہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں جس نے ہم کو اسم اعظم بتا دیا حالانکہ پہلے ہم اس سے آگاہ نہ تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص (اس کا نام حضرت حرث بن ابی اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا) کو سنا وہ کہہ رہا تھا "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" یہ عظیم دعا سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے

محسوس کیا کہ فیموُن اسے اسم اعظم سکھانے سے گریز کر رہا ہے تو اس نے اپنے تمام تیر نکالے ہر تیر پر اللہ تعالیٰ کا ایک نام لکھا پھر آگ روشن کی اور ایک ایک کر کے تیر اس آگ میں پھینکتا رہا۔ جب اس نے وہ تیر آگ میں پھینکا جس پر اسم اعظم رقم تھا تو وہ تیر اچھل کر آگ سے باہر نکل آیا اور آگ

وسیلہ سے دعا مانگی ہے" یہ روایت بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا غُفِرَ لَهٗ، غُفِرَ لَهٗ۔ اس کی بخشش ہو گئی ہے اس کی بخشش ہو گئی ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ اس شخص نے یہ دعا مانگی تھی "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ فَاِنَّکَ اللّٰہُ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ تَلِدْ وَلَمْ تُوْلَدْ"۔

یہ روایت اس پہلی روایت کے معارض ہے جو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی گئی ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ ہم نے یہ دعویٰ تو نہیں کیا کہ اسم اعظم "الحیُّ القیُّوْمُ" ہے بلکہ یہ دو اوصاف ہیں جو اسم اعظم کے تابع ہیں اور اس کے ذکر کی تکمیل کرتی ہیں۔ الاَحَدُ، الصَّمَدُ، المَنَّانُ اور ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بھی اسی طرح ہیں اسم اعظم تو لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ہے کیونکہ یہ ایسا اسم ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ہے اور نہ ہی اس سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام رکھا جا سکتا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اسمائے حسنہ ننانوے ہیں۔ یہ تمام اسم مبارک اللہ کے تابع ہیں۔ یہ اسم مبارک ایک سو کی تعداد کو پورا کرتا ہے۔ اس طرح اسمائے حسنیٰ کی تعداد ایک سو ہے۔ جنت کے درجات بھی ایک سو ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جنت کے ایک سو درجات ہیں۔ ہر دو درجات کے مابین ایک سو سال کی مسافت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے اسماء کو شمار کیا وہ جنتی ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نام لامتناہی ہیں لیکن یہ نام دیگر اسماء سے افضل ہیں اور قرآن پاک میں موجود ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

اَسْئَلُکَ بِاَسْمَائِکَ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ۔

"اے مولا! میں تجھ سے ان اسماء کے طفیل دست سوال دراز کرتا ہوں جن کو میں جانتا ہوں یا جن سے میں آشنا نہیں ہوں۔"

ابن وہب نے "جامع" میں بھی یہ روایت نقل کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

سُبْحَانَکَ لَا اُحْصِی اَسْمَاءَ کَ۔

"اے میرے مولا! تو پاک ہے میں تیرے ناموں کو شمار نہیں کر سکتا۔"

اسم مبارک "اللہ" اسم اعظم ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تو تمام اسمائے الٰہیہ کو اسی کی

نے اسے کوئی نقصان نہ دیا۔عبداللہ نے وہ تیر لیا۔اس پر لکھا ہوا نام پڑھا اور فیموُن کے پاس آ گیا اور کہنے لگا ''میں نے اسم اعظم جان لیا ہے''۔اس کے پوچھنے پر عبداللہ نے اس کو اسم اعظم بتا دیا۔ فیموُن نے پوچھا ''تو نے اسم اعظم کیسے معلوم کر لیا؟ عبداللہ نے اسے تمام واقعہ سنایا۔فیموُن نے کہا'' اے میرے بھتیجے! تو نے مقصد کو پالیا ہے۔اپنے اس مرتبہ پر برقرار رہنا''۔

طرف منسوب کرتا ہے لیکن اس کو کسی اور کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔مثلاً تو یہ کہتا ہے کہ عزیز اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے لیکن یہ نہیں کہتا کہ اللہ عزیز کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اس مبارک اسم کی لام کو بھی پُر پڑھا جاتا ہے حالانکہ اہل عرب لام کو صرف حروف اطباق کے ساتھ ہی پُر پڑھتے ہیں۔مثلاً طلاق۔اسمائے حسنیٰ کے کسی لام میں بھی تفخیم نہیں ہے اور نہ ہی ان حروف میں تفخیم ہے جو اسمائے حسنیٰ میں مستعمل ہیں اور وہ حروف مستعلیہ ہیں صرف اس اسم مبارک میں ہی تفخیم ہے جو الف، دو لاموں اور ہاء سے مل کر بنا ہے۔الف مبدأ صوت سے ہے۔ہاء بھی الف کے مخرج کی طرف راجع ہے۔اس طرح لفظ، معنی کے موافق ہو گیا کیونکہ وہ مسمیٰ بھی عظیم الشان ہے ابتداء اور انتہاء اسی کی طرف ہے۔علماء کے نزدیک اعادہ، ابتداء سے آسان تر ہے اسی طرح ہاء، ہمزہ سے زیادہ نرم اور خفیف ہے۔ وہ ہمزہ جو آغاز میں ہے میں نے یہ تمام تفصیل علامہ ابن فورک رحمہ اللہ سے منقول کی ہے۔علامہ ابوبکر نے اسے اپنی کتاب ''شرح اسمائے حسنیٰ'' میں بھی رقم کیا ہے۔اگر یہ اعتراض کیا جائے کیا اسم اعظم کے وسیلہ سے جب بھی دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ دعا کو قبول فرما لیتا ہے اور اس اسم کے طفیل جو چیز بھی طلب کی جائے اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرماتا ہے؟ تو ہم اس اعتراض کے دو جوابات دیتے ہیں:

1۔ سابقہ امم میں سے اگر کوئی شخص اسم اعظم کو جان لیتا تو وہ فحش گوئی سے اجتناب کرتا۔اس کی تعظیم کرتے ہوئے اس کو صرف اس وقت مس کرتا جب وہ خوب پاک صاف ہوتا اسی طرح اس پاکیزہ نام کو اپنے منہ سے ادا کرتے وقت بھی وہ خوب پاکیزگی حاصل کر لیتا۔وہ شخص جو اسم اعظم کو جان لیتا ہے اللہ تعالیٰ کو معبود برحق یقین کرتے ہوئے اور عاجزی کرتے ہوئے اس کے مقتضیٰ پر عمل کرتا ہے تو اس کا قلب مسمیٰ (ذات باری تعالیٰ) کی عظمت سے بھر جاتا ہے۔وہ ذات خداوندی کے علاوہ کسی اور طرف توجہ نہیں کرتا، نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور ذات سے خوفزدہ ہوتا ہے لیکن جب وہ انسان فحش گوئی کو اپنا وطیرہ بنا لیتا ہے۔مذاق اور بری گفتگو کا عادی ہو جاتا ہے اور اسم اعظم کے تقاضا کے مطابق عمل نہیں کرتا تو پھر اس کے دل سے اسم اعظم کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے اس کی دعا درِ اجابت پر قبول ہونے سے محروم ہو جاتی ہے اور نہ ہی اس کی حاجات جلد پوری ہوتی ہیں۔

عبداللہ بن ثامر اور دعوت توحید

پھر عبداللہ نجران چلا گیا اسے جو بھی مصیبت زدہ شخص ملتا وہ اس سے کہتا '' اے اللہ کے بندے! کیا تو اللہ کو ایک مانے گا اور میرے دین میں داخل ہو جائے گا۔ میں بارگاہ ربوبیت میں التجا کرتا ہوں وہ تیرے اس دکھ کو دور فرما دے گا''۔ اگر وہ شخص توحید خداوندی کا اقرار کرتا اور

'' کیا تجھے علم نہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی آزمائش کے وقت کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے فرمایا '' میرا گزر دو ایسے افراد کے پاس سے ہوا جو باہم جھگڑ رہے تھے اور اپنے جھگڑا میں اللہ تعالیٰ کا نام لے رہے تھے میں اپنے گھر لوٹ آیا اور ان کی طرف سے کفارہ ادا کیا کیونکہ مجھے یہ بات بری محسوس ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا نام مبارک اس کے حق کے علاوہ کسی اور جگہ لیا جائے''۔

حدیث شریف میں ہے نبی محترم ﷺ نے فرمایا: '' میں ناپسند کرتا ہوں کہ ناپاک ہوتے ہوئے اللہ کا نام لوں۔'' انبیائے کرام علیہم السلام اس اسم مبارک کی کتنی تعظیم کرتے تھے تیرے لئے واضح ہو چکا ہوگا۔

2۔ اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جو دعا اسم اعظم کے وسیلہ سے مانگی جائے اور وہ دعا انسان کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہو۔ صرف انسان کی زبان سے ادا نہ ہوئی ہو اور اس کا دل اس سے غافل رہا ہو وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا '' دعا کے قبول ہونے کی کئی صورتیں ہیں یا تو سائل جو کچھ مانگ رہا ہوتا ہے اس کو فوراً عطا کر دیا جاتا ہے یا پھر اس کے لئے ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔ ذخیرہ شدہ چیز اس چیز سے کہیں بہتر ہوتی ہے جو وہ مانگ رہا ہوتا ہے یا پھر اس کی اس دعا کی قدر کے مطابق اس سے مصائب دور کر دیئے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے دعا مانگی '' مولا! میری امت میں باہمی خونریزی نہ فرما''۔ آپ ﷺ کو ایسی دعا مانگنے سے منع کر دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض آخرت میں انہیں شفاعت عطا فرما دی تھی۔ نبی محترم ﷺ نے فرمایا '' میری یہ امت، امت مرحومہ ہے اس پر آخرت میں کوئی عذاب نازل نہ ہوگا۔ اس پر عذاب دنیا میں فتنے اور زلزلے ہیں، جب اس امت پر رونما ہونے والے فتنے عذاب آخرت کے نہ ہونے کا سبب بن سکتے ہیں تو پھر تصور کر و حضور ﷺ کی اس مبارک دعا سے ان کو کتنا اجر ملے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا وَّ یُذِیْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ (انعام:٦٥)

'' فرمایئے وہ قادر ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے

عیسائیت اختیار کر لیتا تو عبداللہ اس کے لئے سراپا دعا بن جاتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کے صدقے اس شخص کے غم کو دور فرما دیتا۔ نجران کا ہر مصیبت زدہ شخص عبداللہ کے پاس آیا اس کے مذہب کو قبول کیا۔ عبداللہ نے اس کے لئے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے اسے عافیت عطا فرما دی حتیٰ کہ شاہِ نجران کو عبداللہ کی اس تبلیغ کا علم ہو گیا۔ اس نے عبداللہ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور کہا "تو میری عوام میں فساد پیدا کر رہا ہے تو نے میرے اور میرے آباء کے دین کی مخالفت کی ہے میں تیرا مثلہ کر دوں گا"۔ عبداللہ نے کہا "اے بادشاہ! تو مجھے کوئی نقصان نہیں دے سکتا"۔ بادشاہ عبداللہ کو ایک بلند پہاڑ پر لے گیا اور اسے منہ کے بل گرا دیا لیکن عبداللہ کو کوئی گزند نہ پہنچی۔ اس نے عبداللہ کو گہرے اور تاریک کنوؤں میں پھینکا، سمندروں میں غوطے دیئے لیکن عبداللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ جب بادشاہ عاجز آ گیا تو عبداللہ نے کہا "اے بادشاہ! اللہ کی قسم! تو میرے قتل پر اس وقت تک قادر نہیں ہو سکتا جب تک تو توحید کو تسلیم نہیں کر لیتا اور اسی ذات پر ایمان نہیں لے آتا جس پر میں ایمان لایا ہوں۔ اگر تو نے اللہ تعالیٰ کو معبودِ برحق تسلیم کر لیا تو تو مجھے مغلوب کر کے قتل کر سکے گا"۔ بادشاہ نے اللہ کی توحید کا اعلان کیا اور عبداللہ کی طرح گواہی دی پھر اپنے ڈنڈے سے عبداللہ کو ضرب لگائی اسے معمولی سا زخم آیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ بادشاہ نے بھی اپنی جان جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔ تمام اہل نجران نے عبداللہ کے دین کو اپنا لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی شریعت پر عمل پیرا رہے۔ اسی طرح نجران میں عیسائیت کا آغاز ہوا۔

اور خلط ملط کر دے تمہیں مختلف گروہوں میں اور چکھائے تم میں سے بعض کو شدت دوسروں کی"۔

جب هُوَ الْقَادِرُ...... کا نزول ہوا تو حضور ﷺ نے عرض کی اَعُوْذُبِکَ بِوَجْهِکَ۔ مولا! میں تیرے چہرے کے طفیل اس عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ جب "اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ" کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نے یہی عرض کیا پھر جب يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ عذاب آسان ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی امت کو پہلے اور دوسرے عذاب سے محفوظ کر لیا لیکن عذاب کی تیسری قسم کے متعلق سوال کرنے سے آپ ﷺ کو روک دیا گیا۔

میں نے اپنی اس بحث کو اپنے زمانہ کے ایک فقیہہ کے سامنے پیش کیا اس نے کہا "یہ گفتگو کتنی نفیس ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ حضور ﷺ نے یہ دعا اس آیت کے نزول کے بعد فرمائی یا نہیں؟ اگر آپ ﷺ نے اس آیت کے نزول کے بعد یہ دعا فرمائی ہو تو پھر تمہاری یہ بحث انتہائی عمدہ ہے"۔ میں نے اس فقیہ سے کہا کیا "مؤطا" میں مذکور نہیں کہ حضور ﷺ نے یہ دعا مسجد بنی معاویہ میں فرمائی تھی

اصحاب الاخدود اور اس کا معنی

ذوالنواس نے اہل نجران پر لشکر کشی کی اور انہیں یہودیت کی دعوت دی۔ اس نے انہیں اختیار دیا کہ یا تو وہ یہودیت اختیار کر لیں یا پھر قتل ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اہل نجران نے اپنے مذہب کے لئے اپنی جان کی قربانی دینا پسند کر لیا۔ ذوالنواس نے ان کے لئے خندق کھدوائی۔ اس میں آگ جلا کر بعض کو آگ میں پھینک دیا اور بعض کو تہہ تیغ کر دیا۔ تقریباً بیس ہزار نجرانیوں کو شہید کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ان کے ہی متعلق ہے:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِۙ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِۙ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌۙ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌؕ وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِۙ (البروج)

اُخدود کی تشریح:۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زمین میں وہ گڑھا جو مستطیل شکل کا ہو اس کو اُخدُود کہتے ہیں مثلاً خندق اور ندی وغیرہ اس کی جمع اخادید آتی ہے۔ ذوالرمۃ نے کہا ہے اس کا نام غیلان بن عقبہ تھا۔

مِنَ العِرَاقِيَّةِ التِي يُحِيلُ بِهَا بَيْنَ الغَلَاةِ وَبَيْنَ النَّخلِ اُخدُودُ

میری محبوبہ ان عراقی عورتوں میں سے ہے جن کے لئے جنگل اور نخلستان کے مابین نہریں جاری کر دی جاتی ہیں۔

اس شعر میں اُخدُود ندی کے معنی میں ہے۔ تلوار، چھری اور ڈنڈے کے زخم کو بھی اُخدُود کہا جاتا ہے۔

اور یہ مسجد مدینہ طیبہ میں ہے اس میں علماء کا اختلاف نہیں کہ سورۃ الانعام مکی ہے اس نے کہا ''ہاں'' تمہارا قول درست ہے اور تمہاری یہ گفتگو بہت عمدہ ہے''۔

اصحاب اخدود

عبداللہ بن ثامر کا واقعہ ابن اسحاق نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے انہوں نے اہل نجران سے بھی بعض باتیں روایت کی ہیں۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی حدیث مبارک سے بھی ثابت ہے اسے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے اس حدیث پر اعتماد کرنا زیادہ بہتر ہے۔ وہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ واقعہ سے بہت سے الفاظ میں مختلف ہے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سرورِ کائنات ﷺ یہ واقعہ بیان فرماتے تو اس کے ساتھ ہی ایک اور واقعہ بھی بیان فرماتے تھے۔ وہ تعجب خیز داستان یہ ہے۔

ایک بادشاہ کا ایک کاہن تھا جو اس کے لئے کہانت کرتا تھا۔ ایک دن اس کاہن نے کہا مجھے ایک ذہین وفطین بچہ دو تا کہ میں اسے علم سکھاؤں مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرے مرنے کے بعد میرا یہ علم ختم نہ ہو جائے اور تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا شخص نہ رہے جو اس علم سے آشنا ہو۔ انہوں نے اس کے لئے ایک ذہین لڑکا متعین کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس کاہن کے پاس کہانت سیکھنے جایا کرے۔ وہ لڑکا حصولِ علم کے لئے کاہن کے پاس جانے لگا اس کے راستہ میں ایک گرجا تھا جس میں ایک راہب اقامت گزیں تھا۔ لڑکا جب بھی اس راہب کے پاس سے گزرتا اس سے مختلف سوالات کرتا۔ راہب اسے جوابات دیتا۔ ایک دن راہب نے کہا میں تو صرف خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا ہوں۔ اب لڑکا اسی راہب کے پاس ہی جانے لگا۔ کاہن نے لڑکے کے گھر والوں سے شکایت کی کہ وہ لڑکا اس کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتا۔ لڑکے نے راہب کے پاس کاہن کی اس شکایت کا تذکرہ کیا۔ راہب نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ جب کاہن تجھ سے پوچھے کہ تو کہاں تھا؟ تو اس سے کہنا کہ میں اپنے اہل خانہ کے پاس تھا اور جب گھر والے تجھ سے پوچھیں کہ تو کہاں تھا؟ تو ان سے کہہ دینا میں کاہن کے پاس تھا۔ وہ لڑکا راہب سے علم حاصل کرتا رہا۔ دورانِ حصول علم ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ ایک دن وہ لوگوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا۔ وہ جماعت دہشت زدہ ہو کر سر راہ بیٹھی ہوئی تھی لڑکے کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ ایک شیر نے ان کا راستہ روک رکھا ہے۔ لڑکے نے ایک پتھر اٹھایا اور دعا مانگی "مولا! جو کچھ راہب کہتا ہے اگر وہ حق ہے تو پھر میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو اس شیر کو ہلاک کر دے"۔ پھر اس نے وہ پتھر پھینکا جس سے شیر وہیں مر گیا۔ لوگوں نے پوچھا اس شیر کو کس نے ہلاک کیا ہے اس جماعت کے افراد نے بتایا کہ اس کو اس لڑکے نے مار دیا ہے یہ سن کر وہ لوگ گھبرا گئے انہوں نے کہا "اس لڑکے کے پاس ایسا علم ہے جس سے کوئی اور آگاہ نہیں ہے"۔ جب ایک نابینا شخص نے یہ واقعہ سنا تو اس نے لڑکے سے کہا "اگر تو نے میری بصارت لوٹا دی تو میں تجھے وافر مال عطا کروں گا"۔ لڑکے نے اس سے کہا "مجھے تیرے مال کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تو تجھ سے صرف اتنا کہوں گا کہ اگر تجھے بصارت مل جائے تو اس ذات پر ایمان لے آنا جو تجھے بینائی عطا کرے گا"۔ اس نے کہا "ہاں میں اس ذات پر ایمان لے آؤں گا"۔ لڑکے نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جس سے نابینا کو بینائی مل گئی۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا۔ راہب، لڑکے اور اندھے کی خبر بادشاہ تک پہنچ گئی۔ اس نے تینوں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور کہا "میں تجھے اس طریقے سے قتل کروں گا کہ آج تک کسی شخص نے اپنے دشمن کو اس طرح

قتل نہ کیا ہوگا"۔ پہلے اس نے راہب اور اس شخص کو بلایا جو پہلے نابینا تھا پہلے راہب کے سر پر آری چلا کر اس کو قتل کر دیا پھر دوسرے شخص کو بھی اسی طرح قتل کیا اس کے بعد لڑکے کو بلایا۔ بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو بلایا اور کہا اس لڑکے کو فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور سر کے بل نیچے گرا دو۔ جب سپاہی اس لڑکے کو اس جگہ پر لے کر گئے وہ خود منہ کے بل نیچے گرنے لگے اور ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ لڑکا دوبارہ بادشاہ کے دربار میں پہنچ گیا بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اب اس لڑکے کو سمندر میں پھینک آؤ۔ سپاہی اسے لے کر سمندر کی طرف گئے اور اس لڑکے کو سمندر میں پھینکنے لگے لیکن وہ خود سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ لڑکا پھر بھی زندہ رہا وہ سہ بارہ بادشاہ کے پاس آیا۔ اس نے بادشاہ سے کہا "جب تو مجھے مغلوب کر کے مجھ پر تیر اندازی نہیں کرے گا اس وقت تک تو مجھے ہلاک نہیں کر سکے گا لیکن شرط یہ ہے کہ تو جب بھی تیر چلائے تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ۔ اللہ کے نام سے شروع جو اس لڑکے کا رب ہے"۔ بادشاہ نے اس لڑکے کو لٹکا دینے کا حکم دیا پھر اس پر تیر اندازی شروع کی وہ جب بھی تیر پھینکتا تو کہتا بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ۔

لڑکے نے اپنے کندھے پر ہاتھ رکھا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ لوگوں نے یہ منظر دیکھ کر کہا "اس لڑکے کے پاس ایسا علم تھا جس سے کوئی اور شخص آگاہ نہیں ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لاتے ہیں"۔ بادشاہ سے کہا گیا "اے بادشاہ! جب صرف تین آدمیوں نے تیری مخالفت کی تھی تو تو گھبرا گیا تھا اب سارے لوگ تیرے مخالف ہو گئے ہیں۔ بادشاہ نے خندق کھدوائی اس کو لکڑیوں اور آگ سے بھر دیا پھر لوگوں کو جمع کیا اور کہنے لگا "جو شخص اپنے گناہ سے رجوع کرے گا ہم اس کو چھوڑ دیں گے اور جس نے اس مذہب کو ترک نہ کیا ہم اس کو اس آگ میں پھینک دیں گے"۔ اس نے لوگوں کو آگ میں پھینکنا شروع کیا۔ مذکورہ بالا آیت مبارکہ اسی واقعہ کے متعلق ہے پھر اس لڑکے کو دفن کر دیا گیا۔ روایت کیا جاتا ہے کہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں نکالا گیا اس کا ہاتھ ابھی تک اس کے کندھے پر ہی تھا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو محمد بن غیلان سے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ہداب بن خالد سے روایت کیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ وہ نابینا جس کو بصارت ملی تھی بادشاہ کا ساتھی تھا جب بادشاہ حسب معمول اپنے دوست کے پاس بیٹھا تو اس سے پوچھنے لگا "تجھے بینائی کس نے عطا کی ہے؟" اس نے کہا "میرے رب نے میری بصارت لوٹا دی ہے"۔ بادشاہ نے پوچھا "کیا میرے

علاوہ تیرا اور بھی کوئی رب ہے؟ اس کے دوست نے کہا "اللہ تعالیٰ میرا اور تیرا رب ہے"۔ بادشاہ نے آری منگوائی اور اس کے سر پر رکھ کر چلا دی اس کو قتل کرنے کے بعد راہب کو طلب کیا گیا اس کو بھی اسی طرح شہید کر دیا گیا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے آخر میں ہے آگ میں پھینکنے کے لئے ایک عورت کو لایا گیا اس کے پاس ایک شیر خوار بچہ تھا۔ اس بچے نے کہا "اے میری امی جان! مت گھبرائیں آپ حق پر ہیں"۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس بچے کی عمر سات ماہ تھی۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ میں اُخدُود کے متعلق ذوالرمۃ نے شعر سے دلیل پکڑی ہے۔ اس کا نام غیلان بن عقبہ بن بہیش تھا۔ اس کا یہ نام اس مصرعہ کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔

اَشْعَثُ بَاقِي رُمَّةِ التَّقْلِيْدِ۔

کہا جاتا ہے کہ یہ نام میّۃ نے رکھا تھا ذوالرمۃ نے اس سے کہا تھا اس ڈول کو درست کر دے۔ میّۃ نے کہا میں تو خَرْقَاء (نکمی) ہوں اس وقت ذوالرمۃ پیٹھ پھیر کر جانے لگا۔ اس وقت اس کی گردن پر رسی تھی۔ میّۃ نے اسے آواز دی اے ذوالرُّمَّةِ (رسی والے) اگر میں خرقاء ہوں تو میری ایک ماہر لونڈی ہے۔ اس واقعہ کی وجہ سے میّۃ کا نام خرقاء اور غیلان کا نام ذو الرُّمَّة پڑ گیا۔

حیات شہداء

عبداللہ بن ثامر کے واقعہ کی تصدیق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی کرتا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ (آل عمران:١٦٩)

"اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کئے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں"۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہر کھدوائی تو شہدائے احد کے اجسام کو ان کی قبور سے نکالا گیا۔ مدت دراز گزرنے کے باوجود ان کے اجسام میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں مبارک پر کلہاڑا لگ گیا جہاں سے خون بہنے لگا۔ اسی طرح حضرت ابو جابر، حضرت عبداللہ بن حرام، حضرت عمرو بن جموح اور حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجسام مبارک میں بھی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ ان کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں خواب میں دیکھا انہوں نے انہیں حکم فرمایا کہ وہ ان کے جسم اطہر کو کسی اور جگہ منتقل کر دیں۔ جب اس مقصد کے لئے ان کی قبر کھودی گئی تو ان کا جسم بالکل سلامت تھا حالانکہ اس وقت غزوۂ احد کو تیس سال گزر چکے تھے۔ یہ تمام واقعات سچے ہیں اور ابن قتیبہ نے انہیں المعارف میں ذکر کیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ۔

''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کھائے''۔

سلیمان بن اشعث نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ابوجعفر الدودی نے اپنی کتاب میں اس حدیث کو قدرے زیادتی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

وہاں یہ روایت اس طرح ہے:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ والشُّهَدَاءِ والعُلَمَاءِ والمُؤَذِّنِيْنَ۔

''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء، شہداء، علماء اور اذان دینے والوں کے اجسام کو کھائے''۔

لیکن یہ زیادتی ''مسند'' میں نہیں ہے جبکہ امام العدودی بھی ثقہ اور اہل علم ہیں۔ مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ يُصَلُّوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ۔

''انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں وہ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں''۔

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں دفن کرنے کے بعد قبر میں تلاش کیا گیا لیکن وہ نہ مل سکے جب یہ حیرت انگیز واقعہ ان کی لخت جگر سے بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا'' وہ تو اپنی قبر انور میں نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن تم انہیں نہ دیکھ سکے''۔ جب وہ نماز تہجد کے بعد دعا مانگتے تو یہ عرض کرتے تھے مولا! مجھے ان بندوں میں سے کر دے جو موت کے بعد اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ صحیح البخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا'' میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے''۔

ذوالنواس اور حبشہ کے لشکر کے مابین معرکہ آزمائی

وہ دوس جو دربار قیصر میں جا کر مدد کا خواہاں ہوا تھا وہ اس تبع کا بھائی تھا جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا۔ یہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے انہوں نے اپنی روایت میں قیصر اور اس کے خط کا بھی ذکر کیا ہے جو قیصر نے شاہ حبشہ کی طرف لکھا تھا۔ ہر وہ شخص جو روم کا بادشاہ بن جاتا تھا اس کو قیصر کا لقب دیا

جاتا تھا۔ ان کی زبان میں قیصر کا معنی بُقَیر تھا۔ ہر اس بچے کو بُقَیر کہا جاتا تھا جو بڑے آپریشن سے پیدا ہوتا تھا۔ (اس کی ماں کے پیٹ کو چیر کر اسے نکالا گیا تھا اس لئے اس کو بُقیر کہتے تھے۔) جب وہ بچہ بڑا ہو کر روم کا بادشاہ بنا تو وہ قیصر کے نام سے ہی شہرت پا گیا پھر اس کے بعد جو شخص بھی روم کا تخت نشین ہوتا اس کو قیصر کے نام سے ہی یاد کیا جاتا۔ قیصر نے نجاشی کی طرف خط اس لئے لکھا تھا کیونکہ وہ بھی عیسائی تھا اور اس کا ملک بھی قریب تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب ذوالنواس نے محسوس کیا کہ وہ بالکل تنہا رہ گیا ہے اور تمام قبائل اس کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں تو وہ صنعاء کے قبائل کے پاس گیا اور ان سے مدد کی التجا کی۔ انہوں نے اس شرط پر حمایت کا یقین دلایا کہ فتح کے بعد ان میں سے ہر ایک قبیلہ کو علیحدہ علیحدہ علاقہ دیا جائے۔ بادشاہ نے ان کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے تاکہ وہ مصالحت کر لیں اور اس کے سپاہیوں کو قتل نہ کریں۔ ان تمام نے نجاشی کو تمام تفصیلات سے آگاہ کیا اس نے کہا ''ذوالنواس کے تمام خزانے اور مال و دولت سمیٹ لو''۔ بادشاہ نے انہیں اپنے خزانے کی چابیاں دے دیں اور اپنے تمام مال پر قبضہ کر لینے کے لئے کہا۔ پھر اس نے اپنے تمام ملک میں حکم نامہ جاری کیا کہ ہر سیاہ بیل (حبشی) کو قتل کر دیا جائے۔ لوگوں کو جو بھی حبشی نظر آیا وہ اسے قتل کر دیتے۔ اکثر حبشی تہہ تیغ ہو گئے جب نجاشی کو یہ خبر ملی تو اس نے ابرہہ کو لشکر کا امیر مقرر کیا اور اس کو حکم دیا کہ ذوالنواس کو قتل کر دیا جائے اس کے شہر کے تہائی حصہ پر فساد بپا کیا جائے اس کے آدمیوں کے تہائی حصہ کو قتل کر دیا جائے وہاں کی عورتوں اور بچوں کے تہائی حصہ کو گرفتار کر لیا جائے۔ ابرہہ نے شاہ حبشہ کے حکم پر عمل کیا اس ابرہہ سے مراد ابرہہ بن الصباح الحمیری تھا اہل حبشہ نے یمن پر اسی کو امیر مقرر کیا تھا۔ ذوالنواس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اس کے بعد ذوجدن کو لشکر یمن کا امیر بنایا گیا۔ اس کا نام علس بن حارث تھا۔ یہ سبیع بن حارث کا بھائی تھا جدن حسن صوت کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اہل یمن میں سے سب سے پہلے اسی نے ہی گایا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا نام ذوجدن پڑ گیا۔ علامہ البکری رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ یمن کے ایک جنگل کا نام ذوجدن ہے اس کو اس جنگل کی طرف ہی منسوب کیا جاتا ہے۔ ذوجدن نے حبشہ کی فوج کے ساتھ نبرد آزمائی کی لیکن انہوں نے اس کی فوج کو شکست دے دی اور اسے مغلوب کر لیا۔ یہ بھی ذوالنواس کی طرح سمندر میں چھلانگ لگا کر موت کے منہ میں چلا گیا۔

ابرہہ اور ارياط کا جھگڑا

ابرہہ اور ارياط کے جھگڑے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابرہہ نے نجاشی کو پیغام بھیجا کہ ارياط

اپنے آپ کو ترجیح دیتا ہے وہ یمن کے خراج میں سے کوئی چیز بھی حبشہ نہیں بھیجتا۔ شاہِ حبشہ نے ارباط کو امارت سے محروم کر دیا اس وقت اس نے ابرہہ کو مبارزت کی دعوت دی۔

الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ وہ لڑکا جس نے ارباط کو قتل کیا تھا اس کا نام عَتوَدَۃ یا اَرْیَجْدَۃَ تھا۔ ابرہہ نے اس سے کہا "مجھ سے مانگو میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا"۔ اس نے کہا "میرا مطالبہ ہے کہ کوئی عورت شادی کے بعد اس وقت تک اپنے خاوند کے پاس نہ جائے جب تک میں اس کے ساتھ شب زفاف بسر نہ کر لوں"۔ ابرہہ نے اسے اس فعل شنیع کی اجازت دے دی۔ لوگ عرصہ دراز تک یہ برداشت کرتے رہے۔ بالآخر اہل یمن غصے سے پھوٹ پڑے انہوں نے عتودہ کو قتل کر دیا۔ بادشاہ نے ان سے کہا "اے اہل یمن! میں تمہارے ساتھ ہوں تم نے آزاد لوگوں جیسا کارنامہ سرانجام دیا ہے تمہارا یہ غیض وغضب اور جوش تمہارے اہل خانہ کی وجہ سے تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ جوان مجھ سے یہ مطالبہ کرے گا تو میں اسے اس طرح مطالبہ کرنے کا اختیار ہی نہ دیتا قسم بخدا! اب تم سے کسی دیت کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا نہ ہی تم سے بدلا لیا جائے گا"۔

سیف بن ذی یزن

جب ذوالنواس نے اہل حبشہ سے برا سلوک کیا پھر اہل حبشہ نے اس کو شکست دی تو انہوں نے اپنے ایک سپہ سالار کو ابومرہ سیف بن ذی یزن کے پاس بھیجا اس نے سیف سے اس کی بیوی ریحانہ بنت علقمہ بن مالک چھین لی۔ اس بیوی سے سیف کا ایک بیٹا بھی تھا اس کا نام معدی کرب تھا۔ ابرہہ نے ریحانہ کو لونڈی بنالیا اس سے مسروق بن ابرہہ پیدا ہوا۔ سیف کسریٰ کے پاس گیا تا کہ وہ حبشہ کے خلاف اعانت طلب کرے۔ کسریٰ نے اسے مدد کا یقین دلایا سیف کئی سال وہاں ٹھہرا رہا۔ آخر زندگی نے وفا نہ کی اور وہ وہیں مر گیا پھر اس کے بیٹے معدی کرب نے اہل حبشہ سے بدلہ لینے کے لئے تگ ودو شروع کی۔ وہ کسریٰ کے دربار میں پہنچا کسریٰ اس سے پوچھا "تو کون ہے؟" اس نے کہا "میں ایک ایسا شخص ہوں جو اپنے باپ کا بدلہ لینے کی کوشش میں ہے۔ میرا باپ وہ تھا جس کے ساتھ بادشاہ نے مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا"۔ کسریٰ نے سپہ سالار دہرز کو معدی کرب کے ساتھ ساڑھے سات ہزار افراد پر مشتمل لشکر دے کر بھیجا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں فوجیوں کی تعداد نو سو تھی جن میں سے دو سو سمندر میں غرق ہو گئے۔ باقی سات سو رہ گئے لیکن یہ قول درست نہیں۔ سات سو افراد کا حبشہ کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنا ناممکن تھا۔ معدی کرب نے دہرز کے ساتھ مل کر حبشہ کے لشکر کو مغلوب کیا اور خود یمن کا بادشاہ بن گیا۔ وہ چار سال تک حکمران رہا۔ معدی کرب نے حبشہ کی فوج میں سے اپنے لئے کچھ

عبداللہ بن ثامر کا انجام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو ذوالنواس نے شہید کیا تھا ان کا قائد اور راہ نما عبداللہ بن ثامر تھا۔ مجھے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں نجران کے ایک باشندے نے نجران کے ایک پرانے مکان کو کھودا، اس نے دیکھا کہ وہاں عبداللہ بن ثامر دفن تھا۔ وہ اپنی قبر میں کھڑا تھا اس نے اپنا ہاتھ اپنے سر کی چوٹ پر رکھا ہوا تھا اگر اس کے سر سے ہاتھ ہٹالیا جاتا تو پھر اس کے زخم سے خون بہنے لگتا اگر اس کا ہاتھ اس کے سر پر رکھا جاتا تو خون رک جاتا۔ اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس پر رقم تھا ''اَللّٰہُ رَبِّی'' اللہ میرا رب ہے۔ اس کی اس کیفیت کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا گیا انہوں نے فرمایا اس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے اور اسی جگہ دفن کر دیا جائے جہاں وہ پہلے تھا۔ اہل نجران نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر عمل کیا۔

دوس بن ذی ثعلبان قیصر روم کے دربار میں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ذوالنواس کے قیدیوں میں سے ایک شخص بھاگ گیا۔ اس کا نام دوس ذو ثعلبان تھا اس نے اپنا گھوڑا لیا اور قیصر روم تک جانے کے لئے ریگستان کا راستہ اختیار کیا۔ ذوالنواس کے سپاہیوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن وہ اسے گرفتار نہ کر سکے۔ بالآخر دوس قیصر کے دربار میں پہنچ گیا اور ذوالنواس اور اس کے لشکر کے ظلم و ستم کی داستانیں بیان کیں اور ان کے خلاف مدد کی درخواست کی۔ قیصر نے اس سے کہا تیرا وطن یہاں سے بہت دور ہے لیکن میں حبشہ کے بادشاہ کو تمہاری اعانت کرنے کے لئے لکھتا ہوں وہ خود بھی عیسائی ہے اور اس کا وطن بھی تیرے ملک کے قریب ہے۔ قیصر روم نے شاہِ حبشہ کو خط لکھا جس میں دوس کی مدد کرنے اور ذوالنواس سے انتقام لینے کا حکم تھا۔

شاہِ حبشہ کی اعانت

دوس قیصر روم کا مکتوب لے کر شاہِ حبشہ نجاشی کے پاس آیا۔ نجاشی نے ستر ہزار کا لشکر جرار

خادم مقرر کئے تھے ان خادموں نے ہی اسے قتل کر دیا وہ انہیں لے کر شکار پر نکلا انہوں نے اس کو ہی تیر کا نشانہ بنا کر مار ڈالا بعد میں ان خادموں کو گرفتار کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد یمن کی سلطنت انتشار کا شکار ہوگئی۔ بادشاہت کئی لوگوں میں منقسم ہوگئی ہر بادشاہ نے یمن کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا پھر اسلام کے آفتاب جہاں تاب کے طلوع ہونے تک ان کی یہی کیفیت رہی۔

دوس کے ہمراہ بھیجا۔ ارباط کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا اس لشکر میں ابرہہ الاشرم بھی تھا۔ ارباط سمندر کی کشتیوں پر سوار ہو کر اپنے لشکر سمیت یمن پہنچ گیا۔

ذوالنواس کا انجام

ذوالنواس قوم حمیر اور قبائل یمن کو لے کر ارباط کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے پہنچ گیا جب دونوں لشکر برسر پیکار ہوئے تو ذوالنواس اور اس کے لشکر کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جب ذوالنواس نے اپنی قوم میں شکست کے آثار دیکھے تو اس نے اپنے گھوڑے کا رخ سمندر کی طرف کر دیا پھر گھوڑے کو ایڑ لگا کر سمندر میں داخل ہو گیا۔ جب گہرے پانی میں پہنچا تو اپنے گھوڑے سمیت غرقاب ہو گیا۔ اس کی ہلاکت کے ساتھ ہی یمن پر اس کی بادشاہی کا خاتمہ ہو گیا۔ ارباط نے یمن پر قبضہ کر لیا۔

اس عجیب داستان کے متعلق ذوجدن حمیری کے اشعار

ذوجدن کہتا ہے:

هَوْنَكِ لَيْسَ يَرُدُّ الدَّمْعُ مَا فَاتَا لَا تَهْلِكِي أَسَفًا فِي إِثْرِ مَنْ مَاتَا

أَبَعْدَ بَيْنُونَ لَا عَيْنٌ وَلَا أَثَرٌ وَبَعْدَ سَلْحِينَ يَبْنِي النَّاسُ أَبْيَاتَا

"اے خاتون! صبر کر یہ آنسو نقصان کو لوٹا نہیں سکتے مرنے والے کے غم اور دکھ میں اپنے آپ کو ہلاک نہ کر۔ کیا بینون کی تباہی کے بعد کوئی چشمہ یا کوئی نقصان باقی رہ گیا ہے؟ کیا

فَخَاضَ ضَحْضَاحَ الْبَحْرِ إِلَى غَمْرِهِ: ضحضاح اس پانی کو کہتے ہیں جو اتنا صاف ہو کہ اس میں سے زمین کی سطح بھی نظر آئے یہ "ضَحٌ" سے مشتق ہے۔ سورج کی گرمی کو ضح کہا جاتا ہے۔ گویا کہ دھوپ پانی کی قلت کی وجہ سے اس میں داخل ہو جاتی ہے اس کی دو حاء میں سے ایک کو ضاد میں بدل دیا گیا ہے جس طرح ثرّۃ، ثرثارۃ اور تملل اور تململ میں ہے یہ اہل کوفہ کا قول ہے مجھے کسی اصل کا علم نہیں جو اس کا دفاع کرے نہ ہی کسی دلیل کا علم ہے جو اسے رد کر دے۔ اسے رقراق اور ضحل کہا جاتا ہے یہ لفظ پانی کے علاوہ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جب حضور ﷺ سے ابو طالب کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا" وہ آگ کی اوپر والی سطح پر ہیں اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کی گہرائی میں ہوتے"۔ بخاری شریف میں ہے آپ نے فرمایا" میں نے انہیں آگ کی تہہ میں پایا اور انہیں آگ کی سطح پر لے آیا"۔

ذوجدن کے اشعار کی وضاحت

هَوْنَكِ۔ علامہ برقی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے لیکن ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے

سلحسین کی تباہی کے بعد لوگوں نے اپنے نئے گھر تعمیر کرنا شروع کر دیئے ہیں"۔

بَیْنون، سَلْحِین اور غُمْدان یمن کے وہ قلعے تھے جنہیں ارباط نے منہدم کر دیا تھا۔ یہ قلعے

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ایک اور مؤرخ نے ھَوْنَکُمَا بھی روایت کیا ہے یہ اس باب سے ہے جس میں اہل عرب واحد کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں بھی اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

بینون اور سلحین یہ وہ شہر تھے جنہیں ارباط نے تباہ کر دیا تھا۔ علامہ البکری اپنی کتاب "مُعْجَم مَا اَسْتَعْجَمَ" میں رقمطراز ہیں "بینون کو یہ نام اس لئے دیا گیا تھا کہ یہ شہر عمان اور بحرین کے مابین تھا۔ یہ البَیْن سے فعلون کے وزن پر ہے اس کی یاء اصلیۃ ہے لیکن نحویوں کا قیاس اس کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ جب کسی "نون" کو اعراب دینا ہو تو پھر اس اسم کے تمام احوال میں یاء لازم ہوتی ہے مثلاً قِنَّسْرِیْنَ اور فِلَسْطِیْن وغیرہ۔ اسی طرح سَلْحِین بھی ہے جو اس شعر میں موجود ہے۔ قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ یہ بَعْدَ بِنِیْنَ ہوتا۔ اسی طرح وہ علماء نحو جو اس کی حالت رفعی واؤ اور حالت نصبی اور جری یاء سے بناتے ہیں ان کا یہی قول ہے۔ اس میں تیسرا نقطہ نظر نہیں ہے ثابت ہوا کہ یہ البَیْن سے نہیں ہے۔ یہ اَبَنَّ سے مشتق ہے فَیْعُول کے وزن پر ہے اس میں واؤ زائدہ ہے اس کا معنی مقیم ہونا ہے یہ معرفہ اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ ابوسعید السیرافی نے جمع سالم کے اعراب کی ایک تیسری صورت بھی بیان کی ہے وہ زیتون کے متعلق ہیں کہ یہ زَیْتٌ سے فَعْلُوْنَ کے وزن پر ہے۔ ابوفتح بن جنی نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ زَیْتٌ سے فَیْعُول کے وزن پر ہو اس وقت زَتَنَ المَکَانُ سے مشتق ہوگا۔ اس کا معنی کسی جگہ زیتون کے پودوں کا اُگنا ہے اگر اہل عرب اس حالت کو اس طرح اعراب دیتے ہیں پھر تو یہ درست ہے ورنہ یہ زَیْتٌ سے مشتق ہے اور فَعْلُون کے وزن پر ہے۔ قدیم عرب ایسا کلام اکثر استعمال کرتے تھے۔ سُحْنُوْن اور عَبْدُوْنَ معروف اسماء میں سے ہیں۔ ابن معتز کہتا ہے:

سَقٰی الجَزِیْرَةَ ذَاتَ الظِلِّ والشَّجَرِ وَدَیْرَ عَبْدُوْنَ هَطَّالٌ مِنَ المَطَرِ

"سایہ دار اور درختوں والے جزیرہ کو اور دَیْر عبدون کو لگا تار موٹے قطرات والی بارش نے سیراب کیا ہے"۔

دَیْر عَبْدُون شام کا معروف قلعہ ہے دَیْر فَیْنُون بھی اسی طرح ہے مگر ممکن ہے فَیْنُوْن فَیْعُول کے وزن پر ہو اور اس کی یہ کیفیت نہ ہو۔

حَلَزُون۔ یہ گھاس پر بسیرا کرنے والا ایک کیڑا ہے یہ اکثر رَمْث (گھاس کی قسم) میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ فِلَسْطِین وغیرہ کے باب سے نہیں ہے۔ زَرَجُوْن کی طرح اس کی نون اصلی ہے اسی وجہ سے

مضبوطی اور شان وشوکت میں اپنی مثال آپ تھے اس کی نظیر ناممکن تھی۔

یہ اشعار بھی ذوجدن ہی کے ہیں

دَعِیْنِی لَا اَبَالَكَ لَنْ تُطِیْقِیْ لَحَاكِ اللّٰهُ قَدْ اَنْزَفْتِ رِیْقِیْ

تو مجھے چھوڑ دے، مجھے ملامت نہ کر، تو مجھے ملامت کر کے آنسو بہانے سے نہیں روک سکتی۔ خدا تجھے ملامت کرے اب تو میرا تھوک بھی ختم ہو چکا ہے۔

لَدَیْ عَزْفِ الْقِیَانِ اِذْنَتَشِیْنَا وَاِذْ نُسْقِیْ مِنَ الْخَمْرِ الرَّحِیْقِ

عَزْفِ الْقِیَان کے پاس جب ہم نشے میں تھے اور جب ہم نے خالص شراب پی رکھی تھی۔

وَشُرْبُ الْخَمْرِ لَیْسَ عَلَیَّ عَارًا اِذَا لَمْ یَشْکُنِی فِیْهَا رَفِیْقِیْ

شراب پینا میرے لئے عار نہیں ہے جبکہ اس میں میرے کسی دوست کا مجھ پر شکوہ نہ ہو۔

فَاِنَّ الْمَوْتَ لَا یَنْهَاهُ نَاهٍ وَلَوْ شَرِبَ الشِّفَاءَ مَعَ النَّشُوْقِ

موت کو کوئی نہیں روک سکتا اگر چہ انسان ہر قسم کی دوا بھی استعمال کرے پھر بھی موت اٹل ہے۔

وَلَا مُتَرَهِّبٌ فِیْ اُسْطُوَانٍ یُنَاطِحُ جُدْرَهٗ بَیْضَ الْاَنُوْقِ

نہ ہی کوئی راہب کسی کو موت سے بچا سکتا ہے اگر چہ وہ دیواروں پر عقاب کے انڈے بھی مار لے۔

ابوعبیدہ نے اس کو فعلون کے باب میں داخل کیا ہے اور ان کے نزدیک اس کی نون اصلی ہے۔ ذوجدن کا قول بَعْدَ سَلْحِین۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ فَیْعُول کے وزن پر بَیْنُون ہے کیونکہ سرانی کا بیان اگر صحیح بھی ہو پھر بھی یہ ایک اور لغت ہے جو ذوجدن حمیری کی لغت کے علاوہ ہے۔ اگر اس کی لغت ہوتی تو وہ پھر وہ سَلْحُوْن کہتا اور واؤ کو باقی رکھ کر نون کو اعراب دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بَیْنُون میں الیاء کی زیادتی ہے۔ اس میں دونوں نون اصلی ہیں۔

دَعِیْنِی لَا اَبَالَکَ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ملامت سے مجھے اپنے کام سے نہیں روک سکتی۔ تَطِیْقِی دراصل تَطِیْقِیْنَ تھا۔ حرف نصب یا حرف جزم (لن) آنے کی وجہ سے حذف ہو گیا کیونکہ بعض علمائے نحو حرف لن کی وجہ سے مضارع کو جزم بھی دیتے ہیں۔ وہ یاء جو قاف کے بعد ہے وہ سیبویہ کے قول کے مطابق ایک مضمر اسم ہے لیکن اخفش اس کو تانیث کی علامت قرار دیتے ہیں ان کے دلائل کسی اور جگہ ذکر کئے جائیں گے۔

قَدْ اَنْزَفْتَ رِیْقِی۔ یعنی تو نے مجھ پر اتنی ملامت کی ہے کہ میرا تھوک بھی خشک ہو گیا ہے۔ تھوک کا

وَغُمْدَانُ الَّذِی حُدِّثْتُ عَنْهُ بَنَوْهُ مُسَمَّکاً فِی رَأْسِ نِیْقِ

وہ غمدان کا قلعہ جس کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے اس کو معماروں نے پہاڑ کی چوٹی پر انتہائی بلند کیا ہے۔

مَصَابِیْحُ السَّلِیْطِ تَلُوْحُ فِیْهِ اِذَا یُمْسِی کَتَوْمَاضِ الْبُرُوْقِ

جب شام ہو جاتی ہے تو سلیط کے چراغ بجلی کی چمک کی طرح ضوفشانی کرتے ہیں۔

وَنَخْلَتُهُ الَّتِی غُرِسَتْ اِلَیْهِ یَکَادُ الْبُسْرُ یَهْصِرُ بِالْعُذُوْقِ

اس کی وہ کھجور جو اس میں لگائی گئی ہے زیادہ کھجوروں کی وجہ سے اس کے خوشے زمین پر جھکے ہوئے ہیں۔

بِمَنْهَاةٍ وَاَسْفَلُهُ جُرُوْنٌ وَحُرُّ الْمَوْحَلِ اللَّثِقِ الزَّلِیْقِ

وہ قلعہ راہبوں کی رہائش گاہ کے پاس ہے اس کی بنیاد کالے پتھروں سے رکھی گئی ہے ان پتھروں کو نرم و نازک خالص مٹی سے جوڑا گیا ہے۔

منہ میں خشک ہو جانا تنگدل ہونے کی وجہ سے ہے اور اس کا زیادہ ہونا قوت نفس اور دل کے استحکام کی علامت ہے۔ زاجر کہتا ہے۔

اِنِّی اِذَا زَبَّبَتِ الْاَشْدَاقُ، وَکَثُرَ اللُّجَاجُ وَاللَّقْلَاقُ، ثَبْتُ الْجَنَانِ مِرْجَمٌ وَدَّاقٌ۔

جب زیادہ بولنے کی وجہ سے جبڑوں سے جھاگ بہنے لگتی ہے آواز اور صدا بلند ہوتی ہے تو اس وقت میرا دل مضبوط، قوی اور بہادر ہو جاتا ہے۔

زَبَّبَتِ الْاَشْدَاقُ۔ زیادہ کلام کرنے کی وجہ سے منہ کی ایک جانب سے کثرت سے پانی بہنے کو کہتے ہیں۔ وَدَّاقٌ کسی چیز کا تیزی سے بہنا۔ ابونخش اپنے بیٹے کی تعریف میں کہتا ہے کَانَ اَشْدَقَ خُرْطُمَانِیًّا اِذَا تَکَلَّمَ سَالَ لُعَابُهُ۔ وہ بلیغ اور بڑی ناک والا تھا جب وہ محو تکلم ہوتا تھا تو اس کا تھوک نکلتا تھا۔

وَلَوْ شَرِبَ الشِّفَاءَ مَعَ النَّشُوْقِ۔ اگر وہ شفاء کے لئے تمام ادویہ بھی استعمال کرے اور اپنے ناک میں ہر طرح کی دوا ڈال لے پھر بھی وہ موت سے راہِ فرار اختیار نہیں کر سکتا۔

وَلَا مُتَرَهِّبٌ۔ ممکن ہے کہ یہ نَاهٍ پر عطف ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو یعنی کسی راہب کی دعا بھی موت کو نہیں لوٹا سکتی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ معنی کے اعتبار سے یہ مرفوع ہو جس طرح کہا جاتا ہے تَاللّٰهِ یَبْقِی عَلَی الْاَیَّامِ ذُوْحِیَدٍ۔ اُسْطُوَانٌ اُفْعُوَالٌ کے وزن پر ہے اس کی نون اصلی ہے کیونکہ یہ

فَاَصْبَحَ بَعْدَ جِدَّتِهٖ رَمَادًا وَغَيَّرَ حُسْنَهٗ لَهَبُ الْحَرِيْقِ

وہ اپنی شان وشوکت کے بعد خاکستر بن گیا ہے اور آگ کے شعلوں نے اس کے حسن کو تبدیل کر دیا ہے۔

اَسَاطِيْن کی جمع ہے۔

يُنَاطِحُ جُدُرَهٗ بَيْضَ الْاَنُوْق۔ جُدَر۔ جِدَار کی جمع ہے۔ یہ جُدُور کا مخفف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ۔ یہ جیم کی فتح اور ضمہ کے ساتھ مستعمل ہے۔ اَنُوْق شاہین کی مادہ کو اَنُوق کہا جاتا ہے۔ ضرب المثل ہے اَعَزُّ مِنْ بَيْضِ الْاَنُوْقِ فلاں چیز شاہین کے انڈوں سے بھی زیادہ نایاب ہے کیونکہ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایسے مقامات پر انڈے دیتی ہے کہ انہیں تلاش کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ یہ مبرد کا قول ہے لیکن علماء کا اس سے اختلاف ہے۔ خلیل کہتے ہیں اَنُوق مذکر شاہین کو کہتے ہیں یہ قول معنی کے ساتھ بھی مشابہت رکھتا ہے کیونکہ مذکر شاہین انڈے نہیں دیتا جس نے اس کے انڈوں کی جستجو کی اس نے محال کام کیا۔ جس طرح کہ اَبْلَقُ الْعَقُوق (قلعے کا نام) کو سر کرنا ناممکن ہے۔ قالی ''امالی'' میں لکھتے ہیں انوق کا لفظ مذکر اور مادہ شاہین دونوں پر بولا جاتا ہے۔

غُمْدَانُ یہ یمامہ کے بادشاہ ہوذہ بن علی کا قلعہ تھا۔ مُسَمَّكًا کا معنی بلند ہے یہ سَمَكَ السَّمَاءُ سے مشتق ہے۔ النِّيق پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں۔ مَنْهَمَةٌ راہبوں کے رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ راہب کو نِهَامِی کہا جاتا ہے۔ بڑھئی کو بھی نِهَامِی کہتے ہیں۔ بڑھئی کی دکان کو مَنْهَمَةٌ کہا جاتا ہے۔

اَسْفَلُهٗ جُرُوْنٌ۔ جُرُون جَرَنَ کی جمع ہے۔ اس کا معنی اصل ہے یہ جَرَنَ الثَّوْبُ سے مشتق ہے (کپڑا نرم ہو گیا) الطبری اور ابوالولید نے اسے جُرُوب پڑھا ہے۔ وقشی کی کتاب کے حاشیہ میں ہے کہ جُرُوب کا معنی سیاہ پتھر ہیں۔ ابو بحر نے بھی یہی روایت کیا ہے جُرُوب، جَرِيْب کی جمع ہے۔ بعض اوقات زائد الفاظ لگا کر جمع بنا لی جاتی ہے مثلاً صاحب کی جمع اصحاب۔ طَوِیٌّ کی جمع اَطْوَاء وغیرہ۔

حُرُّ الْمَوْحَلِ۔ یہ حاء کے فتح سے ہے کیونکہ یہ وَحِلَ يَوْحَلُ سے مشتق ہے اگر یہ وَحَلَ، وَعَدَ کے وزن پر ہوتا تو پھر یہ مَوْحِل ہوتا۔ علامہ وقشی نے دونوں لغتیں لکھی ہیں لیکن ہمارا نظریہ درست ہے۔ حُرُّ۔ ہر چیز کے خالص ہونے کو حُرُّ کہا جاتا ہے۔ ابو بحر کی کتاب میں حَرُّ ہے وہاں مَوْحَل کی جگہ مَوْجَل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَوْجَل خوبصورت اور نرم پتھر کو کہا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کو مَوْجَل، مواجل کا واحد ہے۔ پانی کی گھاٹ کو مَوْجَل کہا جاتا ہے یہ جیم کے فتح کے ساتھ ہے کیونکہ اس کی

وَاَسْلَمَ ذُوْنُوَاسٍ مُسْتَكِيْناً وَحذَّرَ قَوْمَهٗ ضَنْكَ الْمَضِيْقِ

ذوالنواس عاجز اور ذلیل ہو کر جھک گیا ہے اس نے اپنی قوم کو گھاٹی کے تنگ ہونے سے ڈرا دیا ہے۔

اصل ماجل ہے۔ ابوعبید کہتے ہیں کہ یہ مَآجِل ہے اس کا واحد مَاجَل ہے۔ آثار مدونہ میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مَوَاجِلَ بُرْقَه کے متعلق پوچھا گیا انہوں نے فرمایا ''اس کا معنی گھاٹ ہے''۔ اگر واؤ کلمہ میں اصلیہ ہوتی تو پھر مُوضِع کی طرح اس کا واحد موجِل ہوتا لیکن جب یہ وَجَل کے معنی میں ہو۔ اس صورت میں ماضی میں جیم پر کسرہ اور مضارع میں جیم پر فتح ہوگا۔ اس وقت موجَل پڑھا جائے گا لیکن اس جگہ یہ معنی مراد نہیں ہے۔

اللَّثِقُ الزَّلِيْقُ۔ لثق کا معنی مٹی کے ساتھ پانی کا مل جانا اور پھر پھسلاہٹ پیدا ہو جانا ہے۔ ایک فصیح کہتا ہے غَابَ الشَّفَقُ وَطَالَ الْاَرَقُ وَكَثُرَ اللَّثَقُ فَلْيَنْطِقْ مَنْ نَطَقَ۔ شفق غائب ہو گیا، زردی ختم ہو گئی، کیچڑ زیادہ ہو گیا، گفتگو کرنے والے کو بولنا چاہئے۔ ابو بحر نے اسے لَبِق پڑھا ہے لیکن اس کا یہاں کوئی معنی نہیں ہے۔

يَكَادُ الْبُسْرُ يَهْصِرُ بِالْعُذُوْقِ۔ عُذُوق کا معنی لٹکنا ہے یہ عِذْق کی جمع ہے۔ اس کا معنی کھجوروں کا گچھا ہے یا یہ عَذْق کی جمع ہے اس کا معنی کھجور کا درخت ہے۔ اس کی ایفاد صفت لگانے سے یہ ابلغ ہے جبکہ یہ عَذق کی جمع ہو۔

اَسْلَمَ ذُوْنُوَاسٍ مُسْتَكِيْناً۔ عاجز ہو کر ذلیل ہو کر۔ قرآن پاک میں ہے فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ۔ ابن انباری کہتے ہیں کہ یہ یا تو سکون سے مشتق ہے اس کی اصل اَسْتَكَنَ ہے۔ فتحہ کو قدرے طویل پڑھا گیا جس سے یہ الف بن گیا مثلاً فراء کہتا ہے مِنْ حَيْثُ مَاسَلَكُوْا اَدْنُوْ فَانْظُوْرُ۔ یہ اصل میں فَانْظُر تھا۔ دوسرا شاعر کہتا ہے یَالَيْتَهَا جَرَتْ عَلَى الْكَلْكَالِ۔ یہ اصل میں الْكَلْكَلُ ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کان یکون سے باب استفعال ہو جس طرح قَامَ يَقُوْمُ سے استقام ہے۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آخری قول عمدہ ہے قیاس کے مطابق ہے لیکن معنی کے اعتبار سے دور ہے کیونکہ اس میں خضوع اور ذلت کے معنی مفقود ہیں۔ پہلا قول معنی کے اعتبار سے درست ہے لیکن قیاس تصریف کے اعتبار سے درست نہیں کیونکہ کوئی فعل بھی افتعال کے وزن پر نہیں۔ ابن انباری کے علاوہ ایک اور نحوی کہتا ہے یہ كَيْن سے اسْتَفْعَلَ کے وزن پر ہے اس کا معنی انسان کا عجز اور درماندگی ہے۔ یہ قول انتہائی عمدہ ہے۔ مُسْتَكِيْن وہ ہوگا جس کو عاجزی نے آلیا ہو اس میں خضوع کے

ربیعہ بن الذئبہ کے اشعار

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ الذئبہ اس کی ماں کا نام تھا یہ ربیعہ بن عبد یالیل بن سالم بن خطیط تھا۔ کہتا ہے ؎

لَعَمْرُكَ مَا لِلْفَتٰى مِنْ مَفَرٍّ ۔۔۔ مَعَ الْمَوْتِ يَلْحَقُهُ وَالْكِبَرْ

مجھے تیری زندگانی کی قسم جوان کے لئے موت اور بڑھاپے سے کوئی راہ فرار نہیں یہ دونوں چیزیں اس پر ضرور آتی ہیں۔

لَعَمْرُكَ مَا لِلْفَتٰى صُحْرَةٌ ۔۔۔ لَعَمْرُكَ اِنْ لَهٗ مِنْ وَزَرْ

تیری حیاتی کی قسم! کسی جوان کے لئے کوئی وسعت نہیں تیری زندگی کی قسم! خواہ اس کے لئے کتنی ہی پناہ گاہیں ہوں۔

أَبَعْدَ قَبَائِلَ مِنْ حِمْيَرٍ ۔۔۔ أُبِيْدُوْا صَبَاحًا بِذَاتِ الْعِبَرْ

کیا حمیر کے قبائل کے بعد کہ وہ صبح کے وقت غم واندوہ کی حالت میں ہلاک ہو گئے کوئی آرام

معنی بھی پائے جاتے ہیں۔

ابن الذئبہ کے اشعار

اس کا نام ربیعہ بن عبد یالیل ہے۔

صُحْرَۃ سے مراد وسعت ہے یہ صحراء سے مشتق ہے۔ الوَزَرُ کا معنی پناہ گاہ ہے وزیر اسی سے مشتق ہے کیونکہ بادشاہ اس کی رائے کی طرف پناہ لیتا ہے یہ کہا گیا ہے کہ یہ الوِزْرُ سے مشتق ہے کیونکہ وہ بادشاہ سے بوجھ کم کرتا ہے لیکن اس کو "مدد کرنا" کے معنی میں لینا درست نہیں کیونکہ اس کے فاءِ کلمہ میں واؤ ہے جبکہ أَزَر کے فاءِ کلمہ میں ہمزہ ہے۔

ذَاتُ الْعِبَرِ۔ مغموم لوگ۔ عَبَرَ کا معنی غمزدہ ہونا ہے کہا جاتا ہے لِاُمِّهِ الْعِبَرُ اس کی ماں غمزدہ ہے جس طرح کہا جاتا ہے اُمُّهُ الثُّكْلُ۔

الْمُقْرَبَاتُ۔ اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو چراگاہ میں چرنے کے لئے نہیں جاتے انہیں گھر کے قریب ہی تیاری کے لئے رکھا جاتا ہے۔

يَنْفُوْنَ مَنْ قَاتَلُوْا بِالذَّفْرِ۔ ان کی بدبو اور سانسوں کی وجہ سے وہ ان سے اعراض کر رہے تھے۔ یہ ان کے کثیر ہونے پر دلیل ہے۔ علامہ برقی کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ان کی بدبو کی وجہ سے ان سے اعراض کر رہے تھے۔ ذَفَرٌ خوشبو اور بدبو دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ علامہ سہیلی

کا خواہاں ہو سکتا ہے۔

بِأَلْفٍ أُلُوْفٍ وَحَرَّابَةٍ كَمِثْلِ السَّمَاءِ قُبَيْلِ الْمَطَرِ

وہ کئی ہزار تھے اور ان میں نیزہ باز بھی تھے۔ وہ کثرت کی وجہ سے اس طرح تھے جس طرح بادل برسنے سے قبل آسمان سیاہ ہوتا ہے۔

يُصِمُّ صِيَاحُهُمُ الْمُقْرَبَاتِ وَيَنْفُوْنَ مَنْ قَاتَلُوْا بِالذَّفَرْ

ان کی چیخیں گھوڑوں کو بہرہ کر رہی ہیں اور وہ مقتولوں سے ان کی بدبو کی وجہ سے اعراض کر رہے ہیں۔

سَعَالِيَ مِثْلُ عَدِيْدِ التُّرَابِ تَيْبَسُ مِنْهُمْ رِطَابُ الشَّجَرِ

ان کے بڑے بڑے بہادر مٹی کے ڈھیلوں کی طرح تھے جن سے درختوں کی شادابی بھی خشکی بن جاتی ہے۔

عمرو بن معدی کرب کے اشعار

عمرو بن معدی کرب اور قیس بن مکشوح کے مابین عداوت تھی۔ عمرو کو خبر ملی کہ قیس اس کو دھمکیاں دیتا ہے اس وقت اس نے یہ اشعار کہے جن میں حمیر اور ان کی قدر و عظمت کا تذکرہ کیا اور اس پر اپنی شوکت و سطوت بیان کی۔

أَتُوْعِدُنِي كَأَنَّكَ ذُوْرُعَيْنٍ بِأَفْضَلِ عِيْشَةٍ أَوْذُوْنُوَاسٍ

فرماتے ہیں کہ علامہ برقی کا قول درست ہے۔

سَعَالِي۔ عظیم جنات سے انہیں تشبیہ دی گئی ہے یا ان سے مراد جادوگر جن ہیں۔

كَمِثْلِ السَّمَاءِ۔ جب انتہائی تاریک بادل چھائے ہوں اور ابھی تک بارش کا نزول شروع نہ ہوا ہو۔

حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے معدی کرب حمیری زبان کا نام ہے اس کا معنی کامیاب انسان کا چہرہ ہے۔ معدی چہرہ کو کرب کامیابی کو کہتے ہیں۔ ابو کرب کا معنی کامیاب انسان ہے۔ پہلے كلكي كَرِبْ کا ذکر گزر چکا ہے لیکن کلکی کا معنی مجھے معلوم نہیں۔

وَكَائِنْ كَانَ قَبْلَكَ مِنْ نَعِيْمٍ   وَمُلْكٍ ثَابِتٍ فِي النَّاسِ رَاسِي
قَدِيْمٍ عَهْدُهُ مِنْ عَهْدِ عَادٍ   عَظِيْمٍ قَاهِرِ الْجَبَرُوْتِ قَاسِي
فَاَمْسَى اَهْلُهُ بَادُوْا وَاَمْسَى   يُحَوَّلُ مِنْ أُنَاسٍ فِي أُنَاسِ

"تو تو مجھے اس طرح دھمکیاں دے رہا ہے کہ گویا تو ذو رعین یا ذونواس ہے جو عمدہ زندگی بسر کر رہا ہے گویا کہ تو پہلے ہی نعمتوں اور ایسی سلطنت میں تھا جس کی بنیادیں لوگوں میں مستحکم ہوں۔ جس کا عہد عاد کے زمانہ سے بھی قدیم ہو جو عظیم، قاہر، زبردست اور ظالم ہو پھر اس کے اہل وعیال کو برباد کر دیا گیا اور وہ ایک جماعت سے دوسری جماعت میں منتقل ہوتا رہا"۔

قیس بن مکشوح مراد کا حلیف تھا۔ مراد کا نام یحابر بن سعد العشیرہ بن مذحج تھا اس کا نسب پہلے بنو بجیلہ پھر بنو احمس میں چلتا ہے۔ مکشوح کا نام ہبیرہ بن ہلال ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام عبد یغوث بن ہبیرہ بن حارث بن عمرو بن عامر بن علی بن اسلم بن احمس بن الغوث بن انمار تھا۔ بجیلہ اور خثعم کے والد کا نام انمار تھا۔ اس کا نام مکشوح اس لئے رکھا گیا کیونکہ اس کی پسلی پر تلوار کا زخم تھا۔ حضرت قیس کی کنیت ابوشداد تھی۔ اسود عنسی الکذاب کو انہوں نے ہی قتل کیا تھا۔ حضرت قیس شجاع اور جری انسان تھے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے لڑے، بہادری کے کئی کارنامے سرانجام دیئے۔ شام اور روم کے ساتھ معرکوں میں بھی نمایاں مقام پر نبرد آزما رہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد انہیں سب سے زیادہ بہادر سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عمرو بن معدی کرب کی کنیت ابوثور تھی۔ یہ بھی اپنی بہادری اور جرأت مندی کی وجہ سے مشہور تھے۔ جب یہ انتقال فرما گئے تو ایک شاعر نے کہا ؎

قُلْ لِزُبَيْدٍ بَلْ لِمَذْحِجٍ كُلِّهَا   رُزِئْتُمْ أَبَا ثَوْرٍ قَرِيْعَكُمْ عَمْرًا

تو زبید سے بلکہ تمام مذحج سے کہہ دے کہ تمہیں تمہارے سردار حضرت ابوثور عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی وجہ سے تکلیف پہنچی ہے۔

ان کی تلوار کا نام صَمْصَامَۃ تھا۔ وہ مشہور تلوار تھی وہ لوہا جو زمانہ جاہلیت کعبہ معظمہ کے پاس مدفون تھا۔ اس لوہے سے ذوالفقار اور صمصامۃ تلواریں بنائی گئیں پھر یہ تلوار حضرت خالد بن سعید بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرو نے یہ تلوار ایک احسان کی وجہ سے انہیں دے دی تھی۔ حضرت عمرو کی ہمشیرہ ریحانہ اسی تلوار کے متعلق ان سے کہتی ہیں ؎

زبید کا نسب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں زبید بن سلمہ بن مازن بن منبہ بن صعب بن سعد العشیرہ بن مذحج ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زبید بن منبہ بن صعب بن سعد العشیرہ بعض اسے زبید بن صعب بھی بتاتے ہیں اور مراد سے یحابر بن مذحج مراد ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوعبیدہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمان بن ربیعہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لکھا (باہلہ بن یعصر بن سعد بن قیس بن عیلان) کہ وہ عراب گھوڑے والے مجاہد کو مقرف گھوڑے والے پر فضیلت دیں۔ ان کے سامنے گھوڑے پیش کئے گئے۔ جب حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا ان کے سامنے سے گزرا تو حضرت سلمان نے کہا'' آپ کا گھوڑا مقرف ہے''۔ یہ سن کر حضرت عمرو ناراض ہوئے انہوں نے کہا'' ھجین اپنے جیسے ھجین کو ہی جان سکتا ہے''۔ یہ سن کر قیس ان پر جھپٹے اور انہیں دھمکی دی پھر حضرت عمرو نے وہ اشعار کہے جو اوپر گزر چکے ہیں۔

شق اور سطیح کے قول کی تصدیق

اہل حبشہ کے اسی اقتدار اور غلبہ کا ذکر سطیح نے کیا تھا اس نے کہا تھا'' اہل حبشہ تمہاری زمین پر آئیں گے اور وہ ابین اور جرش کے درمیانی علاقہ پر قبضہ کر لیں گے۔'' شق نے کہا تھا'' اہل

أَمِنْ رَيْحَانَةَ الدَّاعِي السَّمِيْعُ يُؤْرِقُنِي وَأَصْحَابِي هُجُوْعُ

کیا ریحانہ کی طرف سے دعوت دینے والا، سننے والا ہے کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو نیند بیدار رکھتی ہے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے کچھ قیدی تھے انہوں نے ان پر احسان کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دیا۔ حضرت عمرو اور ان کے بھائی نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں درے سے مارنا چاہا تو انہوں نے یہ شعر کہا، یہ شعر سیرت کی کتب میں نہیں۔

فَلَا يَغْرُرْكَ مُلْكُكَ، كُلُّ مُلْكٍ يَصِيْرُ لِذِلَّةٍ بَعْدَ الشَّمَاسِ

آپ کی یہ سلطنت آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے ہر ملک غلبہ کے بعد ذلت کی طرف جانے والا ہے۔

سوڈان تمہاری زمین پر آئیں گے۔ وہ ہر چیز کو مغلوب کر لیں ابین سے لے کر نجران تک ان ہی کی حکومت ہوگی''۔

ابرہہ اور ارباط کے مابین تنازع

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ارباط کئی سالوں تک سرزمین یمن کا والی رہا پھر حبشہ کے معاملہ میں ابرہہ کے ساتھ مخالفت ہوگئی ان کی عوام تقسیم ہو کر کچھ ارباط اور کچھ ابرہہ کے ساتھ مل گئی پھر دونوں کی افواج ایک دوسرے کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئیں جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوگئے تو ابرہہ نے ارباط کی طرف پیغام بھیجا'' ایک ہی لشکر کو باہم لڑا کر ان کی جانیں ضائع کرنے میں کوئی فائدہ نہیں آؤ ہم آپس میں مبارزت کرتے ہیں جو مغلوب ہو گیا اس کا لشکر دوسرے کے پاس چلا جائے گا''۔ ارباط کو جب یہ پیغام ملا تو اس نے کہا'' تمہارا یہ فیصلہ مجھے منظور ہے''۔ ابرہہ مبارزت کے لئے میدان میں اترا وہ پست قد اور فربے بدن کا مالک تھا۔ اس نے عیسائیت اختیار کر رکھی تھی پھر ارباط بھی معرکہ آزما ہونے کے لئے میدان میں آیا وہ ایک حسین، جسیم اور دراز قد شخص تھا۔ اس کے ہاتھ میں اس کا نیزہ تھا۔ ابرہہ کے پیچھے اس کا غلام عتودۃ تھا جو پیچھے سے اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ پہلے ارباط نے اپنا نیزہ اٹھایا اور ابرہہ کے سر پر مارنے کی کوشش کی لیکن اس کا نشانہ خطا گیا، نیزہ ابرہہ کے چہرے پر لگا۔ جس سے اس کی ابرو، ناک، آنکھ اور لب کٹ گئے۔ اسی وجہ سے اس کا نام ابرهه الاشرم پڑ گیا۔ عتودہ نے ابرہہ کے

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے سلمان بن ربیعہ کا ذکر کیا ہے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کو ھجین کہا۔ انہوں نے ان کا نسب باہلہ بن اعصر تک بیان کیا ہے۔ باهلة کا تعلق بنو قتیبہ بن معن سے تھا۔ باہلہ ان کی ماں کا نام تھا۔ وہ بنت صعب بن سعد العشیرہ بن مذحج تھی۔ یعصر اس کا باپ تھا یہ منبہ بن سعد بن قیس بن عیلان تھا۔ اپنے اس شعر کی وجہ سے یعصر کے نام سے موسوم ہوا۔

أُعَيْبِرُ اِنَّ اَبَاكَ غَيَّرَ لَوْنَهٗ مَرُّ اللَّيَالِي وَاخْتِلَافُ الْاَعْصُرُ

اے عمیر! زمانے کی گردش نے تیرے باپ کے رنگ کو تبدیل کر دیا ہے۔

اسے اعصر اور یعصر کہا جاتا تھا۔ حضرت سلمان بن ربیعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے کوفہ کے قاضی تھے انہیں سلمان الخیل کہا جاتا تھا کیونکہ یہ گھوڑوں کی پہچان میں ماہر تھے۔ ابو وائل کہتے ہیں کہ میں چالیس روز صبح کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ اس وقت وہ قاضی

پیچھے سے ارياط پر حملہ کیا اور اس کو ہلاک کر دیا۔ ارياط کا تمام لشکر ابرہہ کے پاس چلا گیا اس طرح یمن کا پورا علاقہ ابرہہ کے زیر کمان ہو گیا۔

نجاشی کی ابرہہ پر ناراضگی :۔ جب یہ خبر نجاشی کے پاس پہنچی تو اسے شدید غصہ آیا اس نے کہا "ابرہہ نے ہی میرے امیر پر لشکر کشی کی ہے اور اس کو میرے حکم کے بغیر قتل کیا ہے" اس نے قسم اٹھائی کہ وہ ابرہہ کو نہیں چھوڑے گا اس کے شہروں کو روند ڈالے گا۔ اس کے بال نوچ لے گا اور وہ اپنے تھیلے میں یمن کی مٹی بھرے گا۔

جب ابرہہ کو نجاشی کی اس قسم کا علم ہوا تو اس نے اس کی طرف خط لکھا:

"اے شاہِ ذی مرتبت! ارياط بھی تیرا غلام تھا اور میں بھی تیرا ہی خادم ہوں آپ کے معاملہ میں ہمارا اختلاف ہو گیا تھا وہ آپ کی ہر قسم کی اطاعت بجالاتا تھا لیکن میرا گمان تھا کہ حبشہ کے معاملات میں میں اس سے زیادہ قوی، جری اور بہادر ہوں جب مجھے بادشاہ کی قسم کی خبر ملی ہے اسی وقت میں نے سارے بال اتروا دیئے ہیں اور ایک تھیلا اپنے وطن کی مٹی سے بھر کر بادشاہ کی طرف بھیج رہا ہوں تا کہ وہ اپنے قسم پوری کر سکے۔"

جب نجاشی نے یہ خط پڑھا تو وہ ابرہہ سے راضی ہو گیا اور اس کی طرف خط لکھا کہ تا حکم ثانی یمن کے والی بنے رہو۔ اس طرح ابرہہ کو سلطنت یمن کی حکمرانی نصیب ہوئی۔

قلیس ، ابرہہ کا کلیسا

ابرہہ نے صنعاء کے مقام پر ایک گرجا تعمیر کیا جو حسن وزیبائش اور رعنائی تعمیر میں اپنی مثال

تھے لیکن کوئی شخص بھی ان کے پاس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے نہ آیا۔ ان کی وفات 92ھ ارمینیہ کے مقام پر ہوئی۔

ابرہہ کے غلام کا نام عتودہ تھا یہ قصہ پہلے گزر چکا ہے۔ الطبری نے یہ اضافہ کیا ہے کہ عتودہ کا معنی جنگ کی شدت ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ارياط نے ابرہہ کے یَافُوخ پر حملہ کیا سر کے وسط کو یَافُوخ کہا جاتا ہے۔ بچہ میں اس جگہ کو عَاذِیہ کہتے ہیں جب وہ سخت ہو جاتی ہے تو اس کو یَافُوخ کہا جاتا ہے اس کی جمع یَافِیخ آتی ہے۔ عجاج کہتا ہے ضَرِبٌ اِذَ صَابَ الْیَافِیْخ حَفَرَ۔ یہ ایسی ضرب ہے جو یَافِیخ پر لگنے سے ان کو اکھیڑ پھینکتی ہے۔ الاَشْرَم، شَرَمَ سے ہے اس کا معنی ہے کٹ جانا۔

قلیس

وہ کنیسہ جو ابرہہ نے اس مقصد کے لئے تعمیر کیا تھا تا کہ اہل عرب ادائیگی حج کے لئے اس کا رخ

آپ تھا۔ اس نے نجاشی کی طرف یہ مکتوب لکھا "اے شاہِ ذی شان! میں نے آپ کے لئے اتنا حسین و جمیل گرجا تعمیر کیا ہے کہ اس سے پہلے کسی بادشاہ نے اتنا خوبصورت گرجا نہ بنایا ہوگا۔ میں نے اس کو اتنا منفرد اس لئے تعمیر کیا ہے تاکہ اہل عرب مجبور ہو کر ادائیگی حج کے لئے اس کا رخ کریں"۔

جب اہل عرب کو ابرہہ کے اس خط کا علم ہوا تو وہ آتش پا ہو گئے۔ نساَۃ کے ایک شخص کو شدید غصہ آیا اس کا تعلق بنو فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر سے تھا۔

کریں اس کا نام قُلَّیس تھا۔ اس کی رفعت اور بلندی کی وجہ سے اس کو قُلَّیس کہا جاتا تھا۔ ٹوپیوں کو بھی اسی وجہ سے قَلَانس کہتے ہیں کیونکہ وہ سروں کے اوپر ہوتی ہیں۔ کہا جاتا ہے تَقَلْنَسَ الرَّجُلُ وَتَقَلَّسَ۔ "انسان نے ٹوپی پہن لی۔" وہ کھانا جو معدہ سے اوپر کی طرف آتا ہے اس کو بھی قَلَسَ کہا جاتا ہے۔

اس گرجا کی تعمیر کے لئے ابرہہ نے اہل یمن کو ذلیل کر دیا انہوں نے طرح طرح کی مشقتیں برداشت کیں۔ انہیں مختلف قسم کے پتھر دور دراز سے اٹھا کر لانے پڑے۔ وہ ملکہ بلقیس کے محل سے ایسے پتھر لائے جن پر سونے کی کندہ کاری ہوئی تھی۔ اس گرجا سے ملکہ کا محل کچھ ہی فاصلہ پر تھا۔ اس کی سلطنت اور امارت کے کچھ نشانات باقی تھے۔ بادشاہ نے انہیں گرجا کی زیبائی اور رعنائی کے لئے استعمال کیا۔ بادشاہ نے گرجا میں سونے چاندی سے ملمع کئے ہوئے پتھر نصب کئے، ہاتھی کے دانت اور آبنوس کے منبر بنوائے۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس عمارت کو اتنا بلند کرے کہ اس سے عدن دیکھا جا سکے۔ اس نے اپنے مزدوروں کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر کسی کے کام میں مصروف ہونے سے پہلے سورج نکل آیا تو وہ اس کا ہاتھ کاٹ دے گا۔ ایک دن ایک شخص سو گیا حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔ اس کی بوڑھی ماں اس کے ساتھ بادشاہ کے پاس سفارش کے لئے آئی لیکن اس نے انکار کر دیا اور اصرار کیا کہ وہ اس کے بیٹے کا ہاتھ ضرور کاٹے گا۔ بڑھیا نے کہا "آج اپنی کدال خوب مار لے یعنی خوب ظلم و ستم کر لے کیونکہ آج سلطنت تیرے ہاتھ میں ہے کل یہ کسی اور کے پاس چلی جائے گی"۔ بادشاہ نے کہا "اے بڑھیا! تیرے لئے ہلاکت ہو تو کیا کہہ رہی ہے؟" بڑھیا نے کہا "میں نے سچ کہا ہے جس طرح یہ ملک کسی دوسرے کے ہاتھ سے تیرے پاس آیا ہے اسی طرح کل یہ کسی تیسرے کے پاس چلا جائے گا"۔ بادشاہ کو بڑھیا کی یہ نصیحت بڑی پسند آئی اب وہ لوگوں کے ساتھ نرم برتاؤ کرنے لگا۔ جب ابرہہ ہلاک ہو گیا

النَّسَأَةُ

النَسَأَةُ سے مراد وہ اہل عرب ہیں جو زمانہ جاہلیت میں مہینوں میں تاخیر کر دیا کرتے تھے۔ اشہر حرم میں سے ایک ماہ کو حلال کر دیتے اور اس کی جگہ حلال مہینوں میں سے ایک مہینہ رکھ دیتے تاکہ اشہر حرم کی تعداد پوری ہو جائے۔ یہ آیت کریمہ اسی کے متعلق ہے:

اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُحِلُّوۡنَہٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوۡنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوۡا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَیُحِلُّوۡا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ (توبہ:۳۷)

"(حرمت والے مہینوں کو) ہٹا دینا تو اور اضافہ کرنا ہے کفر میں گمراہ کئے جاتے ہیں

تو حبشہ بھی کئی حصوں میں منقسم ہو گیا۔ اس گرجا کا ماحول جنگل میں تبدیل ہو گیا۔ کسی شخص نے اس کو آباد کرنے کی کوشش نہ کی۔ اس کے اردگرد درندوں اور سانپوں کی کثرت ہو گئی۔ جو شخص اس میں سے کوئی چیز حاصل کرنا چاہتا اس کو جنات کا سامنا کرنا پڑتا۔ وہ کنیسہ سونے اور چاندی کے ڈھیروں، سونا چاندی سے مرصع پتھروں، مختلف لکڑیوں اور مال و دولت کے خزانوں سے بھرا رہا۔ کسی شخص کو اس میں سے کوئی چیز لینے کی جرأت نہ ہوتی تھی جب ابوالعباس کا دور حکومت آیا تو لوگوں نے اسے اس گرجا کے متعلق بتایا وہ وہاں کے سانپوں اور جنات سے مرعوب نہ ہوا اس نے اپنے بیٹے یمن کے گورنر کو جری اور نڈر افراد کے ساتھ وہاں بھیجا۔ انہوں نے گرجا کو گرا دیا انہوں نے وہاں سے بہت زیادہ مال و دولت حاصل کی جن اشیاء مثلاً سنگ مرمر اور مرصع لکڑیوں کو بیچنا ممکن تھا ان کو فروخت کر دیا۔ اس طرح اس گرجے کے نشانات اور آثار ہمیشہ کے لئے مٹ گئے۔ جنات کے بارے ان کے ہاں ایک داستان مشہور تھی۔ کعیب اور اس کی بیوی دو بت تھے۔ کنیسہ کی بنیاد ان پر ہی رکھی گئی تھی۔ جب کعیب اور اس کی بیوی کو توڑا گیا تو ان کو توڑنے والا جذام میں مبتلا ہو گیا۔ یمن کے احمق اور بے وقوف لوگوں نے یہی مشہور کر دیا کہ اس کو کعیب نے جذام میں مبتلا کر دیا ہے۔ ابوالولید ازرقی بیان کرتے ہیں کعیب ایک لکڑی کا بت تھا جس کی لمبائی ستر گز تھی۔

النَسِیءُ وَالنَّسَأَةُ

نَسْأَت کا آغاز قَلَمَّسَ نے کیا تھا اس کا نام حذیفہ بن عبد بن فقیم تھا۔ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس کو قَلَمَّسَ کہا جاتا تھا۔ قَلَمَّسَ ایک سمندر کا بھی نام تھا۔ قاسم بن ثابت کہتا ہے

اِلٰی نَضَدٍ مِنْ عَبْدِ شَمْسٍ کَاَنَّھُمْ ھِضَابُ اَجَا اَرْکَانُہٗ لَمْ تَقَصَّفِ

اس سے وہ لوگ جو کافر ہیں۔ حلال کر دیتے ہیں ایک ماہ کو ایک سال اور حرام کر دیتے ہیں اسی کو دوسرے سال تاکہ گنتی پوری کریں ان مہینوں کی جنہیں حرام کیا ہے اللہ نے تاکہ اس حیلہ سے حلال کرلیں جسے حرام کیا ہے اللہ نے"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لِیُوَاطِئُوا کا معنی لِیُوَافِقُوا ہے المُوَاطَأۃُ، المُوَافَقَۃُ کو کہتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے وَطَأتُکَ عَلٰی ھٰذَا الاَمْرِ۔ میں نے تیرے ساتھ اس مسئلہ میں

قَلَامِسَۃٌ سَاسُوا الاُمُوْرَ فَاُحْکِمَتْ سِیَاسَتُھَا حَتّٰی اَقَرَّتْ لِمُرْدِفِ

"عبد شمس کی رفعت کو تو دیکھو گویا کہ وہ أجا کے پہاڑ ہیں جس کے اطراف ٹوٹی ہوئی نہیں ہیں وہ اتنے عظیم سردار ہیں جو اپنے امور کی تدبیر عمدہ انداز سے کرتے ہیں پھر ان کی سیاست اتنی مستحکم ہوتی ہے کہ وہ ستارہ مردف پر جاگزیں ہو جاتی ہے"۔

ابوعلی القالی نے الاَمَالی میں ذکر کیا ہے کہ جن لوگوں نے مہینوں میں نَسْئَت کی ان میں سے نعیم بن ثعلبہ بھی تھا لیکن وہ معروف نہیں تھا وہ مہینوں کی نَسْئَت دو طریقوں سے کرتے تھے:

1۔ جس کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے یعنی وہ محرم کو حلال اور صفر کو حرام قرار دیتے تھے اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ خوب غارت گری کریں اور دشمنوں سے بدلہ لیں۔

2۔ وہ شمسی سال میں غور و فکر کر کے حج کو ہر سال اپنے مقررہ وقت سے مؤخر کر دیتے تھے وہ ہر سال حج کو گیارہ دن یا اس سے کچھ زائد مؤخر کرتے تھے۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا۔

اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔

"زمانہ نے اسی طرح گردش کی ہے جس طرح اس نے اس دن گردش کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق فرمائی تھی"۔

حجۃ الوداع اس سال ہوا تھا جس سال حج اپنے وقت پر لوٹ آیا تھا نبی اکرم ﷺ نے صرف ایک حج ہی ادا فرمایا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار حج کو مؤخر کر دیتے تھے اور وہ عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کے لئے مکہ کو فتح کر دیا گیا۔ ہمارے شیخ ابوبکر فرماتے ہیں ارشاد ربانی ہے:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (بقرہ:۱۸۹)

"دریافت کرتے ہیں آپ سے نئے چاندوں کے متعلق (کہ یہ کیونکر گھٹتے بڑھتے ہیں) فرمایئے

موافقت کی ہے کسی شعر میں قافیہ کا ایک ہی لفظ میں موافقت کرنا اور ایک ہی جنس میں ہونا اِیطَاءٌ کہلاتا ہے۔ عجاج کہتا ہے اس کا نام عبداللہ بن رؤبہ تھا اس کا تعلق بنوسعد بن زید مناۃ بن تمیم بن مر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار سے تھا۔

فِي اَثْعُبَانِ الْمَنْجَنُوْنِ الْمُرْسَلِ مَدَّ الْخَلِيْجِ فِي الْخَلِيْجِ الْمُرْسَلِ

یعنی پانی کی گزرگاہ میں سے ڈول نکالنا بہت بڑی خلیج میں سے نہر نکالنے کی طرح ہے۔

النَسْأَة کا بانی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اہل عرب میں سے قَلَمَّس نے نَسْأَة کا آغاز کیا تھا اس نے حلال مہینے کو حرام اور حرام مہینے کو حلال قرار دیا۔ اس کا نام حذیفہ بن عبد بن فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنان بن خزیمہ تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے عباد بن حذیفہ نے یہ دستور جاری رکھا پھر قلع بن عباد، امیہ بن قلع اور عوف بن امیہ نے اسی طریقہ کو رائج کیا پھر ابو ثمامہ جنادہ بن عوف بھی اسی پر عمل پیرا ہوا۔ یہ اس خاندان کا آخری شخص تھا

یہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے''۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے دیگر عبادات مؤقتہ کو چھوڑ کر صرف حج کا ذکر کیا ہے یہ اس بات پر تاکید ہے کہ اہل عرب حج کے متعلق چاند کا اعتبار کریں اور عجمیوں کے شمار پر اعتبار نہ کریں اسی وجہ سے اہل عرب حج میں عجمی مہینوں کا اعتبار نہیں کرتے تھے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے عجاج کا قول ذکر کیا ہے فِي اَثْعُبَانِ الْمَنْجَنُوْنِ...... اُثْعُبَان سے پانی کی راہ گزر مراد ہے۔ الْمَنْجَنُوْن سے مراد پانی نکالنے کا ڈول ہے۔ سیبویہ کے قول کے مطابق اس میں نون اصلیہ ہے اور میم بھی اصلیہ ہے کیونکہ اس میں عَرْطَلِيْل (حسن و شباب) کو مَنْجَنِيْنَ کہا جاتا ہے۔ سیبویہ نے دوسری جگہ بیان کیا ہے کہ ان کی نون زائدہ ہے بعض راویوں نے اسے مُنْحَنُون پڑھا ہے۔ پانی کے برتنوں میں دُوْلَاب، شَهْرَق اور عُصْمُوْر شامل ہیں۔ ان میں سے بعض برتن لکڑی کے بھی بنائے جاتے ہیں۔ الخَلِيْج سے مراد یا تو پہاڑ ہے یا پھر خلیج کا پانی ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے عجاج کا تو ذکر کیا ہے لیکن اس کی کنیت ذکر نہیں کی اس کی کنیت ابوالشعثاء تھی اس کے اس قول کی وجہ سے اس کا نام عجاج پڑ گیا۔

حَتّٰى يَعِجَّ عِنْدَهَا مَنْ عَجْعَجَ۔

''حتیٰ کہ ان کے نزدیک ہر آواز نکالنے والی چیز نے آواز نکالی۔''

(ظہورِ اسلام کے وقت یہی موجود تھا)۔ اہل عرب کا دستور یہ تھا کہ جب وہ حج سے فارغ ہو جاتے تو اس کے پاس جمع ہو جاتے وہ چار اشہر حرم رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجّۃ اور محرم کو حرام قرار دیتا وہ جب ان میں سے کسی مہینے کو حلال کرنا چاہتا تو محرم کو حلال کر دیتا اور صفر کو اس کی جگہ رکھ لیتا تا کہ اشہر حرم کی تعداد پوری رہے اہل عرب اس سال صفر کو اشہر حرم میں شمار کرتے۔ جب لوگ واپس لوٹنے لگتے تو وہ کھڑا ہو جاتا اور کہتا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی قَدْ اَحْلَلْتُ لَکَ اَحَدَ الصَّفَرَیْنِ، الصَّفَرُ الْاَوَّلُ وَنَسَأْتُ الْآخَرَ لِلْعَامِ الْمُقْبِلِ۔

''مولا! میں نے تیرے لئے دو صفروں کو حلال کر دیا ہے ایک تو یہ صفر ہے دوسرے صفر کو میں نے آئندہ سال کے لئے متاخر کر دیا ہے۔''

بنو فراس بن غنم بن ثعلبہ بن مالک بن کنانہ کا ایک شخص عمیر بن قیس جذلُ الطعان نے نسات کے متعلق فخراً یہ شعر کہے ہیں:

عمیر بن قیس

یہ تمام لوگوں سے زیادہ دراز قد تھا۔ ہودہ اٹھانے میں مشہور تھا۔ میدان جنگ میں ہمیشہ ثابت قدم رہتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کو جِذْلُ الطِّعان کہا جاتا تھا گویا کہ وہ کسی درخت کا ایستادہ تنا تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کیونکہ وہ صائب الرائے تھا اس لئے اس کو اس لقب سے ملقب کیا جاتا تھا لوگ اس کی رائے کی جانب اس طرح سکون حاصل کرتے تھے جس طرح خارش زدہ جانور تنے کے پاس آ کر سکون پاتا ہے اور اس کے ساتھ سر کھجلاتا ہے۔ حباب کا قول 'اَنَا جُذَیْلُهَا الْمُحَکَّکُ'' اسی معنی پر دلالت کرتا ہے ایک اعرابی اپنے بیٹے کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ''اِنَّهٗ جَذْلٌ حَکَّاکٌ۔'' وہ ایک ایسا تنا ہے جس پر سر کھجلایا جاتا ہے۔

جنادہ بن عوف

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اسلام جنادہ بن عوف کے زمانہ میں ظہور پذیر ہوا لیکن انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک ایسا واقعہ پڑھا ہے جو اس کے اسلام پر دلالت کرتا ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مکہ معظمہ گیا اس نے وہاں کثیر اژدہام دیکھا اس نے بلند آواز سے کہا ''لوگو! میں تمہارے

لَقَدْ عَلِمَتْ مَعَدٌّ اَنَّ قَوْمِی کِرَامُ النَّاسِ اَنَّ لَهُمْ کِرَامًا

معد کو معلوم تھا کہ میری قوم تمام لوگوں سے زیادہ معزز تھی اور ان کے آباء بھی اخلاق کریمانہ سے متصف تھے۔

فَاَیُّ النَّاسِ فَاتُوْنَا بِوِتْرٍ وَاَیُّ النَّاسِ لَمْ نُعْلِكَ لَجَامًا

کن لوگوں نے ہم سے بدلا لینے کی کوشش کی ہے اور وہ کون سے لوگ ہیں جن کے منہ میں ہم نے لگا نہیں دی۔

اَلَسْنَا النَّاسِئِیْنَ عَلٰی مَعَدٍّ شُهُوْرَ الْحِلِّ نَجْعَلُهَا حَرَامًا

کیا ہم وہ لوگ نہیں ہیں جو معد کے زمانہ میں نَسْأت کرتے تھے ہم حلال مہینوں کو حرام کر دیتے تھے۔

لئے نَسْأتْ کا اجراء کرتا ہوں''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو درہ مارا اور کہا'' تیرے لئے ہلاکت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے باطل کے معاملہ کو ختم کر دیا ہے''۔ علامہ البرقی نے ابن الکلبی سے روایت کیا ہے کہ قلع بن عباد نے سات سال تک نَسْأتْ کی پھر امیہ بن قلع نے گیارہ سال اور اس کے بعد ابوامامہ قلیس نے چار سال تک نَسْأة کا اجراء کیا۔

اشہر حُرُم

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اشہر حرم میں سے پہلا مہینہ محرم ہے کیونکہ اسی سے سال کا آغاز ہوتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ پہلا مہینہ ذوالقعدہ ہے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جب اشہر حرم کو شمار کیا تو سب سے پہلے اسی کا تذکرہ فرمایا۔ علماء کا اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے اشہر حرم میں روزہ رکھنے کی نذر مانی تو وہ کہاں سے آغاز کرے گا۔ بعض علماء کے نزدیک وہ محرم سے آغاز کرے گا پھر رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے مہینوں کے روزے رکھے گا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ ذوالقعدہ سے روزہ رکھنے کا آغاز کرے گا اور آئندہ سال رجب میں آخری روزہ رکھے گا۔

کِرَامَ النَّاسِ...... اس کا مفہوم یہ ہے کہ میری قوم بھی معزز ہے اور اس کے آباء بھی محترم تھے۔

اَیُّ النَّاسِ لَمْ نُعْلِکْ لَجَامًا۔ وہ کون سے لوگ ہیں جنہیں ہم نے اس طرح نہیں روکا جس طرح گھوڑے کو لگام سے روکا جاتا ہے۔

عَلَکَ۔ کا معنی ہے گھوڑے کو سرکشی سے روک دینا تا کہ وہ بغاوت سے رک جائے۔ شاعر کہتا ہے۔

کنانی کا کنیسہ میں قضائے حاجت کرنا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک کنانی شخص گرجا میں آیا اور وہاں قضائے حاجت کر کے چلا گیا۔ جب ابرہہ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا "اتنی جرأت کا مظاہرہ کس نے کیا ہے؟" اس کو بتایا گیا کہ یہ فعل اہل عرب میں سے کسی شخص کا ہے۔ وہ شخص بیت اللہ سے عقیدت رکھتا ہے کیونکہ اس نے سن رکھا ہوگا کہ ابرہہ اہل عرب کو اس کنیسہ کا حج کرنے پر مجبور کرے گا۔

انہدام کعبہ کے لئے ابرہہ کا خروج

یہ سن کر ابرہہ کی آتش انتقام بھڑک اٹھی اس نے قسم اٹھائی کہ وہ کعبہ مقدسہ کو ضرور منہدم کر دے گا۔ اس نے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا تیاری مکمل ہونے پر اپنے لشکر اور ہاتھی کے ساتھ مکہ معظمہ کی طرف عازم سفر ہوا۔ جب اہل عرب کو ابرہہ کے ارادے معلوم ہوئے تو وہ ڈر گئے۔

وَاِذَا احْتَبَى قَرَبُوسَهُ بِعِنَانِهِ عَلَكَ اللِّجَامُ اِلَى انْصِرَافِ الزَّائِرِ

جب اس نے گھوڑے کی لگام کی رسی کو اس کی زین کے ساتھ لپیٹ دیا تو اس نے سوار کے پھرنے کی سمت لگام کو چبایا۔

شہران اور ناہس خثعم کے دو قبائل تھے۔ خثعم ایک پہاڑ کا نام ہے کیونکہ بنو عفرس بن خلف بن افتل بن انمار نے اسی پہاڑ کے دامن میں ڈیرہ لگایا تھا اس لئے اسے اسی نام سے پکارا جانے لگا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کو خثعم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ ایک دوسرے کی اعانت کا وعدہ کرتے تھے تو اپنے ہاتھوں کو خون آلود کر کے قسم اٹھاتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کو اس نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ خثعم میں تین قبائل تھے شہران، ناہس اور اکلب۔ اہل نسب کے نزدیک اکلب سے مراد ابن ربیعہ بن نزار ہے لیکن وہ قبائل خثعم میں شامل ہو گیا اور اپنے آپ کو اسی کی طرف منسوب کرنے لگا۔ خثعم کا ایک شخص کہتا ہے

مَا اَكْلُبُ مِنَّا وَلَا نَحْنُ مِنْهُمُ ۔۔۔ وَمَا خَثْعَمٌ يَوْمَ الْفَخَارِ وَاَكْلُبُ
قَبِيْلَةُ سَوْءٍ مِنْ رَبِيْعَةَ اَصْلُهَا ۔۔۔ فَلَيْسَ لَهَا عَمٌّ لَدَيْنَا وَلَا اَبُ

"نہ تو اکلب کا ہمارے ساتھ تعلق ہے اور نہ ہی ہم ان میں سے ہیں یوم فخار کو خثعم کو اکلب سے کیا نسبت تھی۔ وہ ایک بہت بڑا قبیلہ ہے جس کی اصل ربیعہ ہے ہمارے نسب میں نہ تو کوئی اس کا چچا ہے نہ باپ"۔

ذونفر کی مزاحمت

اشرافِ یمن میں سے ایک شخص ذونفر نے اپنی قوم اور اہل عرب کو ابرہہ کے ساتھ معرکہ آزمائی کی دعوت دی تا کہ اسے اس کے مذموم عزائم سے روکا جائے۔ کچھ قبائل نے ذونفر کا ساتھ دیا۔ وہ اپنے لشکر سمیت ابرہہ کے ساتھ نبرد آزما ہوا لیکن اسے ہزیمت اٹھانا پڑی ذونفر کو گرفتار کر کے ابرہہ کے سامنے پیش کیا گیا جب اس نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو اس نے ابرہہ سے کہا ''اے بادشاہ! مجھے قتل نہ کرو ممکن ہے میری زندگی تمہارے لئے میرے قتل سے بہتر ہو''۔ ابرہہ ایک حلیم شخص تھا اس نے ذونفر کو قتل نہ کیا بلکہ اسے پابند سلاسل کر دیا۔

اہل خثعم کی معرکہ آزمائی

ذونفر کے ساتھ جنگ کرنے اور اسے مغلوب کرنے کے بعد ابرہہ آگے عازم سفر ہوا جب وہ خثعم کے مقام پر پہنچا تو نفیل بن حبیب خثعمی نے اپنے دو قبائل شہران اور ناہس کے ساتھ ابرہہ کا راستہ روکنے کی کوشش کی باہم لڑائی ہوئی، نفیل کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب ابرہہ نے اس کو قتل کرنا چاہا تو اس نے کہا ''اے بادشاہ! مجھے قتل نہ کرو میں سرزمین عرب میں تمہاری راہ نمائی کروں گا۔ میرے دونوں قبائل تمہارے معاون و مددگار رہوں گے''۔ بادشاہ نے اس کو آزاد کر دیا۔ یہ دونوں قبیلے شہران اور ناہس تھے

ایک الکلبی اس کا جواب یہ دیتا ہے۔

اِنِّی مِنَ القَوْمِ الَّذِیْنَ نَسَبْتَنِی — اِلَیْهِمْ کَرِیْمُ الجَدِّ وَالْعَمِّ وَالْاَبِ
فَلَوْ کُنْتَ ذَاعِلْمٍ بِهِمْ مَا نَفَیْتَنِی — اِلَیْهِمْ تَرَیٰ اَنِّی بِذٰلِكَ اُثْلَبُ
فَاِنْ لَمْ یَکُنْ خُلْفاً وَ نَاهِسًا عَمَّایَ — فَاِنِّی اِمْرَاءٌ عَمَّایَ: بَکْرٌ وَتَغْلَبُ
اَبُوْنَا الَّذِی لَمْ تُرْکَبُ الخَیْلُ قَبْلَهٗ — وَلَمْ یَدْرِ مَرْءٌ قَبْلَهٗ کَیْفَ یُرْکَبُ

''میں اسی قوم سے ہوں جس کی طرف تو نے مجھے منسوب کیا ہے میرا دادا، چچا اور باپ بڑے کریم ہیں اگر تجھے ان کا علم ہوتا تو پھر تو میری نفی نہ کرتا۔ تجھے معلوم ہے کہ اس نسب کی وجہ سے کبھی مجھ پر ملامت نہیں کی گئی۔ اگر خلف اور ناہس میرے چچا نہیں تو پھر کیا ہوا۔ میں تو وہ شخص ہوں جس کے چچا بکر اور تغلب ہیں ہمارا باپ تو وہ ہے جس سے پہلے گھوڑے پر کوئی شخص سوار نہ ہوا تھا اور نہ ہی اس سے پہلے کوئی شخص جانتا تھا کہ گھوڑے پر سواری کیسے کی جاتی ہے''۔

جب وہ طائف پہنچا تو مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمر بن سعد بن عوف بن ثقیف نے استقبال کیا۔

ثقیف کا نسب

ثقیف کا نام قسی بن نبیت بن منبہ بن منصور بن یقدم بن افصی بن دعمی بن ایاد بن نزار بن معد بن عدنان تھا۔ امیہ بن ابی صلت نے اپنے اشعار میں اسی نسب کا ذکر کیا ہے۔

قَوْمِیْ اِیَادٌ لَوْ اَنَّهُمْ اُمَمٌ اَوْ: لَوْ اَقَامُوْا فَتُهْزَلَ النَّعَمُ
قَوْمٌ لَهُمْ سَاحَةُ الْعِرَاقِ اِذَا سَارُوْا جَمِیْعًا وَالْقِطَّ والْقَلَمُ

"میری قوم ایاد ہے کاش وہ باہم متحد رہتے۔ کاش وہ وہیں مقیم رہتے خواہ ان کے پائے ناتواں ہو جاتے وہ ایسی قوم ہیں کہ اگر وہ متفق ہو جاتے تو عراق کا میدان، کاغذ اور قلم ان کا ہی ہوتا"۔

یہ اشعار بھی امیۃ بن ابی الصلت کے ہی ہیں۔

فَاِمَّا تَسْاَلِیْ عَنِّیْ، لُبَیْنٰی وَعَنْ نَسَبِیْ، اُخَبِّرْكِ الْیَقِیْنَا
فَاِنَّا لِلنَّبِیْتِ اَبِیْ قَسِیٍّ لِمَنْصُوْرِ بْنِ یَقْدُمَ اَلْاَقْدَمِیْنَا

"اے لبینیٰ! کیا تو میرے متعلق اور میرے نسب کے متعلق پوچھتی ہے میں تمہیں یقین کے

ثقیف میں اہل نسب کا اختلاف

بعض نساب ثقیف کو ایاد، بعض قیس اور بعض ثمود کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ایک حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق ثمود سے تھا۔ معمر بن راشد نے اپنی جامع میں روایت کی ہے کہ ابورغال کا تعلق ثمود سے تھا جب اس کی قوم کو کڑک نے آلیا۔ اس وقت وہ حرم شریف میں تھا۔ جب وہ حرم سے باہر آیا تو اس کو ہلاکت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کو وہیں دفن کر دیا گیا اس کے ساتھ سونے کی دو ڈلیاں بھی دفن کی گئی۔ جب حضور ﷺ اس کی قبر کے پاس سے گزرے تو تو آپ ﷺ نے سونے کی ڈلیاں نکال لینے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام نے قبر کھود کر انہیں نکال لیا۔

جریر کا شعر ہے۔

اِذَا مَاتَ الْفَرَزْدَقُ فَارْجُمُوْهُ كَرَجْمِكُمْ لِقَبْرِ اَبِیْ رِغَالِ

جب فرزدق مرجائے تو اس کی قبر پر بھی اسی طرح سنگباری کرو جس طرح ابورغال کی قبر پر پتھر

ساتھ بتاؤں گا ہم نبیت ابی قسی کی اولاد ہیں اور منصور بن یقدم بھی ہمارے آباء میں سے ہے۔"

ابن ہشام کہتے ہیں ثقیف کا نسب یہ ہے قسی بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

اہل طائف نے ابرہہ سے کہا "اے بادشاہ! ہم تیرے اطاعت گزار غلام ہیں ہمارے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جس گھر کا تم ارادہ لے کر نکلے ہو وہ طائف میں نہیں ہے بلکہ مکہ میں ہے ہم تمہارے ساتھ ایک شخص کو بھیجتے ہیں جو مکہ تک تمہاری راہنمائی کرے گا۔ اہل طائف نے اپنے بت "لات" کے لئے ایک عمدہ گھر بنا رکھا تھا جسے وہ کعبہ مشرفہ کی طرح پاک اور عظیم تصور کرتے تھے۔ ابو عبیدہ النحوی کہتا ہے

برساتے ہو۔

ثقیف کے نسب کے متعلق ایک نسخہ میں ابن ایاد بن معد ہے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ قاضی ابوالولید نے اس نسب کو تبدیل کر دیا تھا اور معد کی جگہ ابن معد (نزار) کو لکھ دیا تھا کیونکہ ایاد نزار کا بیٹا تھا۔ وہ معد کا صلبی بیٹا نہ تھا۔ معد کے ایک صلبی بیٹے کا نام بھی ایاد تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر کیا ہے وہ ایاد کا چچا تھا۔

خیمے کے اردگرد جو مٹی کی تہہ چڑھائی جاتی ہے اس کو اِیَاد کہتے ہیں۔ اس کا مقصد خیمے کو سیلاب سے محفوظ رکھنا ہوتا ہے یہ اَیْدٌ سے مشتق ہے اس کا معنی قوت ہے کیونکہ اس طرح خیمے کو قوت مل جاتی تھی اس لئے اس مٹی کو ایاد کہنے لگے۔

امیہ کے اشعار

یعنی اگر وہ حجاز میں اقامت اختیار کریں اور ان کی نعمتیں کم ہو جائیں کیونکہ وہ لوگ حجاز ہی سے تارک وطن ہو کر آئے تھے اس کی وادیاں ان سے تنگ ہو گئی تھیں وہ عراق کے سبزہ زاروں کی طرف چلے گئے۔ اسی وجہ سے شاعر نے قِطّ اور قلم کا ذکر کیا ہے کیونکہ کتابت ان ہی شہروں کی طرف ہوتی تھی جن کی طرف وہ گئے تھے۔ قریش سے پوچھا گیا تم نے کتابت کس سے سیکھی؟ انہوں نے کہا ہم نے اہل حیرہ سے سیکھی۔ اہل حیرہ نے اہل انبار سے کتابت سیکھی۔ فَتَهُوْلَ پر فاء "لو" کے جواب میں آنے کی وجہ سے ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ (الشعراء)

ترجمہ: "پس اگر ہمارے اختیار میں ہوتا (دنیا میں) واپس جانا تو ہم اہل ایمان سے ہوتے"۔

وَفَرَّتْ ثَقِيفٌ اِلٰى لَاتِهَا بِمُنْقَلِبِ الخَائِبِ الخَاسِرِ

ثقیف خائب وخاسر ہو کر اپنے بت لات کی طرف بھاگے۔

ابورغال اور اس کا انجام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل طائف نے ابورغال کو بطور راہ نما ابرہہ کے ساتھ بھیجا جب وہ مغمس کے مقام پر پہنچا تو وہ وہیں مر گیا۔ اہل عرب نے اس کی قبر پر پتھر برسائے یہ وہی قبر ہے جس پر لوگ مُغَمَّس میں سنگباری کرتے ہیں۔

اسود بن مقصود کی مکہ مکرمہ آمد

جب ابرہہ کا لشکر مُغَمَّس پہنچا تو اس نے اہل حبشہ میں سے اسود بن مقصود کو مکہ مکرمہ بھیجا۔ وہ وادیٔ تہامہ سے قریش اور دیگر قبائل کے مویشی ہانک کر لے گیا۔ ان مویشیوں میں حضرت عبدالمطلب کے بھی دوسو اونٹ تھے۔ اس وقت وہ قریش کے سردار اور سید تھے۔ قبیلہ قریش کنانہ اور ہذیل نے ابرہہ کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ ان کے ساتھ جنگ لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے تو انہوں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

ابرہہ کا قاصد

ابرہہ نے حناط الحمیری کو مکہ معظمہ بھیجا۔ اس نے اس سے کہا'' اس شہر کے سردار کو تلاش کرو پھر اس سے کہو کہ بادشاہ تمہیں کہہ رہا ہے کہ میں تمہیں تباہ و برباد کرنے نہیں آیا میں تو صرف بیت اللہ کو گرانے آیا ہوں اگر تم نے کوئی تعرض نہ کیا تو پھر مجھے تمہارا خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں''۔ بادشاہ نے قاصد سے کہا'' اگر وہ سردار میرے ساتھ جنگ نہ کرنے کا عہد

مغمس اور اس کا مادۂ اشتقاق

میں نے شیخ ابوبحر کے نسخہ میں اس کو مُغَمَّس ہی پڑھا ہے۔ علامہ البکری نے کتاب المعجم میں ابن درید وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ ائمہ لغت کہتے ہیں کہ یہ مُغَمَّس ہی ہے یہی درست ہے اگر اس کو مُغَمِّس پڑھا جائے تو پھر یہ غَمِیس سے مشتق ہوگا۔ غَمِیس کا معنی غَمِیْر ہے یہ ایک سبز بوٹی ہے جو خریف میں خشک چیز کے نیچے اُگ آتی ہے جس مکان میں یہ اُگتی ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے غَمَسَ الْمَکَانُ وَغَمَرَ جس طرح صَوَّحَ اور شَجَّرَ کہا جاتا ہے جب اس کو مُغَمَّس پڑھا جائے تو پھر یہ غطی پوشیدہ ہو جانے کے معنی میں ہوگا کیونکہ یہ جگہ درختوں کی کثرت کی وجہ سے پوشیدہ تھی۔

کر لے تو پھر اسے میرے پاس لے آنا۔ حناطہ مکہ معظمہ آیا اس نے مکہ معظمہ کے سردار کے متعلق پوچھا اسے بتایا گیا کہ عبدالمطلب بن ہاشم ہمارے سردار ہیں۔ حناطہ حضرت عبدالمطلب کے پاس آیا اور انہیں ابرہہ کا پیغام دیا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا "اللہ کی قسم! ہم اس کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہی ہم میں اس کی طاقت ہے یہ تو اللہ کا پاکیزہ گھر ہے اس کے خلیل کا حرم ہے اللہ تعالیٰ خود ابرہہ کو روک لے گا۔ ہمارے پاس اتنی قوت نہیں کہ ہم اسے روک سکیں"۔ حناطہ نے حضرت عبدالمطلب سے کہا "پھر تم میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلو اس نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمہیں اس کے پاس لے چلوں"۔

حضرت عبدالمطلب کے لئے انیس کی سفارش

حضرت عبدالمطلب حناطہ کے ہمراہ ہو لئے ان کے ساتھ ان کے کچھ بیٹے بھی تھے۔ جب وہ ابرہہ کے لشکر میں پہنچے تو انہوں نے ذونفر کے متعلق پوچھا وہ ان کا پرانا دوست تھا۔ حضرت عبدالمطلب کو قید خانے میں ذونفر کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا "اے ذونفر! جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے کیا اس میں تم ہمارے کسی کام آ سکتے ہو؟" ذونفر نے کہا "وہ قیدی آپ کی کیا مدد کر سکتا ہے؟ جو بادشاہ کے سامنے اس انتظار میں کھڑا ہو کہ وہ صبح اس کو موت کے گھاٹ اتارتا ہے یا شام کو۔ میرے پاس تمہارے اس دکھ کا کوئی مداوا نہیں ہے البتہ ہاتھی کا سائیس انیس میرا دوست ہے میں تمہیں اس کے پاس بھیجتا ہوں اور اس سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ بادشاہ کے پاس پہنچنے میں تمہاری اعانت کرے اور تمہارے لئے سفارش کرے"۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا "میرے لئے یہ بھی کافی ہے"۔ ذونفر نے حضرت عبدالمطلب کو انیس کے پاس بھیج دیا اس سے کہا کہ یہ قریش مکہ کے سردار عبدالمطلب ہیں یہ مکہ کے تجارتی کارواں کے سربراہ ہیں۔ یہ اتنے سخی ہیں کہ یہ میدانوں میں انسانوں کو اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر درندوں کو کھانا دیتے ہیں۔

جب حضور ﷺ مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے مُغَمَّس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہ مقام مکہ معظمہ سے تین فرسخ پر تھا۔ ابن سکن نے اپنی سنن میں اسی طرح روایت کیا ہے سنن ابی داؤد میں ہے "جب حضور ﷺ قضائے حاجت فرمانا چاہتے تو آپ ﷺ بہت دور تشریف لے جاتے تھے۔" ابوداؤد نے مسافت کو بیان نہیں کیا۔ حضور ﷺ مُغَمَّس میں اس لئے تشریف لے جاتے تھے کیونکہ وہاں کثرت سے درخت تھے جن کی آڑ میں آپ ﷺ قضائے حاجت فرماتے تھے۔

بادشاہ کے ملازمین ان کے دوسو اونٹوں کو ہانک کر لے آئے ہیں ابرہہ کے پاس پہنچنے میں ان کی مدد کرو اور ان کی جو اعانت کر سکتے ہو وہ بھی کرو۔ انیس نے بھرپور مدد کا وعدہ کیا ابرہہ کے ساتھ انیس نے اپنی گفتگو کا آغاز یوں کیا:

"اے بادشاہ! قریش مکہ کے سردار حضرت عبدالمطلب دروازے پر کھڑے اذن باریابی کے منتظر ہیں وہ مکہ کے تجارتی قافلوں کے سربراہ ہیں۔ انسان تو انسان پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسیرا کرنے والے درندے بھی ان کے دستر خوان سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں وہ ایک ضرورت لے کر آئے ہیں"۔

ابرہہ نے انہیں ملاقات کی اجازت دے دی۔

حضرت عبدالمطلب تمام لوگوں سے زیادہ حسین، جمیل، جسیم اور خوبرو تھے۔ چہرے پر وجاہت و شرافت کے آثار دیکھ کر ابرہہ نے ان کی انتہائی عزت و توقیر کی۔ انہیں اپنے پاس تخت پر بٹھانا چاہا فوراً اس کو خیال آیا کہ شاید اہل حبشہ اس کو برا منائیں اس لئے وہ اپنے تخت سے نیچے اتر آیا۔ اپنے قالین پر بیٹھ گیا اور حضرت عبدالمطلب کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا پھر اپنے ترجمان سے کہا "عبدالمطلب سے کہو کہ وہ اپنی ضرورت بیان کریں"۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا "میری حاجت یہ ہے کہ بادشاہ میرے دوسو اونٹوں کو واپس کر دے جو اس کے ملازمین ہانک کر لے آئے ہیں"۔ ابرہہ نے ترجمان سے کہا انہیں کہو کہ جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو میں آپ سے بہت متاثر ہوا تھا لیکن جب آپ نے یہ گفتگو کی تو آپ کی قدر و منزلت میری نظروں میں گر گئی۔ آپ نے دوسو

حضرت عبدالمطلب کا حسن و جمال بیان کرتے ہوئے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اَوْسَمُ النَّاسِ وَاَجْمَلُهُ۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ اہل عرب اس کلام کو اسی طرح بولتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ معنی پر محمول ہے یہ دراصل اَحْسَنُ رَجُلٍ وَاَجْمَلُهُ تھا۔ اس کے معنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسم مضمر کو مفرد کیا لیکن میرے نزدیک اسے جنس پر محمول کیا جائے گا۔ گویا کہ جب لوگوں کا ذکر کیا گیا تو کہا گیا هُوَاَجْمَلُ هٰذَا الْجِنْسِ مِنَ الْخَلْقِ۔ ہمارے اس قول کی دلیل یہ حدیث مبارک ہے:

"خَيْرُ نَسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبْلَ صَوَالِحُ نَسَاءِ قُرَيْشٍ اَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدِهٖ فِي صِغَرِهٖ وَاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهٖ۔"

اس حدیث شریف میں اَحْنَاهُ اور اَرْعَاهُ میں ہٗ ضمیر اِمْرَاةٌ کی طرف راجع ہے نساء کی واحد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اَحْنَاهَا ہونا چاہئے یہ دراصل اَحْنٰى هٰذَا لْجِنْسِ الَّذِىْ هُوَ النِّسَاءُ ہے۔

اونٹوں کے متعلق تو مجھ سے گفتگو کی ہے لیکن اس گھر کے متعلق کچھ نہیں کہا جس کو میں گرانے کے لئے آیا ہوں حالانکہ وہ گھر آپ کا اور آپ کے آباء کا دین ہے"۔ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا "میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا"۔ ابرہہ نے بڑے غرور سے کہا "کوئی بھی کعبہ کو میری زد سے نہیں بچا سکتا"۔ آپ نے فرمایا "یا تو جان یا وہ جانے"۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب کے ساتھ یعمر بن نفاثہ بن عدی (بنو بکر کے سردار) اور خویلد بن واثلہ (بنو ہذیل کے سردار) بھی تھے۔ انہوں نے ابرہہ کو تہامہ کے مال کے ایک تہائی حصہ کی پیشکش کی تاکہ وہ اپنے برے ارادے سے باز آجائے اور بیت اللہ کو منہدم نہ کرے لیکن ابرہہ نے انکار کر دیا۔ ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب کے اونٹوں کو واپس کر دیا۔

حضرت عبدالمطلب ابرہہ سے ملاقات کرنے کے بعد واپس آ گئے انہوں نے قریش کو سارے حالات سے آگاہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مکہ سے نکل جائیں۔ پہاڑوں کی غاروں اور چوٹیوں پر پناہ گزیں ہو جائیں۔ مبادہ ابرہہ کا لشکر مکہ میں داخل ہو کر انہیں ہدف ستم بنائے پھر وہ اپنے چند آدمیوں کو لے کر خانہ کعبہ کے پاس آئے اور اس کے حلقہ کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگے۔ ابرہہ اور اس کے لشکر پر فتح اور نصرت کی درخواست کرنے لگے۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب نے عرض کی:

لَاهُمَّ اِنَّ العَبْدَ يَمْنَعُ رَحْلَهٗ فَامْنَعْ حَلَالَكْ
لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ غَدْوًا مَحَالَكْ
اِنْ كُنْتَ تَارِكَهُمْ وَقِبْلَتَنَا فَاَمْرٌ مَا بَدَالَكْ

"اے مولا! بندہ بھی اپنے کجاوے کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی صلیب کل تیرے گھر پر غالب آ جائے۔ اگر تو ان کو اور ہمارے قبلہ کو آزاد چھوڑنے والا ہے تو جس طرح تیری مرضی ہو تو اس طرح کر"۔

لَاهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ: اہل عرب اَللّٰھُمَّ سے الف اور لام کو حذف کر دیتے تھے اور باقی پر اکتفاء کرتے تھے۔ لَا اَبُوْکَ دراصل لِلّٰہِ اَبُوْکَ تھا۔ اس کی تفصیل لِھَنَّکَ کی شرح میں گزر چکی ہے اس قسم کے اسماء کثرت سے زبانوں پر جاری ہوتے ہیں مثلاً اَجَنَّکَ تَفْعَلُ کَذَا وَ کَذَا۔ وہ دراصل مِنْ اَجْلِ اِنَّکَ تَفْعَلُ کَذَا وَ کَذَا تھا۔ اس شعر میں حَلَال سے مراد گھر ہے۔ عورتوں کی سواری کجاوے کو حلال کہا جاتا ہے۔ شاعر کا مصرعہ ہے ؎

عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی نے وہاں یہ شعر کہے۔

لَاهُمَّ اَخْزِ الاَسْوَدَ بْنَ مَقْصُوْدِ ۔۔۔ اَلْآخِذَ الْهَجْمَةِ فِيْهَا التَّقْلِيْدُ

بَيْنَ حِرَاءَ وَثَبِيْرٍ فَالْبِيْدُ ۔۔۔ يَحْبِسُهَا وَهِيَ اُوْلَاتُ التَّطْرِيْدِ

فَضَمَّهَا اِلٰى طَمَاطِمٍ سُوْدِ ۔۔۔ اَخْفِرْهُ يَارَبِّ وَاَنْتَ مَحْمُوْدُ

"اے مولا! اسود بن مقصود کو ذلیل فرما اس نے تقریباً سو اونٹوں کو پکڑ لیا ہے حالانکہ انہیں قلادے پہنائے گئے تھے۔ وہ اونٹ حراء اور ثبیر کے درمیان تھے بید نے ان کو روک رکھا تھا اور انہیں ہانکا جا رہا تھا۔ پھر اس نے ان اونٹوں کو کالے عجمی کافر کے سپرد کر دیا۔ مولا ان کے عزائم

بِغَيْرِ حِلَالٍ غَادَرَتْهُ مُجَحْفَلُ

گھر کے ساز و سامان کو بھی حلال کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہاں یہ لفظ عاریۃً استعمال ہوتا ہو۔ الزجر میں ایک تیسرا شعر بھی ہے جو یہاں ذکر نہیں کیا گیا وہ یہ ہے۔

وَانْصُرْ عَلٰى آلِ الصَّلِيْبِ وَعَابِدِيْهِ الْيَوْمَ آلَكَ

صلیب کے پجاریوں اور اس کے ماننے والوں کے خلاف اپنے عبادت گزاروں کی مدد فرما۔

اس شعر میں نحاس اور زبیدی کے خلاف بھی دلیل ہے وہ کہتے ہیں کہ یوں نہیں کہنا چاہئے کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ۔ کیونکہ مُضْمَر مُعْتَل کو اس کی اصل کی طرف لوٹا دیتا ہے آل کا اصل اَهْل ہے۔ اس لئے یہاں اهلِه ہی ہونا چاہے۔ اسی مسئلہ پر نحاس نے اپنی کتاب "الکافی" ختم کی ہے لیکن نحاس اور زبیدی کا قول درست نہیں ہے اس کی کئی وجوہات ہیں مثلاً ان کا یہ نقطۂ نظر قیاس اور سماع کے خلاف ہے ہم نے کسی مضمر کو نہیں پایا جو معتل کو اپنی اصل کی طرف لوٹا دیتا ہو مگر اہل عرب کا یہ قول اَعْطَيْتُكُمُوْهُ میں واؤ لوٹ آتی ہے لیکن اس کا تعلق اس نقطۂ نظر سے نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آل کا اصل اَهْل ہے اور نہ ہی ہم اس کو اس کے معنی میں کرتے ہیں اور نہ ہی ہم کہتے ہیں کہ اُهَيْل آل کی تصغیر ہے۔ حجاج نے ان کے خلاف لکھا ہے ہم اس کی وضاحت کسی اور مقام پر کریں گے۔

اَلْهَجْمَةُ۔ نوے سے لے کر سو تک اونٹوں کو هَجْمَه کہا جاتا ہے۔ ایک سو کو هُنَيْدَه اور دو سو کو هِنْد کہا جاتا ہے۔ بعض اہل لغت کے نزدیک تین سو کو اُمَامَة کہا جاتا ہے انہوں نے یہ مصرعہ دلیل کے طور پر پیش کیا ہے تَبَيَّنْ رُوَيْدًا مَا اُمَامَةُ مِنْ هِنْدِ۔ هَجْمَه، هَجِيْمَه سے مشتق ہے موٹے دودھ کو هَجِيْمَه کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اتنا گھنا ہو جاتا ہے کہ اس میں پانی نہیں ملایا جا سکتا۔ اس کو اسی طرح نوش کر لیا جاتا ہے۔ وہ بڑا پیالہ جس میں دودھ دوہا جاتا ہے اس کو هَجْم کہا جاتا ہے۔

خاک میں ملا تو تو محمود ہے''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ دعا مانگنے کے بعد حضرت عبدالمطلب نے کعبہ کے حلقہ کو چھوڑا اور قریش کے ہمراہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر آ گئے تا کہ مشاہدہ کر سکیں کہ ابرہہ مکہ میں داخل ہو کر بیت اللہ کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

ابرہہ، ہاتھی اور کعبہ مشرفہ

دوسرے دن صبح ابرہہ نے مکہ معظّمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اپنے ہاتھی (محمود) اور اپنے لشکر کو تیار کیا۔ ابرہہ نے کعبہ کو منہدم کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ یمن واپس جانا چاہتا تھا۔ جب انہوں نے ہاتھی کو مکہ معظّمہ کی طرف متوجہ کیا تو نفیل بن حبیب آیا وہ ہاتھی کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اس کا کان پکڑ کر اس سے کہنے لگا'' اے محمود! بیٹھ جاؤ یا جدھر سے آئے ہو ادھر لوٹ جاؤ کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے مقدس شہر میں ہو۔'' یہ سنتے ہی ہاتھی بیٹھ گیا۔ نفیل وہاں سے نکلا اور دوڑتا ہوا پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ لشکریوں نے ہاتھی کو مارا تا کہ وہ کھڑا ہو جائے لیکن اس نے گویا انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے اس کے سر پر تَبَرزِیْن سے چوٹیں لگائیں لیکن وہ پھر بھی نہ اٹھا۔ پھر انہوں نے اس کے پیٹ کے نیچے ایسے عصا سے چرکے لگائے جس کا سنان ٹیڑھا کیا ہوا تھا وہ لہولہان ہو گیا لیکن اس نے پھر بھی اٹھنے کا نام نہ لیا۔ جب انہوں نے اس کا رخ یمن کی طرف کیا تو وہ بھاگنے لگا۔ پھر جب اس کا رخ مکہ معظّمہ کی طرف کیا تو وہ بیٹھ گیا۔

ابرہہ اور اس کے لشکر پر عذاب الٰہی

اسی اثناء میں ابابیل کا ایک غول سمندر کی طرف سے اڑتا ہوا آیا۔ ہر پرندے کی چونچ اور دونوں پنجوں میں ایک ایک کنکری تھی۔ جس کی مقدار چنے اور مسور کے دانوں کے برابر تھی۔ جس کے سر پر وہ گرتی اس کے فولادی خول کو چیر کر اس کے جسم سے پار ہو جاتی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ ان راہوں کے متلاشی تھے جن پر وہ چل کر آئے تھے لیکن وہ راہیں انہیں مل نہ رہی تھیں۔ انہوں نے نفیل بن حبیب جو ان کا راہ نما بن کر ان کے ساتھ آیا تھا تلاش کیا تا کہ وہ انہیں یمن کا راستہ بتائے۔ اس کا وہاں نام ونشان بھی نہ تھا۔ وہ بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا ان پر خدا کے

اَخْفِرْهُ يَارَبِّ. مولا! اس کے اس عزم کو خاک میں ملا۔ کہا جاتا ہے اَخْفَرْتُ الرَّجُلَ۔ جب تو نے انسان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا ضروری ہے کہ یہ ہمزہ قطعی ہو اور اس پر فتح پڑھا جائے تا کہ اس

ہولناک عذاب کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت اس نے کہا:

اَیْنَ المَفَرُّ وَالاِلٰہُ الطَّالِبُ وَالاَشْرَمُ المَغْلُوْبُ لَیْسَ الغَالِبُ

اب بھاگنے کا راستہ کہاں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تعاقب میں ہے ہونٹ کٹا ابرہہ مغلوب ہے غالب نہیں۔

نفیل کے چند اور بھی اشعار ہیں جن میں وہ اپنی محبوبہ "رُدَینہ" کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

اَلاَ حُیِّیْتِ عَنَّا • یَارُدَیْنَۃُ نَعِمْنَاکُمْ مَعَ الاِصْبَاحِ عَیْنَا

اے ردینہ! ہماری طرف سے تمہیں سلام ہو۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے اس وقت تمہارے لئے خوشحالی کی دعائیں کیں۔

رُدَیْنَۃُ لَوْ رَاَیْتِ وَلَا تَرِیْہِ لِذِیْ جَنْبِ المُحَصَّبِ مَارَاَیْنَا

اے ردینہ! کاش تم محصب کے پاس وہ منظر دیکھتی جو ہم نے دیکھا تھا اچھا ہوا تم نے وہ منظر نہ دیکھا۔

اِذًا لَعَذَرْتِنِی وَحَمِدْتِ عَلٰی اَمْرِی وَلَمْ تَاْسَیْ عَلٰی مَافَاتَ بَیْنَا

پھر تو مجھے معذور سمجھتی اور میرے اس طرز عمل پر میری تعریف کرتی اور جو چیز ہم سے ضائع ہوئی ہے تو اس پر افسوس نہ کرتی۔

حَمِدْتُ اللّٰہَ اِذْ اَبْصَرْتُ طَیْرًا وَخِفْتُ حِجَارَۃً تُلْقٰی عَلَیْنَا

میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے لگا جب میں نے پرندوں کے اس جھنڈ کو دیکھا۔ جب ہم پر سنگباری ہو رہی تھی تو میں لرزہ براندام تھا۔

وَکُلُّ القَوْمِ یَسْئَلُ عَنْ نُفَیْلٍ کَاَنَّ عَلَیَّ لِلْحِبْشَانِ دَیْنَا

اس لشکر کا ہر فرد پوچھ رہا تھا کہ نفیل کہاں ہے گویا میں ان حبشیوں کا مقروض ہوں اس لئے مجھ پر لازم تھا کہ میں آڑے وقت میں ان کی مدد کرتا۔

ابرہہ کے لشکری وہاں سے بھاگ نکلے۔ جن کو سنگریزے لگ گئے ان میں سے کوئی بھی سلامت نہ بچ سکا۔ ابرہہ کی حالت بڑی قابل رحم تھی۔ فوجی اس کو لے کر وہاں سے بھاگے لیکن راستہ میں اس کا انگ انگ گل گل کر گرنے لگا۔ اس کے جسم میں پیپ اور خون سرایت کر گیا۔

کے لئے بددعا دعا میں تبدیل نہ ہو جائے۔

جس سے سخت بو آتی تھی جب وہ اس کو لے کر کوہ صنعا پر پہنچے تو وہ پرندے کے ایک چوزے کی طرح ہو گیا تھا پہلے اس کا سینہ پھٹ گیا اس کا دل باہر نکل آیا اس طرح وہ اذیت ناک موت سے دوچار ہوا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یعقوب بن عتبہ نے بیان کیا ہے کہ اس سال پہلی دفعہ سرزمین عرب میں سبزہ اور کونپلیں دکھائی دیں۔ اسی سال حرمل، آک اور حنظل پیدا ہوئے۔

قرآن پاک میں قصہ فیل

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو قریش پر اپنی نعمت اور فضل قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کو سزا دے کر قریش کی امارت کو قائم رکھا۔ ارشاد ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴿١﴾ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ﴿٢﴾ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ﴿٣﴾ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٤﴾ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴿٥﴾

"کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و فریب کو ناکام نہیں بنا دیا اور (وہ یوں کہ) بھیج دیئے ان پر ہر سمت سے پرندے ڈاروں کے ڈار۔ جو برساتے تھے ان پر کنکر کی پتھریاں پس بنا ڈالا ان کو جیسے کھایا ہوا بھوسہ"۔

سورۃ القریش میں ان احسان مندیوں کا ذکر اس طرح کیا ہے:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ﴿١﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِ ﴿٢﴾ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴿٣﴾ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿٤﴾

"اس لئے کہ اللہ نے قریش کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ الفت تجارتی سفر کی جاڑے اور گرمی (کے موسم) میں پس چاہئے کہ وہ عبادت کیا کریں اس خانہ (کعبہ) کے رب کی۔ جس

بَرَکَ الفِیْلِ: بَرَکَ کا لفظ اونٹ کے لئے خاص ہے ہاتھی کے لئے اس کو مستعمل کرنا محل نظر ہے ممکن ہے اس کے بُرُوک سے مراد اس کا زمین پر گر پڑنا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا یہ فعل اس اونٹ کی طرح ہو جو اپنی جگہ کو لازم پکڑ لیتا ہے۔ وہاں سے اٹھنے کا نام نہیں لیتا۔ بعض علماء سے میں نے سنا ہے کہ ہاتھیوں کی ایک قسم وہ بھی ہے جو اونٹ کی مانند بیٹھتی ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو یہ لفظ ہاتھی کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے ورنہ اس کی تاویل کرنا پڑے گی۔

نے انہیں رزق دے کر فاقہ سے نجات بخشی اور امن عطا فرمایا انہیں (فتنہ و) خوف سے۔"

سورۃ الفیل اور سورۃ القریش کے مفردات کی تشریح:۔ اَبَابِیل۔ پرندوں کے غول کو ابابیل کہا جاتا ہے۔ اہل عرب اس کو جمع ہی استعمال کرتے ہیں اس کا واحد نہیں ہے۔ السِجّیل یونس نحوی اور ابوعبیدہ کا قول ہے کہ سخت پتھر کو سِجّیل کہا جاتا ہے۔ رُؤبَۃ العَجّاج نے اپنے ان اشعار میں اس لفظ کا تذکرہ کیا ہے ؎

اسود بن مقصود

اسود بن مقصود فیل بان تھا۔ اس کا نسب یہ ہے اسود بن مقصود بن حارث بن منبہ بن مالک بن کعب بن حارث بن کعب بن عمرو بن علۃ بن خالد بن مذحج۔ نجاشی نے اسود کو لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ بھیجا۔ ہاتھی تعداد میں تیرہ (13) تھے۔ محمود نامی ہاتھی کے علاوہ تمام ہاتھی ہلاک ہو گئے کیونکہ اس نے بیت اللہ کی طرف جانے سے انکار کر دیا تھا اس لئے نجات پا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ہاتھی نجاشی کے استعمال میں آتا تھا۔

نفیل کا نسب

اس کا نسب یہ ہے نفیل بن عبداللہ بن جزء بن عامر بن مالک بن واہب بن جلیحہ بن اکلب بن ربیعہ بن عفرس بن جلف بن افتل۔ افتل کو ہی خثعم کہا جاتا ہے۔ نفیل ایک بوٹی کا نام ہے۔ ابوحنیفہ فرماتے ہیں یہ نفل کی تصغیر ہے یہ ایک بوٹی ہے جو زمین میں ہوتی ہے۔

نقاش بیان کرتے ہیں کہ ان پرندوں کے منہ درندوں کے جبڑے کی طرح اور ان کے پنجے کتوں کے پنجوں کی مانند تھے۔ علامہ برقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ سب سے چھوٹا پتھر انسان کے سر کے برابر تھا اور بڑا پتھر اونٹ کی مانند تھا۔ تفسیر نقاش میں ہے کہ سیلاب نے حبشیوں کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ یہ واقعہ یکم محرم کو پیش آیا۔ اس وقت ذوالقرنین کو آٹھ سو بیاسی سال گزر چکے تھے۔

الطَبَرْزِینْ۔ شیخ ابوبحر کے نسخہ میں یہ "باء" کے سکون کے ساتھ ہے لیکن اصل میں یہ باء کے فتح کے ساتھ ہے۔ کلہاڑے کو طَبَر کہا جاتا ہے۔ طَبَرسْتَان بھی اسی طرح ہے اسی کا معنی ایسا درخت ہے جس کو کلہاڑے سے کاٹ دیا گیا ہو۔ اس شہر کے بننے سے قبل اس جگہ درخت تھے جنہیں کلہاڑے سے کاٹ دیا گیا تھا۔ لیکن طَبَرِیَہ کے متعلق یہ نہیں کہا گیا۔ یہ طَبَارَاء کی طرف منسوب ہے یہ اس بادشاہ کا

وَمَسَّهُمْ مَامَسَّ اَصْحَابَ الفِيْلِ تَرْمِيْهِمْ حِجَارٌ مِنْ سِجِّيْلِ
وَلَعِبَتْ طَيْرٌ مِنْ آبَابِيْلِ

"انہیں بھی اس چیز نے مس کیا جس نے اصحاب فیل کو مس کیا تھا اس نے سخت پتھر ان پر پھینکے اور ابابیل پرندوں نے ان کے ساتھ کھیل وکود کیا۔"

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ دونوں کلمات فارسی کے ہیں۔ اہل عرب نے انہیں ملا کر ایک کلمہ بنا دیا ہے یہ دراصل سِنْجٌ اور جِل تھے۔ سِنج پتھر اور جل مٹی کو کہتے ہیں۔ عَصْفٌ اس جڑی بوٹی کے پتوں کو عَصْفٌ کہا جاتا ہے جس کے ڈنٹھل نہیں ہوتے۔ اس کا واحد عَصْفَه ہے۔

نام تھا جس نے اس کو بنایا تھا۔ میں نے اس کو ایک پرانے شعر میں طَبَرْزِیْن بھی پڑھا ہے گویا کہ یہ باء کے فتح اور سکون دونوں کے ساتھ جائز ہے کیونکہ اہل عرب عجمی اسماء کی کئی حالتیں بناتے رہتے ہیں۔

بَزَغُوْاه۔ انہوں نے ہاتھی کو نشتر مارے۔ مِبْزَغ نشتر کو کہتے ہیں۔ یونس نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ہاتھی گھٹنے کے بل بیٹھ گیا۔ اہل یمن نے اسے قسمیں دینی شروع کیں کہ وہ اسے یمن کی طرف لے جائیں گے۔ اس وقت ہاتھی نے اپنے کان ہلائے گویا کہ وہ ان سے عہد لے رہا ہے جب اہل حبشہ نے اسے قسمیں دے دیں تو وہ خوشی خوشی کھڑا ہو گیا۔ جب انہوں نے اس کا رخ مکہ معظمہ کی طرف کیا تو وہ پھر بیٹھ گیا وہ پھر اس سے عہد کرنے لگے کہ وہ اسے یمن لے جائیں گے۔ اس طرح کئی مرتبہ انہوں نے اس سے عہد لئے اور توڑے۔

اَمْثَالُ الحِمَّصِ والعَدَسِ۔ چنے اور مسور کے دانے کی مانند۔ کہا جاتا ہے حِمَّصْ، حِمِّص جس طرح کہا جاتا ہے جِلَّق اور جِلِّق۔ (زبیدی) لیکن ابوحنیفہ نے اسے صرف حَمَّص ہی پڑھا ہے۔ یہ حِلَّزه (ایک قسم کا غلہ) کی مانند ہوتے ہیں۔ ابن انباری کہتے ہیں الحِلِزُّ شدید بخیل کو کہا جاتا ہے۔ علامہ قالی نے غریب مصنف میں اس روایت کو درست قرار دیا ہے کیونکہ سیبویہ کے نزدیک فِعِّل کے وزن پر صفات نہیں آتیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مماثلت میں چنے کی طرح تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ وہ اتنے بڑے بڑے کنکر تھے جو سروں کو توڑ دیتے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ پرندوں کے پنجے کتوں کے پاؤں کی طرح تھے۔ یونس کی روایت میں ہے کہ وہ پرندے سمندر کی طرف سے ہندستانی لوگوں کی طرح آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس دن لوگوں نے عذاب کی آمد کو محسوس کر لیا تھا کیونکہ انہوں نے دیکھا تھا کہ ستارے ان کی طرف ترش روئی سے دیکھ رہے تھے گویا کہ وہ عذاب کی آمد کی اطلاع دے رہے تھے۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں اس کو عَصَافہ اور عَصِیفہ بھی کہتے ہیں۔ شعراء نے ان دونوں الفاظ کو استعمال کیا ہے۔ بنو ربیعہ کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

تَسْقِي الْمَذَانِبَ قَدْ مَالَتْ عَصِيفَتُهَا حَذُوْرُهَا مِنْ اَتِيِّ الْمَاءِ مَطْمُوْمُ

نہریں ایسے کھیت کو سیراب کرتی ہیں جس کے ڈنٹھل یا پتے جھک گئے ہیں اور پانی کی تیز رفتاری کی وجہ سے اس کی منڈیریں کٹ گئی ہیں۔

زاجر کہتا ہے فَصُيِّرُوْا كَعَصْفٍ مَاْكُوْلٍ۔ وہ کھائے ہوئے بھوسے کی مانند ہو گئے۔

عَلٰى مَافَاتَ بَيْنًا۔ بَيْنًا منصوب مصدر ہے جو ماقبل کے لئے مؤکد ہے جب کہ یہ ماقبل کے معنی میں ہو لیکن اس کے الفاظ پر مشتمل نہ ہو کیونکہ فَاتَ، فَارَقَ اور بَانَ کے معنی میں ہے۔ گویا کہ کہا گیا ہے عَلٰى مَا فَاتَ فَوْتًا اَوْ بَانَ بَيْنًا۔ یہ ممکن نہیں کہ یہ تَاَسِّي کا مفعول لہٗ ہو کیونکہ اُسی کا تعلق دل سے جبکہ بین کا تعلق ظاہر سے ہوتا ہے۔ جبکہ مفعول لہ میں برعکس ہوتا ہے مثلاً بَلٰى اَسَفاً۔ خَرَجَ خَوْفاً وغیرہما۔

نَعِمْنَاكُم مَعَ الْاِصْبَاحِ عَيْنَا:۔ نَعِمْنَا کا معنی ہے ہم نے دعا کی۔ یہ دراصل نَعِمْنَا بِكُمْ تھا حرف جر کو حذف کر کے مفعول کو متعدی کیا گیا ہے یہ اسی طرح ہے جس طرح تو کہتا ہے اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا۔

رُدَيْنَا۔ یہ عورت کا نام ہے یہ رُدْنَةٌ کی تصغیر ہے ریشم کے ٹکڑے کو رُدَيْنَه کہا جاتا ہے آستین کے اگلے حصہ کو رُدْنٌ کہا جاتا ہے احمق کو دُرَيْنَه کہا جاتا ہے۔ (خلیل)

تَمُتُّ قَيْحاً وَدَماً۔ تَمُتُّ شیخ کے نسخہ میں میم کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ ہے۔ ضمہ کے ساتھ یہ متعدی ہے قَيْحًا اس کا مفعول ہے۔ کسرہ کے ساتھ غیر متعدی ہے اکثر کے نزدیک اس وقت قَيْحًا تمیز کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ حال ہوگا۔ یہ تَصَبَّبَ عِرْقاً کے باب سے ہوگا (ابوالحسین)۔ ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ ضمہ کے ساتھ متعدی ہے یہ مضاعف ہے اور مضارع میں مضاعف متعدی ہوتا ہے رَدَّ يَرُدُّ وغیرہ مگر عَلَّ يَعِلُّ اس سے مستثنیٰ ہے اگر متعدی نہ ہو تو پھر یہ مکسور ہوگا مثلاً خَفَّ يَخِفُّ۔ چھ ایسے افعال ہیں جن میں یہ دونوں لغتیں مستعمل ہے لیکن ہم ان کے ذکر سے مستغنی ہیں مَتَّ يَمُتُّ کا معنی ہے بہنا۔

يَسْقُطُ اَنْمِلَةً اَنْمِلَةً۔ اس کا جسم بکھر گیا۔ انگلی کی طرف کو اَنْمِلَه کہا جاتا ہے بعض اوقات دیگر اعضاء کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے مگر اس سے مراد کسی عضو کا چھوٹا جزء ہوتا ہے۔ حارث بن ابی اسامہ

کی مسند میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جو مؤمن کی طرح ہے جس کا کوئی عضو نہیں گرتا وہ کھجور ہے۔ یہ مؤمن کی طرح ہے اس کو کوئی دعوت ساقط نہیں کر سکتی''۔

مَرَائِرُ الشَّجرِ۔ کہا جاتا ہے شَجرَۃٌ مُرَّۃٌ ۔کڑوا درخت اس کی جمع مَرَائِرُ آتی ہے جس طرح حُرَّۃٌ کی جمع حَرَائِرُ آتی ہے۔اس وزن پر صرف ان اسماء کی جمعیں ہی آتی ہیں۔ قیاس یہ ہے کہ ان کی جمع فعل کے وزن پر ہو۔

جس طرح دُرَّۃ کی جمع دُررٌ کے وزن پر آتی ہے لیکن حُرَّہ سے مراد کریم اور دانشمند خاتون ہے ان اوصاف کے وزن کو پیش نظر رکھ کر اس کی جمع اس وزن پر بنائی گئی۔ المُرُّ بھی اسی طرح ہے قیاس تو یہ تھا کہ اس کی جمع مَرِیر ہوتی کیونکہ مَرَارَۃ کا تعلق کسی چیز کی طبیعت کے ساتھ ہوتا ہے اس کے فعل کا قیاس یہ تھا کہ وہ فعُلَ کے وزن پر ہو۔ مثلاً عَذُبَ اور قَبُحَ وغیرہ۔ اس سے صفت فَعِیْل کے وزن پر آنی چاہئے اور اس کی مؤنث فعیلہ کے وزن پر ہونی چاہئے مُرٌّ (کڑوی) چیز وہ ہوتی ہے جس کا کھانا انتہائی شدید ہوتا ہے اس لئے اس کو بھی ان ہی صفات کے قائم مقام رکھا گیا ہے جو فعیل کے وزن پر ہوتی ہیں اور ان کا تعلق طبیعت اور خصلت سے ہوتا ہے۔

العُشَرُ۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عُشَر کا ذکر کیا ہے یہ ایک کڑوے پھل والا درخت ہوتا ہے اس کا پھل لیموں کی طرح ہوتا ہے لیکن اس میں فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کے دودھ کو چمڑے پر داغنے سے قبل لگایا جاتا ہے۔

''الغفلَه'' (درخت) کو بھی اسی مقصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس کے پھل سے روئی کے مانند کوئی چیز نکلتی ہے جس کو ''خُرفع'' کہا جاتا ہے۔ عُشر سے گوند بھی نکالی جاتی ہے گوند دِمْث (گھاس) اور ثُمَامَ (درخت) میں بھی پائی جاتی ہے لیکن لُثی میں کثیر پائی جاتی ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ابابیل ہمیشہ جمع مستعمل ہے اس کا واحد نہیں ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ابابیل کا واحد اِبَّالَه یا اِبُّول ہے۔ ابن عزیز نے لکھا ہے کہ اس کا واحد اِبِّیل ہے۔

کَعَصْفٍ مَاکُوْلٍ۔ اس میں ''ک'' حرف جر بھی ہو سکتا ہے اور اسم بھی۔ مثلاً رَاَیْتُ الَّذِیْ کَزَیْدٍ میں یہ صلہ واقع ہو رہا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حرف ہے جبکہ حرف جر کا اس پر داخل ہونا اس کے اسم ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے مثلاً وَصَالِیَاتٍ کَکَمَا یُؤْثَفَیْنَ۔ جب یہ مثل پر داخل

اِیْلَافِ قُرَیْش

اِیْلَاف سے مراد اہل عرب کا تجارت کی غرض سے شام کی طرف عازم سفر ہونا ہے اہل عرب دو مرتبہ یہ سفر کرتے تھے۔ پہلا گرمیوں میں دوسرا سردیوں میں۔ ابوزید الانصاری کہتے ہیں اہل عرب الف اور ایلاف کو ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھے ذو رمّۃ کا یہ شعر پڑھ کر سنایا: ؎

مِنَ الْمُؤْلِفَاتِ الرَّمْلَ اَدْمَاءُ حُرَّۃٌ شُعَاعُ الضُّحٰی فِی لَوْنِهَا یَتَوَضَّحُ

وہ عورت ان گندم گوں شریف عورتوں میں سے ہے جن سے عشق کیا جاتا ہے چاشت کی شعاع اس کے رنگ میں ضیاء بار ہوتی ہے۔

ہوتا ہے تو یہ حرف ہوتا ہے مثلاً لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔ لیکن مِثْلُ مِثْلِهٖ کہنا درست نہیں ہے مِثْلُ کَعَصْفٍ میں "ک" تشبیہ کی تاکید کے لئے ہے۔ حروف جارہ میں سے لام اور کاف کے علاوہ کسی اور حرف کے ساتھ تاکید لگانا درست نہیں ہے۔ لام تو خود اضافت کا معنی دیتا ہے جبکہ کاف تشبیہ کا معنی دیتا ہے لیکن جس طرح اس کو رُوبہ نے اپنے شعر میں استعمال کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ قرآن پاک میں اس کا استعمال احسن ہے کیونکہ یہ حرف جر ہے جو اسم میں عمل کرتا ہے اسم اس میں عمل نہیں کرتا اور نہ ہی اس سے مقدم ہوسکتا ہے مگر یہ کہ وہ مُقْحَم ہو۔

جُذُوْرُهَا مِنْ أَتِيِّ الْمَاءِ مَطْمُوْمُ۔ جُذُوْر جَذْرٌ کی جمع ہے اس سے مراد وہ رکاوٹیں ہیں جو پانی کو روک لیتی ہیں۔ انہیں "خُبَاس" بھی کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

اَمْسِکِ الْمَاءَ حَتّٰی یَبْلُغَ الْجَذْرَ ثُمَّ اَرْسِلْهُ۔

"پانی کو روکے رکھو یہاں تک کہ وہ ان رکاوٹوں تک پہنچ جائے پھر اسے چھوڑ دو۔"

اس مصرعہ میں خبر کو مفرد ذکر کیا ہے کیونکہ یہ ان رکاوٹوں میں سے ہر ایک کی طرف راجع ہے ایک اور شاعر کہتا ہے تَرٰی جَوَانِبَهَا بِالشَّحْمِ مَفْتُوْقاً۔ اس میں بھی خبر ہر جانب کی طرف راجع ہے۔

اِیْلَاف۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آلَفَ اور اَلَفَ کا معنی ایک ہی ہے اس کی ایک اور بھی تشریح کی جاتی ہے جو موزوں ترین ہے وہ یہ ہے کہ سفر میں صعوبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں اس لئے نفس اس سے مانوس نہیں ہوتا۔ وہ اپنے گھر اور اپنے اہل خانہ کے پاس رہنا زیادہ پسند کرتا تھا۔ علامہ ہروی ذکر کرتے ہیں کہ ان سے مراد وہ معاہدے ہیں جو اہل عرب اور عجمی بادشاہوں کے درمیان تھے۔ ہاشم نے شام کے بادشاہ کے ساتھ معاہدے کر رکھے تھے۔ مطلب نے کسریٰ کے ساتھ معاہدے کر

مطرود بن کعب الخزاعی کہتا ہے۔

الْمُنْعِمِيْنَ اِذَا النُّجُوْمُ تَغَيَّرَتْ وَالظَّاعِنِيْنَ لِرِحْلَةِ الْاِيْلَافِ

''وہ ناز و نعم میں پلنے والے ستاروں کے متغیر ہونے تک سوتے ہیں اور وہ ایسے مسافر ہیں جو شوقیہ سفر کرتے ہیں''۔ جب انسان کے پاس ایک ہزار اونٹ، گائیں یا بھیڑیں وغیرہ ہو جائیں تو اسے بھی اِیْلَاف کہا جاتا ہے۔ کمیت بن زید جس کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد سے تھا۔ وہ کہتا ہے۔

بِعَامٍ يَقُوْلُ لَهٗ الْمُؤْلِفُوْنَ هٰذَا الْمُعِيْمُ لَنَا الْمُرْجِلُ

اسی قحط سالی میں جس کے متعلق اونٹوں کے محب بھی کہتے ہیں کہ یہ سخت سال ہمیں پیادہ کر دے گا۔

جب کسی قوم کی تعداد ایک ہزار ہو جائے اسے بھی ایلاف کہا جاتا ہے۔ کمیت بن زید کہتا ہے۔

رکھے تھے۔ ان میں سے ایک نے شاہِ مصر کے ساتھ اور دوسرے نے شاہِ حبشہ کے ساتھ عہد و پیاں باندھ رکھا تھا۔ یُؤْلِفُ کا معنی عہد کرنا بھی ہے اِیْلَاف کو اِلَاف بغیر یاء کے بھی پڑھا گیا ہے۔ ابن عامر نے اسے لِاِلَافِ پڑھا ہے یہ قرأت بھی امام ہروی کے قول پر دلالت کرتی ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لِاِیْلَافِ میں لام فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ کے متعلق ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ فَلْيَعْبُدُوْا کے متعلق ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ لام لام تعجب ہے جو مضمر عبارت کے متعلق ہے اصل عبارت یہ تھی اَعْجَبُ لِاِيْلَافِ قُرَيْشٍ۔ حضور ﷺ کے اس فرمان میں بھی تعجبیہ عبارت محذوف ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ لِهٰذَا لِعَبْدِ الصَّالِحِ ضَمَّ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

سبحان اللہ! تعجب ہے اس عبد صالح کو بھی قبر نے بھینچا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قبر انور کو وسیع کر دیا۔

آپ ﷺ نے یہ فرمان اس حبشی غلام کے متعلق فرمایا تھا جس کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا۔ یہ عبارت دراصل ''اَعْجَبُوْ لِهٰذَا لِعَبْدِ الصَّالِحِ'' تھی۔ کمیت کے لئے یہ شعر پڑھا گیا۔

بِعَامٍ يَقُوْلُ لَهٗ الْمُؤْلِفُوْنَ اَهٰذَا الْمُعِيْمُ لَنَا الْمُرْجِلُ

یہ ایسا سال ہے جس کے متعلق ایک ہزار اونٹوں والے بھی کہتے ہیں کیا یہ ہمیں دودھ کا محتاج کر دے گا اور ہمیں پیدل چلنے پر مجبور کر دے گا۔

وَآلُ مُزَيْقِيَاءَ غَدَاةَ لَاقُوْا بَنِي سَعْدِ بْنِ ضَبَّةَ مُؤْلِفِيْنَا

ال مزیقیاء کل بنو سعد بن ضبۃ سے اس وقت ملے جب وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

ایک شی کو دوسری شی کے ساتھ ملانے کو بھی اِیْلَاف کہتے ہیں کہا جاتا ہے آلَفْتُهُ اِیَّاهُ اِیْلَافًا۔

ہاتھی کے سائیس کا انجام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں میں نے اس فیل بان کو مکہ معظمہ میں دیکھا وہ اندھا تھا اور بیٹھ کر لوگوں سے خیرات مانگ رہا تھا۔

واقعہ فیل کے متعلق شعراء کا کلام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کو کعبہ معظمہ سے دور رکھا اور اسے عذاب میں مبتلا کیا تو قریش کی عظمت اہل عرب کے دلوں میں بیٹھ گئی وہ انہیں ''اہل اللہ'' کہنے لگے۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے ان کے دشمن سے بدلہ لیا ہے اور اسے ذلیل و رسوا کیا ہے۔ شعراء نے ایسے اشعار کہے جس میں انہوں نے اس عذاب کا تذکرہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اہل حبشہ پر نازل کیا تھا۔ قریش پر جو انعامات ہوئے ان کا بھی تذکرہ کیا۔

ابن الزبعری کا نسب

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن زبعری کے نسب میں سعید بن سہم کا ذکر کیا ہے انہوں نے اس کتاب میں کئی مرتبہ اس نسب کا ذکر کیا ہے لیکن ہر مرتبہ غلطی کی ہے یہ صحیح سعد بن سہم ہے سعید سعد کا بھائی تھا۔ وہ عمرو بن العاص بن وائل کے نسب میں ہے انہوں نے اس کتاب میں بھی ایسا شعر درج کیا ہے جو ان کے اپنے قول کے خلاف ہے۔ وہ مبروق عبداللہ بن حارث بن عدی بن سعد کا یہ شعر ہے۔

فَإِنْ تَكُ كَانَتْ فِي عَدِيٍّ أَمَانَةٌ عَدِيِّ بْنِ سَعْدٍ فِي الْخُطُوبِ الْاَوَائِلِ

اگر تمہارے پاس عدی یعنی عدی بن سعد کے متعلق سابقہ معاملات میں کوئی امانت ہو۔

اس شعر میں بھی عدی بن سعد کا تذکرہ ہے۔ یہاں سُعَید نہیں کہا امام واقدی اور زبیریون نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

عبداللہ بن الزبعری کے اشعار

ابن عدی بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر کہتا ہے:

تَنَكَّلُوْا عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ اِنَّهَا كَانَتْ قَدِيْماً لَايُرَامُ حَرِيْمُهَا

وہ مکہ کی وادی سے خوفزدہ ہو کر نکل گئے خانہ کعبہ تو بہت قدیم ہے اس کے حرم پاک پر لشکر کشی نہیں کی جاسکتی۔

تَنَكَّلُوْا عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ...... یہ کامل میں خرم (کمی) ہے۔ اس کتاب میں اور بھی بہت سے اشعار میں کامل میں خرم ہے۔ خرم کا متفاعل میں داخل ہونا بھی بعید نہیں۔ اس طرح کہ سبب (دو متحرک حروف یا ایک متحرک یا ایک ساکن حرف) میں سے کسی حرف کو حذف کر دیا جائے جس طرح طویل میں وتد میں سے کسی حرف کو حذف کر دیا جاتا ہے جب سبب ثقیل کا مکمل حذف پایا گیا تو مناسب ہے کہ اس میں سے کسی حرف کو حذف کیا جائے۔ ابن مضرع کے اس شعر میں اسی طرح ہے هَامَةٌ تَدْعُوْ صَدَى بَيْنَ الْمُشَقَّرِ وَالْيَمَامَةِ۔ ایک الو دوسرے الو کو مشقر اور یمامہ کے درمیان آواز دیتا ہے۔ اس حرف کا تعلق مرفل سے ہے۔ اس سے پہلے یہ شعر ہے

شَرَيْتُ بُرْدًا لَيْتَنِيْ مِنْ بَعْدِ بُرْدٍ كُنْتُ هَامَةً

''میں نے چادر خریدی۔ کاش! میں چادر کے بعد سردار بن جاتا''۔

جب وتد میں سے کسی حرف کو حذف کیا جائے تو محذوف مجموع ہوگا۔ جب کامل سے محذوف کیا جائے تو سبب ثقیل اور اس کے بعد سبب خفیف کا صرف حذف ہوگا۔ جبکہ اضمار کثیر ہو یہ متفاعلن کی تاء کو ساکن کرنا ہے اس لئے ابو علی نے کہا ہے کہ اس میں خرم صحیح نہیں۔ کیونکہ اس میں ساکن سے ابتداء کرنے کی تاویل کی جاتی ہے۔ غور وفکر کرنے والے کے لئے یہ کلام ردی ہے کیونکہ جس کلمہ میں حزم ہوتا ہے وہاں اضمار نہیں ہوتا اور جس میں اضمار ہوتا ہے وہاں حزم نہیں ہوتا مثلاً لَا يَبْعَدَنْ قَوْمِي۔ مثلاً لَمْ تُخْلَقِ الشِّعْرٰى لَيَالِيْ حُرِّمَتْ ورنہ اس شعر میں تعلیل کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتی۔ اہل عرب نے ان اغراض کی طرف توجہ نہیں کی جنہیں بعض نحویوں نے استعمال کیا ہے یہ مکڑی کے جالے سے بھی کمزور تر ہیں۔

لَمْ تُخْلَقِ الشِّعْرٰی لِیَالِی حُرِّمَتْ اِذْ لَاعَزِیْزَ مِنَ الْاَنَامِ یَرُوْمُهَا

اس کی یہ حرمت وعظمت اس وقت سے ہے جب شعریٰ ستارے کو بھی تخلیق نہیں کیا گیا تھا جو دشمن اس پر دھاوا بول دے وہ معزز کیسے رہ سکتا ہے۔

سَائِلْ اَمِیْرَ الْحَبْشِ عَنْهَا مَارَأَی وَلَسَوْفَ یُنْبِی الْجَاهِلِیْنَ عَلِیْمُهَا

امیر لشکر سے اس کے متعلق پوچھ کہ اس نے کیا دیکھا عنقریب ان کا جاننے والا بے خبروں کو بتادے گا۔

سِتُّوْنَ اَلْفًا لَمْ یَئُوْبُوْا اَرْضَهُمْ وَلَمْ یَعِشْ بَعْدَ الْاِیَابِ سَقِیْمُهَا

ساٹھ ہزار کا لشکر جرار اپنی زمین کی طرف نہ جاسکا اور لوٹنے والا بیمار ابرہہ نے بھی زندگی کی بازی ہاردی۔ (ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سَقِیْمُهَا سے مراد ابرہہ ہے۔)

کَانَتْ بِهَا عَادٌ وَجُرْهُمُ قَبْلَهُمْ وَاللّٰهُ مِنْ فَوْقِ الْعِبَادِ یُقِیْمُهَا

وہاں عاد اور جرہم بھی بسیرا کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے اوہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

ابوقیس بن الاسلت الانصاری کے اشعار

اس کا نام صَیفِی تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نسب اس طرح بیان کیا ہے صیفی بن اسلت بن جشم بن وائل بن زید بن قیس بن عامرہ بن مرۃ بن مالک بن الاوس۔

لَمْ تُخْلَقِ الشِّعْرٰی...... ابن زبعری نے یہ اشعار ظہور اسلام کے زمانہ میں کہے تھے۔ یہ حضور ﷺ کے اس فرمان کے مطابق ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی حَرَّمَ مَکَّةَ وَلَمْ یُحَرِّمْهَا النَّاسُ۔

''اللہ تعالیٰ نے تو مکہ معظمہ کو حرم قرار دے دیا ہے لیکن لوگوں نے اس کو حرم قرار نہیں دیا''۔

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهَا یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دن حرم قرار دیا جب اس نے زمین وآسمان کی تخلیق کی۔'' مٹی کی تخلیق، ستاروں کی تخلیق سے پہلے ہوئی۔

وَمِنْ صُنْعِهِ یَوْمَ فِیْلِ الحَبُوْ شِ اِذْکُلَّمَا بَعَثُوْہُ رَزَمْ

اصحاب فیل کے دن میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے وہ جب بھی ہاتھی کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کرتے وہ واپس پلٹ جاتا۔

مَحَاجِنُھُمْ تَحْتَ اَقْرَابِہٖ وَقَدْ شَرَّمُوْا اَنْفَہٗ فَانْخَرَمْ

وہ اپنی ڈھالیں اس کی پسلیوں کے نیچے مارتے تھے انہوں نے ابرہہ کا ناک کاٹ دیا اور وہ ناک کٹا ہو گیا۔

وَقَدْ جَعَلُوْا سَوْطَہٗ مِغْوَلًا اِذَا یَمَّمُوْہُ قَفَاہُ کُلِمْ

انہوں نے ڈنڈے کو اس کی ہلاکت کا آلہ بنالیا انہوں نے اس کی گدی پر اتنے ڈنڈے برسائے کہ وہ زخمی ہو گیا۔

فَوَلّٰی وَاَدْبَرَ اَدْرَاجَہٗ وَقَدْ بَاءَ بِالظُّلْمِ مَنْ کَانَ ثَمْ

ہاتھی روگرداں ہو گیا اور خانہ کعبہ سے پیٹھ پھیر گیا اور جو وہاں بری نیت سے گیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

فَاَرْسَلَ مِنْ فَوْقِھِمْ حَاصِبًا فَلَفَّھُمْ مِثْلَ لَفِّ القُزُمْ

اللہ تعالیٰ نے ان پر کنکریوں کی بارش کی اور انہیں قیمے کی طرح پیس کر رکھ دیا۔

الشِعْرٰی۔ ایک ستارے کا نام ہے۔ یہ دو ستارے ہیں جن میں سے ایک غیمصاء اور دوسرا جوزاء کے ساتھ متصل ہے۔

لَمْ یَؤُبُوْا اَرْضَھُمْ۔ وہ اپنی زمین کی طرف نہ لوٹے۔ یَئُوْبُوْا کے بعد حرف جر کا آنا ضروری تھا لیکن یہاں حذف کر دیا گیا ہے۔ دَانَتْ بِھَا۔ اطاعت بجالائے۔ رَزَمْ۔ ہاتھی ثابت قدم رہا۔

لَفُّ القُزُمْ۔ بکریوں کے بچے، گھٹیا مال کو بھی کہا جاتا ہے۔

رَزَمْ۔ ثابت قدم، مستحکم، کمزور آواز کو بھی رَزِیْم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ہاتھی کی آواز بھی کمزور ہوتی ہے اگرچہ اس کی خلقت عظیم الشان ہوتی ہے وہ بلی سے ڈرتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے۔ ہندوستان کی بعض جنگوں میں یہ حیلہ آزمایا بھی گیا ہے جب ہاتھی کے سامنے بلی لائی گی تو وہ اس سے ڈر گیا جس سے اس قوم کو شکست ہو گئی۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ یہ چال ہارون بن موسیٰ نے اس وقت چلی

تَحُضُّ عَلَى الصَّبْرِ اَحْبَارُهُمْ وَقَدْ ثَأَجُوْا كَثُؤَاجِ الغَنَمْ

ان کے پادری انہیں صبر کی تلقین کر رہے تھے حالانکہ وہ بکریوں کی طرح ممیار ہے تھے۔

ابوقیس بن الاسلت کا دوسرا قصیدہ

فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا رَبَّكُمْ وَتَمَسَّحُوْا بِاَرْكَانِ هٰذَا البَيْتِ بَيْنَ الْاَخَاشِبِ

اٹھواور اپنے پروردگار کے لئے نماز قائم کرو اور اس پاکیزہ گھر کے ارکان کو بوسے دو۔

فَعِنْدَكُمْ مِنْهُ بَلَاءٌ مُصَدَّقٌ غَدَاةَ اَبِي يَكْسُوْمَ هَادِي الكَتَائِبِ

اللہ کی جانب سے تم پر ایک بہت بڑی آزمائش آئی جب ابی یکسوم (ابرہہ) لشکر کو لے کر کعبہ پر حملہ آور ہوا۔

كَتِيبَتُهُ بِالسَّهْلِ تَمْشِي وَرَجْلُهُ عَلَى القَاذِفَاتِ فِي رُؤُوسِ المَنَاقِبِ

وہ ایک ایسا لشکر جرار تھا جس کے سوار تو میدان میں چلتے تھے اور اس کے پیادہ اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چل رہے تھے۔

فَلَمَّا أَتَاكُمْ نَصْرُ ذِي العَرْشِ رَدَّهُمْ جُنُوْدُ المَلِيْكِ بَيْنَ سَافٍ وَحَاصِبِ

جب اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے پاس آ گئی تو اللہ کے لشکر ابابیل نے انہیں ساف اور حاصب کے مابین ہلاک کر دیا۔

فَوَلَّوْا سِرَاعًا هَارِبِيْنَ وَلَمْ يَؤُبْ اِلٰى اَهْلِهِ مِلْحِبْشِ غَيْرُ عَصَائِبِ

یہ عذاب دیکھ کر اہل حبشہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور اس لشکر میں سے پٹی باندھے بغیر کوئی شخص اپنے گھر نہ گیا۔

جب انہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا۔

امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں افریدون بن اثفیان نے سب سے پہلے ہاتھی کو سدھایا اثفیان کا معنی گائے کا مالک ہے۔ اسی نے ہی سب سے پہلے خچر سے بچہ جنوایا اور گھوڑوں پر زین اور پالان ڈالا۔ طہمورث نے سب سے پہلے گھوڑے کو سدھایا اور اس پر سواری کی وہ زمین کے بادشاہوں میں سے تیسرا بادشاہ تھا۔

ثُؤَاجُ الغَنَم سے مراد بکریوں کی آواز ہے۔ ایک نسخہ میں نَجُوا بھی مکتوب ہے لیکن درست یہی ہے۔

طالب بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا اشعار

أَلَمْ تَعْلَمُوْا مَا كَانَ فِي حَرْبِ دَاحِسٍ   وَجَيْشِ أَبِي يَكْسُومَ إِذْ مَلَئُوا الشِّعْبَا

کیا تمہیں علم نہیں کہ داحس کی لڑائی میں اور ابویکسوم کے لشکر کے ساتھ کیا ہوا جب اس کے لشکر نے اپنی کثرت کی وجہ سے تمام گھاٹیوں کو بھر دیا تھا۔

فَلَوْلَا دِفَاعُ اللّٰهِ لَاشَيْءَ غَيْرُهُ   لَأَصْبَحْتُمْ لَا تَمْنَعُوْنَ لَكُمْ سَرْبَا

اگر اللہ تعالیٰ جس کے علاوہ کسی چیز کو بقاء نہیں ہے تحفظ نہ فرماتا تو تمہارے لئے اس ٹڈی دل فوج کو روکنا ناممکن تھا۔

ابوالصلت الثقفی کے اشعار

یہ اشعار ابوالصلت الثقفی کے ہیں ان میں وہ دین ابراہیمی کی فضیلت بیان کرتا ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اشعار امیہ بن ابی الصلت بن ابی ربیعہ کے ہیں۔

إِنَّ آيَاتِ رَبِّنَا ثَاقِبَاتٌ   لَا يُمَارِي فِيهِنَّ إِلَّا الْكَفُوْرُ

ہمارے پروردگار کی نشانیاں اتنی عیاں ہیں کہ ان میں کافروں کے علاوہ اور کوئی شک نہیں کر سکتا۔

خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ فَكُلٌّ   مُسْتَبِيْنٌ حِسَابُهُ مَقْدُوْرُ

لیل ونہار کو تخلیق کیا گیا اس کی تخلیق کردہ ہر چیز واضح اور اس کا اندازہ مقرر ہے۔

لَا تَمْنَعُوْنَ لَكُمْ سَرْبًا۔ سَرْبًا سین کے کسرہ کے ساتھ بھی روایت ہے۔ سَرْبٌ سے مراد چرواہا ہے۔ سِرْبٌ سے مراد گائے یا ہرنوں کا ریوڑ ہے۔ عورتوں کے لئے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے شاعر کہتا ہے۔

فَلَمْ تَرَعَيْنِي مِثْلَ سِرْبٍ رَأَيْتُهُ   خَرَجْنَ عَلَيْنَا مِنْ زُقَاقِ ابْنِ وَاقِفِ

جو عورتوں کا گروپ میں نے آج دیکھا ہے اس کی مثل میری آنکھ نے پہلے نہیں دیکھا وہ عورتیں ابن واقف کی گلی سے نکل کر ہماری سمت آئیں۔

طالب بن ابی طالب حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ حضرت عقیل حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دس سال بڑے تھے اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ طالب کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں جن اٹھا کر لے

ثُمَّ يَجْلُوْ النَّهَارَ رَبٌّ كَرِيْمٌ بِمَهَاةٍ شُعَاعُهَا مَنْشُوْرٌ

پھر اللہ تعالیٰ نے دن کو اس سورج کے ذریعے منور فرمایا جس کی شعاعیں ہر سو پھیل جاتی ہیں۔

حُبِسَ الْفِيْلُ بِالْمُغَمَّسِ حَتّٰى ظَلَّ يَحْبُوْ كَاَنَّهٗ مَعْقُوْرٌ

ہاتھی کو مغمّس کے مقام پر ہی روک دیا گیا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ اس کے پاؤں کاٹ دیئے گئے ہیں۔

لَازِمًا حَلْقَةَ الْجِرَانِ كَمَا قُطِّرَ مِنْ صَخْرِ كَبْكَبٍ مَحْدُوْرِ

ہاتھی نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی گویا کہ اسے ایک بلند و بالا چٹان کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔

حَوْلَهٗ مِنْ مُلُوْكِ كِنْدَةَ اَبْطَالٌ مَلَاوِيْثُ فِي الْحُرُوْبِ صُقُوْرُ

اگرچہ ان کے اردگرد کندہ کے بادشاہوں کے شیر دل جوان تھے جو میدان جنگ میں باز کی طرح ہوتے تھے۔

خَلَّفُوْهُ ثُمَّ ابْذَعَرُّوْا جَمِيْعًا كُلُّهُمْ عَظْمُ سَاقِهٖ مَكْسُوْرٌ

ہاتھی کی یہ کیفیت دیکھ کر انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور خود بھاگ گئے۔ جاتے ہوئے ان میں سے ہر ایک کی پنڈلی ٹوٹی ہوئی تھی۔

كُلُّ دِيْنٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَاللّٰهِ اِلَّا دِيْنَ الْحَنِيْفَةِ بُوْرٌ

گئے تھے۔ اس لئے ان کے اسلام کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔

ابوالصلت کا نام ربیعہ بن وہب بن علاج تھا۔ الْمُغَمِّسُ کی دوسری میم پر کسرہ مشہور ہے۔ الْمَهَاةُ۔ سورج کو کہا جاتا ہے۔ اس کے شفاف ہونے کی وجہ سے اسے اس نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مَهَامِن وہ اجسام ہوتے ہیں جو اتنے شفاف ہوتے ہیں جن کے ظاہر سے ان کا باطن بھی نظر آئے۔ آئینہ کو بھی مَهَاة کہا جاتا ہے۔ الْمَهَاةُ ہرن کو کہتے ہیں۔ جب سورج ذرا بلند ہو جائے تو اس کو غزالہ کہتے ہیں ہرن کو بھی غزالہ کہا جاتا ہے۔ سورج کو بُتَيْرَاء بھی کہا جاتا ہے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چاشت کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ''حَتّٰى تَرْتَفِعُ الْبُتَيْرَاءُ''، ''حتیٰ کہ آفتاب بلند ہو جائے'' سورج کے دوسرے نام یہ ہیں: 1۔ حَنَاذ، 2۔ بَرَاح، 3۔ الضِحّ، 4۔ ذُكَاء، 5۔ جارية، 6۔ البَيْضَاء، 7۔ بُوْح یا يُوْح، 8۔ الشَّرق، 9۔ السِرَاجُ۔

بروز حشر دین حنیف کے علاوہ ہر دین ہلاک ہونے والا ہے یہ بات اللہ رب العزت کے ہاں مقرر ہے۔

فرزدق کے اشعار

اس کا نام ہمام بن غالب تھا۔ اس کا تعلق مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم سے تھا یہ سلیمان بن عبدالملک بن مروان کی تعریف اور حجاج بن یوسف کی مذمت کرتا تھا۔

فَلَمَّا طَغٰی الْحَجَّاجُ حِیْنَ طَغٰی بِہٖ غِنًی قَالَ، اِنِّی مُرْتَقٍ فِی السَّلَالِمِ

جب حجاج بن یوسف نے سلیمان بن عبدالمالک سے مستغنی ہوتے ہوئے سرکشی کی تو اس نے کہا میں سیڑھیوں پر چڑھ جاؤں گا۔

کَانَ کَمَا قَالَ ابْنُ نُوْحٍ: سَاَرْتَقِی اِلٰی جَبَلٍ مِنْ خَشْیَۃِ الْمَاءِ عَاصِمٍ

اس نے اس طرح کہا جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے کہا تھا "میں عنقریب سیلاب سے بچنے کے لئے ایک پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے طغیانی سے بچا لے گا۔"

رَمَی اللّٰہُ فِی جُثْمَانِہٖ مِثْلَ مَارَمٰی عَنِ الْقِبْلَۃِ الْبَیْضَاءِ ذَاتِ الْمَحَارِمِ

اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم پر وہی چیز ماری جو اس نے حرمتوں والے قبلہ، بیضاء کی طرف سے ماری تھی۔

جُنُوْدًا تَسُوْقُ الْفِیْلَ حَتّٰی اَعَادَھُمْ ھَبَاءً وَکَانُوْا مُطْرَخِمِّی الطَّرَاخِمِ

وہ ایک ایسا لشکر تھا جس کے آگے آگے ہاتھی تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

اَلْجِرَانُ۔ اس سے مراد گردن ہے۔ ہاتھی نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ کَبْکَب۔ پہاڑ کا نام۔

مَحْدُوْر کا معنی ہے اوپر سے گر کر زمین تک پہنچ جانا۔

اِبْذَعَرُّوْا یہ ذُعْر سے مشتق ہے اس کا معنی ہے متفرق ہو جانا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بَذْرٌ سے نکلا ہو۔

دِیْنُ الْحَنِیْفَۃ۔ سے مراد امت مسلمہ ہے جو دین ابراہیمی پر ہے آپ علیہ السلام کو حنیف اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے نصرانیت اور یہودیت سے عدول فرمایا تھا یا اپنی قوم کے بتوں سے اعراض کیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے اس بیٹے کا نام یام یا کنعان تھا۔

مُطْرَخِمِّی الطَّرَاخِمِ۔ مُطْرَخِمٌّ کا معنی ہے تکبر یا غصے سے بھرپور۔ اس کی جمع طَرَاخِمُ آتی ہے۔ اَلْمُطْرَخِمُّ ان چھ حروف والے اسماء میں سے ہے جن کی تصغیر یا جمع بناتے وقت ان کے زائد

حالانکہ وہ تکبر اور غصے سے بھرے ہوئے تھے۔

نُصِرتَ كَنَصرِ البَيتِ اِذسَاقَ فِيلَهُ اِلَيهِ عَظِيمُ المُشرِكِينَ الاعَاجِمِ

اے سلیمان! تمہاری بھی اسی طرح مدد کی گئی ہے جس طرح بیت اللہ کی نصرت کی گئی تھی جب عجمی مشرکوں کا سردار اپنے ہاتھی کو ہانک کر بیت اللہ کی طرف لا رہا تھا۔

عبداللہ بن قیس الرقیات کے اشعار: ۔ اس کا تعلق بنو عامر بن لوی بن غالب سے تھا یہ ابرہہ اور ہاتھی کو یاد کر کے کہتا ہے۔

كَادَهُ الاَشرَمُ الَّذِى جَاءَ بَالفِ يُلِ فَوَلّى وجَيشُهُ مَهزُومُ

وَاستَهَلَّت عَلَيهِمُ الطَيرُ بِالجَندَ لِ حَتّى كَاَنَّهُ مَرجُومُ

ذَاكَ مَن يَغزُهُ مِنَ النَّاسِ يَرجِع وَهُوَ فَلٌّ مِنَ الجُيُوشِ ذَمِيمُ

"بیت اللہ کے ساتھ اس ابرہہ نے جنگ کی جو ہاتھی لے کر وہاں آیا تھا وہ اس حال میں لوٹا کہ اس کا لشکر شکست خوردہ تھا۔ ابابیل اس پر سنگریزوں کی بارش لے کر آئے۔ جس سے گویا کہ وہ سنگسار ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں سے جو بھی بیت اللہ کا بری نیت سے ارادہ کرتا ہے تو

حروف کو ختم کر دیا جاتا ہے اس میں دو حروف زائد ہیں: 1۔ پہلی میم، 2۔ آخری میم۔ اس کی تصغیر طَرَيْخِمُ اور اس کی جمع طراخم ہے جس طرح مُسبَطِرّ کی جمع سَبَاطِر ہے۔ یعقوب نے اسے اِطْرَغَمّ کہا ہے۔

رُقَيَّاتٌ۔ عبداللہ کا یہ لقب کیوں رکھا گیا مؤرخین کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی تین دادیوں کا نام رُقَیہ تھا اور اسے اپنی دادیوں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ یہ لقب ملا۔ بعض نے رقیات کا تعلق صرف قیس کے ساتھ قائم کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی تربیت تین خواتین نے کی ان تینوں کا نام رقیہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس مصرعہ کی وجہ سے اس کا یہ لقب پڑ گیا رُقَيَّةُ مَا رُقَيَّةُ مَارُقَيَّةُ اَيُّهَا الرَّجُلُ۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس کی نشوونما رقیہ بنت عبدالواحد بن ابی الشرح نے کی اس کا تعلق بنو ضباب بن حجیر بن عبد بن معیص سے تھا۔ اس کی چچازاد بہن کا نام بھی رقیہ تھا۔ اس کا چچا ابن قیس بن شریح تھا جو بنو حجیر سے تھا حجیر، حجر بن عبد بن معیص بن عامر کا بھائی تھا۔ یہ حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قبیلہ سے تھا۔

حَتّى كَاَنَّهُ مَرجُومٌ۔ ایک سنگسار کو ایک سنگسار کے ساتھ کیسے تشبیہ دی جا سکتی ہے کیا یہ کہنا جائز ہے کہ مقتول گویا کہ مقتول ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب اس نے پرندوں کے آنے کا ذکر کیا تو اس نے کہا

وہ ملوم اور شکست خوردہ حالت میں واپس لوٹتا ہے"۔

ابرہہ کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ابرہہ ہلاک ہو گیا تو اس کا جانشین اس کا بیٹا یکسوم بنا۔ اس کی وجہ سے ہی اس کی کنیت ابو یکسوم تھی جب یہ بھی مر گیا تو اس کا بھائی مسروق بن ابرہہ یمن کا والی بنا۔

سیف بن ذی یزن کسریٰ کے دربار میں

جب اہل یمن پر ظلم وستم کی سیاہ رات طویل ہو گئی تو ابو مرہ سیف بن ذی یزن الحمیری یمن سے عازم سفر ہوا۔ وہ روم کے بادشاہ قیصر کے پاس آیا اور اپنے اوپر ہونے والے ظلم وستم کی داستان بیان کی اور درخواست کی کہ وہ اہل حبشہ پر حملہ آور ہو کر انہیں یمن سے نکال دے اور اپنی منشاء کے مطابق جسے چاہے وہاں کا حکمران مقرر کر دے لیکن قیصر روم نے اس کی درخواست کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

سیف کے لئے نعمان کی سفارش

سیف قیصر کے دربار سے نکل کر نعمان بن منذر کے پاس آیا اس وقت وہ حیرہ اور اس کے مضافات کا والی تھا۔ سیف نے اسے حبشیوں کے ظلم وستم کی داستان سنائی۔ یہ حکایت غم سن کر

گویا کہ وہ بادل تھے جو بارش کو پیہم برسا رہے تھے۔ بارش میں سنگساری نہیں ہوتی یہ ہاتھوں سے ہوتی ہے اس نے اس کو اس مرجوم شخص سے تشبیہ دی جس کو انسان سنگسار کرتے ہیں یا اس سے تشبیہ دی جو عقل رکھتا ہے اور اپنے دشمن پر پتھر پھینک سکتا ہے اس طرح پتھر سے مارا ہوا حقیقت میں مرجوم ہو گا۔ اہل حبشہ پر ایسا نہ ہوا تھا ان پر تو پرندے پتھروں کی بارش لے کر آئے تھے اس لئے کہا کَاَنَّهٗ مَرْجُوْمٌ۔

سیف بن ذی یزن اور کسریٰ

سیف بن ذی یزن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے وہ کسریٰ کے دربار میں ہی مرا تھا پھر اس کے بیٹے نے بادشاہ سے مدد طلب کی تھی۔ اس کا نسب یہ ہے سیف بن ذی یزن بن ذی اصبح بن مالک بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن الغوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن بن ہمیسع بن عریب بن عرنجح۔ اسی کا نام حمیر بن سبا تھا۔ اس وقت کسریٰ ایران کا نام انوشیروان بن قباد تھا۔ اس کا معنی مجدد الملک ہے اس نے ہی ایران کے لوگوں کی شیرازہ بندی کی تھی۔ نُعْمَان کا معنی دم (خون)

نعمان نے اس سے کہا "میں ایک سال میں ایک مرتبہ میں کسریٰ سے ملاقات کے لئے جاتا ہوں تم یہیں قیام کرو میں وقت روانگی تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں گا"۔ جب نعمان کسریٰ کے پاس جانے کے لئے تیار ہوا تو اس نے سیف کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا اور اسے کسریٰ کے دربار میں پہنچا دیا۔ کسریٰ کے ایوان میں اس کے لئے ایک حسین وجمیل تاج تھا۔ تاج کا وزن بہت زیادہ تھا اسے یاقوت، موتیوں، ازبرجد، سونے اور چاندی سے سجایا گیا تھا۔ بادشاہ کی گردن اتنا بھاری تاج نہیں اٹھا سکتی تھی اسے سونے کی زنجیروں کے ساتھ اس جگہ لٹکایا گیا تھا جہاں وہ شاہِ ایران بیٹھا کرتا تھا۔ اسے کپڑوں سے ڈھانپ دیا جاتا تھا جب بادشاہ اپنی جگہ بیٹھ کر اپنا سر اس تاج میں داخل کر لیتا تو اس سے کپڑوں کو ہٹا دیا جاتا۔ تاج دیکھنے والا ہر شخص مبہوت ہو جاتا تھا۔ سیف بھی اس تاج کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔

کسریٰ اور سیف کی ملاقات

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب سیف ایوان کسریٰ میں داخل ہونے لگا تو اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ بادشاہ نے کہا میرے ایوان کا دروازہ اتنا بڑا ہے پھر بھی یہ احمق داخل ہوتے وقت اپنا سر جھکاتا ہے۔ جب سیف سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا "میں نے اپنے غم اور دکھ کی وجہ سے ایسا کیا ہے میرا غم اور دکھ اتنا عظیم ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے تنگ نظر آتی ہے۔ اس

ہے۔ تاج کسریٰ کو قَنْقَل سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قَنْقَلُ ایک بہت بڑا پیمانہ ہے۔ زاجر سانپ کی چھتری کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

مَالَكَ لَا تَجْرُفُهَا بِالْقَنْقَلِ لَاخَيْرَ فِي الْكَمْأَةِ اِنْ لَمْ تَفْعَلَ

"تجھے کیا ہے کہ تو قنقل کے ساتھ اسے اکٹھا نہیں کرتا۔ اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو پھر اس چھتری میں کوئی بھلائی نہیں۔"

امام ہروی فرماتے ہیں کہ قنقل تینتیس (33) من کا ایک پیمانہ ہوتا ہے لیکن امام ہروی نے من کی مقدار بیان نہیں کی میرے خیال میں ایک من دو رطل کا ہوتا ہے۔

انوشیروان کے پاس وہی تاج تھا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں یزدجرد بن شہریار سے چھینا گیا جب وہ تاج دربار خلافت میں پیش کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سراقہ بن مالک مدلجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان کے ہاتھوں پر کسریٰ کے کنگن اور سر پر اس کا تاج پہنا دیا پھر فرمایا:

نے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا ''اے شاہ والا! ہمارے ملک پر اجنبی لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے''۔ کسریٰ نے پوچھا ''اجنبی لوگوں سے مراد اہل حبشہ ہیں یا اہل سندھ؟'' سیف نے کہا ''ہمارے ملک پر اہل حبشہ نے قبضہ کیا ہے۔ میں تمہارے دربار میں اس لئے حاضر ہوا ہوں تاکہ تم میری مدد کرو۔ اگر تم نے میری اعانت کی تو پھر میرے شہر کی سلطنت و ولایت تمہارے سپرد ہوگی''۔ بادشاہ نے اس سے کہا ''تیرا وطن بہت دور ہے وہاں دولت و ثروت کے خزانے بھی نہیں ہیں۔ میں اپنی افواج کو سرزمین عرب میں بھیج کر ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہتا''۔ بادشاہ نے سیف کو دس ہزار درہم دینے اور عمدہ لباس پہنانے کا حکم دیا۔ سیف نے وہ درہم لئے اور باہر نکل کر لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیئے۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ملی تو اس نے کہا یہ عجیب خصلت انسان ہے۔ اس نے سیف کو اپنے دربار میں طلب کیا اور پوچھا ''تو نے بادشاہ کے عطیہ کو لوگوں میں کیوں تقسیم کر دیا ہے''۔ سیف نے کہا ''میں اس عطیہ کو کیا کروں۔ میرے وطن کے پہاڑ سونے اور چاندی سے بھرپور ہیں'' یہ سن کر کسریٰ کے منہ میں پانی بھر آیا اس نے وزراء اور امراء کا اجلاس طلب کیا اور ان سے پوچھا ''اس عجیب و غریب شخص کے متعلق تمہارا کیا مشورہ ہے''۔ ایک شخص نے کہا ''اے شاہِ ذی مرتبت! ہماری جیلیں ایسے قیدیوں سے بھری پڑی ہیں جنہیں ہم نے قتل کے لئے محبوس کر رکھا ہے آپ انہیں اس یمنی شخص کے ساتھ بھیج دیں اگر وہ ہلاک ہو جائیں گے تو آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا اگر انہوں نے غلبہ پا لیا تو یمن پر آپ کا قبضہ ہو جائے گا''۔

سیف کی بھرپور مدد

شاہِ کسریٰ نے اپنے قیدیوں کی فوج تیار کی۔ وہزر جوان میں سے علم و فضل اور حسب و نسب

''پاک ہے وہ ذات جس نے کسریٰ کے سر سے تاج اتارا اور بنو مدلج کے ایک اعرابی کو پہنا دیا۔ یہ سب برکت اور عزت اسلام کی وجہ سے ہے اس میں ہماری قوت اور طاقت کا عمل نہیں ہے''۔

یہ کنگن اور تاج سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لئے پہنائے گئے تھے کیونکہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تھا ''اے سراقہ! اس وقت تیری شان کیا ہوگی جب تیرے ہاتھوں پر کسریٰ کے کنگن اور تیرے سر پر اس کا تاج سجایا جائے گا''۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب وہزر سیف بن ذی یزن کے ساتھ آیا اس وقت اس کے ساتھ سات سو فوجی تھے اس سے پہلے ہم ابن قتیبہ کا قول ذکر کر چکے ہیں کہ اس وقت فوجیوں کی تعداد ساڑھے سات ہزار تھی اس کے ساتھ عرب کے قبائل بھی مل گئے تھے۔

میں فائق تھا کو ان کا سپہ سالار مقرر کیا وہ فوج آٹھ کشتیوں پر روانہ ہوئی۔ ان میں سے دو کشتیاں ڈوب گئیں باقی چھ کشتیاں ساحل عدن پر پہنچ گئیں۔ سیف نے اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور اسے وہزر کی فوج کے ساتھ ملا کر کہا "ہم باہم متحد ہیں، ہم اکٹھے مریں گے اور ایک ساتھ کامیاب ہوں گے"۔ وہزر نے ان سے کہا "تم نے انصاف کیا ہے"۔ یمن کا بادشاہ مسروق بن ابرہہ بھی اپنی فوج لے کر میدانِ جنگ میں پہنچ گیا۔ وہزر نے بھی اپنی فوج تیار کی اور اپنے بیٹے کو سب سے پہلے مبارزت کے لئے بھیجا۔ اس کا بیٹا قتل ہو گیا جس سے اس کی آتش انتقام بھڑک اٹھی۔ جنگ کی بھٹی خوب گرم ہوئی۔ دوران جنگ وہزر نے کہا "مجھے اہل یمن کا بادشاہ تو دکھاؤ"۔ لوگوں نے کہا "وہ شخص جو ہاتھی پر سوار ہے جس کے سر پر خوبصورت تاج ہے اور جس کی آنکھوں کے سامنے دو سرخ یاقوت ہیں کیا وہ تمہیں نظر آ رہا ہے؟" وہزر نے کہا "ہاں"۔ لوگوں نے کہا "وہی ان کا بادشاہ ہے"۔ وہزر نے کہا "اس کو چھوڑ دو"۔ کافی وقت معرکہ آزما رہنے کے بعد وہزر نے پھر بادشاہ کے متعلق پوچھا لوگوں نے اس کو بتایا کہ اب وہ گھوڑے پر سوار ہے۔ وہزر نے کہا "اب بھی اسے ترک کر دو" پھر کافی وقت نبرد آزما ہونے کے بعد اس نے بادشاہ کے بارے پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ اب وہ خچر پر سوار ہے۔ وہزر نے کہا "گدھے کی بچی! خچر بھی ذلیل ہے اور اس کا بادشاہ بھی ذلیل و رسوا ہے۔ میں اس کی طرف تیر اندازی کرنے لگا ہوں اگر تم دیکھو کہ اس کی فوج نے حرکت نہیں کی تو پھر تا حکم ثانی اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنا۔ اس وقت میرا نشانہ خطا ہو گا لیکن اگر تم دیکھو کہ اس کی فوج منتشر ہو گئی ہے اور کچھ اس کے ارد گرد جمع ہے تو سمجھ لینا میں نے بادشاہ کا کام تمام کر دیا ہے" پھر اس نے تیر کمان پر چڑھایا اور نشانہ باندھ کر بادشاہ کی طرف پھینک دیا۔ تیر آنکھ کے سامنے سے یاقوت کو توڑ کر اس کے سر میں سے گزرتا ہوا گدی سے باہر نکل گیا۔ وہ اپنی سواری پر اوندھے منہ گر پڑا۔ اہل حبشہ اس کے گرد جمع ہو گئے وہزر اور اس کا لشکر بھرپور انداز سے ان پر حملہ آور ہوئے کچھ کو تہہ تیغ کیا اور کچھ نے جان بچانے کے لئے راہِ فرار اختیار کی۔ وہزر صنعاء پہنچ گیا جب وہ اور اس کا لشکر دروازے سے داخل ہونے لگے تو اس نے کہا "میرے جھنڈے کو جھکا کر مت گزارنا بلکہ دروازے کو جھکا دو"۔ دروازے کو گرا دیا گیا وہ اپنے جھنڈے کو اٹھائے ہوئے فاتحانہ انداز سے صنعاء میں داخل ہوا۔

صنعاء

علامہ ابن الکلبی فرماتے ہیں کہ جب وہزر اس شہر میں داخل ہوا تو وہ "صَنعَه، صَنعَه" پکار رہا تھا جس سے اس کا نام صنعاء پڑ گیا۔ وہزر کا مطلب تھا کہ اہل حبشہ اس شہر کو خوب مضبوط بنائیں اس شہر کا

اس واقعہ کے متعلق سیف بن ذی یزن الحمیری کہتا ہے

يَظُنُّ النَّاسُ بِالمَلِكَيْنِ أَنَّهُمَا قَدِ الْتَئَمَا
وَمَنْ يَسْمَعْ بِلَأْمِهِمَا فَإِنَّ الخَطْبَ قَدْ فَقُمَا
قَتَلْنَا القَيْلَ مَسْرُوقًا وَرَوَّيْنَا الكَثِيبَ دَمَا
وَإِنَّ القَيْلَ قَيْلُ النَّاسِ وَهْرِزَ مُقْسِمٌ قَسَمَا
يَذُوقُ مُشَعْشَعًا حَتَّى يُفِئُ السَّبْيَ وَالنَّعَمَا

"لوگ دونوں بادشاہ کے متعلق یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے ملامت کو قبول کر لیا جس نے اس کی ملامت کو سنا اس کا معاملہ وسیع ہو گیا۔ ہم نے حمیر کے بادشاہ قیل کو قتل کر دیا اور ریت کے ٹیلے کو خون سے سیراب کیا۔ لوگوں کا بادشاہ تو وہرز تھا جس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس وقت تک شراب نہ پئے گا جب تک وہ قیدی اور مال غنیمت لے کر نہ لوٹے گا"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیف کے یہ اشعار اس کے ایک قصیدہ سے ماخوذ ہیں۔ خلاد بن قرہ سدوسی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ آخری شعر اعشی کا ہے لیکن دیگر اہل علم اس کا انکار کرتے ہیں۔

ابو الصلت بن ابی ربیعہ نے بھی یہ اشعار اسی مناسبت سے کہے تھے لیکن ابن ہشام رحمۃ اللہ

پہلا نام "اوال" تھا۔ ابن مقبل اس کا پہلا نام یاد کر کے کہتا ہے

عَمَدَ الحُدَاةُ بِهَا لِعَارِضِ قَرْيَةٍ وَكَأَنَّهَا سُفُنٌ بِسَيْفِ أَوَالَ

"ایک بستی کی وجہ سے عوام اس کی طرف پناہ لیتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اوال کے سیف کی کشتیاں ہیں"۔

جریر کہتا ہے

وَشَبَّهْتَ الحُدُوجَ غُدَاةَ قَوٍّ سَفِينَ الهِنْدِ رُوِّحَ مِنْ أَوَالَا

"صبح کجاووں کو ہند کی کشتیوں کی رسی کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو اوال سے عازم سفر ہوئیں"۔

اخطل کہتا ہے

خُوصٍ كَأَنَّ شَكِيمَهُنَّ مُعَلَّقٌ بِقَنَارَدَيْنَةَ أَوْجُذُوعِ أَوَالِ

"وہ کھجور کے پتوں کی مانند ہیں جن کی عزت ردینہ کے نیزوں یا اوال کے تنوں کے ساتھ معلق ہے"۔

علیہ نے انہیں امیہ بن ابی الصلت کی طرف منسوب کیا ہے۔

لِيَطْلُبَ الوَتْرَ اَمْثَالُ ابْنِ ذِی یَزَنٍ ... رَيَّمَ فِي الْبَحْرِ لِلْاَعْدَاءِ اَحْوَالاً

يَمَّمَ قَيْصَرَ لَمَّا حَانَ رِحْلَتُهٗ ... لَمْ يَجِدْ عِنْدَهٗ بَعْضَ الَّذِی سَأَلاَ

ثُمَّ انْثَنٰى نَحْوَ كِسْرٰى بَعْدَ عَاشِرَةٍ ... مِنَ السِّنِيْنَ يُهِيْنُ النَّفْسَ وَالْمَالاَ

''ابن ذی یزن جیسے لوگوں کو ہی انتقام طلب کرنا چاہیے اس نے دشمنوں کے لئے سمندر کو کئی سال اپنا مسکن بنائے رکھا۔ جب قیصر کی موت کا وقت قریب تھا تو سیف نے اس کا رخ کیا لیکن وہاں اس کی مراد بر نہ آئی۔ پھر وہ دس سال بعد کسریٰ کی طرف گیا اس نے نفس اور مال کو ذلیل کر دیا''۔

حَتّٰى اَتٰى بِبَنِي الْاَحْرَارِ يَحْمِلُهُمْ ... اِنَّكَ عَمْرِی لَقَدْ اَسْرَعْتَ قِلْقَالاَ

رَيَّمَ فِي الْبَحْرِ۔ وہ سمندر میں ٹھہرے رہے۔ اسی سے رَوَایِم (جماعت) ہے۔ میں نے اس کتاب کے حاشیہ میں اسی طرح پایا ہے جس کو میں نے ابوالولید وقشی کی کتاب سے ملایا تھا لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے کیونکہ روایم رَأَمَ سے ہے جس کا معنی مہربانی کرنا ہے جبکہ رَيَّمَ یہ رَأَمَ سے نہیں بلکہ یہ رَيْم سے ہے جس کا معنی سیڑھی ہے۔ رَيْم کا معنی زیادتی اور فضل بھی ہے یا پھر یہ رام يَرِيْم سے ہے جس کا معنی غائب ہونا ہے یعنی وہ کئی سالوں تک غائب رہا پھر دشمنوں کے لئے آ گیا اگر یہ اس ریم سے مشتق ہو جس کا معنی سیڑھی ہے تو پھر اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ کئی سال تک شرافت و کرامت کی سیڑھی پر چڑھتا رہا۔ ایک اور نسخہ میں میں نے رَيَّمَ کی جگہ خَيَّمَ بھی پڑھا ہے۔

عَمْرِی دراصل لعَمْرِی ہے۔ الطائی کہتا ہے۔

عَمْرِی لَقَدْ نَصَحَ الزَّمَانُ وَاِنَّهٗ ... لَمِنَ الْعَجَائِبِ نَاصِحٌ لَا يُشْفِقُ

مجھے اپنی حیاتی کی قسم! زمانے نے نصیحت کی ہے اور زمانہ ان عجیب نصیحت کرنے والوں میں سے ہے جو شفقت نہیں کرتے۔

اَسْرَعْتَ قَلْقَالاً۔ یہ قاف کے فتح اور کسرہ کے ساتھ ہے شاعر کہتا ہے قَلْقَلَ يَبْغِي الْعِزَّ كُلَّ مُقَلْقَل اس سے مراد حرکت کی شدت ہے۔

يَرْمُوْنَ عَنْ شُدُفٍ كَاَنَّهَا غُبُطٌ۔ شُدُف کا معنی وجود ہے لیکن یہاں اس سے مراد کمان ہے شُدُف، شَدَف کی جمع نہیں ہے یہ شَدُوْف کی جمع ہے اس کا معنی نشاط ہے کمان کی خوبصورتی اس کی عمدہ تیراندازی اور نشانہ بازی کی وجہ سے بھی کمان کو شُدُف کہا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فَعَل

لِلّٰهِ دَرُّهُمْ مِنْ عُصْبَةٍ خَرَجُوْا ۔ مَاإِنْ اَرٰى لَهُمْ فِي النَّاسِ اَمْثَالَا

بِيْضًا مَرَازِبَةً، غُلْبًا اَسَاوِرَةً ۔ اُسْدًا تُرَبِّبُ فِي الغَيْضَاتِ اَشْبَالَا

''حتیٰ کہ وہ شہ سوار لے کر آیا مجھے زندگی کی قسم! تو نے بڑی رفتار سے حرکت کی اللہ کی شان! وہ ایسے عظیم شاہسوار تھے جن کی لوگوں میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ وہ سفید، صائب الرائے، قوی اور عمدہ تیرانداز تھے وہ ایسے شیر تھے جن کے بچے گھنے درختوں میں پرورش پاتے ہیں''۔

يَرْمُوْنَ عَنْ شُدُفٍ كَاَنَّهَا غُبُطٌ ۔ بِزَمْخَرٍ يُعْجِلُ الْمَرْمِيَّ اِعْجَالَا

اَرْسَلْتَ اُسْدًا عَلٰى سُوْدِ الكِلَابِ فَقَدْ ۔ اَضْحٰى شَرِيْدُ هُمْ فِي الاَرْضِ فُلَّالَا

فَاشْرِبْ هَنِيْئًا عَلَيْكَ التَّاجُ مُرْتَفِقًا ۔ فِي رَاْسِ غُمْدَانَ دَارًا مِنْكَ مِحْلَالَا

''وہ بڑے غصے سے تیراندازی کرتے تھے گویا کہ وہ ہودج کی لکڑیاں ہیں جن کے ساتھ خشک بانس ہے وہ تیر جلد ہی دشمن کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے تو نے کالے کتوں پر شیروں کو

کی جمع فُعُل کے وزن پر آتی ہے مثلاً وَثَنَ سے وُثُنٌ۔ لیکن اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جمع فعول کے وزن پر آتی ہے مثلاً اَسُوْدٌ۔ اسی طرح شَدُوْف ہے پھر اس کی جمع الجمع بنائی جائے مثلاً شُدُف۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جمع کثیر کی جمع نہیں آتی۔ اس جمع کے چند وزن ہیں مثلاً اَفْعَال، اَفْعُل اور اَفْعِلَه وغیرہ۔ لیکن اس شعر میں استعمال ہونے والی جمع خلاف قیاس ہے اگر یہ شُدُف (کمان) ہو تو ممکن ہے کہ یہ شَدَف کی جمع ہو۔ مثلاً اَسَد اور اُسُد۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد گھوڑے کی چستی ہو۔ يَرْمُوْنَ عَنْ شُدُفٍ کا معنی ہوگا وہ کمانوں سے تیر برسا کر دفاع کرتے تھے۔ زَمْخَرٌ کا معنی یا تو بانس ہے یا تیر غُبُط کا معنی ہوادج ہے زَمخر کا معنی قصبِ فارسی بھی ہے۔

''فِي رَاْسِ غُمْدَان'' ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں غمدان کی بنیاد یعرب بن قحطان نے رکھی تھی وائل بن حمیر بن سباء نے اس کی تکمیل کی تھی یہ بھی اپنے باپ اور دادا کی طرح ایک عظیم بادشاہ تھا۔

شَالَتْ نَعَامَتُهُمْ۔ اس کا معنی ہے ہلاک ہونا۔ پاؤں کی نچلی سطح کو نعامہ کہتے ہیں۔ شَالَتْ کا معنی ہے بلند ہونا جو شخص ہلاک ہوتا ہے اس کے پاؤں اٹھ جاتے ہیں اور اس کا سر جھک جاتا ہے اور اس کے پاؤں کا نچلا حصہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ تنعم کا معنی ننگے پاؤں چلنا ہے۔ شاعر کہتا ہے

تَنَعَّمْتُ لَمَّا جَاءَ نِيْ سُوْءُ فِعْلِهِمْ ۔ اَلَا اِنَّمَا الْبَاْسَاءُ لِلْمُتَنَعِّمِ

''جب ان کے کام کی برائی مجھ تک پہنچی تو میں ننگے پاؤں چلنے لگی۔ بلاشبہ ننگے پاؤں چلنے والے کے لئے تکلیف ہے''۔

بھیج دیا۔ ان کا دھتکارا ہوا شکست خوردہ ہوکر زمین پر گر پڑا۔ تیرے سر پر وہ تاج ہے جو جواہرات سے مزین ہے اور غمدان کے محل میں تیرے لئے عمدہ گھر ہے۔"

وَاشْرَبْ هَنِيئاً فَقَدْ شَالَتْ نَعَامَتُهُمْ وَاَسْبِلِ الْيَوْمَ فِي بُرْدَيْكَ اِسْبَالَا

تِلْكَ الْمَكَارِمُ لَا قُبْعَانِ مِنْ لَبَنٍ شِيبَا بِمَاءٍ فَعَادَا بَعْدُ اَبْوَالَا

"تو بڑے مزے سے شراب پی دشمنوں کو نیست ونابود کردیا گیا ہے آج تو تکبر اور غرور سے اپنی چادروں کو خوب لٹکا کر چل۔ یہ قابل ستائش صفتیں ہیں یہ پانی ملے ہوئے دودھ کے پیالے نہیں جو کچھ دیر بعد پیشاب بن جائیں گے"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عدی بن زید الحیری نے یہ اشعار لکھے ہیں اس کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس کا تعلق بنو امرئ القیس بن زید مناۃ بن تمیم سے تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عدی حیرہ کے عباد میں سے ایک شخص تھا۔

مَابَعْدَ صَنْعَاءَ كَانَ يَعْمُرُهَا وَلَاةُ مُلْكٍ جَزْلٍ مَوَاهِبُهَا

رَفَّعَهَا مَنْ بَنَى لَدَى قَزَعِ الْمُزْنِ وَتَنْدَى مِسْكاً مَحَارِبُهَا

مَحْفُوْفَةٌ بِالْجِبَالِ دُوْنَ عُرَى الْكَائِدِ مَا تُرْتَقَى غَوَارِبُهَا

"اس کے بعد کہ صنعاء کو ان بادشاہوں نے تعمیر کیا جن کے عطیات عظیم ہوتے تھے انہوں نے اسے بادل تک بلند رکھا اس کے بلند کمروں سے مسک کی خوشبو آتی تھی اس کے ارد گرد اتنے

نعامہ کا معنی ظلمت بھی ہے۔ وہ ستون جو چھپر کو سہارا دینے کے لئے بنایا جاتا ہے اس کو بھی نعامہ کہتے ہیں۔ لوگوں کی جماعت کو بھی نعامہ کہا جاتا ہے۔ پاؤں کے نچلے حصہ کے سینہ کو ابن نعامہ کہا جاتا ہے اس ستون کو بھی نعامہ کہا جاتا ہے جس پر چرخی لگائی جاتی ہے۔

نابغہ اور عدی بن زید

نابغہ جعدی کا نام قیس بن عبداللہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کا نام حبان بن قیس بن عبداللہ بن وحوح ہے۔ وَحْوَحْ کا معنی وادی کا وسط ہے (ابوعبید، ابوحنیفہ) یہ ان نوابغ میں سے ایک ہے جن کا کبری نے ذکر کیا ہے اعاشی نے انہیں پندرہ شمار کیا ہے۔ نابغہ ایک عمر رسیدہ شاعر تھا اس نے زندگی کے دو سو چالیس سال گزارے۔ اس کی زندگی کا اکثر حصہ زمانہ جاہلیت میں گزرا یہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے شعر عرض کئے آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی "اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو شاداب رکھے"۔

عظیم پہاڑ تھے جن کی بلندیوں تک رسائی ناممکن تھی''۔

يَأْنَسُ فِيهَا صَوْتُ النُّهَامِ إِذَا جَاوَبَهَا بِالعَشِيِّ قَاصِبُهَا
سَاقَتْ إِلَيْهِ الأَسْبَابُ جُنْدَبَنِي الأَحْرَارِ فُرْسَانُهَا مَوَاكِبُهَا
وَفَوَّزَتْ بِالبِغَالِ تُوسَقُ بِالحَتْفِ وَتَسْعَى بِهَا تَوَالِبُهَا

''اب وہاں رات کے وقت کی آوازیں سنائی دیتی ہیں جو رات کو بانسری بجانے والے کو جواب دیتے ہیں اس کی طرف آزاد لوگوں کی وہ فوج آئی جس میں سوار بھی تھے اور پیادہ بھی انہوں نے ایسی خچروں سے صحراء کو عبور کیا جن پر نیزے لدے ہوئے تھے ان کے ساتھ ان کے بچے بھی دوڑ رہے تھے''۔

عدی بن زید کو بنو عباد کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ عباد سے مراد بنو عبد القیس بن افصیٰ بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ چار افراد سے ان کی نسل بڑھی: 1۔ عبد المسیح، 2۔ عبد کلال، 3۔ عبد اللہ، 4۔ عبد یا لیل۔ ان کے نام میں عبد مشترک ہے۔ وہ تمام ایک بادشاہ کے پاس آئے اور اس نے ان کے یہ نام سن کر انہیں کہا تم تو عباد ہو۔ اس نام کی اور بھی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ مسند کی حدیث میں ہے ''روم اور عباد تمام لوگوں میں سے اسلام سے دور ہیں۔'' میں سمجھتا ہوں کہ اس عباد سے مراد یہی ہیں کیونکہ انہوں نے عیسائیت اختیار کر لی تھی وہ بنو ربیعہ اور پھر بنو عبد القیس میں سے تھے۔ علامہ الطبری نے عدی بن زید کے نسب میں بیان کیا ہے کہ وہ ابن زید بن حماد بن ایوب بن مجروف بن عامر بن عصیہ بن امرئ القیس بن زید مناۃ بن تمیم ہے۔ بنو امرئ القیس بن زید مناۃ بھی عباد میں داخل ہو گئے تھے اس لئے عدی کو بھی ان کی طرف ہی منسوب کیا جاتا ہے۔

صَوْتُ النُّهَامِ۔ الو کی آواز۔ قَاصِبُهَا۔ اس کی بانسری بجانے والا۔ ذُوْن عُوىَ الْكَائِدِ۔ اس سے مراد آسمان کے راز اور اس کے اسباب ہیں۔ شیخ کے نسخہ میں یہ عین کی فتح کے ساتھ عویٰ مذکور ہے اس کا معنی کونہ ہے۔ اس کی نسبت کَائِد کی طرف کی گئی ہے اسی نے ہی ان کے ساتھ مکر کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیر بہت پختہ ہے۔

فَوَّزَتْ بِالبِغَالِ۔ انہوں نے صحراؤں کو عبور کیا۔ تُوسَقُ بِالحَتْفِ۔ خچروں پر نیزے لدے ہوئے تھے۔ تَوَالِبُ۔ تَوْلَبٌ کی جمع ہے اس سے مراد گدھے کا بچہ ہے۔ تَوْلَبٌ کی تاء واؤ سے بدل ہے۔ جس طرح تَوْءَم اور تَوْلَج میں ہے۔ ایک قول کے مطابق تورات بھی اسی طرح ہے کیونکہ تَوْلَب وَالِبَة سے مشتق ہے۔ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کھیت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کی جمع اَوَالِبُ آتی

حَتّٰی رَآهَا الاَقْوَالُ مِنْ طَرَفِ الْمَنْقَلِ مُخْضَرَّةٌ كَتَائِبُهَا
يَوْمَ يُنَادُوْنَ آلَ بَرْبَرِ وَالْيَكْسُوْم لَايُفْلِحَنْ هَارِبُهَا
وَكَانَ يَوْمٌ بَاقِي الْحَدِيْثِ وَزَا لَتْ اِمَّةٌ ثَابِتٌ مَرَاتِبُهَا

حتیٰ کہ حبشہ کے بادشاہوں نے ان کے لشکر کو بلند مقامات کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا جولوہے میں غرق تھا اس دن وہ آل بربر اور یکسوم کو آوازیں دے رہے تھے اور یہ دعائیں مانگ رہے تھے کہ ان کا بھاگنے والا کامیاب نہ ہو وہ دن بطورِ یادگار باقی رہا اور وہ نعمت ختم ہوگئی جس کے مراتب باقی رہے۔

وَبُدِّلَ الفَيْجُ بِالزَّرَافَةِ وَالاَيَا مُ جُوْنٌ جَمٌّ عَجَائِبُهَا
بَعْدَ بَنِي تُبَّعٍ نَخَاوِرَةٌ قَدِ اطْمَأَنَّتْ بِهَا مَرَازِبُهَا

ہے۔ طَرَفُ الْمَنْقَلِ۔ اس کے قلعے کی بلندیاں۔ مِنْقَال سے مراد وہ خراج ہے جو ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ شاید مَنْقَلْ بھی اسی سے مشتق ہو۔

مُخْضَرَّةٌ كَتَائِبُهَا۔ وہ لشکر لوہے میں غرق تھا کتیبہ حَضْرَاء بھی اسی سے ہے۔ يُنَادُوْنَ آلَ بَرْبَرٍ۔ بربر اور حبشہ حام کی اولاد میں سے ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمالقہ میں سے جالوت کی اولاد ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جالوت کا تعلق خزر سے تھا جب افریقس سرزمین کنعان سے نکلا تو اس نے ان کی جانب سے بَرْبَرَة (مختلف آوازیں) سنیں اس نے کہا مَا اَكْثَرَ بَرْبَرَتَهُمْ۔ ان کی آوازیں کتنی کثیر ہیں اس سے اس قوم کا نام بربر پڑ گیا۔

بُدِّلَ الفَيْجُ بالزَّرَافَةِ۔ اس نے مراد چال میں انفرادیت ہیں۔ زَرَافَة سے یا تو جماعت مراد ہے یا پھر اس سے مراد وہ جانور (زرافہ) ہے جس کی گردن طویل ہوتی ہے یہ جنس کے لحاظ سے وحشی بیل، وحشی گائے اور شتر مرغ کے مابین ہے شاید یہ ان تینوں جانوروں سے پیدا ہوا ہے (زبیدی)۔ لیکن جاحظ نے اپنی کتاب میں اس کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ زرافہ کے متعلق یہ شبہ اس لئے پیدا ہوا ہے کیونکہ اہل فارس اس کو اشتر۔ کاو، ماہ کہتے ہیں۔ وہ اسے یہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس کی خلقت اونٹ، شتر مرغ اور گائے کے مشابہ ہے۔ اشتر، اونٹ کو، کاؤ شتر مرغ کو اور ماہ گائے کو کہا جاتا ہے۔ اہل فارس اسماء کو اسی طرح مرکب کرتے ہیں جس کسی چیز میں ایک یا دو اشیاء کی مشابہت پیدا ہو جائے تو وہ انہیں ملا کر اس کا نام رکھ لیتے ہیں۔

بَعْدُ بَنِي تُبَّعٍ بَخَاوِرَةٌ۔ سفیان بن ابی العاص کے نسخہ میں اسی طرح ہے لیکن اس کے حاشیہ

"ایلچی زرافہ کی مانند چال میں عجیب ہو گیا۔ ایام کے حادثات عجیب ہوتے ہیں۔ یہ سب حوادث کریم تبع کے بعد رونما ہوئے۔ اس کے ساتھ کسریٰ کے وزراء مطمئن ہو گئے"۔

یمن میں اہل فارس کا انجام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ وہزر اور اس کا لشکر یمن میں ہی مقیم رہے اور اریاط سے لے کر مسروق بن ابرہہ تک حبشہ کے چار بادشاہوں نے بہتر (72) سال حکومت کی۔ ان چار بادشوں کے نام یہ ہیں: 1۔ اریاط، 2۔ ابرہہ، 3۔ یکسوم بن ابرہہ، 4۔ مسروق بن ابرہہ۔

یمن پر ایرانی حکومت

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر وہزر کے مرنے کے بعد کسریٰ نے اس کے بیٹے مرزبان کو یمن کا والی مقرر کیا مرزبان کی وفات کے بعد اس کے بیٹے تینجان کو یمن کی سلطنت کا تاج پہنایا گیا پھر اس کو معزول کر کے امارت باذان کے سپرد کی گئی پھر نبی اکرم، رحمت عالم، نور مجسم ﷺ کی بعثت تک باذان ہی وہاں کا حاکم رہا۔

نبی محترم ﷺ کا کسریٰ کی موت کی خبر دینا

کسریٰ نے باذان کی طرف خط لکھا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریش مکہ میں سے ایک ایسے شخص کا ظہور ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبی گمان کرتا ہے تو اس شخص کے پاس جا اور اسے توبہ کرنے کے لئے کہہ۔ اگر اس نے توبہ کی تو اسے چھوڑ دینا ورنہ اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا"۔ باذان نے یہ خط حضور اکرم ﷺ کے پاس بھیج دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے جواب میں ارشاد

میں نَخَاوِرَةٌ ہے۔ اس کا معنی کریم لوگ ہے بعض نسخوں میں یہ نخاورة ہے اس کا معنی بھی کریم لوگ ہی ہے۔

باذان اور کسریٰ

جس کسریٰ نے باذان کی طرف خط لکھا تھا اس کا نام پرویز بن ہرمز بن انوشیروان تھا۔ پرویز کا معنی مُظَفَّر (کامیابی حاصل کرنے والا) ہے۔ اسی نے روم پر قبضہ پایا تھا اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت پاک نازل ہوئی:

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ (الروم)

"ہرا دیئے گئے رومی پاس کی زمین میں"۔

فرمایا "اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ کسریٰ فلاں مہینے کے فلاں دن کو قتل ہو جائے گا"۔ جب باذان کے پاس یہ مکتوب گرامی پہنچا تو اس نے کہا "مجھے انتظار کرنا چاہئے کہ کیا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان سچ ثابت ہوتا ہے یا نہیں اگر وہ نبی ہوئے تو ان کا یہ فرمان یقیناً سچ ثابت ہوگا؟" کسریٰ اسی دن قتل ہوا جس دن کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا اس کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کیا تھا خالد بن حق الشیبانی نے اسی واقعہ کے متعلق کہا ہے۔

وَكِسْرٰى اِذْ تَقَسَّمَهٗ بَنُوْهُ بِاَسْيَافٍ كَمَا اقْتُسِمُ اللِّحَامُ
تَمَخَّضَتِ الْمَنُوْنُ لَهٗ بِيَوْمٍ أَنَى وَلِكُلِّ حَامِلَةٍ تِمَامٌ

"اور کسریٰ کو اس کے بیٹے اس طرح تقسیم کر رہے تھے جس طرح گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اس کی موت کے لئے ایک دن مختص تھا وہ دن آ گیا اور حاملہ کے وضع حمل کا وقت آ ہی جاتا ہے"۔

اس کو خواب میں بارگاہِ ربوبیت میں پیش کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا "اپنی تمام بادشاہی اس صاحبِ عصا ﷺ کو دے دے۔" وہ اپنی اس خواب کی وجہ سے ہمیشہ مرعوب رہا حتیٰ کہ نعمان بن منذر نے اسے حضور ﷺ کے ظہور کی خبر سنائی۔ کسریٰ کو علم ہو گیا کہ عنقریب یہ ملک ان کے پاس چلا جائے گا۔ نبی محترم ﷺ نے اس کی طرف خط لکھا تھا۔ یزدجرد پرویز کا پوتا تھا اس کی سلطنت کا اختتام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے اوائل میں ہی قتل ہوا۔ یہ ریت کے ٹیلوں کے درمیان چھپا بیٹھا تھا۔ اس کو وہیں قتل کر کے انہی ٹیلوں کے درمیان پھینک دیا گیا یہ علاقہ مَرْو کہلاتا تھا۔ کسریٰ 7ھ 10 جمادی الاول بروز منگل قتل ہوا۔ باذان نے یمن میں 10ھ کو اسلام قبول کیا اسی سال حضور ﷺ ابنائے فارس کی طرف مکتوب گرامی روانہ فرمایا ابنائے فارس سے مراد وہب بن منبہ بن سیج بن ذکبار، طاوس، ذادویہ اور فیروز ہیں جنہوں نے اسود عنسی الکذاب کو قتل کیا تھا۔ طاؤس کے بارے مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا تعلق حمیر سے تھا اس کا نام ذکوان بن کیسان تھا۔ یہ بجیر بن ریسان کا غلام تھا۔ بعض مؤرخین کے نزدیک یہ جعد کا غلام تھا۔ اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کو طاؤس القُرّاء کہا جاتا تھا۔

كِسْرٰى اِذْ تَقَسَّمَهٗ بَنُوْهُ۔ کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کیا تھا لیکن ابن حق نے تمام بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسریٰ نے خود اپنے بیٹوں کے مابین تنازع کھڑا کیا تھا۔ کسریٰ کے بیٹے فرخان نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے باپ کی جگہ تختِ شاہی پر بیٹھا ہوا ہے۔ جب کسریٰ کے دربار میں اس خواب کا تذکرہ کیا گیا تو اس نے اپنے بیٹے شہریار کی طرف خط لکھا جس میں لکھا "تم اپنے

باذان کا قبول اسلام

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ معجزہ دیکھ کر باذان خود بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو گیا اور اس کے ساتھ بہت سے ایرانی بھی اسلام لے آئے۔ انہوں نے اپنا ایک قاصد بارگاہِ رسالت میں بھیجا اس نے آپ ﷺ سے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم کس طرف منسوب ہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تم ہم سے ہو ہماری ہی طرف منسوب ہو تم ہمارے اہل بیت میں سے ہو''۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا تھا ''سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں''۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی محترم ﷺ ہی وہ عظیم رسول ہیں جن کے متعلق کاہن سطیح نے کہا تھا:

نَبِیٌّ زَکِیٌّ یَاْتِی الْوَحْیُ مِنْ قِبَلِ الْعَلِی۔

''وہ پاکباز نبی ﷺ ہوں گے جن کی طرف اللہ کی طرف سے وحی آئے گی۔''

کاہن شق نے کہا تھا:

بَلْ یَنْقَطِعُ بِرَسُوْلٍ مُرْسَلٍ یَاْتِی بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ مِنْ اَهْلِ الدِّیْنِ وَالْفَضْلِ یَکُوْنُ الْمُلْکُ فِی قَوْمِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْفَصْلِ۔

بھائی فرخان کو قتل کر دو''۔ شہریار نے یہ خط اپنے بھائی سے مخفی رکھا۔ کسریٰ نے اسے دوبارہ لکھا لیکن شہریار نے پھر انکار کر دیا۔ کسریٰ نے اس کو معزول کر کے فرخان کو اس شہر کا والی بنا دیا اور اسے شہریار کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ جب اس نے شہریار کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے اسے اپنے باپ کے دونوں خط دکھائے۔ اس وقت انہوں نے اپنے والد کے خلاف کاروائی کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے قیصر روم سے مدد طلب کی۔ اس طرح اس شر کا آغاز ہوا۔ مختلف واقعات کی وجہ سے اہل فارس نے کسریٰ کو تخت سے اتار کر شیرویہ کو والی مملکت بنا دیا۔ یہ قید خانے میں بھی اپنی آراء شیرویہ کے پاس بھیجا کرتا تھا۔ وزراء نے شیرویہ سے کہا تیری سلطنت کے استحکام کی ایک ہی صورت ہے کہ تو اپنے باپ کو قتل کر دے۔ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کرنے کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ کہا جاتا ہے کہ جلاد کسریٰ پر تلوار چلاتا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ تلاش کرنے پر جلاد کو ایک پتھر ملا جو کسریٰ کے بازو کے ساتھ بندھا ہوا تھا جب پتھر کھولا گیا تو تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام ہو گیا۔ کسریٰ اپنے بیٹے سے کہا کرتا تھا یَاقَصِیْرَ الْعُمُرِ! اے کم عمر والے۔ کسریٰ کے مرنے کے بعد شیرویہ صرف چھ سال تک حکومت کر سکا۔

"ایک رسول مکرم ﷺ ان کی حکومت کا خاتمہ فرمائیں گے وہ حق وعدل کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ وہ دین و فضل والوں میں سے ہوں گے۔ روزِ حشر تک یہ ملک ان کی امت کے پاس رہے گا۔"

یمن کے ایک پتھر پر مرقوم عبارت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یمن سے ایک پتھر برآمد ہوا اس پر لکھا تھا:

لِمَنْ مُلْکُ الذِّمَارِ لِحِمْیَرِ الْاَخْیَارِ لِمَنْ مُلْکُ ذِمَارٍ لِلْحَبْشَۃِ الْاَشْرَارِ لِمَنْ مُلْکُ ذِمَارٍ لِفَارِسِ الْاَحْرَارِ لِمَنْ مُلْکُ ذِمَارَ؟ لِقُرَیْشِ التُّجَارِ۔

"ذمار کی سلطنت کس کے لئے ہوگی۔ اس کی سلطنت حمیر الاخیار کے لئے ہوگی پھر ذمار پر کون حکمرانی کرے گا پھر حبشہ کے شریر لوگ اس پر حکمرانی کریں گے پھر ذمار کا والی کون ہوگا پھر فارس کے آزاد لوگ اس کے والی بنیں گے پھر اس پر حکومت کون کرے گا پھر قریش مکہ کے تاجر اس پر حکومت کریں گے"۔

یمن یا صنعاء کو ذمار کہتے ہیں۔ اعشیٰ سطیح کی اس پیشین گوئی کی صداقت پر گواہی دیتے ہوئے کہتا ہے۔

مَانَظَرَتْ ذَاتُ الْاَشْفَارِ کَنَظْرَتِھَا حَقًّا کَمَا صَدَقَ الذِّئْبِیُّ اِذْسَجَعَا

اس باریک بین اور دوربین عورت نے پہلے کی طرح سچ کو اس طرح نہیں دیکھا جس طرح ذبئی نے سچ کہا تھا جب وہ بادشاہ کے دربار میں محو تکلم ہوا۔ ذِئبی سے مراد سطیح ہے۔

یمن کا منقش پتھر

یمن میں ایک ایسا پتھر پایا گیا...... ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے یونس سے روایت کیا ہے کہ ذَمَار ذال کے فتح کے ساتھ ہے جبکہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ذال کے کسرہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس صورت میں یہ غیر منصرف ہے کیونکہ یہ شہر کا نام ہے اور اکثر مؤنث سمجھا جاتا ہے۔ اس کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ شہر کا نام ہے اگر اس کی ذال پر فتح ہو تو یہ مبنی ہے مثلاً رقاش اور حذام وغیرہ۔ بنو تمیم اس کو حالت رفعی میں رقاشُ اور حِذامُ کو پڑھتے ہیں۔ حالت نصبی اور جری میں رَقاشِ اور حَذام پڑھتے ہیں اگر لام کلمہ را ہو تو وہ پھر بناء اور کسرہ میں اہل حجاز کے ساتھ متفق ہیں۔

حِمْیَر کو اخیار اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ وہ اہل دین تھے۔ جس طرح فیمون اور ابن ثامر کے واقعات میں گزر چکا ہے۔ اہل فارس کو احرار اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ ان کے قول کے مطابق آغاز

دنیا سے لے کر جیومرت تک حکومت ان میں رہی۔ حتیٰ کہ آفتابِ اسلام طلوع ہو گیا انہوں نے سلطنت کا والی اپنا ہم وطن ہی بنایا۔ اس کے علاوہ کسی کو خراج نہ دیا۔ اسی وجہ سے انہیں احرار کہا گیا ہے۔ اہل حبشہ کو اشرار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یمن میں فتنہ اور فساد کی آگ بھڑکائی۔ انہوں نے بیت اللہ کو گرانے کی کوشش کی عنقریب جب قرآن کو اٹھایا جائے گا۔ سینوں سے ایمان نکل جائے گا تو اہل حبشہ ہی کعبہ معظمہ کو گرائیں گے۔ مسعودی نے اپنے ان اشعار میں ذمار کا ذکر کیا ہے۔

حِيْنَ شُيِّدَتْ ذِمَارِ قِيْلَ لِمَنْ اَنْتِ ﴿﴾ فَقَالَتْ: لِحِمْيَرِ الاَخْيَار

ثُمَّ سُيِّلَتْ: مِنْ بَعْدِ ذَاكِ فَقَالَتْ ﴿﴾ اَنَا لِلْحَبْشِ اَخْبَثِ الاَشْرَارِ

ثُمَّ قَالُوْا مِنْ بَعْدِ ذَاكِ: لِمَنْ ﴿﴾ اَنْتِ فَقَالَتْ لِفَارِسِ الاَحْرَارِ

ثُمَّ قَالُوْا مِنْ بَعْدِ ذَاكِ لِمَنْ ﴿﴾ اَنْتِ فَقَالَتْ اِلٰى قُرَيْشِ التُّجَّارِ

"جب ذمار کو مستحکم بنیادوں پر بنالیا گیا تو اس سے پوچھا گیا تیرا مالک کون ہے؟ اس نے کہا حمیر اخیار میرے مالک ہیں پھر وہاں سے سیلاب کا گزر ہوا اس کے بعد اس سے پوچھا گیا اب تیرا والی کون ہو گا؟ اس نے کہا اب فساد پسند حبشی میرے والی ہوں گے پھر اس سے سوال کیا گیا اب تیرے تخت پر کون بیٹھے گا؟ اس نے کہا "اب اہل فارس احرار میرے تخت نشین ہوں گے"۔ پھر اس سے سوال کیا گیا اس کے بعد تو کس کی ملکیت میں ہو گا؟ اس نے کہا "اس کے بعد قریشی تاجر مجھ پر حکمرانی کریں گے۔"

کہا جاتا ہے کہ اس پتھر پر یہ منقش کلام حضرت ہود علیہ السلام کا تھا یہ پتھر ان کی مرقد انور میں ایک منبر پر موجود تھا جب شدید آندھی چلی تو ریت میں سے یہ پتھر باہر نکل آیا۔ یہ واقعہ بلقیس کی حکومت سے پہلے کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شمر بن الملوک نے ذمار شہر کی بنیاد رکھی تھی۔ الملوک سے مراد مالک بن ذی المنار ہے اس شہر کو ذِمَار اور ظَفَار دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ ضرب المثل مشہور ہوئی مَنْ دَخَلَ ظَفَارَ حَمَّرَ۔ جو ظفار میں داخل ہوا وہ حمیری زبان میں گفتگو کرنے لگا۔

زَرْقَاء الْيَمَامه۔ اعشیٰ نے ذَاتُ الاَشْفَار کا ذکر کیا ہے اس سے مراد زَرْقَاءُ الْيَمَامَه ہے وہ اتنی دور بین تھی کہ وہ تین دن کی مسافت سے دیکھ لیتی تھی۔ اعشیٰ کے ان اشعار سے قبل یہ دو اشعار ہیں۔

قَالَتْ اَرٰى رَجُلًا فِي كَفِّهٖ كَتِفٌ ﴿﴾ اَوْ يَخْصِفُ النَّعْلَ لَهْفِي اَيَّةً صَنَعَا

فَكَذَّبُوْهَا بِمَا قَالَتْ فَصَبَّحَهُمْ ﴿﴾ ذُوْ آلِ حَسَّانٍ يُزْجِي الْمَوْتَ وَالسَّلَعَا

"زَرْقَاء الْيَمَامه نے کہا میں نے ایک شخص دیکھا ہے جس کے ہاتھ میں کندھا ہے یا وہ جوتے سی

الحضر کے بادشاہ کی داستان

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے خالد بن قرہ بن خالد السدوسی نے جناد سے یا کوفہ کے بعض نساب سے روایت کیا ہے کہ نعمان بن منذر الحضر کے بادشاہ ساطرون کی اولاد سے تھا۔ الحضر ایک عظیم الشان قلعہ تھا جو ایک شہر کی طرح وسیع تھا۔ یہ دریائے فرات کے کنارے پر واقع تھا۔ عدی بن زید نے اپنے ان اشعار میں اسی قلعے کا ذکر کیا ہے۔

وَاَخُوْ الحَضْرِ اِذْ بَنَاهُ وَاِذْ دَجْلَةُ يُجْبٰى اِلَيْهِ وَالْخَابُوْرُ

شَادَهُ مَرْمَرًا وَجَلَّلَهُ كِلْسًا فَلِلطَّيْرِ فِي ذُرَاهُ وُكُوْرُ

لَمْ يَهَبْهُ رَيْبُ الْمَنُوْنِ فَبَانَ الْمُلْكُ عَنْهُ فَبَابُهُ مَهْجُوْرُ

"حضر کے بادشاہ نے ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کیا۔ دریائے دجلہ اور خابور کی ندی اس کی طرف بہہ کر آتے تھے۔ بادشاہ نے اس کو سنگ مرمر اور چونے کی استر کاری سے خوب پختہ کیا

رہا ہے ہائے افسوس۔ صنعاء کی بربادی پر افسوس لیکن اہل صنعاء نے اس کی بات کو جھٹلا دیا پھر ان کا انجام یہ ہوا کہ صبح کے وقت آل حسان موت اور سلع (بوٹی) کو آگے دھکیل رہے تھے"۔

حسان کے لشکر کو حکم دیا گیا تھا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ہاتھ میں اپنا جوتا اس انداز سے پکڑے کہ گویا وہ اسے درست کر رہا ہے اور دوسرے ہاتھ میں کندھا اس طرح پکڑے کہ وہ گویا اسے کھا رہا ہے۔ انہیں یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے کندھے پر درختوں کی شاخیں رکھ لیں جب زرقاء نے انہیں دیکھا تو وہ اپنی قوم سے کہنے لگی "یا تو تمہارے پاس درخت آ گئے ہیں یا قوم حمیر نے تمہیں دھوکا دیا ہے" اس کی قوم نے کہا "ارے! یہ عورت اب بوڑھی ہو چکی ہے اور خرافات بکتی ہے انہوں نے زرقاء کی بات کی تکذیب کی اس لئے انہیں ہلاکت اور تباہی کا سامنا کرنا پڑا"۔ اعشیٰ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

الحضر اور ساطرون کی عجیب داستان

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان شاء اللہ ہم حضر اور ساطرون کی داستان کو تفصیل سے بیان کریں گے۔ سَاطِرُوْن سریانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی بادشاہ ہے۔ ساطرون کا نام ضیزن بن معاویہ تھا۔ علامہ الطبری فرماتے ہیں یہ جُرْمُقَانی تھا۔ ابن کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق بنو قضاعہ سے تھا یہ سواد کا رہائشی تھا۔ بنو قضاعہ کئی قبائل میں منقسم تھے۔ ابن کلبی نے یہ نسب اس طرح بیان کیا ہے ابن معاویہ بن عبید بن اجرم یہ بنو سلیح بن حلوان بن الحاف بن قضاعہ میں سے تھا۔ اس کی

اس کے صحن میں پرندے اپنے گھونسلے بنا لیتے تھے۔ اسے زمانے کے حوادثات سے کوئی خطرہ نہ تھا جب بادشاہ اس سے جدا ہوا تو پھر اس کے دروازے کو بھی چھوڑ دیا گیا۔''

ابو دؤاد الایادی نے بھی اپنے شعر میں ساطرون کا ذکر کیا ہے ۔

وَاَرَی الْمَوْتَ قَدْ تَدَلّٰی مِنَ الْحَضْرِ عَلٰی رَبِّ اَهْلِهِ السَّاطِرُوْنَ

''میں نے ملاحظہ کیا کہ موت حضر (قلعے) سے اس کے مکینوں کے سردار ساطرون پر جھانک رہی تھی۔''

شاہ پور قلعے کا محاصرہ کرتا ہے

شاہ پور ذوالاکتاف نے حضر کے بادشاہ ساطرون پر لشکرکشی کی دو سال تک اس کا محاصرہ کئے رکھا۔ ایک دن ساطرون کی بیٹی نے قلعے سے نیچے جھانکا اس نے شاہ پور کو دیکھا اس نے اس وقت ریشمی لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے سر پر ایسا تاج تھا جس پر زبرجد، یاقوت اور موتی جڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک خوبرو جوان تھا۔ بنت ساطرون اس کے عشق میں مبتلا ہو گئی۔ اس نے شاہ پور کو پیغام بھیجا ''میں تمہارے لئے اس قلعے کے دروازے کھول دیتی ہوں بشرطیکہ تم میرے ساتھ شادی کر لو۔'' شاہ پور نے اس کے ساتھ شادی کا وعدہ کیا۔ رات کے وقت ساطرون نے خوب شراب پی وہ روزانہ نشے میں سونے کا عادی تھا۔ اس کی بیٹی نے اس کے سرہانے سے باب حضر کی چابی لی اور اسے اپنے غلام کو دے کر شاہ پور کے پاس بھیج دیا۔ شاہ پور نے قلعے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اس نے ساطرون کو قتل کر دیا، قلعہ کو تباہ کر دیا اور بنت ساطرون کو اپنے ساتھ لے جا کر اس سے شادی کر لی۔ ایک شب وہ اپنے بستر پر سو رہی تھی کہ اس نے اچانک تڑپنا شروع کر دیا۔

ماں کا نام جیہلہ تھا وہ اسی نام سے مشہور تھی وہ بھی قضاعہ ہی سے تھی اس کو بنو تزید کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

ابو دواد کا نام جاریہ بن حجاج تھا۔ بعض مؤرخین اس کا نام حنظلہ بن شرقی بھی بتاتے ہیں اس شعر کے بعد اس کا یہ شعر ہے ۔

صَرَعَتْهُ الْاَیَّامُ مِنْ بَعْدِ مُلْكٍ وَنَعِیْمٍ وَجَوْهَرٍ مَكْنُوْنٍ

''سلطنت، نعمتوں اور در مکنون کے بعد زمانے نے اس کو پچھاڑ دیا''۔

ضیزن بھی ملوک الطوائف میں سے ہی تھا جب وہ کسی دشمن سے لڑتے تھے تو یہ ان سب کا راہ نما ہوتا تھا حضر دجلہ اور فرات کے درمیان تھا۔ اس کی سلطنت شام کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ جب

بادشاہ نے شمع منگوائی اس کے بستر کو چیک کیا اسے وہاں سے آس کا ایک پتا ملا۔ شاہ پور نے اس سے پوچھا "کیا تو اس پتے کی وجہ سے نہیں سو سکی؟" اس نے کہا "ہاں"۔ شاہ پور نے پوچھا "تیرا باپ تیرے لئے کیسا بستر لگاتا تھا؟" اس نے کہا "میرا باپ میرے لئے دیباج کا بچھونا بچھاتا تھا۔ مجھے ریشمی لباس پہناتا تھا مجھے ہڈی کا گودا کھلاتا تھا اور مجھے شراب پلاتا تھا"۔ بادشاہ نے کہا "کیا یہ غداری جو تو نے اپنے باپ سے کی تمہارے باپ کی جزاء تھی اگر تو نے اپنے باپ کو دھوکا دیا ہے تو تو مجھے بھی فریب دے سکتی ہے"۔ شاہ پور نے اس کی مینڈھیوں کو گھوڑے کی دم کے ساتھ باندھا اور گھوڑے کو ایڑ لگادی وہ گھوڑے کے پیچھے گھسیٹتے گھسیٹتے مر گئی۔

اعشیٰ بن قیس نے یہ اشعار اسی واقعہ کے متعلق کہے ہیں

أَلَمْ تَرَ لِلْحَضْرِ اِذْ اَهْلُهُ بِنُعْمٰى وَهَلْ خَالِدٌ مِنْ نَعِمِ
اَقَامَ بِهٖ شَاهَبُوْرُ الْجُنُوْدَ تَضْرِبُ فِيْهِ الْقُدُمْ
فَلَمَّا دَعَا رَبَّهٗ دَعْوَةً اَنَابَ اِلَيْهِ فَلَمْ يَنْتَقِمْ

"کیا تو نے حضر کا مشاہدہ نہیں کیا جب اس کے مکین آسودگی کی زندگی بسر کر رہے تھے کیا اس شخص کو ملامت نصیب ہے جو خوشحال زندگی بسر کرے۔ شاہ پور نے دو سال تک اس قلعے کا محاصرہ کئے رکھا اس نے اس کو مغلوب کرنے کے لئے ہر قسم کے ہتھیار استعمال کئے پھر جب اس نے اپنے رب سے دعا مانگی توبہ کی اور انتقام نہ لیا"۔

عدی بن زید نے اس کے متعلق کہا ہے۔

وَالْحَضْرُ صَابَتْ عَلَيْهِ دَاهِيَةٌ مِنْ فَوْقِهٖ اَيِّدٌ مَنَاكِبُهَا
رَبِيَّةٌ لَمْ تُوَقِّ وَالِدَهَا لِحَيْنِهَا اِذْ اَضَاعَ رَاقِبُهَا

شاہ پور عراق سے خراسان کی طرف گیا تو ضیزن نے اہل عرب کے ساتھ مل کر اس کے شہروں میں غارت مچائی جب شاہ پور سفر سے واپس لوٹا تو اسے ضیزن کے حملے کے متعلق بتایا گیا پھر شاہ پور ضیزن سے بدلہ لینے کے لئے گیا اور چار سال تک اس کا محاصرہ کئے رکھا۔

شاہ پور کا حضر پر قبضہ

اعشیٰ نے اپنے شعر میں ذکر کیا ہے کہ شاہ پور نے دو سال تک قلعہ حضر کا محاصرہ کئے رکھا لیکن وہ اسے مغلوب نہ کر سکا۔ ضیزن کی ایک بیٹی تھی جس کا نام نضیرہ تھا۔ ان کے ہاں بچیوں کے متعلق ایک غلط رسم رائج تھی۔ جب ان کی کوئی بچی جوان ہو جاتی وہ اسے شہر کے گرد و نواح میں لے جاتے جب نضیرہ

إِذْ غَبَقَتْهُ صَبْهَاءَ صَافِيَةً وَالخَمْرُ وَهَلٌ يَهِيمُ شَارِبُهَا
فَاسْلَمَتْ اَهْلَهَا بِلَيْلَتِهَا تَظُنُّ اَنَّ الرَّئِيسَ خَاطِبُهَا
فَكَانَ حَظُّ العَرُوسِ إِذْ جَشَرَ الصُّبْحُ دِمَاءً تَجْرِى سَبَائِبُهَا
وَخُرِّبَ الحَضْرُ وَاسْتُبِيحَ وَقَدْ أُحْرِقَ فِي خِدْرِهَا مَشَاجِبُهَا

''قلعہ حضر کو اپنے مکینوں میں سے ہی ایک عورت کی وجہ سے تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس عورت کے کندھے بڑے مضبوط تھے۔ وہ ایسی پروردہ باپ تھی جس نے اپنے باپ کو بھی مکروفریب سے نہ بچایا اس نے اپنے ہی نگران کو ضائع کر دیا۔ جب اس نے شام کے وقت سرخ شراب پی، شراب تو ایک کمزور کر دینے والی چیز ہے۔ نیز یہ پینے والوں کو مبہوت کر دیتی ہے۔ رات کے وقت نگرانوں نے سر تسلیم خم کر دیا ان کا خیال تھا کہ ان کا بادشاہ ہی ان سے مخاطب ہے جب صبح ضوفشاں ہوئی تو اس وقت اس دلہن کا حصہ یہ تھا کہ اس کا خون راستوں پہ بہہ رہا تھا حضر کو برباد کر دیا گیا اس کے مکینوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا اور اس کے محل کے پردے نذر آتش کر دیئے گئے''۔

بالغ ہوگئی تو وہ بھی شہر کے گردونواح میں گئی۔ ایک دن اس نے قلعے کی فصیل سے دیکھا اس کو شاہ پور نظر آیا وہ حسن و جمال کا پیکر تھا۔ نضیرہ اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی۔ اس نے شاہ پور کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس کے لئے قلعہ کے دروازے کھول دیتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ شاہ پور اس سے شادی کر لے۔ بادشاہ نے اس کی اس شرط کو پورا کرنے کا وعدہ کیا۔ مورخین کا اس میں اختلاف ہے کہ نضیرہ نے شاہ پور کی کس طرح راہ نمائی کی تھی۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے جو سبب بیان کیا ہے وہی سبب ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کیا ہے۔ مسعودی کہتے ہیں کہ نضیرہ نے ایک نہر کی طرف شاہ پور کی راہ نمائی کی تھی۔ ایک وسیع نہر کے ذریعے پانی قلعہ تک پہنچتا تھا اس کا پانی روک دیا گیا۔ شاہ پور اور اس کا لشکر اسی نہر کے راستے سے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نضیرہ نے شاہ پور کی راہ نمائی اس جادو کی طرف کی جو اس قلعے پر کیا گیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قلعہ اس وقت تک فتح نہ ہوگا حتیٰ کہ ایک مٹیالے رنگ کے کبوتر کو پکڑا جائے پھر اس کی ٹانگوں کو نیلی آنکھوں والی باکرہ لڑکی کے حیض کے خون میں ڈبویا جائے پھر اسے چھوڑ دیا جائے جب وہ قلعہ حضر کی فصیل پر بیٹھ جائے گا تو اس کا جادو ختم ہو جائے اور اس کا قلعہ فتح ہو جائے گا۔ شاہ پور نے ایسے ہی کیا پھر اس نے حضر کو تباہ کر دیا۔ قضاعہ کے وہ قبائل جو وہاں رہتے تھے ان کو قتل کر دیا۔ ان کی نسل کو منقطع کر دیا ضیزن کے خزانوں کو جلا دیا پھر نضیرہ کو

اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔

نضیرہ کے متعلق امام طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں جب وہ نرم ملائم بستر پر تڑپنے لگی تو بادشاہ نے پوچھا "تیرا باپ تیرے لئے کیا کرتا تھا؟" اس نے جواب دیا "میرا باپ مجھے گودا، مکھن، شہد، صاف شراب اور کھجور کا وہ پھل کھلاتا تھا جو سب سے پہلے پیدا ہوتا ہے"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نضیرہ کی جلد اتنی صاف تھی کہ بادشاہ اس میں سے اس کا گودا دیکھ سکتا تھا۔ آس کا پتا ہمیشہ اس کے پیٹ کے ساتھ باندھا رہتا تھا۔ وہ بستر جس پر وہ سوتی تھی ریشم کا تھا۔ اس کے تکیے میں بھی ریشم بھری ہوئی تھی۔ مسعودی کا قول ہے کہ اس کے تکیے میں پرندوں کی روئیں بھری ہوئی تھیں۔ تمام مورخین اس کے قتل پر متفق ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں وہ شخص جس نے الحضر کو تباہ و برباد کیا تھا اس کا نام شاہ پور ذوالا کتاف تھا جو شاہ پور بن ازدشیر بن بابک کے علاوہ ہے۔

پہلے گزر چکا ہے کہ ازدشیر وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے فارس کی شیرازہ بندی کی تھی۔ مختلف بادشاہوں کو شکست دی پورے فارس پر اس کا جھنڈا لہرانے لگا۔ ضیزن بھی اسی دور میں بادشاہ رہا اس لئے یہ ممکن نہیں کہ یہ واقعہ شاہ پور ذوالا کتاف کے متعلق ہو۔ وہ بادشاہ جو ذوالا کتاف کے نام سے مشہور تھا وہ شاہ پور بن ہرمز تھا اسے شاہ پور اکبر سے کافی مدت بعد حکومت ملی۔ ان دونوں کے درمیان بہت سے بادشاہ گزرے ہیں مثلاً ہرمز بن شاہ پور، بہرام بن ہرمز، بہرام بن بہرام، بہرام ثالث اور نرسی بن بہرام۔ ان تمام کے بعد شاہ پور ذوالا کتاف کو سلطنت ملی۔ عدی بن زید کا یہ شعر

وَاَخُوْ الْحَضْرِ اِذْ بَنَاهُ...... ایک عجیب واقعہ کے متعلق ہے خالد بن صفوان بن الاہتم نے بیان کیا ہے کہ جب عراقی وفد ہشام بن عبدالملک کے پاس گیا تو یوسف بن عمر نے مجھے بھی اس وفد کے ساتھ جانے کے لئے کہا جب میں ہشام کے دربار میں پہنچا تو وہ اپنے عزیز واقرباء، خواص اور وزراء کے ساتھ سیر پر نکلا ہوا تھا۔ اس نے ایک بلند، ہموار اور وسیع جگہ پر قیام کیا وہاں موسم بہار کی پہلی بارش برسی تھی اور اس کے بعد دوسری بارش کا بھی نزول ہوا تھا۔ موسم بہار کے پھول، سبزہ اور درخت منظر کو دلکش بنا رہے تھے۔ اس کی مٹی میں کافور کی سی خوشبو تھی وہ اتنی صاف تھی کہ اگر کوئی چیز نیچے گرتی تو وہ گرد سے آلودہ نہ ہوتی تھی وہاں یمنی چادروں کے خیمے لگائے گئے تھے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ یوسف بن عمر نے ہی انہیں بنا ہے وہاں کئی خیمے تھے ریشم کے چار بستر تھے وہاں تکیے بھی تھے۔ بادشاہ نے سرخ جبہ پہن رکھا تھا۔ اس کا عمامہ بھی سرخ تھا لوگ اپنی اپنی مجالس میں براجمان تھے۔ میں نے بادشاہ سے گفتگو

کرنے کے لئے سرخیمہ سے باہر نکالا۔ میں نے کہا ''اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کی آپ پر اتنی نعمتیں ہیں آپ پر ضروری ہیں کہ آپ ان کا شکریہ ادا کریں صراط مستقیم کو اپنائیں، تقویٰ شعار بنیں، خدا کی حمد وستائش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مال و دولت کی فراوانی بخشی ہے ابدی نعمتوں سے نوازا ہے۔ آپ مسلمانوں کے لئے قابل اعتماد اور ان کے آرام کی جگہ ہیں وہ اپنے معاملات میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں مصائب میں آپ ہی کی جانب لوٹ کر آتے ہیں''۔

''اے امیر المومنین میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں یاد دلاتا ہوں جو اس نے آپ پر کی ہیں میں ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو میں اس مقصد کے لئے آپ کو پہلے بادشاہوں کا قصہ سناؤں''۔ بادشاہ پہلے تکیہ لگائے بیٹھا تھا میری بات سن کر وہ سیدھا ہو گیا اور کہنے لگا ''اے ابن الاہتم مجھے داستانِ ماضی ضرور سناؤ''۔ میں نے کہا:

''اے امیر المومنین! ایک بادشاہ ایک سال خَوَرْنَق اور سَدِیُر کی طرف گیا۔ وہ سال بھی اس سال کی طرح ثمر آور اور خوشگوار تھا۔ بہار کی پہلی اور دوسری بارش خوب ہوئی تھی زمین سرسبز و شاداب تھی۔ منظر انتہائی دلکش اور دلربا تھا۔ مٹی کافور کے ٹکڑے کے مانند تھی۔ اگر کوئی شے زمین پر گر جاتی تھی تو وہ خاک آلود نہ ہوتی تھی۔ بادشاہ نے کہا میں بھی جوان ہوں مجھے بھی ہر قسم کی فراوانی، غلبہ اور تسلط عطا کیا گیا ہے۔ بادشاہ نے دور ایک حسین منظر کی طرف دیکھا پھر اپنے ہم نشینوں سے پوچھا یہ سب کچھ کس کے لئے ہے کیا تمہیں وہ نعمتیں نظر آ رہی ہیں جو مجھے بخشی گئی ہیں، جو کچھ مجھے عطا کیا گیا ہے کیا کسی اور کو بھی اس سے نوازا گیا ہے؟ وہاں ایک عارف بیٹھا ہوا تھا جو آدابِ خداوندی کی کچھ پہچان رکھتا تھا۔ اس نے کہا یہ زمین ایسی چیز ہے جو کبھی ایسی چیز سے خالی نہیں رہی جو بندے کے لئے حجت بن سکے۔ اے امیر المومنین! آپ نے ایک مسئلہ پوچھا ہے اگر اذن ہو تو جواب عرض کروں۔ بادشاہ نے جواب دینے کی اجازت دے دی۔ اس نے کہا اے شاہِ ذی شان! جن نعمتوں میں آج آپ ہیں کیا وہ آپ کے پاس ازل سے ہیں یا کسی اور سے وراثتاً آپ کو ملی ہیں یہ نعمتیں آپ سے بھی چھین لی جائیں گی اور کسی اور کو بخش دی جائیں گی۔ جس طرح یہ آپ کے پاس کسی اور کی طرف سے آئی ہیں۔ بادشاہ نے کہا حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام نعمتیں مجھے وراثت میں ملی ہیں۔ اس شخص نے کہا پھر اس تھوڑی سی چیز پر تعجب کر رہے ہیں جو عرصہ قلیل کے لئے آپ کے پاس ٹھہرے گی پھر عرصہ طویل تک آپ سے غائب رہے گی پھر اس کے حساب و کتاب کے لئے کھڑا ہونا پڑے گا۔ بادشاہ نے پوچھا پھر پناہ کہاں حاصل کی جائے،

بھاگ کر کہاں جائیں؟ اس نے جواب دیا یا تو اپنے ہی ملک میں ٹھہرے رہیں اپنے ظاہر اور باطن میں اللہ کی اطاعت کریں۔ ہر دکھ اور تکلیف میں اس کے حکم سے سرمو انحراف نہ کریں یا پھر اپنا تاج اتار دیں۔ یہ عمدہ لباس ترک کر دیں، بالوں کا لباس پہن لیں اور اس پہاڑی میں تا دم واپسیں اللہ کی عبادت میں مستغرق ہو جائیں۔ بادشاہ نے کہا وقت سحر میرے دروازے پر دستک دینا میں تمہاری دونوں آراء سے ایک کا انتخاب کر لوں گا۔ اگر میں نے جنگلات اور کوہستانوں کو پسند کر لیا تو پھر بھی تو ہی میرا رفیق راہِ سفر ہوگا۔ میں تیری مخالفت ہرگز نہ کروں گا۔ سحری کے وقت اس شخص نے بادشاہ کے دروازے پر دستک دی۔ اس نے دیکھا کہ بادشاہ نے سر سے تاج اتار دیا تھا، صوف کا لباس زیب تن کر لیا تھا اور سیاحت کے لئے تیار کھڑا تھا پھر دونوں نے پہاڑ کی غار کو لازم پکڑ لیا حتیٰ کہ وہ مر گئے"۔ عدی بن زید بن سالم المری العدوی اسی کے متعلق کہتا ہے۔

أَيُّهَا الشَّامِتُ الْمُعَيِّرُ بِالدَّ ... هرِ أَأَنْتَ الْمُبَرَّأُ الْمَوْفُوْرُ؟

أَمْ لَدَيْكَ الْعَهْدُ الْوَثِيْقُ مِنَ ... الْاَيَّامِ! بَلْ اَنْتَ جَاهِلٌ مَغْرُوْرُ

مَنْ رَاَيْتَ الْمَنُوْنَ خَلَّدْنَ اَمْ مَنْ ... ذَا عَلَيْهِ مِنْ اَنْ يُضَامَ خَفِيْرُ

اَيْنَ كِسْرٰى كِسْرٰى الْمُلُوْكِ اَنُوْ ... شِرْوَانِ اَمْ اَيْنَ قَبْلَهُ سَابُوْرُ

وَبَنُوا الْاَصْفَرِ الْكِرَامُ مُلُوْكُ الرُّوْمِ ... لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ مَذْكُوْرُ

وَاَخُوْ الْحَضْرِ اِذْ بَنَاهُ وَاِذْ ... دَجْلَةُ تُجْبٰى اِلَيْهِ وَالْخَابُوْرُ

شَادَهُ مَرْمَرًا وَجَلَّلَهُ كِلْسًا ... فَلِلطَّيْرِ فِيْ ذُرَاهُ وُكُوْرُ

لَمْ يَهَبْهُ رَيْبُ الْمَنُوْنِ ... فَبَانَ الْمُلْكُ عَنْهُ فَبَابُهُ مَهْجُوْرُ

وَتَذَكَّرْ رَبَّ الْخَوَرْنَقِ اِذْ ... اَشْرَفَ يَوْمًا وَلِلْهُدٰى تَفْكِيْرُ

سَرَّهُ مَالُهُ وَكَثْرَةُ مَا ... يَمْلِكُ وَالْبَحْرُ مُعْرِضًا وَالسَّدِيْرُ

فَارْعَوٰى قَلْبُهُ وَقَالَ وَمَا ... غِبْطَةُ حَيٍّ اِلَى الْمَمَاتِ يَصِيْرُ؟

ثُمَّ اَضْحَوْا كَاَنَّهُمْ وَرَقٌ جَفَّ ... فَاَلْوَتْ بِهِ الصَّبَا وَالدَّبُوْرُ

ثُمَّ بَعْدَ الْفَلَاحِ وَالْمُلْكِ ... وَالْاَمَّةِ وَارَتْهُمْ هُنَاكَ الْقُبُوْرُ

"اے دوسروں کے مصائب پر خوشی کا اظہار کرنے والے! زمانہ کی عیب جوئی کرنے والے! کیا تو پاک ہے اور پہلو سے مکمل ہے یا پھر ایام کی طرف سے تیرے لئے پختہ عہد ہے بلکہ تو تو جاہل اور مغرور

ہے۔ تو نے کس کا مشاہدہ کیا جس کو موتوں نے مداومت بخشی ہو۔ اگر پناہ دینے والا یہ جفا کرے تو اس پر کیا جرمانہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہاں ہیں کسریٰ کے شاہانِ وقت؟ انوشروان کہاں ہے؟ شاہ پور کہاں ہے؟ روم کے معزز بادشاہ بنو اصفر کہاں ہیں؟ ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہا۔ قلعہ حضر بنانے والے کہاں ہیں؟ جنہوں نے حضر کی تعمیر اس نہج پر کی کہ دریائے دجلہ اور خابور بہہ کر اسی کی جانب آتے تھے۔ بادشاہ نے اس پر سنگ مرمر لگا کر اس کو پختہ کیا اس کے ساتھ چونے سے استرکاری بھی کی۔ اس کے صحن میں پرندے آشیاں بند ہوتے تھے۔ اسے حوادثات زمانہ کا کوئی خوف نہ تھا۔ جب بادشاہ اس سے جدا ہوا تو اس کا دروازہ بھی ویران ہو گیا۔ خورنق کے مالک نے ایک دن دائیں بائیں پھیلی ہوئی مملکت پر نظر ڈالی اس نے غور و فکر کیا غور و فکر میں ہی ہدایت ہوتی ہے۔ اس کو اس حالت نے اور اس کے اموال کی کثرت نے مسرور کیا۔ درآں حال سمندر اور سدیر اس کے سامنے تھے اس کا دل چونک اٹھا۔ اس نے کہا اس زندہ کو خوش ہونے کا کیا حق حاصل ہے جس کا انجام موت ہو پھر کامیابی، بادشاہی اور نعمتوں کے طویل دور کے بعد قبروں نے انہیں اپنی آغوش میں چھپا لیا ہو پھر وہ خشک پتوں کی طرح ہو گئے ہوں جنہیں صبح و شام ہوائیں اڑائیں پھرتی ہیں"۔

یہ سن کر ہشام زار زار رونے لگے۔ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اس کا عمامہ بھیگ گیا۔ اس نے خیموں کو اکھیڑنے، اپنے اہل و عیال، عزیز و اقارب، وزراء اور مشیروں کو چلے جانے کا حکم دیا۔ اس نے اپنے محل کو لازم پکڑ لیا۔ اس بادشاہ کے رشتہ دار اور دوست خالد بن صفوان بن الاہتم کے پاس آئے اور کہنے لگے "اے خالد! تو نے امیر المومنین کو کیا کر دیا ہے۔ وہ لذتِ دنیا سے کنارہ کش ہو گئے ہیں ان کی زندگی مکدر ہو کر رہ گئی ہے"۔ خالد نے کہا "مجھے ملامت نہ کرو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ میں جب بھی بادشاہ کے ساتھ خلوت گزیں ہوں گا انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاؤں گا"۔

عدی بن زید کے ان اشعار میں نعمان بن منذر کے دادا نعمان بن امرئ القیس کا ذکر ہے اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

اَرْوَاحٌ مُوَدَّعٌ اَمْ بُكُوْرُ لَكَ فَانْظُرْ لِاَيِّ ذَالِكَ تَصِيْرُ

"امانت رکھی ہوئی روحیں یا کائنات کا آغاز۔ ذرا غور کر تیرا انجام کیا ہے"۔

عدی نے یہ اشعار اس وقت کہے تھے جب وہ نعمان بن منذر کی قید میں تھا اسی قید خانے میں اس کی موت واقع ہوئی اس کا نسب یہ ہے عدی بن زید بن حماد بن زید بن ایوب بن محروب بن عامر بن

غصیہ بن امری القیس بن زید بن مناۃ بن تمیم۔

عمرو بن آلہ بن الحنساء نے بھی اسی قسم کے اشعار کہے ہیں۔

اَلَمْ یُنَبِّئْكَ وَالاَنْبَاءُ تَنْمِي بِمَالَاقَتْ سَرَاةُ بَنِي الْعَبِيْدِ
وَمَصْرَعَ ضَيْزَنٍ وَبَنِي اَبِيْهِ وَاَحْلَاسَ الْكَتَائِبِ مِنْ تَزِيْدِ
اَتَاهُمْ بِالْفُيُوْلِ مُجَلَّلَاتٍ وَبِالاَبْطَالِ سَابُوْرُ الْجُنُوْدِ
فَهَدَّمَ مِنْ اَوَاسِي الْحَضْرِ صَخْرًا كَاَنَّ ثِقَالَهُ زُبَرُ الْحَدِيْدِ

"اگر چہ خبریں پھیلتی رہتی ہیں کیا تجھے کسی نے نہیں بتایا کہ بنو عبید کے شیروں کو کس چیز کا سامنا کرنا پڑا؟ کسی نے تجھے ضیزن اور اس کے بھائیوں کی قتل گاہوں کے متعلق آگاہ نہیں کیا اور تزید کے لشکر کے بہادروں کی خبر نہیں دی؟ شاہ پور اپنے بہادر جوان اور عظیم الجثہ ہاتھی لے کر ان کے پاس آیا اس نے حضر کی بنیادیں بھی اکھیڑ دیں۔"

اعشیٰ کا یہ شعر اَقَامَ بِهٖ شَاهَبُوْرُ الْجُنُوْدِ...... بھی اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ سابور شاہ پور کے علاوہ کوئی اور بادشاہ تھا۔ شاہ پور کا مطلب ہے بادشاہ کا بیٹا۔ قُدُم قُدُوْم کی جمع ہے اس کا معنی کلہاڑا ہے جس جگہ حضرت ابراہیم کا ختنہ ہوا تھا اس کو بھی قَدُوْم کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ قَدُوم میں ہوا تھا۔"

اعشیٰ کے اشعار درج ذیل ہیں:

اَقَامَ بِهٖ شَاهَبُوْرُ الْجُنُوْدَ حَوْلَيْنِ تَضْرِبُ فِيْهِ الْقُدُمْ
فَهَلْ زَادَهٗ رَبُّهٗ قُوَّةً وَمِثْلُ مُجَاوِرِهٖ لَمْ يَقُمْ
وَكَانَ دَعَا قَوْمَهٗ دَعْوَةً هَلُمُّوْا اِلٰى اَمْرِكُمْ قَدْ صُرِمْ
فَمُوْتُوْا كِرَامًا بِاَسْيَافِكُمْ اَرَى الْمَوْتَ يَجْشَمُهٗ مَنْ جَشِمْ

"شاہ پور وہاں اپنے لشکر کو لے کر دو سال تک قیام پذیر رہا وہاں کلہاڑے استعمال کیے جاتے تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی قوت میں اضافہ کیا تھا۔ اس کے پڑوسی کی مثال بھی بیان نہیں کی جا سکتی اس نے اپنی قوم کو دعوت دی۔ اس نے کہا "اے میری قوم! میری طرف آؤ تمہارا معاملہ شکست خوردہ ہو چکا ہے۔ اپنی تلواروں کے ساتھ معزز لوگوں کی موت مرو"۔ محنت سے کام کرنے والا بھی دیکھتا ہے کہ موت نے اس کو مصیبت میں ڈال دیا ہے"۔

شعر میں ہے وَهَلْ خَالِدٌ مِنْ نَعِم۔کہا جاتا ہے کہ نَعِمَ یَنْعِمُ اوریَنْعَمُ جیسا کہ حَسِبَ، یَحْسِبُ اوریَحْسَبُ ہے۔ادب الکاتب میں ہے نَعَمَ یَنْعُمُ جیسا کہ فَضَلَ یَفْضُلُ ہے یہ سیبویہ سے بیان کیا گیا ہے لیکن امام قتبی کا یہ قول درست نہیں ہے جس شخص نے سیبویہ کی کتاب میں تفکر کیا اس کے لئے علامہ قتبی کی غلطی عیاں ہوگئی۔علامہ سیبویہ نے صرف فَضَلَ یَفْضُلُ میں ہی ضمہ بیان کیا ہے۔

عدی بن زید کا قول رَبِیَّةٌ لَمْ تُوَقِ وَالِدَهَا۔ ممکن ہے کہ رَبِیَّةٌ رَبِیْتُ سے فَعِیْلَة کے وزن پر ہو اور یہ مفعول کے معنی میں ہو لیکن قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ ھاء کے بغیر ہو۔یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ربو اور نماء (نشوونما) کے معنی میں ہو کیونکہ نضیرہ کی نشوونما عیش وعشرت میں ہوئی تھی اس طرح یہ فاعلہ کے معنی میں قیاس کے موافق ہو۔لیکن ان دوقولوں سے اصح قول یہ ہے کہ یہ رَبِیْئَةٌ ہو۔ہمزہ کو سہولت کے لئے یاء میں تبدیل کردیا گیا ہو کیونکہ اس کا معنی وہ بلند جگہ ہے جہاں سے نضیرہ دیکھا کرتی تھی حتیٰ کہ اس نے شاہ پور اور اس کے لشکر کو دیکھا اس بلند جگہ کو رَبِیْئَة ہی کہا جاتا ہے خواہ وہ مؤنث ہو یا مذکر۔اس کو رَبَاء بھی کہتے ہیں کہا جاتا ہے رَبَاءٌ شَمَاء لَایَأوِی۔

اَضَاعَ رَاقِبُها۔اس نے اپنے اس نگران کو ضائع کردیا جو اس کی حفاظت اور نگہبانی کرتا تھا۔یہ بھی ممکن ہے کہ ہاء کی ضمیر نضیرہ کی طرف راجع ہو۔

الخَمْرُ وَهْلٌ۔ وَهِلَ الرَّجُلُ کا معنی ہے انسان کا کسی ایک چیز کی طرف ارادہ کرنا پھر اس کا ارادہ کسی دوسری چیز کی طرف چلا جائے۔یہ ہاء کے فتح کے ساتھ بھی ہے۔یہ ہاء کے کسرہ کے ساتھ بھی ہے اس وقت اس کا معنی ہے غلط ہونا۔اَوْهَمَ کا معنی ہے گرادینا۔سَبَائِبُهَا۔ سَبِیْبَة کی جمع ہے عمامہ وغیرہ کو کہا جاتا ہے دوپٹہ کو السِبُّ کہا جاتا ہے۔فِي خِدْرِهَا مَشَاجِبُهَا۔ مَشَاجِبُ مِشْجَب کی جمع ہے ہینگر کو مِشْجَب کہا جاتا ہے۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اِنَّ ثِیَابِی لَعَلَی المِشْجَب۔ میرے کپڑے ہینگر پر ہیں۔مشکیزہ کو بھی مِشْجَب کہا جاتا ہے۔وہ مشک کو کاٹ کر ڈول بنالیتے تھے پھر اسے لٹکادیتے تھے جس لکڑی سے اسے لٹکایا جاتا تھا اس کو مِشْجَب کہا جاتا تھا پھر اس کپڑے وغیرہ کو بھی مِشْجَب کہا جانے لگا جو اس لکڑی پر لٹکایا جاتا تھا۔

خَابُور ایک معروف وادی ہے یہ خَبَرْتُ الاَرْضَ (میں نے زمین میں ہل چلایا) سے مشتق ہے۔عظیم وادی کو خَابُوْر کہا جاتا ہے جس میں بہت سی کھیتیاں ہوں۔جب ولید کو یزید بن مزید الشیبانی نے رشید کے عہد حکومت میں قتل کردیا تو اس کی بہن نے اس کا مرثیہ کہتے ہوئے کہا۔

نزار بن معد کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نزار بن معد کے تین بیٹے تھے۔ 1۔ مضر، 2۔ ربیعہ، 3۔ انمار۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نزار کا ایک چھوٹا بیٹا بھی تھا۔ اس کا نام ایاد تھا حارث بن دوس الایادی نے اپنے اس شعر میں اس کا ذکر کیا ہے ۔

وَفُتُوٌّ حَسَنٌ اَوْجُهُهُمْ مِنْ اِيَادِ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدّ

"وہ بنوایاد بن نزار بن معد کے ایسے جوان تھے جن کے چہرے حسین تھے۔"

مضر اور ایاد کی ماں کا نام سودۃ بنت عک بن عدنان تھا۔ ربیعہ اور انمار کی ماں کا نام شقیقہ بنت عک بن عدنان تھا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس کا نام جمعہ بنت عک بن عدنان تھا۔

انمار کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں انمار کے دو بیٹے تھے: 1۔ خثعم، 2۔ بجیلہ۔ جریر بن عبداللہ (جو بجیلہ کا سردار تھا۔) اس کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے۔

أَيَا شَجَرَ الْخَابُوْرِ مَالَكَ مُوْرِقًا كَاَنَّكَ لَمْ تَحْزَنْ عَلَى ابْنِ طَرِيْفِ

فَقَدْ نَاهُ فُقْدَانَ الرَّبِيْعِ وَلَيْتَنَا فَدَيْنَاهُ مِنْ سَادَاتِنَا بِاُلُوْفِ

"اے خابور کے درخت تو پتوں والا کیوں ہوا ہے؟ گویا کہ تجھے ابن طریف کے قتل پر کوئی دکھ نہیں ہوا۔ ہم نے اس کو موسم بہار کی طرف گم کر دیا ہے کاش ہم اپنے ایک ہزار سردار فدیہ دے کر اسے بچا لیتے"۔

خَافُوْر وہ بوٹی ہے جس سے عورتوں کی خواہش ختم ہو جاتی ہے جس طرح کہ پودینہ سے ہوتی ہے اس کو مَرْو بھی کہا جاتا ہے اس کو زَغبَر کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

نزار بن معد اور ان کی نسل کا تذکرہ

معد اور مضر کا تذکرہ حضور ﷺ کے نسب پاک میں گزر چکا ہے۔ ہم نے وہاں ذکر کیا تھا کہ اہل عرب میں حدی خوانی کا آغاز مضر سے ہوا۔ ایک دفعہ وہ اپنے اونٹ سے گر پڑا۔ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا اس کی آواز بہت اچھی تھی اس نے اپنے اونٹوں کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کیا اور ساتھ ساتھ ترنم سے یہ کہتا رہا وَایَدِیَاہُ وَایَدایَاہُ۔ "ہائے میرے ہاتھ ہائے میرے ہاتھ"۔ اس کی اس مدھ بھری آواز سے اونٹ تیزی سے چلنے لگے۔ ان کے کجاوے بھی گر پڑے اہل عرب میں حدی خوانی کا آغاز مضر سے ہی ہوا۔

لَوْلَا جَرِيْرٌ هَلَكَتْ بَجَيْلَه نِعْمَ الفَتٰى وَبِئْسَتِ القَبِيْلَةِ

''اگر جریر نہ ہوتا تو بجیلہ ہلاک ہو جاتا جریر تو عمدہ جوان ہے لیکن اس کا قبیلہ برا ہے۔''

شاعر نے کہا ہے

يَااَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ يَااَقْرَعُ اِنَّكَ اِنْ تَصْرَعُ اَخَاكَ تُصْرَعُ

اِبْنَیْ نَزَارٍ اَنْصُرُ اَخَاكُمَا اِنَّ اَبِی وَجَدْتُهٗ اَبَاكُمَا

لَنْ يُغْلَبُ الْيَوْمَ اَخٌ وَالاكُمَا

''اے اقرع بن حابس! اے اقرع! اگر آج تو نے اپنے بھائی کو پچھاڑ دیا تو خود بھی نامراد ہو گا۔ نزار کے دو بیٹو! تم اپنے بھائی کی مدد کرو۔ میں نے پایا ہے کہ میرا باپ تمہارا بھی باپ تھا آج تمہارے بھائی اور تمہارے قبیلے کو مغلوب نہیں کہا جا سکتا''۔

مضر کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مضر بن نزار کے دو بیٹے تھے: 1۔ الیاس بن مضر اور، 2۔ عیلان بن مضر۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ان کی ماں قبیلہ جرہم کی ایک خاتون تھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ الیاس کے تین بیٹے تھے مدرکہ، طابخہ اور قمعہ ان کی ماں کا نام خندق تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ خندف بنت عمران بن الحاف بن قضاعہ تھی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مدرکہ کا نام عامر اور طابخہ کا نام عمرو تھا۔ روایت کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں بھائی ایک دن اپنے اونٹ چرا رہے تھے اسی دوران انہوں نے ایک جانور شکار کیا اور اسے پکانے کے لئے بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں کسی شخص نے ان کے اونٹوں پر حملہ کر دیا۔ عامر نے

انمار بن نزار

یہ ابو بجیلہ اور خثعم کا باپ تھا۔ اہل عرب میں رواج تھا کہ وہ اپنے بیٹوں کے نام درندوں کے ناموں پر رکھتے تھے مثلاً سباع اور کلاب وغیرہ۔ خثعم کے علاوہ انمار کی تمام اولاد کی ماں کا نام بجیلہ بنت صعب بن سعد العشیرہ تھا۔ اس کے نو بیٹے تھے جو تمام کے تمام سردار تھے۔ ابوالفرج نے ان کے اسماء ذکر کئے ہیں۔ بجیلہ کے قبائل کا نسب ان ہی سے چلا۔ ان کے بیٹوں کے نام یہ ہیں: 1۔ وداعہ، 2۔ خزیمہ، 3۔ صہیبہ، 4۔ حارث، 5۔ شیبہ، 6۔ طریفہ، 7۔ فہم، 8۔ غوث، 9۔ سہل، 10۔ عبقر، 11۔ اشہل۔ یہ سب بنو انمار تھے کہا جاتا ہے کہ بجیلہ نے انمار کی تمام اولاد کی پرورش کی لیکن خثعم کی نگہداشت نہ کی اس لئے اسے اس کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔

عمرو سے کہا ''کیا تم اونٹوں کو بچانے کے لئے جاؤ گے یا اس سے شکار کو پکاؤ گے؟'' عمرو نے کہا ''میں شکار پکاؤں گا''۔ عامر اونٹوں کی طرف گیا اور انہیں ہانک کر لے آیا جب وہ رات کے وقت باپ کے پاس آئے تو انہوں نے اسے یہ واقعہ سنایا۔ اس نے عامر سے کہا تو ''و مدر کہ (پالینے والا) ہے''۔ اس نے عمرو سے کہا ''تو طابحه (پکانے والا) ہے''۔ قمعہ بن الیاس کے بیٹے کا نام لُحی اس کے بیٹے کا نام عمرو اور اس کے بیٹے کا نام خزاعہ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ جب سباء کے متعلق قرآن پاک کی آیات نازل ہوئی تو ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم سباء کسی عورت کا نام ہے یا کسی زمین کا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ کسی عورت یا زمین کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ایسے شخص کا نام ہے جس سے عرب کے دس سردار پیدا ہوئے۔ ان میں سے چھ یمن چلے گئے اور چار نے شام کو اپنا وطن بنالیا۔ وہ سردار جنہوں نے شام کو اپنا وطن بنایا وہ یہ تھے: 1۔ فلخم، 2۔ جذام، 3۔ عاملہ، 4۔ غسان۔ وہ سردار جو یمن چلے گئے وہ یہ تھے: 1۔ ازد، 2۔ اشعرون، 3۔ حمیر، 4۔ مذحج، 5۔ کندہ، 6۔ انمار۔ ایک شخص نے عرض کی ''انمار کون تھا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''خثعم اور بجیلہ انمار میں سے تھے''۔

لَوْلَا جَرِيْرٌ...... جریر کا نسب یہ ہے جریر بن عبداللہ بن جابر (شلیل) بن مالک بن نصر بن ثعلبہ بن جشم بن عویف بن جذیمہ ابن درید نے کہا ہے کہ ابو علی بغدادی نے اس کا نسب یہ بیان کیا ہے ابن حرب بن عدی بن مالک بن سعد بن یزید بن قسر بن عنیفہ بن انمار بن اراش بن عمرو بن غوث اس کی کنیت ابو عمرو تھی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ اس کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ حضور ﷺ نے اس کے متعلق ہی فرمایا تھا:

يَطْلُعُ عَلَيْكُمْ خَيْرُ ذِي يَمَنٍ عَلَيْهِ مَسْحَةُ مَلِكٍ۔

''ابھی تمہارے پاس اہل یمن میں سے ایک بہترین شخص آئے گا۔ اس نے بادشاہ کی چادر اوڑھ رکھی ہوگی''۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے اس امت کا یوسف کہا کرتے تھے۔ یہ نیزوں کو پھیر دیتا تھا۔ اس کے جوتوں کی لمبائی کئی ہاتھ ہوا کرتی تھی۔

نذیر بن قسر کے قبیلہ والوں کو ہی عُرَنِيُّون کہا جاتا ہے یہی لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے لیکن انہیں مدینہ طیبہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ ان کی داستان معروف ہے۔ یہ لوگ عرینہ بن نذیر کی اولاد میں سے تھے یا پھر وہ عرینہ بن ربیعہ بن نزار کی اولاد میں سے تھے۔ ان دونوں آدمیوں کا

نام عرینہ ہی تھا ان میں سے ایک دوسرے کا چچا تھا۔

وَهُوَ يُنَافِرُ الفُرَافِصَه۔ کلبی نے اقرع بن حابس سے منافرت کی۔ نَافَرَ کا معنی ہے فیصلہ کرانا۔ قاسم بن ثابت کہتے ہیں منافرت نَفَرَ سے مشتق ہے اہل عرب میں یہ دستور تھا کہ جب دو آدمی باہمی تنازع کرتے اور ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرتا کہ وہ دوسرے سے کثرت افراد کے اعتبار سے فائق ہے تو وہ فیصلہ کروانے کے لئے کسی ثالث کے پاس جاتے جو جیت جاتا اس کے لئے کہا جاتا نَفَّرَ عَلَيْهِ وہ شخص دوسرے سے افرادی قوت میں برتری پا گیا۔ منافرت بھی اسی سے ہے۔ زہیر کہتا ہے ؎

فَاِنَّ الحَقَّ مُقْطِعُهُ ثَلَاثٌ يَمِيْنٌ اَوْ نِفَارٌ اَوْ جَلَاءٌ

''حق کو تین اشیاء ہی منقطع کر سکتی ہیں قسم یا منافرت یا گواہی۔''

فُرَافِصَه شیر کا نام بھی ہے ف کے فتحہ کے ساتھ آدمی کا نام بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عرب میں تمام فُرَافُصه ضمہ کے ساتھ ہیں مگر ابو نائلہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سسر کا نام فرافصه ف کے فتحہ کے ساتھ ہے۔

اِنْ تَصْرَعْ اَخَاکَ تُصْرَعْ۔ ابو بحر کے حاشیہ میں اسی طرح ہے لیکن مشہور روایت یہ ہے اِنْ يَصْرَعْ اَخُوْکَ ہے دوسرے فعل کو جواب شرط ہونے کی وجہ سے جزم نہیں دی گئی کیونکہ اس میں نیت مقدم ہے (سیبویہ)۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے الیاس کی والدہ کا نام نہیں لکھا۔ صرف اتنا بیان کیا ہے کہ اس کی والدہ جرہمیہ تھی لیکن اس کی والدہ بنو جرہم میں سے نہ تھی بلکہ وہ رباب بنت حیدہ بن معد بن عدنان تھی۔ الیاس کے بھائی عیلان کا نام قیس تھا۔ عیلان اس کے گھوڑے کا نام تھا لیکن یہ بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اس کے پڑوس میں قیس کبہ تھا۔ کُبّہ اس کے گھوڑے کا نام تھا۔ ان دونوں میں اسی اضافت کی وجہ سے تفریق ہوتی تھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عیلان اس کے کتے کا نام تھا پھر قیس بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔

مُدْرِکَه، طَابِخَه اور قَمَعَه

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے وہ وجہ بھی بیان کی ہے جس سے ان کے یہ نام مشہور ہوئے۔ بعض مؤرخین نے کچھ اضافہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ان کی ماں کا نام لیلیٰ تھا۔ ایک دن وہ سرعت رفتاری سے آ رہی تھی۔ الیاس نے اس سے کہا ''مَالَکِ تُخَنْدِفِيْنَ''۔ ''تو اتنی تیزی سے کیوں چل رہی ہے؟''

عمرو بن لحی اور عرب میں بت پرستی کا آغاز

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر محمد بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا وہ آگ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا''۔

اسی وجہ سے اس کا نام خندف پڑ گیا۔ الیاس نے مدرکہ سے کہا ''اَنْتَ قَدْ اَدْرَکْتَ مَاطَلَبْتَا''۔ ''تو نے جس چیز کی تلاش کی تھی وہ تجھے مل گئی۔'' الیاس نے طابخہ سے کہا ''وَاَنْتَ قَدْ اَنْضَجْتَ مَا طَبَخْتَا''۔ ''تو نے جو کچھ پکایا اسے عمدہ پکایا۔'' اس نے قمعہ (عمیر) سے کہا ''وَاَنْتَ قَدْ قَعَدْتَ فَانْقَمَعْتَا''۔ ''تو بیٹھا رہا اور پشیمان رہا۔'' خندف اسی خاتون کا نام تھا جس کے غم و اندوہ کی مثال دی جاتی ہے۔ اس نے الیاس کی موت کی وجہ سے اپنے بیٹوں کو چھوڑ دیا سارا دن زمین پر چلتی رہتی اور روتی رہتی۔ خصوصاً جمعرات کا سارا دن وہ رونے میں گزارتی۔ یہ اشعار اسی کی نسبت سے کہے گئے ہیں:

اِذَا مُؤْنِسٌ لَاحَتْ خَرَاطِیْمُ شَمْسِہٖ بَکَتْہُ بِہٖ حَتّٰی تَرَی الشَّمْسَ تَغْرُبُ
فَمَا رَدَّ بَاْسًا حُزْنُہَا وَعَوِیْلُہَا وَلَمْ یُغْنِہَا حُزْنٌ وَنَفْسٌ تُعَذَّبُ

''جب جمعرات (مونس) کو سورج کی شعاعیں نظر آتیں تو خندف الیاس پر رونا شروع کرتی پھر غروب آفتاب تک گریہ بار رہتی اس کی گریہ زاری اور غم و اندوہ نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا نہ ہی اس کے غم و کرب نے اس کو مستغنی کیا''۔

وہ جمعرات کو مونس کہتے تھے۔ زبیر کہتے ہیں کہ بنو الیاس کو ان کی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ جب ان کا باپ مر گیا تو ان کی ماں نے انہیں چھوڑ دیا۔ لوگوں نے الیاس کی اولاد پر رحم کیا وہ کہتے تھے کہ یہ خندف کی اولاد ہے لیکن وہ انہیں چھوڑ گئی ہے۔ یہ بے چارے چھوٹے چھوٹے یتیم ہیں وہ بنو خندف کے نام سے ہی مشہور ہو گئے۔

عمرو بن لحی اور صنم پرستی کا آغاز

اس سے پہلے خزاعہ اور اسلم کا نسب گزر چکا ہے۔ یہ دونوں حارثہ بن ثعلبہ کے بیٹے تھے ربیعہ بن حارثہ خزاعہ کا باپ تھا۔ وہ ابو حارثہ بن عامر کی اولاد میں سے تھا۔ حارثہ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے بنو اسلم سے فرمایا:

اِرْمُوْا یَابَنِیْ اِسْمَاعِیْلَ اِنَّ اَبَاکُمْ کَانَ رَامِیًا۔

''اے بنی اسماعیل! تیر اندازی کرو تمہارے محترم باپ بھی تیر انداز تھے''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی نے روایت کیا ہے کہ ابو صالح السمان نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ (عبداللہ بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو سنا آپ ﷺ اکثم بن الجون الخزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما رہے تھے اے اکثم! میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا وہ اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹ رہا تھا اس

بعض اہل نسب لکھتے ہیں عمرو بن لحی ہی حارثہ ہے جب اس کی ماں قَمْعَه سے نکلی تو یہ پیچھے رہ گیا تھا۔ لحی کا نام ربیعہ تھا۔ حارثہ نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا اس وجہ سے یہ حارثہ کی طرف ہی منسوب ہونے لگا۔ اس لئے دونوں اسباب سے اس کا نسب صحیح ہے۔ قعمہ کی طرف ولادت کے اعتبار سے درست ہے۔ اسلم بن افصی بن حارثہ کی بھی یہی کیفیت ہے وہ خزاعہ کا بھائی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسلم بن افصی ابو حارثہ بن عامر میں سے تھے۔ وہ بنو حارثہ میں سے نہ تھے۔

اس نقطہ نظر میں اس شخص کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے جو قحطان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف منسوب کرتا ہے اور جس نے خزاعہ کو قمعہ کی طرف منسوب کیا اس کے لئے معطل کے اس شعر میں دلیل ہے وہ خزاعہ کے ایک خاندان کو مخاطب کر کے کہتا ہے ۔

لَعَلَّكُمْ مِنْ أُسْرَةٍ قَمَعِيَّةٍ إِذَا حَضَرُوْا لَا يَشْهَدُوْنَ الْمُعَرَّفَا

''شاید تمہارا تعلق خاندان قمعیہ سے ہے جب وہ آتے ہیں تو وہ میدان عرفات میں قیام نہیں کرتے''۔

حضرت اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم مبارک میں علماء کا کافی اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کا نام عبداللہ بن عمر تھا۔ بعض فرماتے ہیں کہ ان کا نام عبدالرحمٰن بن صخر تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا نام عبد شمس بن عبد نہم تھا۔ بعض علماء کے نزدیک ان کا نام عبد غنم تھا۔ ممکن ہے جاہلیت میں آپ کا یہی نام ہو پھر سرور دو عالم ﷺ نے یہ نام تبدیل کر دیا ہو جس طرح کہ آپ ﷺ نے بہت سے صحابہ کرام کے نام تبدیل کر دیئے تھے۔ بعض علماء آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام یزید بن عشرقہ، بعض کردوس اور بعض سکین بتاتے ہیں۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے انہیں دیکھا اس وقت انہوں نے بلی اٹھا رکھی تھی آپ ﷺ نے ان کی کنیت ابو ہریرہ رکھ دی۔

حضرت اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں خزاعہ کے والد عمرو کا نسب صراحتہً موجود ہے۔ اس کے اور حضرت اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین شکل و صورت کی مشابہت اس بات کی

کی شکل اور تمہاری شکل میں بہت مشابہت تھی"۔ حضرت اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! کیا ممکن ہے کہ یہ مشابہت مجھے آخرت میں کوئی نقصان دے"۔ آپ ﷺ

دلیل ہے کہ ان کا یہ نسب "نسب ولادت" ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "میں نے خزاعہ کے باپ عمرو بن لحی کو دیکھا وہ اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹ رہا تھا"۔ حضور ﷺ نے حضرت اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اِنَّکَ مُؤمِنٌ وَھُوَ کَافِرٌ۔ "آپ مؤمن ہیں اور وہ کافر تھا"۔

حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے دجال کی کیفیت بیان کی تو فرمایا وہ عبدالعزیٰ بن قطن کے مشابہ ہوگا۔ عبدالعزیٰ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا میری اس کے ساتھ یہ مشابہت مجھے کوئی نقصان دے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِنَّکَ مُؤمِنٌ وَھُوَ کَافِرٌ۔ "تجھے کوئی نقصان نہ ہوگا تم مؤمن ہو اور وہ کافر ہوگا"۔ یہ دونوں احادیث جدا جدا ہیں۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے ابن قطن بنو خزاعہ کا ایک شخص تھا جو جاہلیت میں ہی مر گیا تھا۔

حضرت اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سعادت ملی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے دو احادیث بیان کیں:

1۔ خَیْرُ الرُّفَقَاءِ اَرْبَعَۃٌ۔ "ساتھیوں میں سے بہترین چار ہیں"۔ ہم نے اس حدیث مبارک کی تشریح اپنی کتاب التعریف والاعلام میں کردی ہے۔

2۔ اُغْزُ مَعَ غَیْرِ قَوْمِکَ تَحَسَّنَ خُلُقُکَ۔ "اپنی قوم کے علاوہ دوسری قوم کے ساتھ جہاد کے لئے نکل۔ تیرے اخلاق اچھے ہو جائیں گے"۔ اِسکاف نے فَوَائِدُ الْاَخْبَار میں ذکر کیا ہے کہ جب انسان اپنی قوم کے علاوہ کسی اور قوم کے ساتھ جہاد کے لئے نکلتا ہے تو وہ اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ وہ اسے غیر اہم نہیں سمجھتا۔ وہ ان کی صحبت میں اپنے نفس کو انتہائی ریاضت میں ڈالتا ہے جبکہ وہ ان لوگوں کی محفل میں اپنے نفس سے اتنی ریاضت سے کام نہیں لیتا جو اس سے راضی ہوتے ہیں۔ اسی ریاضت پر صبر اور بردباری کی وجہ سے اس کے اخلاق عمدہ ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف کی یہ تاویل عمدہ ترین ہے لیکن حدیث مبارک کے الفاظ مختلف ہیں۔ ایک روایت میں سَافِرْ مَعَ قَوْمِکَ۔ "اپنی قوم کے ساتھ سفر کر"۔ ان دونوں روایتوں کو ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

عمرو بن لحی کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ اس نے بحیرہ کا آغاز کیا تھا۔ ایک اور روایت میں

نے فرمایا نہیں تم مومن ہو اور وہ کافر تھا۔ اس بد بخت نے سب سے پہلے دینِ اسماعیلی کو تبدیل کیا، بتوں کو نصب کیا اور سائبہ، بحیرہ، وصیلہ اور حامی کا رواج ڈالا''۔

سرزمین عرب میں بت پرستی

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن لحی ایک ضروری کام کے لئے مکہ معظمہ سے شام گیا۔ جب وہ بلقاء کی زمین میں مقام مآب پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ بتوں کی پوجا کر رہے تھے۔ اس وقت وہاں عمالیق آباد تھے جو عملاق کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ عمرو نے ان سے پوچھا ''یہ کیسے بت ہیں جن کی تم پوجا کر رہے ہو؟'' عمالیق نے کہا ''یہ وہ بت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ ہم ان سے بارش کی دعا مانگتے ہیں یہ ہمارے لئے بارش برساتے ہیں۔ جب ہم ان سے مدد طلب کرتے ہیں تو یہ ہماری مدد کرتے ہیں''۔ عمرو نے کہا ''کیا تم مجھے ان میں سے ایک بت دے نہیں دیتے۔ میں اسے سرزمین عرب میں لے جاؤں تا کہ وہ اس کی پوجا کریں''۔ عمالیق نے اسے ایک بت دیا اس کو ہبل کہا جاتا تھا۔ وہ اسے مکہ معظمہ لے آیا اسے نصب کر کے لوگوں کو اس کی عبادت اور تعظیم کا حکم دیا۔

ہے کہ بحیرہ کا ایک آغاز بنو مدلج کے ایک شخص نے کیا تھا۔ اس کے پاس دو اونٹنیاں تھیں اس نے ان کے کان کاٹ دیئے اور ان کے دودھ کو حرام قرار دیا۔ رسول معظم ﷺ نے فرمایا:

''میں نے اس شخص کو آگ میں دیکھا وہ اونٹنیوں کے پاؤں کے نیچے روندا جا رہا تھا اور ان کے مونہوں کے ذریعے اسے کاٹا جا رہا تھا''۔

حضور ﷺ نے فرمایا ''اس شخص کو میں جانتا ہوں جس نے سب سے پہلے سائبہ کو مقرر کیا اور بتوں کو نصب کیا۔ اس کا نام عمرو بن لحی ہے۔ میں نے اسے آگ میں دیکھا اس کی آنتوں کی بدبو کی وجہ سے دیگر دوزخیوں کو اذیت ہوتی ہے''۔

صنم پرستی کی اصلیت

پتھر وغیرہ سے بنے ہوئے بت کو صنم کہا جاتا ہے جبکہ دھات کے بنے ہوئے بت کو وَثَن کہا جاتا ہے۔ جب خزاعہ نے بیت اللہ پر غلبہ پا لیا اور جرہم کو مکہ معظمہ سے جلاوطن کر دیا تو اہل عرب نے عمرو بن لحی کو اپنا قائد بنا لیا۔ وہ جس بدعت کا بھی آغاز کرتا اہل عرب اسے اپنی شریعت میں شامل کر لیتے کیونکہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنو اسماعیل میں بت پرستی کا آغاز یوں ہوا کہ جب بھی کوئی مسافر مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوتا اور دور دراز کے علاقوں میں جاتا تو وہ حرم کی تعظیم کے لئے اپنے ساتھ حرم کا پتھر لے جاتا وہ جہاں خیمہ زن ہوتا وہاں اپنا پتھر نصب کر لیتا اور کعبہ کی طرح اس کے ارد گرد طواف کرتا۔ حتیٰ کہ انہوں نے خوبصورت پتھروں کی عبادت کرنا شروع کر دی۔ وہ اپنے آباء کے دین کو فراموش کر گئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے دین کو تبدیل کر دیا۔ وہ بتوں کی پوجا کرنے لگے اور سابقہ امتوں کی طرح گمراہی کی گہری وادی میں جا گرے ان کے بعض امور دین ابراہیمی کے مطابق بھی تھے۔ مثلاً بیت اللہ کی تعظیم، طواف کعبہ، حج، عمرہ، عرفہ اور مزدلفہ میں قیام اور حج اور عمرہ کا احرام باندھنا لیکن انہوں نے اس میں بعض ایسے امور بھی شامل کر دیئے جو اس شریعت میں سے نہ تھے۔ کنانہ اور قریش کی عادت یہ تھی کہ جب وہ احرام باندھتے تو کہتے:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِلَّا شَرِيْكٌ هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ۔

"اے مولا! ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ہم حاضر ہیں سوائے ایک شریک کے۔ وہ تیرے لئے ہے تو اس کا مالک ہے تو ہر اس چیز کا بھی مالک ہے جس

وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا اور لباس پہناتا تھا۔ بعض اوقات وہ دس ہزار اونٹ ذبح کرتا اور دس ہزار افراد کو لباس پہناتا۔ وہ "اللّات" کے نام سے مشہور ہو گیا وہ حاجیوں کے لئے ستو بناتا اور انہیں معروف پہاڑ کے اوپر رکھ دیتا۔ اس پہاڑ کو صَخْرَةُ اللّات کہا جانے لگا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شخص جو ستو رکھتا تھا اس کا تعلق ثقیف سے تھا۔ جب وہ مر گیا تو عمرو نے لوگوں سے کہا "یہ مرا نہیں بلکہ یہ اس چٹان میں داخل ہو گیا ہے" اس نے حکم دیا کہ اس چٹان کے اوپر ایک گھر تعمیر کیا جائے اور لوگ اس کی عبادت کریں۔ اس گھر کو بھی "اللات" کے نام سے تعبیر کیا جانے لگا۔ عمرو کے اس برے فعل کو مداومت ملی اور اس کی اولاد تین سو سال تک لوگوں کو گمراہ کرتی رہی۔ وہاں ایک بت نصب کر دیا گیا تھا اس کا نام بھی اللات ہی رکھا گیا تھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ شخص جس نے پہلے حرم شریف میں بت نصب کئے وہ عمرو ہی تھا اس نے ہی لوگوں کو ان کی پوجا کرنے کی ترغیب دی۔ ابو الولید ازرقی نے اخبار مکہ میں بیان کیا ہے کہ عمرو نے اپنے بیس اونٹوں کی آنکھوں کو پھوڑ دیا تھا۔ اہل عرب میں رواج تھا کہ جب ان کے اونٹوں کی تعداد ایک ہزار ہو جاتی تو نر اونٹ کی ایک آنکھ پھوڑ دیتے۔ جب تعداد دو ہزار ہو جاتی تو اسی

کا وہ مالک ہے''۔

ارشاد ربانی ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ ﴿۱۰۶﴾ (یوسف)

''اور نہیں ایمان لاتے ان میں سے اکثر اللہ کے ساتھ مگر اس حالت میں کہ وہ شریک کرنے والے ہوتے ہیں''۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بت

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے لئے کئی بت نصب کر رکھے تھے جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا (نوح)

اونٹ کی دوسری آنکھ بھی پھوڑ دی جاتی۔ اسی کے متعلق زاجر کہتا ہے۔

وَكَانَ شُكْرُ الْقَوْمِ عِنْدَ الْمِنَنِ كَيُّ الصَّحِيْحَاتِ وَفَقْأُ الْاَعْيُنِ

''احسانات کے وقت قوم کے شکریہ کا انداز یہ تھا کہ وہ صحیح کو داغتی اور آنکھیں پھوڑتی تھی''۔

حضرت ابرہیم علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں تلبیہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد ہمایوں میں یہ تلبیہ پڑھا جاتا تھا۔ ''لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔'' عمرو بن لحی کے زمانہ تک یہی تلبیہ پڑھا جاتا رہا ایک دن عمرو بھی یہی تلبیہ پڑھ رہا تھا شیطان ایک شیخ کی شکل میں متشکل ہو کر اس کے ساتھ تلبیہ کہنے لگا۔ عمرو نے کہا ''لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔'' شیخ نے کہا ''اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ۔'' عمرو نے یہ اضافہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے شیخ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ شیخ نے کہا یوں کہو ''تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ۔'' اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ عمرو بھی یہی تلبیہ کہنے لگا۔ بعد میں یہی تلبیہ پورے عرب میں مشہور ہو گیا۔

قوم نوح کے بت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور ان سے پہلے کی اقوام کی بت پرستی کا ذکر کیا ہے یہ وہی جاہلیت اولی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (احزاب)

''اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے سابق دور جاہلیت میں رواج تھا''۔

''اور رئیسوں نے کہا (اے لوگو! نوح کے کہنے پر) ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور (خاص طور پر) ود اور سواع کو مت چھوڑنا اور نہ یغوث، یعوق اور نسر کو اور انہوں نے گمراہ کر دیا بہت سے لوگوں کو''۔

قبائل عرب اور ان کے بت

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر نے سواع کو اپنا بت بنالیا تھا یہ بت مقام رہاط پر نصب تھا۔ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کو چھوڑ کر اس بت کی پوجا کرنے لگے۔ کلب بن وبرہ نے وَدّ کو اپنا خدا بنالیا تھا۔ یہ بت دُوْمَۃُ الْجَنْدَل میں نصب کیا گیا تھا۔ کعب بن مالک الانصاری نے ان بتوں کی مذمت کی ہے ۔

وَنَنْسَى اللَّاتَ وَالْعُزّٰى وَوَدًّا نَسْلُبُهَا الْقَلَائِدَ وَالشُّنُوفَا

''ہم اللّات، الْعزّیٰ اور وَدّ کو بھول جاتے ہیں ہم ان کے ہار اور قلادے چھین لیتے ہیں''۔

مہلایل بن قینان کے زمانہ میں بت پرستی کا آغاز ہوا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں جن بتوں کی پوجا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کرتی تھی بعد میں اہل عرب نے بھی انہی بتوں کی پرستش کی۔ وہ بت دراصل حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سے صالحین کی تصاویر تھیں۔ جب وہ مر گئے تو شیطان نے انہیں ورغلایا کہ وہ ان صالحین کی مجالس میں بت نصب کر لیں اور انہیں ان ناموں سے ہی پکاریں جوان پاکباز افراد کے نام تھے۔ انہوں نے ایسے ہی کیا انہوں نے خود تو ان بتوں کی پوجا نہ کی ان کے مرنے کے بعد ان کی اولاد انہیں پوجنے لگی۔ امام الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت لکھنے کے بعد رقم کیا ہے کہ سواع ابن شیث کے نام پر نصب کیا گیا بت تھا۔ یغوث ابن سواع کے نام پر نصب تھا اسی طرح یعوق اور نسر بھی صالحین کے ناموں پر نصب تھے۔ آغاز میں لوگ ان کے وسیلے سے اپنی دعائیں مانگتے تھے۔ جب ایک نسل گزر گئی تو دوسری نے کہا ہمارے آباء ان بتوں کی تعظیم اس لئے کرتے تھے کیونکہ وہ انہیں رزق، نفع اور نقصان دیتے تھے۔ انہوں نے ان بتوں کو اپنا معبود بنالیا۔ ان تمام بتوں کے نام سریانی زبان میں تھے بعد میں یہی نام ہند میں بھی منتقل ہو گئے۔ انہوں نے اپنے بتوں کے یہی نام رکھ لئے ان کا گمان تھا کہ سات بڑے ستاروں کی صورتیں اسی طرح ہیں۔ بعض اوقات جنات بتوں کے پیٹوں میں داخل ہو کر آواز نکالتے تھے اور لوگوں کو فتنے میں مبتلا کر دیتے تھے۔ پھر عمرو نے عرب میں بت پرستی کا آغاز کیا اس سے اپنے بتوں کے وہی نام رکھ لئے جو قوم نوح نے رکھے تھے۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ کلب بن

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کلب سے مراد کلب بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہے۔

یغوث اور یعوق

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ طئے میں سے انعم اور اہل جرش نے یغوث کو اپنا معبود بنالیا تھا۔ یہ بت ''جرش'' کے مقام پر نصب تھا۔ طئی سے مراد بنو طئی بن ادد بن مالک ہیں۔ ان کا ایک نسب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ طئی بن ادد بن زید بن کہلان بن سباء۔ ہمدان کی اولاد میں سے خیوان نے سرزمین ہمدان میں یعوق کو اپنا بت بنالیا تھا۔ مالک بن نمط الہمدانی نے یہ شعر یعوق کی مذمت میں کہا ہے

يَرِيشُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَيَبْرِي وَلَايَبْرِي يَعُوقُ وَلَا يَرِيشُ

''دنیا میں نفع اور نقصان پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے یعوق کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے''۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمدان کا نام اوسلہ بن مالک بن زید بن ربیعہ بن اوسلۃ بن خیار بن مالک بن زید بن کہلان بن سباء ہے۔ بعض اسے اوسلۃ بن زید بن اوسلۃ بن

وَبْرۃ نے وَدّ کو اپنا معبود بنالیا تھا۔ وَبْرَة وَبَر کی مؤنث ہے۔ یہ بت دُوْمَةُ الْجَنْدَل کے مقام پر نصب تھا کہا جاتا ہے کہ اس شہر کا نام دومی بن اسماعیل کے نام پر رکھا گیا۔ اس شہر میں سے اس کا گزر ہوا تھا۔ ایک اور شہر کا نام بھی دُوْمہ ہے وہ کوفہ کے قریب ہے۔ دَومہ نامی ایک تیسرا شہر بھی ہے جس کا ذکر اَخْبارُ الرِّدہ میں ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے طئی بن ادد کا ذکر کیا ہے طئی کا نام مالک بھی بتایا جاتا ہے۔ مذحج کو بھی مالک کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ان کو مذحج ان ٹیلوں کی وجہ سے کہا جاتا ہے جہاں وہ خیمہ زن ہوئے۔ طَئیؔ ''الطَأةَ'' سے مشتق ہے اس کا معنی طویل فاصلے طے کرنا ہے (ابن جنی)۔ لیکن امام قتبی فرماتے ہیں یہ طَوی سے مشتق ہے لیکن یہ قول قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ طَيْئًا مہموز ہے طوَیت مہموز نہیں ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مذحج میں جُرَش کا ذکر کیا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ جرش کا تعلق قوم حمیر سے تھا اور مذحج کا تعلق کہلان بن سباء سے تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کہلان حمیر کے بعد سلطنت کا والی بنا ان کا اقتدار تین سو سال تک رہا پھر زمام اقتدار حمیر نے سنبھال لی۔ یہ علامہ مسعودی کا نقطۂ نظر ہے

خیار بھی کہتے ہیں۔ بعض نساب اس کا نسب اس طرح بیان کرتے ہیں ہمدان بن اوسلۃ بن ربیعہ بن مالک بن خیار بن مالک بن زید بن کہلان بن سباء۔

نسر اور عمیانس

حمیر قوم میں سے ذوالکلاع نے نسر کو اپنا بت بنالیا تھا وہ حمیر کی زمین میں نسب کیا گیا تھا۔ قبیلہ خولان کے بت کا نام عمیانس تھا وہ خولان میں نصب تھا۔ وہ اپنے چوپاؤں اور کھیتوں کو اللہ تعالیٰ اور بتوں کے درمیان تقسیم کرتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حصہ میں عمیانس کا حصہ چلا جاتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور اگر عُمیانس کا حصہ اللہ تعالیٰ کے حصہ میں شامل ہو جاتا تو وہ اسے واپس کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات ان کے بارے میں ہی نازل فرمائیں:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (انعام)

''اور انہوں نے بنا رکھا ہے اللہ کے لئے اس سے جو پیدا فرماتا ہے فصلوں اور مویشیوں سے مقررہ حصہ اور کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کے

دار قطنی کہتے ہیں جُرَش اور حُرَش دونوں بھائی تھے یہ دونوں علیم بن جناب الکلبی کے بیٹے تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن نمط الہمدانی کا شعر ذکر کیا ہے اس کی کنیت ابو ثور تھی۔ اس کا لقب ذُوالمِعْشَار تھا۔ اس کا تعلق بنو خازف سے تھا کہا جاتا ہے کہ یہ یام بن اَصی کی اولاد میں سے تھا۔ ان دونوں کا تعلق ہمدان سے تھا مالک نے اپنے شعر میں یَرِیْشُ استعمال کیا ہے یہ رِشْتُ السَّهْمَ وَبَرِيْتُهٗ سے مشتق ہے۔ یہ نفع یا نقصان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ سوید کا شعر ہے۔

فَرِشْنِي طَالَمَا قَدْ بَرَيْتَنِيْ وَ خَيْرُ الْمَوَالِي مَنْ يَرِيْشُ وَلَا يَبْرِيْ

''تو مجھے نفع دے۔ کبھی کبھی تو نے مجھے نقصان بھی دیا ہے بہترین مددگار وہ ہوتا ہے جو نفع ہی دیتا ہے نقصان نہیں دیتا''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ملکانی کا یہ قول ذکر کیا ہے فَشَتَّتَنَا فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدٍ۔ لغت عربی میں معرفہ مبتدا اور خبر پر صرف اس وقت لا داخل کیا جاتا ہے جب لا کا تکرار ہو اگر لا کا تکرار نہ ہو تو پھر یہ جائز نہیں مثلاً لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو۔ لیکن سیبویہ نے ''لا'' کے تکرار کے بغیر بھی اس کو جائز قرار دیا ہے بطور دلیل اہل عرب کا یہ قول پیش کیا ہے لَا نَوْلُكَ اَنْ تَفْعَلَ۔ وہ کہتے ہیں اس کا

لئے۔ تو وہ (حصہ) جو ہوان کے شریکوں کے لئے تو وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کو اور جو (حصہ) ہو اللہ تعالیٰ کے لئے تو وہ پہنچ جاتا ہے ان کے شریکوں کو کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے خولان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے خولان بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ۔ اس کا نسب اس طرح بھی بیان کیا جاتا ہے خولان بن عمرو بن مرۃ بن ادد بن زید بن مہسع بن عمرو بن عریب بن زید بن کہلان بن سباء۔ بعض اہل نسب اس نسب کو یوں بھی بیان کرتے ہیں خولان بن عمرو بن سعد العشیرہ بن مذحج۔

سعد نامی بت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بنو ملکان بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بھی ایک بت کی پوجا کرتے تھے۔ اس کا نام سعد تھا یہ بت ایک بہت بڑی چٹان پر نصب تھا۔ ایک دفعہ بنو ملکان کا ایک شخص اپنے بیمار اونٹ لے کر "سعد" کے پاس گیا تاکہ اس کی برکت سے انہیں شفاء حاصل ہو۔ جب اونٹوں نے اتنا بڑا بت دیکھا تو وہ ڈر کر بھاگ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر ملکانی بڑا ناراض ہوا اس نے ایک پتھر اٹھایا اور بت کو دے مارا وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ تجھے بے برکت کرے تو نے میرے اونٹوں کو بھگا دیا ہے پھر وہ اپنے اونٹوں کی جستجو میں نکلا۔ جب اس نے انہیں تلاش کر

معنی یہ ہے لَا یَنْبَغِی اَنْ تَفْعَلَ۔ اسی طرح ملکانی نے یہ مصرعہ سعد سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے خبر کی رو سے نہیں کہا اس کے کلام کا مفہوم یہ ہے فَلَا نَتَوَلّٰی سَعْدًا وَلَا نَدِیْنُ بِہٖ۔ نہ تو ہم سعد کو دوست بناتے ہیں اور نہ ہی اس کا دین اپناتے ہیں۔ مبتداء پر لَا داخل کرنے کی یہ تعبیر عمدہ ہے۔

بِتَنُوْفَۃٍ۔ چٹیل میدان کو تَنُوفَہ کہتے ہیں اس کی جمع تَنَائِفُ آتی ہے یہ فَعُوْلَۃ کے وزن پر ہے اگر یہ النَّوْف سے تفعَلہ کے وزن پر ہوتا تو اس کی جمع تَنَاوِف ہوتی تَفْعَلَۃ کے وزن پر آنے کے لئے شرط یہ ہے کہ واؤ مضموم ہوتا کہ فعل کے مبنی ہونے کا شبہ پیدا نہ ہو۔ اگر کہا جائے کہ یہ تُنُوفَہ ہے تو احتمال ہے کہ یہ فُعُوْلہ اور تَفُعُلہ کے وزن پر ہوگا مثلاً تُنُفُلَہ لیکن افعال میں یہ وزن مستعمل ہی نہیں۔ علم صرف کا یہ مسئلہ انتہائی دقیق ہے۔

ملکان بن کنانہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ملکان بن کنانہ کا تذکرہ کیا ہے ابو جعفر بن حبیب النسابہ نے لکھا ہے کہ لغت عرب کے تمام مِلْکان میم کے کسرہ اور لام کے سکون کے ساتھ ہیں سوائے ان مَلَکان کے جو قضاعہ کے نسب میں اور السکون کے نسب میں ہیں یہ میم اور لام کی فتح کے ساتھ ہیں۔ مَلَکانِ

لیا تو پھر اس بت کی مذمت میں یہ شعر کہے

اَتَیْنَا اِلٰی سَعْدٍ لِیَجْمَعَ شَمْلَنَا   فَشَتَّتَنَا سَعْدٌ، فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدِ

وَھَلْ سَعْدٌ اِلَّا صَخْرَۃٌ بِتَنُوْفَۃٍ   مِنَ الاَرْضِ لَاتَدْعُوْ لِغَیٍّ وَلَا رُشْدِ

''ہم سعد کے پاس آئے تا کہ وہ ہمارے بکھرے ہوئے اونٹوں کو جمع کر دے لیکن اس نے انہیں اور بھی منتشر کر دیا اب ہمارا سعد سے کوئی تعلق نہیں ہے سعد کیا ہے؟ وہ بلند و بالا زمین کے اوپر ایک چٹان ہی ہے وہ کسی گمراہی یا ہدایت کی طرف دعوت نہیں دیتا''۔

دوس کا بت

عمرو بن حممہ الدوسی کا بھی ایک پتھر کا بت تھا اس کا ذکر اس کے مقام پر آئے گا۔ دوس کا نسب یہ ہے دوس بن عدثان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن اسد بن غوث۔ بعض نساب اس کا یہ نسب بیان کرتے ہیں دوس بن عبداللہ بن زہران بن اسد بن غوث۔

ہبل

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش نے بھی اپنے لئے ایک بت نصب کر رکھا تھا انہوں نے اسے کعبہ کے وسط میں کنویں کے اوپر لٹکا رکھا تھا۔ اس کو ہبل کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کا ذکر بھی عنقریب آئے گا۔

قضاعہ سے مراد ابن جرم بن ربان بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہے۔ مَلَکان السکون سے مراد ابن عباد بن عیاض بن عقبہ بن السکون بن اشرس ہے۔ ہمدانی کہتے ہیں کہ مَلَکان بن جرم کا اعراب بھی یہی ہے وہ کہتے ہیں یہ غَطَفَان کی طرح ہے۔ ابن حبیب کہتے ہیں کہ خزاعہ کے مشائخ کہتے تھے ملَکان لام کے فتح کے ساتھ ہے۔ ابوالولید نے ملکان کا نسب اسی طرح بیان کیا ہے ملکان بن افصی بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ابوعلی القالی نے اپنے شیوخ سے ذکر کیا ہے کہ لغت عرب میں تمام مِلْکان میم کے کسرہ کے ساتھ ہیں سوائے جرم بن ربان کے۔

ابن حبیب النسابہ کے باپ کا نام حبیب تھا لیکن ابن مغربی کہتے ہیں کہ یہ ابن حبیب تھا اور اپنی ماں کی طرح منسوب تھا لیکن دیگر علماء نے اس کا انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کے باپ کا نام حبیب بن المحبر تھا جو کافی مشہور تھا۔

اساف اور نائلہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش مکہ نے اساف اور نائلہ کو بھی اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ یہ بت آبِ زمزم کے کنویں کے اوپر نصب تھے۔ قریش مکہ ان کے پاس قربانیاں کرتے تھے۔ اساف اور نائلہ کا تعلق بنو جرہم سے تھا۔ اساف کے باپ کا نام بغی اور نائلہ کے باپ کا نام دیک تھا۔ ان دونوں نے خانہ کعبہ میں بدفعلی کی اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھر بنا دیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے اور وہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتی ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ ہم سنا کرتے تھے کہ اساف اور نائلہ کا تعلق قبیلہ جرہم سے تھا انہوں نے کعبہ میں بدکاری کی اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھر بنا دیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابوطالب کا یہ شعر ہے ۔

وَحَيْثُ يُنِيْخُ الْاَشْعَرُوْنَ رِكَابَهُمْ بِمُفْضَى السُّيُوْلِ مِنْ اِسَافٍ وَنَائِلِ

''اس جگہ جہاں اشعری اپنے اونٹوں کو بٹھاتے ہیں جو اساف اور نائلہ کے ساتھ سیلابوں کے بہنے کی جگہ ہے''۔

اساف اور نائلہ

رزین نے فضائل مکہ میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں وہاں بدکاری کی مہلت نہ دی۔ لیکن اساف نے نائلہ کا بوسہ لیا جس سے وہ دونوں پتھر بن گئے۔ انہیں صفا اور مروہ پر منتقل کر دیا گیا انہیں وہیں نصب کر دیا گیا تا کہ لوگ ان سے عبرت پکڑیں۔ لیکن عمرو بن لحی نے انہیں کعبہ میں منتقل کر دیا اور انہیں آبِ زمزم کے کنویں کے اوپر نصب کر دیا۔ لوگ کعبہ کا طواف کرتے اور ان کے اردگرد بھی چکر لگاتے پھر لوگوں نے ان کو بھی پوجنا شروع کر دیا۔ ہبل نامی بت عمرو ہیت سے لے کر آیا تھا اسے بھی کعبہ میں نصب کیا گیا۔ امام واقدی نے ذکر کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے نائلہ کو پارہ پارہ کیا تو اس میں سے ایک کالی بڑھیا نکلی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اَحْدَثَا فِی الْكَعْبَةِ۔ حَدَث سے مراد فسق و فجور ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحْدَثَ (فِيْهَا) اَوْ آوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ(وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ) ۔

''جس نے مکہ معظمہ میں فسق و فجور کیا یا کسی فاسق کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور تمام لوگوں

اہل عرب کی بت پرستی کا طریقہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل عرب میں سے ہر گھر کا علیحدہ بت تھا وہ سارا گھر اسی کی پوجا کرتا تھا ان میں سے جب کوئی شخص عازم سفر ہونے لگتا تو وہ سب کے آخر میں اپنے بت کو چھوتا۔ جب وہ اپنے سفر سے واپس آتا تو سب سے پہلے اپنے بت کو مس کرتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم ﷺ کو توحید کے ساتھ مبعوث کیا تو قریش نے کہا:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ (ص)

"کیا بنا دیا ہے اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ ایک خدا۔ بیشک یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے"۔

اہل عرب نے کعبہ کے ساتھ طواغیت بنا رکھے تھے۔ طواغیت سے مراد وہ گھر ہیں جن کی تعظیم اہل عرب بیت اللہ کی طرح کرتے تھے ان پر مجاور اور دربان مقرر تھے۔ ان کے لئے وہ اسی طرح قربانیاں کرتے تھے جس طرح بیت اللہ کے لئے کرتے تھے۔ وہ ان کے پاس اپنے جانور ذبح کرتے وہ ان گھروں کا بھی اسی طرح طواف کرتے تھے جس طرح وہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ اس کے باوجود وہ بیت اللہ کی فضیلت کو تسلیم کرتے تھے انہیں معلوم تھا کہ اس مقدس گھر کے معمار حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں اور یہ ان کی مسجد تھی۔

عزیٰ اور اس کے مجاور

قریش اور بنو کنانہ کے لئے ایک مخصوص بت تھا اس کا نام عزیٰ تھا۔ وہ نَخْلَه کے مقام پر نصب تھا۔ اس کے مجاور اور نگران بنو شیبان تھے۔ بنو شیبان بنو ہاشم بالخصوص بنو ابی طالب کے حلیف تھے۔ بنو شیبان کا تعلق سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان تھا۔ ایک شاعر (ابو خراش) کے شعر ہیں۔

لَقَدْ اُنْكِحَتْ اَسْمَاءُ رَاْسَ بُقَيْرَةٍ مِنَ الْاُدْمِ اَهْدَاهَا اِمْرَؤٌ مِنْ بَنِيْ غَنْمٍ

کی لعنت ہے"۔

جب مدینہ طیبہ میں زلزلہ آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اَحْدَثْتُم تم نے گناہ کیے ہیں قسم بخدا اگر دوبارہ زلزلہ آیا تو میں تمہارے سامنے نکل آؤں گا۔

حضرت ابوطالب کے شعر میں نَائِلِ میں ترخیم کی گئی ہے اگرچہ اس میں ندا نہیں ہے۔

رَاَى قَدَعًا فِي عَيْنِهَا اِذْ يَسُوْقُهَا اِلَى غَبْغَبِ الْعُزّٰى فَوَسَّعَ فِي الْقَسْمِ

"اسماء کے جہیز میں ایک کمزور گائے کا سر دیا گیا تھا جو سرخ رنگ کی تھی اور بنو غنم میں سے ایک شخص نے اسے قربان کیا تھا۔ وہ گائے کو عزیٰ نامی بت کی جانب ہانک کر لے جا رہا تھا۔ جب اس نے اس کی آنکھوں میں عیب دیکھا تو اسے قربان کر کے گوشت میں اضافہ کر لیا۔"

اہل عرب میں یہ رواج تھا کہ جب وہ کسی جانور کو ذبح کرتے تو اس کا گوشت حاضرین میں تقسیم کر دیتے تھے وہ لوگ جو کعبہ کے معاملات کی دیکھ بھال کرتے تھے ان کو السَّدَنَةُ کہا جاتا تھا۔ رؤبۃ بن عجاج نے اپنے اس شعر میں اس کا ذکر کیا ہے۔

فَلَا وَرَبِّ الآمِنَاتِ الْقُطَّنِ يَعْمُرْنَ اَمْنًا بِالْحَرَامِ الْمَاْمَنِ
بِمَحْبِسِ الْهُدْىِ وَبَيْتِ الْمَسْدَنِ

"ان کبوتروں کی قسم جو اس جگہ مقیم ہیں جہاں قربانی کے جانوروں کو روکا جاتا ہے جہاں کعبہ کے متولیوں کے گھر ہیں وہ امن و آشتی کے ساتھ حرم شریف میں آباد ہیں۔"

اللّات اور اس کے نگران:۔ اللّات بنو ثقیف کا بت تھا۔ یہ طائف میں نصب کیا گیا تھا اس کے نگران اور پہرے دار بنو معتب تھے۔

مَنَاۃ اور اس کے نگہبان

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "مَنَاۃ" بت اوس اور خزرج کے لئے مخصوص تھا بلکہ یثرب کا ہر فرد اس کو اپنا معبود تسلیم کرتا تھا۔ ان کا ہم مذہب بھی اسے اپنا خدا مانتا تھا یہ بت ساحل سمندر پر مُشَلَّل کے پاس مقام "قُدَيْد" پر نصب تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں الکمیت بن زید جس کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ بن مدرکہ سے تھا نے اپنے اس شعر میں مناۃ کا ذکر کیا ہے۔

وَقَدْ آلَتْ قَبَائِلُ لَا تُوَلِّي مَنَاةَ ظُهُوْرَهَا مُتَحَرِّفِيْنَا

"حالانکہ چند قبائل نے قسمیں اٹھا کر یہ پختہ عہد کیا تھا کہ وہ مڑ کر اپنی پشتیں مناۃ کی طرف

الغَبْغَبُ۔ خون کے بہنے اور ذبح کرنے کی جگہ مراد ہے۔ یہ وہ آواز ہے جو خون کے نکلنے سے پیدا ہوتی ہے اسی آواز سے اس جگہ کا نام رکھ دیا گیا۔ ممکن یہ ہے کہ یہ اہل عرب کے قول بِئرٌ بُغْبُغٌ سے مقلوب ہو جب کنویں میں بہت زیادہ پانی ہو تو اسے بِئرٌ بُغْبُغٌ یا یُغَيْبَغٌ کہتے ہیں۔ اس شعر میں مذمت کی گئی ہے۔ مہجو کو اس گائے کے سر سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی نظر ختم ہو جانے والی ہو اور وہ ذبح کرنے اور تقسیم کرنے کے قابل ہو۔

نہیں کریں گے۔"

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے مناۃ کو گرانے کے لئے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا انہوں نے اسے گرادیا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "مناۃ" کے گرانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

ذُوالْخَلَصَہ اور اس کا انہدام

دوس، خثعم اور بجیلہ کا ایک بت تھا۔ اہل عرب میں سے ایک شخص کا باپ قتل ہو گیا۔ اس نے قاتلین سے اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہا اس نے ذُوالْخَلَصَہ کے پاس جا کر اپنے تیروں سے فال لی۔ فال میں وہ تیر نکل آیا جس پر انتقام نہ لینے کا لکھا ہوا تھا اس وقت اس نے یہ شعر کہے

لَوْ كُنْتَ يَاذَالْخَلَصِ الْمَوْتُوْرَا مِثْلِي وَكَانَ شَيْخُكَ الْمَقْبُوْرَا
لَمْ تَنْهَ عَنْ قَتْلِ الْعُدَاةِ زُوْرًا

"اے ذوالخلص! اگر تو میری [illegible] کا بدلا لینے سے عاجز ہوتا اور تیرا بزرگ (باپ) قبر میں ہوتا تو مجھے سواروں کو قتل کرنے سے نہ روکتا۔"

یہ اشعار امرء القیس بن حجر الکندی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذُوالْخَلَصَہ کی طرف بھیجا انہوں نے اسے گرادیا۔

ذُوالْخَلَصَہ کی مزید تشریح

لغت میں خَلَص اس بیل کو کہتے ہیں جو درخت پر چڑھ جاتی ہے اس کی خوشبو بڑی عمدہ ہوتی ہے اس کا پھل مکوے کی طرح ہوتا ہے خَلَصَہ کی جمع خَلَصٌ ہوتی ہے۔ وہ شخص جس نے ذُوالْخَلَصَہ کے پاس تیروں سے فال گیری کی تھی اس کا نام امرء القیس بن حجر تھا۔ اس نے تین تیروں: 1۔ الزَّاجِر، 2۔ الآمِر، 3۔ الْمُتَرَبِّص سے فال پکڑی۔ فال میں وہ تیر نکلا جس پر الزَّاجِر لکھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر اس نے بت کو گالیاں دیں اور اس کے منہ پر پتھر دے مارا پھر اس نے وہ شعر کہے جن کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے اس کے بعد اس پتھر (بت) کے پاس کسی شخص نے فال نہ پکڑی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کا بول بالا کر دیا۔ آج اس جگہ ایک جامع مسجد تعمیر کی گئی ہے وہاں عَبَلَات شہر آباد ہے۔ امرء القیس کا نام حُنْدُج تھا۔ حُنْدُج اس بوٹی کو کہتے ہیں جو ریت میں پیدا ہوتی ہے۔ قَیس کا معنی شدت اور بہادری ہے۔

فَلْس اوراس کے پجاری

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ طے اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کے بت کا نام فلس تھا۔ یہ سلمٰی اور اجاء کے پہاڑوں پر نصب تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فلس گرانے کے لئے بھیجا انہیں وہاں دو تلواریں ملیں۔ ایک کا نام الرَّسُوب اور دوسری کا نام الِمخْذَم تھا۔ انہوں نے وہ تلواریں بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیں۔ آپ ﷺ نے وہ تلواریں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی عطا فرما دیں پھر یہ تلواریں ان کے پاس ہی رہیں۔

شاعر کہتا ہے ۔

اَنْتَ عَلَى الاَعْدَاءِ قَيْسٌ وَنَجْدَةٌ وَاَنْتَ عَلَى الاَدْنَى بِشَامٌ وَنَوْفَلٌ

"تو دشمن کے لئے بہادر اور دلیر ہے جبکہ کمزور کے لئے ہشام اور نوفل کی طرح ہے۔"

مرْقَيسِيٌّ اسی کی منسوب ہے۔ اس کے علاوہ تمام امری القیس امرَئِیٌّ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حندج امریٔ القیس بن عابس کا نام تھا۔ یہ دونوں ہم عصر تھے ابن عابس بھی کندی تھا اس لئے دونوں میں مغالطہ ہوتا ہے۔

لَمْ تَنْهَ عَنْ قَتْلِ العُدَاةِ زُوْرًا۔ زُوْرًا نَهْيٌ مصدر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے دراصل نَهْيًا زُوْرًا تھا۔ اس صورت میں مصدر یا تو حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے یا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے جب مصدر کو حذف کر دیا جائے اور صفت کو اس کے قائم مقام رکھا جائے تو اس وقت وہ صرف حال ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے سَارُوْا رُوَيْدًا، سَارُوْا شَدِيْدًا۔ اس صورت میں اگر فعل کو مجہول ذکر کیا جائے تو پھر اس صفت کو رفع دینا جائز نہیں کیونکہ وہ حال ہوتی ہے اور اگر ساتھ ہی مصدر کا بھی ذکر کر دیا جائے تو پھر اسے مرفوع پڑھنا جائز ہوتا ہے۔ مثلاً مذکورہ بالا مثال کو یوں ذکر کرنا درست ہے۔ سِيْرَ عَلَيْهِ سَيْرٌ رُوَيْدٌ۔ یہ سیبویہ کا نقطۂ نظر ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب مصدر کو حذف کر دیا جاتا ہے تو پھر اس صفت کا حکم اور ہوتا ہے اور جب مصدر کو ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا حکم اور ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مفعول کو حذف کر دیا جائے تو پھر صفت کو اس کے قائم مقام نہیں رکھا جا سکتا۔ كَلَّمْتُ شَدِيْدًا اور ضَرَبْتُ طَوِيْلاً کہنا درست نہیں۔

جب صفت میں عمومیت کا مفہوم پایا جاتا ہو تو پھر اس طرح کرنا اور بھی قبیح ہو جاتا ہے جبکہ حال کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ وہ حال ظرف کے قائم مقام ہوتا ہے اور اگر وہ صفت بھی ہو تو موصوف اس کے

رئام اور اس کے پجاری:۔ حمیر اور اہل یمن نے صنعاء میں ایک گھر تعمیر کر رکھا تھا وہ اس میں عبادت کرتے تھے۔ اس کو رئام کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

رضاء اور اس کا انہدام

بنو ربیعہ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کا ایک بت تھا۔ جب اسلام کا آفتاب جہاں

ساتھ ہی ہوتا ہے۔ یہ وہی اسم ہوتا ہے جس کا حال صفت ہوتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا (مومنون:۱۱۵)

"کیا تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے۔"

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالخلصہ کو گرانے کے لئے بھیجا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے وصال مبارک سے دو ماہ قبل انہیں اس اہم مہم پر روانہ کیا۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "نبی اکرم ﷺ نے مجھے ایک سو پچاس سواروں کے ہمراہ احمس سے ذوالخلصہ کی طرف بھیجا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں گھوڑے پر نہیں ٹھہر سکتا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا۔

"مولا اسے ثابت فرما اور اسے راہ نما اور ہدایت یافتہ بنا"۔

ذُوالخَلَصَه کو "الکَعْبَةُ الیَمَانِیَةُ والشَّامِیَةُ" کہا جاتا تھا لیکن اس کا مفہوم مشکل ہے۔ الشَّامِیَه سے مراد بیت الحرام ہے۔ "الیَمَانِیَه" کی زیادتی غلطی ہے اگر اس کو ختم کر دیا جائے تو معنی صحیح ہو سکتا ہے۔ یہ حدیث مسلم شریف اور بخاری شریف میں اسی طرح ہے لیکن میرے نزدیک یہ زیادتی غلطی نہیں ہے اس کا معنی یہ ہوگا "اسی وجہ سے کعبہ کو کعبہ شامیہ کہا جاتا ہے اور وہی کعبہ یمانیہ ہے" یہ معنی عجیب تر نہیں ہے۔ ابن ابی ربیعہ کہتا ہے ۔

وَقُمَيْرٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَدْ لَاحَ، لَهُ قَالَتِ الفَتَاتَانِ قُوْمَا

"وہ آخری شب کا چھوٹا سا چاند تھا جو چمکا، اس کو دو لڑکیوں نے کہا ٹھہر جا۔"

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ذو الخُلُصه خاء اور لام کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں کو فتح دیتے ہیں یہ وہ بت ہے آخری زمانہ میں جس کی پوجا کی جائے گی۔

حدیث شریف میں ہے "قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ دوس اور خثعم کی آہ وزاری کرنے والی عورتیں

تاب طلوع ہوا تو اس بت کو گرا دیا گیا۔ اس وقت مستوغر بن ربیعہ نے یہ اشعار کہے ۔

وَلَقَدْ شَدَدْتُ عَلٰی رُضَاءٍ شَدَّةً فَتَرَكْتُهَا قَفْرًا بِقَاعٍ أَسْحَمَا

''میں نے رضاء پر شدید حملہ کیا اور اسے ایک وسیع میدان میں عریاں کر کے رکھ دیا۔''

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں دوسرا مصرعہ بنوسعد کے ایک شخص کا ہے۔

مستوغر کی عمر

بیان کیا جاتا ہے کہ مستوغر کی عمر تین سو تیس سال تھی وہ تمام قبیلہ مضر سے طویل العمر شخص تھا۔

وہ درازیٔ عمر سے تنگ آ کر کہتا ہے ۔

وَلَقَدْ سَئِمْتُ مِنَ الْحَيَاةِ وَطُولِهَا وَعَمِرْتُ مِنْ عَدَدِ السِّنِيْنَ مِئِيْنَا

مِائَةٌ حَدَتْهَا بَعْدَهَا مِئَتَانِ لِي وَازْدَدْتُ مِنْ عَدَدِ الشُّهُوْرِ سِنِيْنَا

هَلْ مَابَقِيَ إِلَّا . كَمَا قَدْ فَاتَنَا يَوْمٌ يَمُرُّ وَلَيْلَةٌ تَحْدُوْنَا

''میں زندگی کی اس طوالت سے اکتا چکا ہوں۔ میری عمر کئی سو سال ہے میں کہنہ سال ہو چکا

ذوالخلصہ کے اردگرد ماتم کریں گی''۔

سلمٰی اور اَجا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بنوطے کے ان شہروں کا ذکر کیا ہے جو سلمٰی اور اَجا کے مابین ہیں۔

ابن کلبی وغیرہ سے روایت ہے کہ اَجا ایک شخص کا نام تھا۔ وہ اَجا بن عبدالحی تھا۔ اس نے سلمٰی بنت حام سے بدفعلی کی یا اس پر تہمت لگائی گئی پھر انہیں ان دو پہاڑوں میں پھانسی دی گئی۔ وہاں ایک تیسرا پہاڑ بھی ہے جو عوجاء کے نام سے مشہور ہے۔ عوجاء سلمٰی کی دایہ تھی وہ اس کے اور اجاء کے مابین سفیر تھی اسے اس تیسرے پہاڑ پر پھانسی دی گئی۔

مستوغر کی عمر

مستوغر کا نام کعب بن ربیعہ تھا۔ ابن درید نے کہا ہے کہ اس کو اس شعر کی وجہ سے مستوغر کہتے ہیں ۔

يَنِشُّ الْمَاءُ فِي الرَّبَلَاتِ مِنْهُ نَشِيْشَ الرَّضْفِ فِي اللَّبَنِ الْوَغِيْرِ

''اس سے پانی ان کی جڑوں میں اس طرح آواز نکالتا ہے جس طرح گرم دودھ میں گرم پتھر آواز نکالتا ہے''۔

ہوں۔ سوسال گزرنے کے بعد اور ایک سوسال گزر چکا ہے بلکہ میری عمر تین سوسال سے بھی کئی سال اور کئی ماہ اوپر ہو چکی ہے باقی بھی وہی چیز رہ گئی ہے جو پہلے گزر چکی ہے دن گزر جاتا ہے اور

وَغِیر گرمی کی انتہاء کو کہا جاتا ہے۔ علامہ قتبی بیان کرتے ہیں کہ مُستَوغِر عکاظ کے میلہ میں گیا اس کے ساتھ اس کا پوتا تھا۔ پوتا انتہائی بوڑھا تھا، دادا پوتے کی راہنمائی کر رہا تھا۔ ایک شخص نے مستوغر سے کہا ''اس بوڑھے سے نرم سلوک کرو اس نے طویل عرصہ تک تمہارے ساتھ نرم رویہ رکھا ہے''۔ مستوغر نے اس شخص سے کہا ''تمہارے نزدیک اس کا میرے ساتھ کیا رشتہ ہے؟'' اس نے کہا یہ بوڑھا یا تو تمہارا دادا ہے یا باپ۔ مستوغر نے کہا نہیں ''یہ میرا پوتا ہے''۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا ''میں نے آج کے دن جیسا عمدہ دن اور مستوغر بن ربیعہ جیسا عمر رسیدہ شخص نہیں دیکھا''۔ مستوغر نے کہا ''مستوغر تو میں ہی ہوں'' پھر اس نے وہ اشعار پڑھے جو ابن ہشام نے ذکر کیے ہیں۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ بعض لوگ ان اشعار کو زہیر بن جناب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ زہیر سے مراد ابن جناب بن ہبل بن عبداللہ بن کنانہ بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ ہے۔ یہ دو عمر رسیدہ آدمیوں میں سے ایک تھا یا اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

يَابُنَيَّ اِنْ اَهْلِكْ فَاِنِّي قَدْ بَنَيْتُ لَكُمْ بَنِيَّه
وَتَرَكْتُمْ اَبْنَاءَ سَادَا تٍ زِنَادُهُمْ وَرِيَّه
مِنْ كُلِّ مَا نَالَ الْفَتٰى قَدْ نِلْتُهُ اِلَّا التَّحِيَّة

''اے میرے بیٹے اگر میں مر بھی جاؤں تو میں نے تمہارے لئے ایک پختہ عمارت تعمیر کر دی ہے۔ میں ایسے سردار بیٹے چھوڑ کر جاؤں گا جن کا چقماق آگ نکالتا ہے میں نے ہر وہ مقام حاصل کیا جو ایک جوان حاصل کر سکتا تھا لیکن مجھے بقا نہ مل سکی۔''

ان اشعار میں التَّحِیَّہ سے مراد یا تو بادشاہی ہے یا بقائے دوامی۔ بنو کلب کے قبائل میں زہیر اور اس کے بھائی سردار بنے۔ یہ چار بھائی تھے جن کے نام یہ ہیں: 1۔ زہیر، 2۔ عدی، 3۔ حارثہ، 4۔ مالک۔ مالک کو اَصَمّ بھی کہا جاتا ہے اسے اس شعر کی وجہ سے اصم کہا جاتا ہے۔

اَصَمُّ عَنِ الْخَنَا اِنْ قِيْلَ يَوْمًا وَفِي غَيْرِ الْخَنَا اُلْفٰي سَمِيْعًا

''اگر کسی دن فحش گوئی کی جائے تو میں اس سے بہرہ ہو جاتا ہوں اور فحش گوئی کے علاوہ ہر بات میں خوب غور سے سننے والا ہو جاتا ہوں''۔

حارثہ بن جناب اور علیم بن جناب اس کے بھائی ہیں۔ بنو کعب بن علیم کا تعلق بھی اسی خاندان

رات ہماری حدی خواں ہوتی ہے"۔

سے ہے لیکن وہ اپنی ماں زید بنت مالک کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں انہیں بنو زید کہا جاتا ہے۔ حضرت رباب بنت امرئ القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زوجہ محترمہ تھیں۔ان کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے۔

أُحِبُّ لِحُبِّهَا زَيْدًا جَمِيْعًا وَنَثْلَةَ كُلَّهَا وَبَنِي الرَّبَابِ
وَأُخْرٰى لِاَنَّهَا مِنْ آلِ لَامٍ أُحِبُّهُمْ وَطُرَّ بَنِي جَنَابِ

"کیونکہ وہ تمام زید سے محبت کرتے ہیں اس لئے میں ان سے پیار کرتا ہوں میں نثلہ اور بنو رباب سے پیار کرتا ہوں۔میں اس لئے بھی ان سے محبت کرتا ہوں کیونکہ وہ آل لام سے ہیں ان سے اور تمام بنو جناب سے عقیدت رکھتا ہوں"۔

مستوغر کے علاوہ اہل عرب میں سے وہ اشخاص جن کی عمر دو سو سال یا تین سو سال سے زیادہ ہوئی وہ درج ذیل ہیں: 1۔زہیر، 2۔عبید بن شریہ، 3۔دغفل بن حنظلہ النسابہ، 4۔الربیع بن ضبع الفزاری، 5۔ذوالاصبع العدوانی، 6۔نصر بن دہمان بن اشجع بن ریث بن غطفان۔نصر بن دہمان کے سر کے بال سفید ہونے کے بعد سیاہ ہو گئے تھے۔اس کی کمر ٹیڑھی ہونے کے بعد سیدھی ہو گئی تھی۔ایک شاعر اس کے متعلق کہتا ہے۔

لِنَصْرِبْنِ دُهْمَانَ الْهُنَيْدَةَ عَاشَهَا وَتِسْعِيْنَ حَوْلًا ثُمَّ قُوِّمَ فَانْصَاتَا
وَعَادَ سَوَادُ الرَّأْسِ بَعْدَ ابْيِضَاضِهٖ وَلٰكِنَّهٗ مِنْ بَعْدِ ذَالِكَ قَدْمَاتَا

"نصر بن دہمان پر تعجب ہے جس نے ایک سو نوے سال زندگی گزاری تھی پھر اس کی کمر سیدھی ہوگئی۔وہ سیدھا ہو گیا، اس کے بال سفید ہونے کے بعد سیاہ ہو گئے لیکن اس کے بعد بالآخر موت ہی اس کا مقدر ہوئی"۔

اہل عرب کے نزدیک اس کا معاملہ عجیب تر تھا۔ان تمام سے زوید کی عمر سب سے زیادہ تھی اس کا نام زید بن نہد تھا۔وہ قبیلہ قضاعہ سے تھا۔قضاعہ کے معروف قبائل نہد کی طرف ہی منسوب ہوتے ہیں۔ زوید نے چار سو سال عمر پائی۔عرب میں اس کے کئی آثار موجود تھے، کئی اہم واقعات اور اہم جنگوں میں اس نے شرکت کی جب اس کی موت قریب آئی تو اس نے یہ اشعار پڑھے

اَلْيَوْمَ يُبْنٰى لِزُوَيْدٍ بَيْتُهٗ وَمَغْنَمٍ يَوْمَ الْوَغٰى حَوَيْتُهٗ
وَمِعْصَمٍ مُوَشَّمٍ لَوَيْتُهٗ لَوْ كَانَ لِلدَّهْرِ بِلًى اَبْلَيْتُهٗ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اشعار زہیر بن جناب الکلبی کے ہیں۔

ذو الکَعَبات اور اس کے پجاری

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ذو الکعبات بکر، تغلب، بنو وائل اور ایاد کا بت تھا۔ یہ سَنْدَاد کے مقام پر نصب تھا۔ اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ اسی کے متعلق کہتا ہے۔

بَیْنَ الخَوَرْنَقِ والسَّدِیْرِ وَبَارِقٍ وَالبَیْتِ ذِی الکَعَبَاتِ مِنْ سَنْدَادِ

"خورنق، سدیر، بارق اور ذو الکعبات کے گھر جو سنداد میں ہیں ان کے مابین۔"

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ شعر اسود بن یعفر النہشلی کا ہے۔ نہشل کا نسب یہ ہے نہشل بن دارم بن مالک بن زید بن مناۃ بن تمیم۔ ابو محرز خلف الاحمر نے مجھے یہ شعر اس طرح روایت کیا ہے۔

اَہْلُ الخَوَرْنَقِ وَالسَّدِیْرِ وَبَارِقٍ وَالبَیْتِ ذِی الشُّرُفَاتِ مِنْ سَنْدَادِ

"وہ خورنق، سدیر، بارق اور ان کنگروں والے گھر کے مالک ہیں جو سنداد میں ہے"۔

اَوْ کَانَ قِرْنِی وَاحِدًا کَفَیْتُہٗ

"آج زوید کے لئے اس کا گھر بنا دیا جائے گا۔ میں (زوید) نے جنگ کے دن کتنا ہی مال غنیمت اکٹھا کیا۔ میں نے مضبوط کلائی کو مروڑا۔ اگر زمانے کے پاس کوئی آزمائش تھی تو میں اس کا چیلنج قبول کر چکا ہوں اور اگر میرا مدمقابل اکیلا تھا تو میں اس کو بھی کافی ہو چکا ہوں"۔

مستوغر کے اس شعر وَلَقَدْ شَدَدْتُ...... اَسْحَمَا سے مراد یہ ہے میں نے اسے آگ کی وجہ سے کالا کر دیا ہے۔ اس کے بعد یہ شعر ہے۔

وَاَعَانَ عَبْدُاللّٰہِ فِی مَکْرُوْہِہَا وَبِمِثْلِ عَبْدِاللّٰہِ اَغْشَی المَحْرَمَا

"عبداللہ نے اس کے مصائب میں اس کی مدد کی۔ عبداللہ جیسا شخص ہی خطرات کو ختم کر سکتا ہے"۔

الخَوَرْنَق

خورنق وہ محل تھا جو حیرہ کے بادشاہ نعمان اکبر نے شاہ پور کے لئے بنایا تھا تاکہ اس کا بیٹا وہاں رہے۔ اس نے عجمی طرز پر اس کو تعمیر کیا۔ اہل عرب نے اس جیسا محل پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس کے معمار کا نام سنمار تھا اس کو بلندی سے گرا کر ہلاک کر دیا گیا تھا پھر اہل عرب میں یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی تھی

جَزَانِي جَزَاءَ سِنِمَّار۔ ''اس نے مجھے سنمار کی طرح جزاء دی''۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب خوارنق کا محل مکمل ہو گیا اور لوگ اس کے حسن و جمال سے مرعوب ہوئے تو سنمار نے کہا ''اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو اس کو اس طرح تعمیر کرتا کہ یہ سورج کے ساتھ ساتھ گردش کرتا''۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کیا ''تو اس محل کو اس سے بہتر بھی بنا سکتا تھا؟'' اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ معمار کسی اور کے لئے اس سے عمدہ محل تعمیر نہ کر دے۔ اس نے معمار کو محل کی بلندیوں سے نیچے گرا کر ہلاک کر دیا۔ سنمار سے وہ محل بیس سال سے زائد مدت میں مکمل کیا تھا۔ عبدالعزیٰ بن امرئ القیس کہتا ہے۔

جَزَانِي جَزَاهُ اللّٰهُ شَرَّ جَزَائِهِ جَزَاءَ سِنِمَّارٍ وَمَا كَانَ ذَا ذَنْبِ
سِوٰى رَصِّهِ الْبُنْيَانَ عِشْرِيْنِ حِجَّةً يُعَلّٰى عَلَيْهِ بِالْقَرَامِدِ وَالسَّكْبِ
فَلَمَّا انْتَهٰى الْبُنْيَانُ يَوْمًا تَمَامَهُ وَآضَ كَمِثْلِ الطَّوْدِ وَالْبَاذِخِ الصَّعْبِ
وَظَنَّ سِنِمَّارٌ بِهٖ كُلَّ حَبْوَةٍ وَفَازَ لَدَيْهِ بِالْمَوَدَّةِ وَالْقُرْبِ
رَمٰى بِسِنِمَّارٍ عَلٰى حَاقِ رَأْسِهِ وَذَاكَ لَعَمْرُ وَاللّٰهِ مِنْ اَقْبَحِ الْخَطْبِ

''اللہ تعالیٰ اس کو بُری جزاء دے اس نے مجھے سنمار جیسی جزاء دی ہے حالانکہ اس کا کوئی گناہ نہ تھا سوائے اس کے کہ اس نے بیس سال تک محل کی بنیادوں کو استحکام بخشا تھا۔ سیسہ اور اینٹوں کے ساتھ اس نے محل کو بلند کیا جب محل کی تعمیر مکمل ہوگئی وہ بلند و بالا پہاڑ کی طرح عظیم الشان نظر آنے لگا۔ جب سنمار نے بادشاہ سے ہر قسم کا انعام ملنے کا سوچا محبت اور قرب کے حصول کا خیال کیا تو بادشاہ نے اسے بلند محل سے سر کے بل گرا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ زندگی کی قسم! یہ عمل کتنا قبیح تھا۔''

جاحظ نے یہ اشعار کتاب الحیوان میں لکھے ہیں۔ چاند کا ایک نام سنمار بھی ہے۔ اسود جس کے قصیدے کا پہلا مرصعہ یہ ہے ''ذَهَبَ الرُّقَادُ فَمَا اَحَسَّ رُقَادِي'' میں کہتا ہے۔

وَلَقَدْ عُمِرْتَ وَاِنْ تَطَاوَلَ فِي الْمَدٰى اِنَّ السَّبِيْلَ سَبِيْلُ ذِي الْاَعْوَادِ

''تجھے عمر عطا کی گئی ہے اگر تیری عمر میں اضافہ بھی ہو جائے پھر بھی اسی رستہ پر رواں ہونا ہے جس پر پہلے لوگ گئے ہیں یعنی بالآخر انجام موت ہی ہے''۔

عامر بن الظرب جس کے لئے ڈنڈا کھٹکھٹایا جاتا تھا وہ جوانی کے واپس آنے کی امید کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی

ابن اسحاق کی رائے

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سائبہ کے مادہ بچے کو بحیرہ کہا جاتا تھا۔ سائبہ اس اونٹنی کو کہا جاتا تھا جو لگاتار دس اونٹنیاں جنم دیتی اور ان کے درمیان کوئی بھی نر بچہ نہ جنتی۔ اہل عرب اس اونٹنی کو آزاد چھوڑ دیتے تھے نہ تو اس پر سواری کرتے اور نہ ہی اس کے بال کاٹتے اور نہ ہی مہمان کے علاوہ کسی اور کو اس کا دودھ دیتے۔ اگر وہ اونٹنی اس کے بعد مادہ بچہ جنتی تو وہ اس کے کان چیر

مَاذَا أُؤَمِّلُ بَعْدَ آلِ مُحَرِّقٍ تَرَكُوا مَنَازِلَهُمْ وَبَعْدَ إِيَادِ

نَزَلُوا بِأَنْقِرَةَ يَسِيلُ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْفُرَاتِ يَجِيئُ مِنْ أَطْوَادِ

أَرْضُ الْخَوَرْنَقِ وَالسَّدِيرِ وَبَارِقٍ وَالْبَيْتِ ذِي الْكَعَبَاتِ مِنْ سَنْدَادِ

جَرَتِ الرِّيَاحُ عَلَى مَحَلِّ دِيَارِهِمْ فَكَأَنَّهَا كَانُوا عَلَى مِيعَادِ

وَأَرَى النَّعِيمَ وَكُلَّ مَا يُلْهِي بِهِ يَوْمًا يَصِيرُ إِلَى بِلًى وَنَفَادِ

"میں آل محرق اور ایاد کے بعد کس چیز کی امید کر سکتا ہوں وہ بھی اپنے گھروں کو چھوڑ گئے ہیں انہوں نے انقرہ کو اپنا مسکن بنایا۔ دریائے فرات کا پانی بلند ٹیلوں سے ان کی طرف آتا تھا سرزمین خورنق، سدیر اور بارق کی خوبصورتی بھی کسی سے مخفی نہیں ہے۔ سنداد کا کنگروں والا گھر کتنا حسین تھا۔ ان کے شہروں پر ہوائیں چلیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان سب کے لئے ایک دن مقرر تھا میں تمام نعمتوں اور مرغوب اشیاء کو دیکھتا ہوں کہ ان کا انجام تباہی اور بوسیدگی ہے"۔

سدیر فارسی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی بادشاہ کا محل ہے۔ اس محل کو سِھْدِلی کہا جاتا تھا۔ اس کے تین رستے تھے۔ علامہ البکری کہتے ہیں اس محل کو سدیر اس لئے کہتے تھے کیونکہ اہل عرب جب اس کی رفعت کو دیکھتے تھے تو ان کی نگاہیں متحیر ہو جاتی تھیں۔ کہا جاتا ہے سَدَرَ بَصَرُهٗ۔ اس کی بصارت متحیر ہو گئی۔

بحیرہ اور سائبہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بحیرہ اور سائبہ کی ایک اور تفسیر بیان کی ہے۔ بحیرہ اور سائبہ کے متعلق مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ ان میں سے بعض ابن اسحاق اور ابن ہشام رحمہما اللہ تعالیٰ کے اقوال سے مطابقت رکھتے تھے اور بعض میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کیونکہ یہ

دیتے پھر اس کی ماں کے ساتھ اسے بھی آزاد کر دیتے اس پر بھی نہ تو سواری کرتے تھے نہ ہی اس کے بال کاٹتے تھے اور نہ ہی مہمان کے علاوہ کسی اور کو اس کا دودھ دیتے تھے۔ سائبہ کی مادہ بچی کو بحیرہ کہتے تھے۔ اگر کوئی بکری پانچ دفعہ لگا تار دس مادہ بچے جنتی اور ان کے مابین کوئی بھی نر بچہ نہ ہوتا تو اہل عرب اس کو وصیلہ کہتے تھے یعنی وہ اپنے اختتام کو پہنچ جاتی تھی۔ اگر اس کے بعد وہ بکری کوئی بچہ جنتی تو اسے صرف ان کے مرد ہی کھا سکتے تھے اس کا گوشت عورتوں پر حرام سمجھا جاتا تھا۔ اگر اس بکری کا کوئی بچہ مر جاتا تو پھر اس کے گوشت کو مرد اور عورت دونوں کھا سکتے تھے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ روایت کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد اگر بکری بچہ جنتی تو وہ ان کے لڑکوں کے لئے حلال ہوتا تھا۔ لڑکیوں کے لئے اس کا گوشت حرام سمجھا جاتا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے حامی اس سانڈ کو کہا جاتا تھا جس سے لگا تار دس مادہ بچے جنوائے جاتے۔ ایسے اونٹ کو وہ آزاد چھوڑ دیتے تھے نہ تو اس پر سواری کرتے تھے نہ ہی اس کے بال کاٹے جاتے تھے اور نہ ہی اس سے کوئی فائدہ اٹھا جاتا تھا۔

ابن ہشام اور ابن اسحاق کا اختلاف

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اہل عرب بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کے کان چیر دیئے جاتے تھے اس پر سواری کرنا حرام سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بال بھی نہ کاٹے جاتے تھے۔ مہمان کے علاوہ کوئی اور شخص اس کا دودھ بھی نہ پی سکتا تھا یا پھر اس کا دودھ صدقہ کر دیا جاتا تھا ایسی اونٹنی ان کے معبودوں کے لئے وقف ہوتی تھی۔ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کو اس کا مالک بطور نذر آزاد کر دیتا تھا۔ ایک آدمی نذر مانتا تھا کہ اگر وہ بیماری سے شفایاب ہو گیا یا اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو وہ اپنی فلاں اونٹنی کو آزاد کر دے گا۔ جب وہ صحت یاب ہو جاتا یا اپنے مقصد کو پا لیتا تو وہ اس اونٹنی کو آزاد کر دیتا اور اس سے کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھایا جاتا۔ وصیلہ اس بکری کو کہتے

امور زمانہ جاہلیت میں رائج تھے اسلام نے انہیں باطل قرار دے دیا ہے اس لئے ان کی مزید جستجو کرنے کی کوئی احتیاج نہیں۔

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ...... میں فقہی مسئلہ یہ ہے کہ ترکہ کو لڑکوں کے ساتھ مختص کر کے لڑکیوں کو اس سے محروم نہ کیا جائے۔ حضرت عمرۃ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا " جب تم میں سے کوئی شخص مال کی طرف رجحان رکھتا ہے تو وہ اپنے سارے

تھے جو ہر حمل میں دو بچے جنتی جن میں سے ایک مادہ ہوتا دوسرا نر۔ اس بکری کا مالک اس کے مادہ بچوں کو اپنے معبود کے لئے وقف کر دیتا اور نر کو اپنے لئے رکھ لیتا لیکن اس نر سے بھی کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھایا جاتا۔ حامی کی تفصیل وہی ہے جو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یونس بن حبیب النحوی سے اسی طرح بیان کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو مبعوث کیا تو قرآن پاک میں اس آیت کو نازل کیا:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ (مائدہ)

"نہیں مقرر کیا اللہ تعالیٰ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام لیکن جنہوں نے کفر کیا وہ تہمت لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹی اور اکثر ان میں سے کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔"

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ (انعام)

"اور بولے جو ان مویشیوں کے شکموں میں ہے وہ نرا ہمارے مردوں کے لئے ہے اور حرام ہے ہماری بیویوں پر اور اگر وہ مرا ہوا (پیدا ہوا) ہو تو پھر وہ سب (مرد و زن) اس میں حصہ دار ہیں اللہ جلدی بدلہ دے گا انہیں ان کے اس بیان کا بے شک وہ حکمت والا علم والا ہے۔"

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ (یونس)

"آپ فرمائیے بھلا بتاؤ تو جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اتارا پس بنا لیا تم نے اس سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال پوچھئے کیا اللہ تعالیٰ (ایسا کرنے کی) تمہیں اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو"۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

مال کو مذکر بچوں کے لئے مختص کر دیتا ہے"۔

یہ اسی طرح ہے جس طرح اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

قَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ......

مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ (انعام)

''اور (پیدا فرمائے) بعض مویشی بوجھ اٹھانے والے اور بعض زمین پر لٹا کر ذبح کرنے کے لئے۔ کھاؤ اس میں سے جو رزق دیا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (پیدا فرمائے) آٹھ جوڑے۔ بھیڑ سے دو (نر و مادہ) اور بکری سے دو (نر و مادہ) آپ پوچھئے کیا دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادائیں یا جسے لئے ہوتے ہیں (اپنے اندر) دو ماداؤں کے رحم بتاؤ مجھے علم کے ساتھ اگر ہو تم سچے اور اونٹ سے دو (نر و مادہ) اور گائے سے دو (نر و مادہ) آپ پوچھئے کیا دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا جسے لئے ہوئے ہیں (اپنے اندر) دو ماداؤں کے رحم کیا تم تھے موجود جب وصیت کی تمہیں اللہ نے اس بات کی تو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو بہتان باندھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو اپنی جہالت سے بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو ظالم ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شاعر کہتا ہے

حُوْلُ الوَصَائِلِ فِي شُرَيْفٍ حِقَّةٌ وَالحَامِيَاتُ ظُهُوْرُهَا وَالسُّيَّبُ

وَصَائِل، وَصِيْلَه کی جمع ہے اکثر نسخوں میں فَصَائِل ہے یہ فُصْلَان کی جمع ہے فُصْلَان فَصِيْل کی جمع ہے۔ چھوٹے اونٹ کو فَصِيْل کہا جاتا ہے۔

شُرَيْفٌ، شَرْفٌ سے تصغیر ہے یہ اس پانی کا نام ہے جو بنو نمیر کے لئے مخصوص تھا۔ عقبان کو اسی کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ حِقَّه اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی عمر چار سال ہونے والی ہو۔ حَامِيَاتٌ حَامِيَه کی جمع ہے السُّيَّب، سَائِبَه کی جمع ہے۔ حُوْل، حَائِل کی جمع ہے اس اونٹنی کو حَائِل کہا جاتا ہے جس پر بوجھ لادا جائے لیکن وہ بوجھ برداشت نہ کر سکے اس اونٹنی کو بھی حَائِل کہتے ہیں جو دو یا تین سال حمل کے بغیر ہی رہے۔ تمیم بن ابی بن مقبل جس کا تعلق بنو عامر بن صعصعہ سے ہے وہ کہتا ہے

فِيْهِ مِنَ الاَخْرَجِ المِرْبَاعِ قَرْقَرَةٌ هَدْرَ الدِّيَافِيِّ وَسْطَ الهَجْمَةِ البُحُرِ

"وہ وحشی گدھا نر شتر مرغ کی طرح تندرست وتوانا ہے دیافی اونٹوں کی طرح اس کی آواز ہے وہ بہت سے اونٹوں میں سے بحیرہ کی طرح ہے یعنی ذبح ہونے سے محفوظ ہے"۔

تمیم بن ابی کے شعر میں المِرْبَاع ہی روایت ہے یہ رَبِيْعٌ سے مشتق ہے اس نر اونٹ کو بھی مِرْبَاعٌ کہا جاتا ہے جو حاملہ کرنے میں جلدی کرتا ہے وہ اونٹنی جس کو جلد حمل ہو جاتا ہے اس کو بھی مِرْبَاعٌ کہتے ہیں اور وہ باغ جہاں سبزہ وغیرہ جلد اُگ آئے اسے بھی المِرْبَاع کہتے ہیں۔ اس شعر میں شاعر وحشی گدھے کی تعریف کرتا ہے۔

الاَخْرَج۔ اس سے مراد وہ تاریکی ہے جس میں سفیدی بھی ہو۔ قَرْقَرَةٌ۔ سے مراد آواز ہے۔

هَدْرَ الدِّيَافِي۔ وہ نر اونٹ جو دِيَاف کی طرف منسوب ہو دیاف ملک شام کا ایک شہر ہے۔

الهَجْمَة۔ ان اونٹوں کو کہا جاتا ہے جن کی تعداد سو سے کم ہو ان کو بُحُر اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ وہ لوٹ سے محفوظ ہوتے ہیں المَنَعَة اور الحَمَايَة سے بھی ان کا وصف لگایا جاتا ہے جس طرح بحیرہ اونٹ ذبح ہونے سے محفوظ ہوتے ہیں۔ ابن مقبل کے شعر میں مرباع یا کے ساتھ مِرْيَاع ہے اس کی شرح میں ہے کہ یہ رَاعَ يَرِيْعُ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی جلد جواب دینا ہے جس طرح طرفہ کہتا ہے:

تَرِيْعُ اِلٰى صَوْتِ المُهِيْبِ وَتَتَّقِي۔

"تو بلانے والے کو جلد جواب دیتا ہے اور بچ جاتا ہے"۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب کے باقی افراد کا تذکرہ

خزاعہ کا نسب

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خزاعہ کہتے تھے کہ وہ بنو عمرو بن عامر یمنی کی اولاد ہیں۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خزاعہ کہتے تھے ''ہم عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ ابن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن اسد بن غوث کی اولاد میں سے ہیں۔ ہماری ماں کا نام حندف تھا''۔

لیکن پہلی روایت زیادہ عمدہ ہے۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بُحُور سے مراد وہ اونٹنی ہے جو بہت زیادہ دودھ دیتی ہے یہ بحیرہ کی جمع نہیں۔ ان کے نزدیک یہ بُحُور کی جمع ہے۔ اس شعر کا مفہوم یہ کہ وہ اونٹ محفوظ ہیں لیکن ابن قتیبہ کے روایت کردہ معنی میں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا لیکن عربی میں یہ ظاہر ہے کیونکہ بحیرہ فعیلہ کے وزن پر ہے فَعِیْلَۃ کی جمع فُعُل کے وزن پر صرف اسی وقت آتی ہے جب یہ سَفِیْنَۃٌ اور سُفُن، خَرِیْدَۃٌ اور خُرُد کے مشابہ ہو لیکن ایسا قلیل ہے۔ ایک شاعر باغ کی توصیف میں کہتا ہے۔

بِغَازِبِ النَّبتِ یَرْتَاحُ الفُؤَادُلَهٗ   رَادَ النَّهَارِ لِاَصْوَاتٍ مِنَ النُّغَرِ

''وہ ایسا باغ ہے جس کا سبزہ نقصان سے محفوظ ہے اس کے نورفشاں درختوں اور پرندوں کی چہچہاہٹ سے دل خوشی محسوس کرتا ہے''

تمیم کے اس شعر کے بعد یہ شعر ہے ۔

الاَزْرَقُ الاَخْضَرُ السِرْبَالِ مُنْتَصَبٌ   قِیْدُ العَصَا فَوْقَ ذَیَّالٍ مِنَ الزَّهَرِ

''وہاں نیلے رنگ کے کپڑے تھے وہ آدھے حصہ تک سبز پوش تھا وہ ایک ڈنڈے کی مقدار تھے جو دامن کے اوپر سے سرخ تھا''۔

خزاعہ کا نسب

خزاعہ کہتے تھے ہم بنو عمرو بن عامر کی اولاد میں سے ہیں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ عمرو کو مُزَیْقِیَاءُ کہا جاتا تھا۔ عامر سے مراد مَاءُ السَّمَاء ہے یہ نام اس کی سخاوت کی شہرت کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔ اس کی دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ وہاں قیام کرتے جہاں انہیں بارش کا نام ونشان نظر آتا۔ حارثہ بن امرئ القیس سے مراد غِطْرِیْف ہے۔

مجھے ابوعبیدہ وغیرہ نے بتایا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ خزاعہ بنو حارثہ بن عمرو بن عامر کو کہا جاتا تھا ان کو خزاعہ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ جب عمرو بن عامر کی اولاد یمن سے شام جارہی تھی تو یہ ان سے جدا ہو کر وادی مرّ الظّہران میں خیمہ زن ہو گئے پھر وہیں مستقل مسکن بنالیا۔ عون بن ایوب انصاری جن کا تعلق بنو عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن خزرج سے تھا کہتے ہیں ؎

فَلَمَّا هَبَطْنَا بَطْنَ مَرٍّ تَخَزَّعَتْ　　خُزَاعَةُ مِنَّا فِي خُيُوْلٍ كَرَاكِرِ
حَمَتْ كُلَّ وَادٍ مِنْ تِهَامَةَ وَاحْتَمَتْ　　بِصُمِّ الْقَنَا وَالْمُرْهَفَاتِ الْبَوَاتِرِ

"جب ہم وادی مرالظہران میں خیمہ کش ہوئے تو بنو خزاعہ اپنے عمدہ گھوڑے لے کر ہم سے جدا ہو گئے۔ نیزوں اور قاطع تلواروں کی آواز سے تہامہ کی ہر وادی سے صدا آنے لگی۔ انہوں نے وادی کی خوب حفاظت کی"۔

مَرُّ الظَّهْرَان کی وجہ تسمیہ

مَرُّ الظَّهْرَان کو مَرّ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہاں ریت کی ایک ایسی دھاری تھی جس کا رنگ عام زمین سے جدا تھا۔ ابتداء میں اس کی شکل میم کی طرح اور بعد میں را کی طرح ہو جاتی تھی۔ اس لئے اس پوری وادی کو مَرّ کہتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس وادی کی کڑواہٹ کی وجہ سے اس کو مر کہا جاتا تھا۔ عون بن ایوب انصاری کے قصیدے کے باقی اشعار یہ ہیں ؎

خُزَاعَتُنَا اَهْلُ اجْتِهَادٍ وَهِجْرَةٍ　　وَاَنْصَارُنَا جُنْدُ النَّبِيِّ الْمُهَاجِرِ
وَسِرْنَا اِلَى اَنْ قَدْ نَزَلْنَا بِيَثْرِبَ　　بِلَاوَهْنٍ مِنَّا وَغَيْرِ تَشَاجُرِ
وَسَارَتْ لَنَا سَيَّارَةٌ ذَاتَ مَنْظَرٍ　　بِكُوْمِ الْمَطَايَا وَالْخُيُوْلِ الْجَمَاهِرِ
يَؤُمُّوْنَ اَهْلَ الشَّامِ حِيْنَ تَمَكَّنُوْا　　مُلُوْكًا بِاَرْضِ الشَّامِ فَوْقَ الْبَرَابِرِ
اُوْلَاكَ بَنُوْمَاءِ السَّمَاءِ تَوَارَثُوْا　　دِمَشْقًا بِمُلْكٍ كَابِرًا بَعْدَ كَابِرِ

"ہمارے خزاعہ اجتہاد اور ہجرت والے ہیں۔ ہمارے معاون و مددگار حضور ﷺ کے مجاہد ہیں۔ ہم عازم سفر ہوئے پھر ہم بغیر کسی کمزوری اور مخالفت کے یثرب میں اقامت گزیں ہو گئے۔ بے شمار اونٹوں اور ان گنت گھوڑوں کے ساتھ یہ قافلہ رواں دواں ہوا۔ اس کا منظر بڑا دلکش تھا اس قافلہ کی منزل شام میں تھی حتیٰ کہ وہ شام کے بادشاہ بن کر منبروں پر بیٹھ گئے۔ وہی ماء السماء کی اولاد ہیں جو دمشق کی سلطنت کے یکے بعد دیگرے والی بنے"۔

ابوالمطہر اسماعیل بن رافع الانصاری جن کا تعلق بنو حارثہ بن الحارث بنو الخزرج بن عمرو بن مالک بن الاوس سے تھا وہ کہتے ہیں۔

فَلَمَّا هَبَطْنَا بَطْنَ مَكَّةَ اَحْمَدَتْ   خُزَاعَةُ دَارَ آلاكِلِ الْمُتَحَامِلِ

فَحَلَّتْ اَكَارِيساً وَشَتَّتْ قَنَابِلًا   عَلَى كُلِّ حَيٍّ بَيْنَ نَجْدٍ وَّسَاحِلِ

نَفَوْا جُرْهُماً عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ وَاحْتَبَوْا   بِعِزٍّ خَزَاعِيٍّ شَدِيْدِ الْكَوَاهِلِ

''پھر جب ہم وادیٔ مکہ میں خیمہ زن ہوئے تو خزاعہ نے اس کی خوب ضیافت کی جو خود مہمانوں کا بوجھ اٹھانے والا تھا۔ وہ مختلف گروپوں میں آئے اور نجد اور ساحل کے مابین تمام قبائل پر حملہ آور ہو گئے انہوں نے جرہم کو وادی مکہ سے جلاوطن کر دیا اور محترم و معزز خزاعہ کے لئے عزت حاصل کر کے آرام کیا''۔

مدرکہ، خزیمہ، کنانہ اور نضر کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مدرکہ بن الیاس کے دو بیٹے تھے: 1۔ خزیمہ بن مدرکہ، 2۔ ہذیل بن مدرکہ ان کی ماں کا تعلق قبیلہ قضاعہ سے تھا۔ خزیمہ بن مدرکہ کے چار فرزند تھے:

دمشق کی وجہ تسمیہ

ملک شام کے ایک شہر کا نام دمشق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جس شخص نے ہجرت کی تھی اس کا نام دمشق بن النمر ود بن کنعان تھا۔ اسی کے نام پر یہ شہر آباد ہوا۔ اس کا والد بادشاہ تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ دمشق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور ان کے ساتھ ہی ملک شام کی طرف ہجرت کی۔ علامہ البکری نے کتاب المعجم میں یہی ذکر کیا ہے۔ لغت میں دمشق عمر رسیدہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔ دمشق کو جَیْرُون بھی کہا جاتا ہے یہ اس شخص کا نام تھا جس نے اس کو آباد کیا تھا اس کا پورا نام جیرون بن سعد تھا۔ ابو دہبل کہتا ہے ۔

صَاحِ: حَيًّا الْإِلٰهُ حَيًّا وَّدَارًا   عِنْدَ شَرْقِ الْقَنَاةِ مِنْ جَيْرُوْنَ

''اللہ تعالیٰ اس قبیلے اور گھر کی عمر دراز کرے جو جیرون میں شرق القناۃ کے پاس ہے''۔

بنو کنانہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کنانہ کے چار بیٹوں کا ذکر کیا ہے: 1۔ مالک، 2۔ ملکان، 3۔ نضر، 4۔ عبد مناۃ۔ لیکن الطبری نے ان بیٹوں کا اضافہ کیا ہے: عامر، حارث، نضیر، غنم، سعد، عوف، جرول،

1۔ کنانہ بن خزیمہ، 2۔ اسد بن خزیمہ، 3۔ اسدہ بن خزیمہ، 4۔ الھون بن خزیمہ۔ کنانہ کی ماں کا نام عوانہ بنت سعد بن قیس بن عیلان بن مضر تھا۔

کنانہ کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کنانہ بن خزیمہ کے چار بیٹے تھے: 1۔ النضر بن کنانہ، 2۔ مالک بن کنانہ، 3۔ عبد مناۃ بن کنانہ، 4۔ ملکان بن کنانہ۔ نضر کی ماں کا نام برہ بنت مر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر تھا باقی اولاد کسی اور عورت سے تھی۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نضر، مالک اور ملکان کی والدہ کا نام برہ بنت مر تھا جبکہ عبد مناۃ کی ماں کا نام ہالہ بنت سوید بن الغطریف تھا۔ الغِطْرِیف اَزْدشنُوْءَۃ سے تھا۔ شَنُوءَۃ سے مراد عبداللہ بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نضر بن اسد ابن الغوث ہے۔ ان کو شَنُوءَۃ اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ ان کے مابین بغض وعناد پایا جاتا تھا۔

قرشی کس کو کہا جاتا تھا؟

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قریش نضر کو کہتے تھے۔ جو نضر کی اولاد میں سے ہوگا اس کو قریشی کہیں گے جو ان کی اولاد میں سے نہ ہوگا اس کو قرشی نہیں کہیں گے۔ جریر بن عطیہ جس کا

حدال اور غزوان۔ یہ تمام بنو کنانہ ہی تھے۔

قریش کون تھا؟

بعض علماء کا قول ہے کہ نضر بن کنانہ قریش تھا۔ بعض علماء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ فِھرٌ کو قریش کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق فہر اس کا لقب تھا اور وہ قریش کے نام سے موسوم تھا ابو عبداللہ بن بکار نے قریش کے نسب میں یخلد بن نضر کا بھی ذکر کیا ہے۔ ابن بکار اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ بنو یخلد بن نضر کا ذکر بنو عمرو بن حارث بن ملک بن کنانہ میں کیا جاتا ہے۔ قریش بن بدر بن یخلد بن نضر کا شمار بھی ان میں سے ہی ہوتا ہے۔ تجارت اور اکتساب میں قریش بنو کنانہ کا راہ نما تھا۔ کہا جاتا تھا:

قَدِمَتْ عِیْرُ قُرَیْشٍ۔ ''قریش کا کارواں پہنچ چکا ہے۔''

بدر بن یخلد وہی شخص تھا جو اس جگہ کا مالک تھا جہاں حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوۂ بدر ہوا۔ ابن بکار اپنے چچا کے علاوہ ایک اور آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ قریش حارث بن یخلد ہے اس کے بیٹے کا نام بدر تھا۔ کنویں کو اسی کے نام پر بدر کہا جاتا تھا اسی نے ہی یہ کنواں کھودا تھا۔ علماء سیرت کہتے ہیں فہر

تعلق بنوکلیب بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم سے تھا وہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

فَمَا الاُمُّ الَّتِی وَلَدَتْ قُرَیْشًا بِمُقْرِفَۃِ النِّجَارِ وَلَا عَقِیْمِ
وَمَا قَرْمٌ بِاَنْجَبَ مِنْ اَبِیْکُمْ وَمَا خَالٌ بِاَکْرَمَ مِنْ تَمِیْمِ

"وہ ماں جس نے قریش کو جنم دیا وہ نہ تو کمینی تھی اور نہ ہی بانجھ۔ کوئی سردار تمہارے باپ سے زیادہ عمدہ نسب نہیں اور کوئی ماموں تمیم سے معزز نہیں"۔

ماں سے مراد برہ بنت مر ہے جو تمیم بن مر کی بہن اور نضر کی ماں تھی۔

بعض علماء کے نزدیک فہر بن مالک کو قریش کہا جاتا تھا۔ جو ان کی اولاد میں سے ہوگا وہ قرشی کہلائے گا جو ان کی اولاد میں سے نہ ہوگا اس کو قرشی نہیں کہیں گے۔ قُرَیْش تَقَرُّش سے نکلا ہے تَقَرُّش کا معنی تجارت اور اکتساب ہے۔ روبہ بن عجاج کہتا ہے۔

قَدْ کَانَ یُغْنِیْهِمْ عَنِ الشَّغُوْشِ وَالخَشْلِ مِنْ تَسَاقُطِ القُرُوْشِ
شَحْمٌ وَمَحْضٌ لَیْسَ بِالْمَغْشُوْشِ

"قریش کو گندم پازیب اور ردی، گھٹیا پھل سے چربی اور ایسے دودھ سے مستغنی کر دیا تھا

بن مالک کا نام قریش تھا جو فھر کی اولاد میں سے نہیں ہوگا ہم اسے قرشی نہیں کہیں گے۔
ابن بکار نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے کہ فہر کو ہی قریش کہا جاتا تھا۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ عمرو بن ابی بکر الموملی نے مجھے میرے دادا عبداللہ بن مصعب سے روایت کیا ہے کہ فہر بن مالک کا نام قریش تھا۔ فہر اس کا لقب تھا۔ مومّلی نے عثمان بن ابی سلیمان سے یہی روایت کیا ہے۔ مومّلی نے ابوعبیدہ بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ فہر بن مالک کا نام قریش تھا۔ علامہ مومّلی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابراہیم بن منذر نے انہوں نے ابوالبختری وہب بن وہب سے انہوں نے ابن شہاب سے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ فہر بن مالک کی ماں نے اس کا نام قریش رکھا تھا۔ فہر اس کا لقب تھا جس طرح غزارہ اور شملہ جیسے القاب سے بچوں کو پکارا جاتا ہے۔
نساب کا اجماع ہے کہ بنو قریش فہر سے جدا جدا ہو جاتے ہیں وہ شخص جو فہر بن مالک کی اولاد سے ہوتا اس کو قرشی کہتے تھے اور جو ان کی اولاد میں سے نہ ہوتا اسے قرشی نہیں کہا جاتا تھا۔
ہشام بن محمد الصائب نے ابوالحسن الاثرم سے روایت کیا ہے کہ نضر بن کنانہ کو قریش کہا جاتا تھا اسے قریش اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ وہ لوگوں کی ضروریات پورا کرتا تھا۔ اس کے بیٹے بھی لوگوں کی

جس میں ملاوٹ بالکل نہ تھی‘‘۔

شَغُوْش کا معنی گندم، خَشْل خَلاخِیل اور اَسْوِرَة کے سروں کو کہتے ہیں جبکہ قُرُوْش کا معنی تجارت ہے۔ مَحْضٌ خالص دودھ کو کہتے ہیں۔ رُؤْبَة کے یہ اشعار اس کے ایک قصیدہ سے لئے گئے ہیں۔ ابوجلدہ الیشکری ابن بکر بن وائل کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اِخْوَةٌ قَرَّشُوْا الذُّنُوْبَ عَلَيْنَا فِی حَدِیْثٍ مِنْ عُمْرِنَا وَقَدِیْمٍ

’’وہ ہمارے ایسے بھائی ہیں جنہوں نے ہماری سابقہ عمر میں اور اس دور میں ہمارے خلاف الزامات کو ہی جمع کیا‘‘۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش کا معنی جمع ہو جانا ہے کیونکہ وہ انتشار کے بعد شیرازہ بند ہو گئے تھے اس لئے انہیں قریش کہا جانے لگا۔

نضر کی اولاد

نضر بن کنانہ کے دو بیٹے تھے مالک بن نضر اور یخلد بن نضر مالک کی ماں کا نام عاتکہ بنت عدوان بن عمرو بن قیس بن عیلان تھا لیکن مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ یخلد کی ماں بھی یہی تھی یا کوئی اور خاتون تھی۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نضر کے تیسرے بیٹے کا نام الصلت تھا۔ یہ ابو عمرو المدنی کا قول ہے ان تینوں کی ماں کا نام بنت سعد بن ظرب العدوانی تھا۔ عدوان سے ابن عمر

احتیاجات پوری کرتے تھے وہ انہیں عطیات دیتے تھے۔ اسی وجہ سے انہیں قریش کہا جاتا تھا حارث بن حلزۃ ان عطیات اور نوازشات کے متعلق کہتا ہے۔

اَیُّهَا النَّاطِقُ الْمُقَرِّشُ عَنَّا عِنْدَ عَمْرٍو فَهَلْ لَهٗ اِنْتِفَاءُ

’’اے وہ قادر الکلام شخص جس نے عمرو کے پاس ہم پر عطیات کی بارش کی۔ کیا اس کے لئے جلاوطنی ہے‘‘؟۔

ابوالحسن الاثرم نے ابوعبیدہ معمر بن المثنی سے روایت کیا ہے کہ نضر بن کنانہ کا نام قریش تھا۔ بنو کنانہ میں سے صرف اس کی اولاد کو ہی قریش کہا جاتا تھا اس کے علاوہ دوسروں کی اولاد کو قرشی نہیں کہا جاتا تھا۔ بنو نضر کو ایک جگہ جمع ہو جانے کی وجہ سے قریش کہا جاتا تھا کیونکہ تَقَرُّش کا معنی جمع ہونا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں ان کی تجارت کی وجہ سے انہیں قریش کہا جاتا تھا۔ یہ دلیل بھی اس قول کا رد کرتی ہے کہ قصی بن کلاب نے سب سے پہلے قریش کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ کسی کا اختلاف نہیں کہ اس نے فہر بن مالک کی اولاد کو ہی جمع کیا تھا۔ ہم اپنے امور کے متعلق سب سے زیادہ عالم ہیں ہم اپنے

بن قیس بن عیلان مراد ہے۔ بنو ملیح بن عمرو (بنوخزاعہ) میں سے ایک شخص کثیر بن عبدالرحمٰن کہتا ہے ؎

اَلَیْسَ اَبِی بِالصَّلْتِ اَمْ لَیْسَ اِخْوَتِی لِکُلِّ هِجَانٍ مِنْ بَنِی النَّضْرِ اَزْهَرَا
رَاَیْتُ ثِیَابَ الْعَصْبِ مُخْتَلِطَ السَّدٰی بِنَا وَبِهِمْ وَالْحَضْرَمِیَّ الْمُخَصَّرَا
اِذَا مَا قَطَعْنَا مِنْ قُرَیْشٍ قَرَابَةً بِاَیِّ نِجَادٍ یَحْمِلُ السَّیْفُ مَیْسَرَا
فَاِنْ لَمْ تَکُوْنُوْا مِنْ بَنِی النَّضْرِ فَاتْرُکُوْا اَرَاکًا بِاَذْنَابِ الْفَوَائِجِ اَخْضَرَا

"کیا میرا باپ صلت نہیں ہے کیا میرے بھائی بنونضر کے کریموں میں سے سب سے زیادہ شہرت کے حامل نہیں ہیں۔ میں نے ملاحظہ کی ہیں کہ ہماری یمنی چادریں ایک جیسی ہیں ہمارے اوران کے جوتے بھی ایک جیسے یعنی اطراف سے تنگ ہیں۔ اگر ہم قریش سے قطع تعلق ہو جائیں تو پھر کس ٹیلے پر تلوار سے جوا کھیلا جائے گا۔ اگر تم بنونضر سے نہیں ہو تو پھر اس سبز و شاداب درخت کو چھوڑ دو جو وادی کی بلند جگہ پر ہے"۔

آثار کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔ ہم اپنے ناموں کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں ہم صرف فہر بن مالک کی اولاد کو ہی قرشی کہتے ہیں اس کے علاوہ ہم کسی اور کی اولاد کے لئے ایسا دعویٰ نہیں کرتے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس بحث کے آخر میں میں علامہ الزبیر کا وہ قول لکھتا ہوں جسے پہلے میں نے شیخ ابو بحر کی کتاب میں پڑھا پھر میں نے علامہ زبیر کی کتاب میں دیکھا تو وہ قول وہاں بھی موجود تھا۔ قریش قِرْش کی تصغیر ہے۔ قریش اس سمندری مچھلی کو کہا جاتا ہے جو دوسری تمام مچھلیوں کو کھا جاتی ہے پھر یہ قبیلہ یا قبیلے کے سردار کا نام بھی رکھا جانے لگا۔ علامہ زبیر نے ابن اسحاق کی اس دلیل کا رد کیا ہے کہ قریش کو ایک جگہ جمع ہو جانے کی وجہ سے قریش کہا جاتا ہے پھر صرف بنوفہر کو ہی قریش کہا جائے گا۔ ابن اسحاق نے یہ نہیں کہا کہ قریش صرف بنوقصیٰ کو ہی کہا جاتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب قصیٰ نے انہیں ایک جگہ جمع کیا تو انہیں قریش کہا جانے لگا اس لئے قصیٰ کو قریش کہا جاتا تھا۔ ہم نے تو پہلے ہی ذکر کر دیا ہے کہ قصیٰ کی ولادت سے پہلے ہی انہیں قریش کہا جاتا تھا۔ ہم نے کعب بن لوئ کا یہ شعر پہلے ذکر کر دیا ہے۔ اِذَا قُرَیْشٌ تَبْغِی الْحَقَّ خِذْلَانَا۔

رؤبۃ کے شعر میں شَغُوش سے مراد گندم اور خَشْل سے مراد خَلَاخِیْل کے سرے ہیں۔ شیخ ابوالید سے روایت ہے کہ خَشْل سے مراد گوگل ہے اور قروش سے مراد درخت کا بیماری کی وجہ سے

بنوخزاعہ ایک بڑا قبیلہ تھا اس کا تعلق خزاعہ سے تھا۔ صلت بن نضر کی مدد انہوں نے ہی کی تھی۔

مالک اور فہر کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مالک بن نضر کے بیٹے کا نام فہر بن مالک تھا۔ اس کی ماں کا نام جندلہ بنت حارث بن مضاض الجرہمی تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حارث مضاض اکبر کا بیٹا نہیں تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں فہر بن مالک کے چار بیٹے تھے: 1۔ غالب، 2۔ محارب، 3۔ حارث، 4۔ اسد۔ ان کی ماں لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ تھی۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جندلہ بنت فہر یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید بن مناۃ بن تمیم کی

گرنے والا پھل ہے۔

العَصْبُ

یمن کی چادروں کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہ عَصب سے بنائی جاتی ہیں۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس مصرعہ سے مراد یہ ہے کہ ہماری قد و قامت بھی ایک جیسی ہے ہمارے کپڑوں کا تانا بانا بھی ایک ہے پھر ہم ایک قبیلے کے کیسے نہیں ہو سکتے۔ حَضرَمی اس جوتے کو کہا جاتا ہے جو دونوں اطراف سے تنگ ہو یعنی اس کا فالتو چمڑا کاٹ دیا گیا ہو۔ پتلے پیٹ والے شخص کو رَجُلٌ مُبَطَّنٌ کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے مبارک جوتے کی توصیف میں کہا جاتا ہے:

اَنَّهَا مُعَقَّبَةٌ مُخَصَّرَةٌ مُلَسَّنَةٌ مُخَثْرَمَةٌ

"نعلین مبارک ایڑی والے، کناروں سے کٹے ہوئے، انسانی زبان کی مانند اور آگے سے قدرے موٹے تھے"۔

آپ ﷺ کے نعلین مبارک گائے کے رنگے ہوئے چمڑے کے ہوتے تھے اس لئے نرم و ملائم ہوتے تھے۔

جریر بن الخطفی کا ذکر

جریر بن الخطفی کہتا ہے

یَرْفَعْنَ بِاللَّيْلِ اِذَا مَا اَسْدَفَا اَعْنَاقَ جِنَّانٍ وَهَامًا رُجَّفَا
وَعَنَقًا بَاقِيَ الرَّسِيمِ خَيْطَفَا

"جب رات کی ظلمت چھا جاتی ہے تو وہ جنات کی گردنیں، لرزیدہ کھوپڑی اور ان تیز رفتار سروں کو

ماں تھی۔ جندلہ کی ماں کا نام لیلیٰ بنت سعد تھا۔ جریر بن عطیہ الخطفی کہتا ہے۔

وَاِذَا غَضِبْتُ رَمٰی وَرَائِی بِالْحَصٰی اَبْنَاءُ جَنْدَلَةٍ كَخَيْرِ الْجَنْدَلِ

"جب میں غصے میں ہوتا ہوں تو جندلہ کے بیٹے میرے پیچھے سے کنکریاں مارتے ہیں۔ وہ ایک بہترین چٹان کی طرح ہیں (یعنی میری حفاظت کرتے ہیں)"۔

غالب کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں غالب بن فہر کے دو بیٹے تھے: 1۔ لؤی بن غالب، 2۔ تیم بن غالب۔ ان کی ماں کا نام سلمیٰ بنت عمرو الخزاعی تھا۔ تیم بن غالب کو ہی بنوادرم کہا جاتا ہے۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں غالب کے تیسرے بیٹے کا نام قیس بن غالب تھا۔ اس کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت کعب بن عمرو تھا لوی اور تیم کی ماں بھی یہی تھی۔

بلند کرتی ہیں جن کے نشان باقی ہوتے ہیں"۔

خَيْطَفَه کا معنی تیز رفتاری ہے۔ اس وقت جب یہ عَنَق کی صفت بن رہا ہو جب یہ انسان کا وصف ہو تو اس کا معنی آہستہ حرکت کرنا ہے۔

بنوادرم

تیم بن غالب کی اولاد کو بنوادرم کہا جاتا تھا۔ وہ شخص جس کی ایڑیوں پر اتنا گوشت ہو کہ اس کے ٹخنے نظر نہ آئیں اس کو اَدْرم کہا جاتا ہے ایسی عورت کو امْرَةٌ دَرْمَاءُ کہا جاتا ہے اسے كَعْبٌ اَدْرَمُ بھی کہا جاتا ہے۔ زاجر کہتا ہے۔

قَامَتْ تُرِيْهِ خَشْيَةً اَنْ تُصْرَمَا سَاقًا بَخَنْدَاةً وَكَعْبًا اَدْرَمًا
وَكَفَلًا مِثْلَ النَّقَا اَوْ اَعْظَمَا

"وہ کھڑی ہوئی خوفزدہ ہو کر دیکھنے لگی کہ تو کہیں بہت بڑی پنڈلی، ادرم ٹخنے اور ریت کے ٹیلے کی طرح یا اس سے بڑی ہتھیلی کو نہ توڑ دے"۔

جس کی ٹھوڑی پر نشان ہو اس کو بھی ادرم کہا جاتا ہے۔ تیم بن غالب کی ٹھوڑی پر نشان تھا اس لئے اس کو اَدْرَم کہتے تھے۔ ابن زبیر کہتے ہیں کہ بنوادرم قریش کے ظواہر میں سے تھے وہ قریش بطاح میں سے نہ تھے (1)۔

1۔ عبد مناف کے قبائل کو قریش بطاح کہتے ہیں۔

لؤی کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لؤی بن غالب کے چار بیٹے تھے: 1۔کعب بن لؤی، 2۔عامر بن لؤی، 3۔سامہ بن لؤی، 4۔عوف بن لؤی۔کعب، عامر اور سامہ کی ماں کا نام ماویہ بنت کعب بن القین بن جسر تھا۔ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لؤی کا ایک اور بیٹا بھی تھا جس کا نام حارث تھا۔نبو جشم بن حارث اسی کی اولاد میں سے تھے۔ان کا تعلق ربیعہ کی شاخ ہزان سے تھا۔جریر کہتا تھا

بَنِي جُشَمٍ لَسْتُمْ لِهِزَّانَ فَانْتَمُوْا   لَاَعْلَى الزَّوَابِيَ مِنْ لُؤَيِّ بِنَ غَالِبٍ
وَلَا تُنْكِحُوْا فِي آلِ ضَوْدٍ نِسَاءَ كُمْ   وَلَا فِي شُكَيْسٍ بِئْسَ مَثْوَى الْغَرَائِبِ

"اے بنو جشم تم ہزان میں سے نہیں ہو تمہارا تعلق لؤی بن غالب سے ہے تم عزت واحترام

ماویہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عامر کی ماں کا نام ماویہ بنت کعب بن القین تھا۔اس کو ماویہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس کی جلد شفاف پانی کی طرح صاف تھی۔"ماء" کے ہمزہ کو واؤ میں تبدیل کر دیا۔قیاس تو یہ تھا کہ اس کو ہاء میں بدل کر ماہیہ پڑھا جاتا لیکن اسے ان اسماء سے تشبیہ دیتے ہیں جن میں ہمزہ یاء یا واؤ میں تبدیل ہو جاتا ہے اس مقام پر ہاء کا حکم یہ تھا کہ اسے ہمزہ میں تبدیل نہ کیا جاتا۔لیکن حروف مد اور لین کے ساتھ اس کو تشبیہ دے کر ہاء کو ہمزہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اَوَيْتُهٗ سے مشتق ہو اس سے مفعول کا صیغہ مَاْوِی ہو اور اس کی مؤنث ماویہ ہو۔ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں عامر کی ماں کا نام مخشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر ہے۔ماویہ، عامر کے علاوہ لؤی کی دوسری اولاد کی ماں تھی۔

بنانہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ سعد بن لؤی کی پرورش بنانہ نے کی تھی۔شیبان سے مراد بنو ضبیعہ ہیں۔ضبیعہ سے مراد ضجم بن ربیعہ ہے۔اس سے ضبیعہ بن اقیش بن ثعلبہ مراد نہیں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بنو شیبان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے ان میں ان کا سردار ابوالدہماء بھی تھا۔ابوالدہماء نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ وہ انہیں قریش کے ساتھ ملا دیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا۔حضرت

کی رفعتوں پر آشیاں بند ہو۔ تم اپنی عورتوں کا نکاح آل ضور یا شکیس میں نہ کیا کرو"۔

لوی کے ایک بیٹے کا نام سعد تھا۔ اس کی اولاد کو بنو بنانہ کہتے تھے۔ ربیعہ کی شاخ بنو شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل اسی سے ہے اس کی پرورش بنانہ نے ہی کی تھی۔ بنانہ کا تعلق بنو القین بن جسر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ بن ثعلبہ بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ النمر بن قاسط کی بیٹی تھی اس کا تعلق بھی قبیلہ ربیعہ ہی

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ بنو شیبان قریش میں سے ہی تھے۔ انہوں نے وہ سبب بھی بتایا جس کی وجہ سے وہ قریش سے نکل گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ سال انہیں قریش سے ملحق کر دیں گے لیکن سال گزرنے سے پہلے ہی ابوالدہماء قتل ہو گیا۔ بنو شیبان مصروف ہو گئے۔ کچھ مدت بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہو گئے۔ بعد میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں قریش کے ساتھ ملا دیا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کی نفی کر دی اور انہیں دوبارہ بنو شیبان کی طرف لوٹا دیا۔ شاعر کہتا ہے ؎

ضَرَبَ التُّجِيْبِيُّ الْمُضَلَّلُ ضَرْبَةً رُدَّتْ بُنَانَةَ فِيْ بَنِيْ شِيْبَانَا

وَالعَائِذِيُّ بِمِثْلِهَا مُتَوَقِّعٌ لِمَا يَكُنْ وَكَأَنَّهُ قَدْ كَانَا

"گمراہ کن تجیبی وادی نے ایک ایسی چوٹ لگائی کہ بنانہ کو بنو شیبان کی طرف لوٹا دیا عائذی کو بھی یہی توقع تھی لیکن ایسا نہ ہوا لیکن انہیں پوری امید تھی کہ ایسا ہو جائے گا۔"

اس واقعہ کو علامہ البرقی نے ابن کلبی سے روایت کیا ہے بنانہ کا معنی عمدہ اور خوشبو ہے۔ ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ بنانہ کا معنی ایسا باغ ہے جو پھولوں سے آراستہ ہو۔

عائذہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے خزیمہ بن لوی کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں بنو شیبان کی طرف منسوب کیا جاتا تھا یہ اپنی ماں کی طرف منسوب تھے۔ عائذہ کا تعلق یمن سے تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر سیرت نگار لکھتے ہیں کہ یہ بنت الخمس بن قحافہ تھی۔ اس کا تعلق خثعم سے تھا اس کے ہاں دو بچے ہوئے: 1۔ مالک بن خزیمہ، 2۔ حارث بن خزیمہ۔ بنو خزیمہ عائذہ کی طرف منسوب ہیں بنو خزیمہ میں سے بنو حرب بن خزیمہ بھی ہیں۔ مسودہ نے انہیں ملک شام میں ان کے گاؤں میں ہی قتل کر دیا تھا وہ انہیں بنو حرب بن امیہ سے خیال کرتے تھے۔

سے تھا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ جرم بن ربان بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کی دختر تھی۔ لوی کے ایک بیٹے کا نام خزیمہ بھی تھا۔ اس کی اولاد کو بنو عائذہ کہتے ہیں۔ عائذہ ایک یمنی عورت تھی جو بنو عبیدہ بن خزیمہ بن لوی کی ماں تھی۔ عامر بن لوی کے علاوہ لوی کے تمام بیٹوں کی والدہ کا نام ماویہ بنت کعب بن القین بن جسر تھا۔ عامر کی ماں کا نام مخشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی ماں کا نام لیلیٰ بنت شیبان بن محارب بن فہر تھا۔

سامہ بن لوی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سامہ بن لوی عمان کی طرف چلا گیا اور وہیں مقیم ہو گیا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عامر بن لوی نے اس کو جلاوطن کیا تھا کیونکہ ان دونوں کے مابین عداوت تھی۔ سامہ نے عامر کی آنکھ پھوڑ دی۔ عامر نے اس کو دھمکایا جس کی وجہ سے وہ عمان کی طرف چلا

ناجیہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بنت جرم بن ربان کا ذکر کیا ہے یہی ناجیہ ہے اس کا نام لیلیٰ تھا جرم سے مراد ابو جدہ ہے۔ یہی حجاز کے ساحل جدہ کے مقام پر اترا تھا۔ جدہ اسی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

ذُبیان

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سعد بن ذبیان کا تذکرہ کیا ہے عوف بن لوی کے ساتھ اس کا قصہ مشہور ہے ذبیان کے باپ کا نام بغیض تھا۔ ذبیان کو ذال کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے لیکن کسرہ کے ساتھ پڑھنا افصح ہے۔ عرب میں چار ذبیان نامی چھوٹے قبیلے تھے جو درج ذیل افراد کے ناموں سے موسوم کئے جاتے ہیں: 1۔ قیس میں ذبیان بن بغیض، 2۔ بجیلہ میں ذبیان بن ثعلبہ، 3۔ ذبیان، قضاعہ میں، 4۔ ذبیان، ازد میں۔ ابن درید کہتے ہیں ذبیان فُعلان یا فِعلان کے وزن پر ہے یہ ذَبَی العَودُ سے مشتق ہے اس کا معنی شاخ کا پژمردہ ہو جانا ہے۔

سامہ بن لوی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ سامہ بن لوی کی اولاد میں سے ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس نے اپنا نسب سامہ بن لوی سے ملایا حضور ﷺ نے فرمایا آلشَّاعِرُ۔ بعض نسخوں میں آلِشَاعِرِ بھی آیا ہے۔ ابو بحر نے ابو الولید سے اسی طرح روایت کیا ہے یہی صحیح ہے اس کو ماقبل کلام کی طرف لوٹایا جائے گا۔ گویا کہ مخاطب کی گفتگو سے اسے اخذ کیا جائے گا۔ اگر چہ استفہام کا ماقبل اس

گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز سامہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا راستہ میں اونٹنی نے پتے کھانے کے لئے کسی درخت کی شاخ کو اپنے منہ میں ڈالا۔ اس شاخ پر ایک سانپ تھا جس نے اونٹنی کے ہونٹوں پر کاٹ لیا۔ اسی وقت اونٹنی نیچے گر کر مر گئی ساتھ ہی سامہ بھی زمین پر گر گیا۔ سانپ نے اسے ڈس کر اس کا کام بھی تمام کر دیا جب سامہ کا آخری وقت تھا اس نے یہ اشعار کہے ؎

عَيْنُ فَابْكِي لِسَامَةَ بْنِ لُؤَيٍّ عَلِقَتْ سَاقَ سَامَةَ الْعَلَّاقَه

لَا اَرَى مِثْلَ سَامَةَ بْنِ لُؤَيٍّ يَوْمَ حَلُّوا بِهٖ قَتِيْلًا لِنَاقَهْ

بَلِّغَا عَامِرًا وَكَعْبًا رَسُوْلًا اَنَّ نَفْسِي اِلَيْهِمَا مُشْتَاقَهْ

اِنْ تَكُنْ فِي عُمَانَ دَارِي فَاِنِّيْ غَالِبِيٌّ خَرَجْتُ مِنْ غَيْرِ نَاقَه

رُبَّ كَاْسٍ هَرَقْتَ يَابْنَ لُؤَيٍّ حَذَرَ الْمَوْتِ لَمْ تَكُنْ مُهْرَاقَهْ

کے مابعد میں عمل نہیں کرتا لیکن یہاں الف کے عامل مقدر ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص تجھ سے یہ کہے قَرَأْتُ عَلٰی زَیْدٍ۔ تو جواباً اس سے کہے آلْعَالِمِ تو تیری اصل عبارت یوں ہوگی أَعَلَی الْعَالِمِ۔ اس میں الف انکار کی مثال یہ ہے جب کوئی کہنے والا کہے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ تو اس کا انکار کرتے ہوئے کہے اَزَیْدِنِیْہ (دال کے کسرہ کے ساتھ) یا وہ یہ کہے رَاَیْتُ زَیْدًا تو کہے اَزَیْدَنِیْہ (دال کے نصب کے ساتھ) اسی طرح زید کی دال پر ضمہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محمد بن عرعرہ بن الیزید بھی سام بن لوی کی اولاد میں سے تھے۔ بعض نساب کہتے ہیں کہ سامہ نے اپنے پیچھے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا تھا۔ علامہ زبیر کہتے ہیں سامہ کے تین بیٹے تھے: 1۔ غالب، 2۔ نبیت اور 3۔ حارث۔ غالب کی ماں کو ناجیہ بنت جرم بن زبان کہا جاتا تھا۔ اس کا نام لیلیٰ تھا اس کو ناجیہ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک دفعہ اسے ریگستان میں سخت پیاس لگی۔ اس کا خاوند اس سے کہنے لگا وہ دیکھو پانی نظر آ رہا ہے حالانکہ وہاں پانی کا نام ونشان بھی نہ تھا وہاں صرف سراب تھا اس کا خاوند اسے اسی طرح امیدیں دلاتا رہا حتیٰ کہ وہ پانی کے پاس پہنچ گئے اور لیلیٰ نجات پا گئی اس کے بعد اس کو ناجیہ کہا جانے لگا۔ ابو الصدیق ناجی (جنہوں نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے) کو ناجی اس کی نسبت سے ہی کہا جاتا ہے۔ ابو المتوکل الناجی بھی اسی نسبت سے مشہور تھے (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کافی احادیث روایت کی ہیں۔) بنو سامہ نے عراق کو اپنا مسکن بنا لیا۔ ان میں سے بنو عبد البیت نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کی۔ ان میں سے

رُمْتَ دَفْعَ الحَتُوْفِ يَاابْنَ لُؤَيٍّ ‏ مَا لِمَنْ رَامَ ذَاكَ بَالحَتْفِ طَاقَهْ
وَخَرُوْسِ السُّرٰی تَرَکْتَ رِذِیًّا ‏ بَعْدَ جِدٍّ وَجِدَّةٍ وَرَشَاقَهْ

"اے آنکھ اس سامہ بن لوی کی موت پر گریہ بار ہو جس کی پنڈلی پر سانپ نے ڈس لیا ہے۔ مجھے اس دن سامہ کی طرح کا کوئی جوانمرد نظر نہ آیا تھا جب لوگوں نے اسے مردہ حالت میں اونٹنی سے اتارا تھا۔ عامر اور کعب کو یہ پیغام پہنچا دو کہ میرا نفس ان کا مشتاق ہے اگر میرا گھر عمان میں ہے تو کیا ہے میں پھر بھی بنو غالب میں سے ہی ہوں۔ جو غربت کی وجہ سے وہاں سے نہیں نکلا۔ اے ابن لوی! بہت سے پیالے تو نے موت کے خوف سے گرا دیئے ہیں حالانکہ تو انہیں گرانے والا نہ تھا۔ اے اسامہ! تو نے موت کو دور کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ایسی کوشش کرنے والا ہمیشہ ناکام رہتا ہے تو نے بے آواز رفیق راہ (اونٹنی) کو کوشش، غصہ اور تیز رفتاری کے بعد چھوڑ دیا"۔

علی بن الجہم الشاعر ایک ایسا شخص تھا جس نے نہ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حمایت کی بلکہ اپنے باپ کو بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے لعن وطعن کی۔

رسول اور مرسل کے درمیان فرق

سامہ بن لوی کے اس شعر بَلِّغَا عَامِرًا وَّ کَعْبًا رَسُوْلاً میں ممکن ہے۔ رَسُوْلَ بلِّغَا کا مفعول ہو اور رِسَالَۃ کے معنی میں ہو جس طرح کہ شاعر کے اس شعر میں ہے ؎

لَقَدْ کَذَبَ الوَاشُوْنَ مَابُحْتُ عِنْدَھُمْ ‏ بِلَیْلٰی وَلَا اَرْسَلْتُھُمْ بِرَسُوْلٖ

"چغل خوروں نے جھوٹ بولا ہے میں نے ان کے پاس نہ تو لیلیٰ سے محبت کا اظہار کیا ہے اور نہ ہی میں نے ان کے پاس کوئی پیغام بھیجا ہے"۔

رَسُوْل سے مراد "رِسَالَۃ" ہے۔ رِسَالَۃ کو رَسُوْل اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ کتاب ہو یا منظوم اشعار میں سے ایسا کلام ہو جو کتاب کے قائم مقام ہو سکے۔ وہ ان اشعار کو یہ کتاب کے قائم مقام کر لیتے ہیں۔ اہل قافلہ انہیں مختلف مقامات تک پہنچا دیتے ہیں جس طرح وہ کتاب پہنچاتے ہیں لکھنے والے کی طرف سے اسے اسی طرح عیاں کیا جاتا ہے جس طرح رسول کرتا ہے۔ اسی طرح وہ شعر بھی ہے جس کو آگے پہنچایا جاتا ہے اسے بھی رَسُوْل کہا جاتا ہے۔ رَسُوْل اور مُرْسَل کے مابین دقیق سا فرق ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے سمجھا جا سکتا ہے اَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلاً۔ یہاں اَرْسَلْنٰکَ مُرْسَلاً کہنا درست نہیں ہے اور نہ ہی نَبَّأْنٰکَ نَبِیًّا کہنا جائز ہے اسی طرح ضَرَبْنٰکَ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ سامہ بن لوی کی اولاد میں سے ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اس نے اپنے آپ کو سامہ بن لوی کی طرف منسوب کیا۔ نبی محترم ﷺ نے فرمایا سامہ بن لوی سے مراد ''شاعر'' ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! شاید آپ ﷺ نے اس کے اس شعر کی طرف اشارہ کیا ہے رُبَّ كَاسٍ هَرَقْتَ يَابْنَ لُؤَيٍّ...... آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں''۔

عوف بن لوی کا قصہ اور غطفان کے ساتھ اس کا الحاق

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عوف بن لوی قریش کے ساتھ ایک قافلہ میں عازم سفر ہوئے۔ جب وہ کارواں غطفان بن سعد بن قیس بن عیلان کے علاقہ میں پہنچا تو عوف اس سے پیچھے رہ گیا اہل قافلہ آگے نکل گئے۔ ثعلبہ بن سعد عوف کے پاس آیا یہ نسب میں عوف کا بھائی بھی تھا کیونکہ ثعلبہ کا نسب یہ ہے ثعلبہ بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان۔ عوف کا

مَضْرُوْبًا بھی کہنا درست نہیں۔ میں یہ فرق کسی اور جگہ بیان کروں گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر مرسل، رسول نہیں ہوتا جس طرح کہ ہوائیں مُرْسَلَاتٌ ہیں، بادل مُرْسَلَاتٌ ہیں اسی طرح ہر عذابِ الٰہی کو مُرْسَل کہا جاسکتا ہے لیکن رَسُوْل اس چیز کو کہیں گے جو مُبَلِّغ کو کوئی پیغام دے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ رَسُوْلًا، بَلِّغَا عَامِرًا وَّ كَعْبًا سے حال ہو کیونکہ رسول (واحد) سے ہی تثنیہ اور جمع کا معنی لیا جاسکتا ہے یہ واحد، جمع، مؤنث اور مذکر میں واحد بھی استعمال ہوسکتا ہے مثلاً اَنْتُمْ رَسُوْلِيْ اور هِيَ رَسُوْلِيْ کہنا جائز ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الشعراء)

''سو دونوں جاؤ فرعون کے پاس اور اسے کہو ہم فرستادے ہیں رب العالمین کے''۔

اس صورت میں مفعول اَنَّ نَفْسِي اِلَيْهِمَا مُشْتَاقَةٌ ہوگا جبکہ پہلے قول کے مطابق یہ رسول سے بدل ہوگا۔

وَخُرُوْسِ السُّرٰى تَرَكْتَ رَذِيًّا: اگر خُرُوْسِ کے سین پر کسرہ پڑھا جائے تو اس سے پہلے رُبَّ محذوف ہوگا تَرَكْتُ خُرُوْس کی صفت کی جگہ ہوگا اور اگر اس کو منصوب پڑھا جائے تو پھر یہ تَرَكْتُ کا مفعول ہوگا۔ ترکتُ کو اس کی صفت نہیں بنائیں گے کیونکہ صفت موصوف میں عمل نہیں کرتی۔ السُّرٰی کو خُرُوْس کا مجازاً مضاف الیہ بنائیں گے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے نَامَ لَيْلُكَ (تیری رات سوگئی۔) خُرُوْسُ السُّرٰی سے وہ اونٹنی مراد ہے جو رات کے وقت انتہائی سکون اور صبر کے

نسب یہ ہے عوف بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان ثعلبہ نے عوف کو اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ اسے قبیلہ میں شامل کر کے نہ صرف بھائی بنایا بلکہ اس کی شادی بھی وہیں کر دی اس طرح اس کی اولاد بنو ذبیان میں پھیل گئی۔ جب عوف اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گیا تو ثعلبہ نے اس سے کہا۔

اِحْبِسْ عَلَیَّ، ابنَ لُؤَیٍّ، جَمَلَكَ تَرَكَكَ القَوْمُ وَمَتْرَكٌ لَكَ

"اے ابن لوی! میرے پاس اپنے اونٹ کو ٹھہرا لو تیری قوم نے تو تجھے چھوڑ دیا ہے لیکن ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر یا محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حصین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اگر میں عرب کے کسی قبیلہ میں سے ہونے کا دعویٰ کرتا یا کسی قبیلے کو اپنے ساتھ ملانا چاہتا تو وہ بنو مرۃ بن عوف ہوتا" کیونکہ ان کی مشابہت کو بھی ہم جانتے ہیں اور اس جگہ کو بھی جانتے ہیں جہاں اس شخص (عوف بن لوی) نے قیام کیا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غطفان کا نسب یہ ہے مرۃ بن عوف بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان۔ جب ان کے لئے یہ نسب بیان کیا

ساتھ محو سفر ہوتی ہے وہ کوئی شور و غل نہیں کرتی گویا کہ وہ گونگی ہے۔ کُمَیت نے بھی اسی قسم کا شعر کہا ہے

كُتُومٌ إِذَا ضَجَّ المَطِيُّ، كَأَنَّمَا تَكَرَّمُ عَنْ أَخْلَاقِهِنَّ وَتَرْغَبُ

"جب دوسری سواری شور و غوغا کرتی ہے تو وہ اونٹنی بالکل خاموشی سے عازم سفر ہوتی ہے گویا کہ وہ ان جانوروں کی عادات اپنانے سے بچتی ہے اور ان سے دور رہتی ہے۔"

اعشیٰ کا قول ہے۔

كُتُومُ الرُّغَاءِ إِذَا هَجَّرَتْ وَكَانَتْ بَقِيَّةَ ذَوْدٍ كُتُمْ

"وہ بلبلانے والی اونٹنیوں میں سے خاموش رہنے والی (اونٹنی) ہے جب وہ وقت دوپہر سفر پر رواں ہوتی ہیں وہ ان اونٹنیوں میں سے ایک ہے جنہیں پانی پینے سے روک دیا جاتا ہے لیکن وہ پھر بھی دم تک نہیں اٹھاتیں"۔

اس شعر میں خُرُوس اَخرَس کے معنی میں ہے کیونکہ یہ کُتُوم کے معنی میں ہے اس لئے اس کے وزن پر بھی ہے۔ علامہ البرقی کہتے ہیں ماویہ بنت کعب سامہ کو اپنے بھائیوں سے بھی زیادہ پیار کرتی تھی جب سامہ چھوٹا تھا تو وہ اسے اٹھا کر یوں لوریاں دیتی تھی

جاتا ہے تو وہ اس کا انکار نہیں کرتے بلکہ وہ کہتے ہیں ہمیں یہ نسب از حد عزیز ہے۔

جب حارث بن ظالم بن جذیمہ بن یربوع، نعمان بن منذر کے خوف سے بھاگا اور قریش کے ساتھ ملا تو اس نے یہ شعر کہے ۔

فَمَا قَوْمِي بِثَعْلَبَةَ بْنِ سَعْدٍ وَلَا بِفَزَارَةِ الشُّعْرِ الرِّقَابَا
وَقَوْمِي۔ اِنْ سَاَلْتَ۔ بَنُوْ لَوَيٍّ بِمَكَّةَ عَلَّمُوْا مُضَرَ الضِّرَابَا
سَفِهْنَا بِاِتِّبَاعِ بَنِي بَغِيْضٍ وَتَرْكِ الْاَقْرَبِيْنَ لَنَا انْتِسَابَا
سَفَاهَةَ مُخْلِفٍ لَمَّا تَرَوَّى هَرَاقَ الْمَاءَ وَاتَّبَعَ السَّرَابَا
فَلَوْ طُوْوِعْتُ۔ عَمْرَكَ۔ كُنْتُ فِيهِمْ وَمَا اُلْفِيْتُ اَنْتَجِعُ السَّحَابَا
وَخَشَّ رَوَاحَةُ الْقُرَشِيُّ رَحْلِي بِنَاجِيَةٍ وَلَمْ يَطْلُبْ ثَوَابَا

"بنو ثعلبہ بن سعد میری قوم نہیں ہے اور نہ ہی لمبے بالوں والے اور لمبی گردن والے بنو فزارۃ میری قوم ہیں اگر تو پوچھتا ہے تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میری قوم بنو لوی ہے جو مکہ میں مقیم ہیں انہوں نے مضر کو شمشیر زنی سکھائی تھی۔ ہم نے بنو بغیض کی پیروی کر کے اور اپنے قریبی نسبی بھائی کو چھوڑ کر پانی پینے والے مُخلِف کی طرح بے وقوفی کی ہے جب اس نے جی بھر کر پانی پی لیا تو

وَاِنَّ ظَنِّي بِابْنِيَ اِنْ كَبِرْ اَنْ يَشْتَرِيَ الْحَمْدَ وَيُغْلِي بِالثَّمَنْ
وَيَهْزِمُ الْجَيْشَ اِذَا الْجَيْشُ اَرْجَحَنْ وَيُرْوِيَ الْعَيْمَانَ مِنْ مَحْضِ اللَّبَنْ

"میرا خیال ہے کہ میرا یہ بیٹا جوان ہو کر تعریف کا مستحق ہوگا۔ یہ بڑا گراں قیمت ہوگا جب یہ کسی لشکر کا مقابلہ کرے گا تو یہ پورے لشکر کو شکست سے دوچار کر دے گا یہ پیاسے لوگوں کو خالص دودھ پلایا کرے گا۔"

جب جریر نے بنو جشم بن لوی کے لئے یہ شعر کہا بَنِي جُشَمٍ لَسْتُمْ...... تو انہوں نے اسے ایک ہزار بکریاں دیں پہلے وہ ربیعہ کی طرف منسوب ہوتے تھے پھر وہ قریش کی طرف منسوب ہونے لگے۔

حارث کے شعر میں ہے سَفَاهَةُ مُخْلِفٍ "پانی پینے والے کی حماقت۔" ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر ذکر نہیں کیا۔

لَعَمْرُكَ اِنَّنِي لَاُحِبُّ كَعْبًا وَسَامَةَ اِخْوَتِي حُبِّي الشَّرَابَا

"تیری حیاتی کی قسم! میں اپنے بھائی کعب اور سامہ سے اس طرح شدید محبت کرتا ہوں جس طرح مجھے شراب سے محبت ہے"۔

اس نے پانی انڈیل دیا پھر سراب کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ مجھے تیری زندگانی کی قسم! اگر میں فرمانبرداری کرتا تو میں ان میں سے ہوتا اور جگہ جگہ بارش کی جستجو میں اس طرح گردش نہ کرتا۔ رواحہ قرشی نے تیز رفتار اونٹنی کے ساتھ مجھے کجاوہ بھی دیا لیکن وہ کسی تعریف کا خواہاں نہ تھا"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حصین بن حمام المری جس کا تعلق سہم بن مرۃ سے تھا۔ حارث کا جواب دیتے ہوئے اور غطفان کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

أَلَا لَسْتُمْ مِنَّا وَلَسْنَا اِلَيْكُمْ بَرِئْنَا اِلَيْكُمْ مِنْ لُوَيِّ ابْنِ غَالِبِ

اَقَمْنَا عَلٰى عِزِّ الحِجَازِ وَاَنْتُمْ بِمُعْتَلِجِ الْبَطْحَاءِ بَيْنَ الْاَخَاشِبِ

"ارے سنو! نہ تو تم ہم میں سے ہو اور نہ ہی ہم تم میں سے ہیں۔ ہم لوی بن غالب سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم حجاز کے معزز مقام پر مقیم ہو گئے اور تم نے وادی بطحاء میں پہاڑوں کے درمیان سیلاب کی گزرگاہ کو اپنا مسکن بنالیا"۔

خَشَّ رَوَاحَةُ القُرَشِيُّ رَحْلِي بِنَاجِيَةٍ: نَاجِيه سے مراد تیز رفتار اونٹنی ہے۔ خَشَّ کا معنی تیر کو پر لگانا ہے یعنی رواحہ نے مجھے مال بھی دیا اور اونٹنی بھی لیکن کسی ستائش کا متمنی نہ ہو۔ رَوَاحَه سے مراد رواحہ بن منقذ بن معیص بن عامر ہے یہ زمانہ جاہلیت میں سردار تھا اور مال غنیمت کا چوتھا حصہ لیتا تھا۔

عَمْرَكَ ظرف کی وجہ سے منصوب ہے۔ وَمَا اُلْفِيتُ اَنْتَجِعُ السَّحَابَا۔ وہ مجھے مال ومنال اور بھلائیوں سے اتنا نوازتے تھے کہ مجھے بارش کو تلاش کرنے اور شہروں میں چراگاہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

حصین کے شعر میں بِمُعْتَلِجِ الْبَطْحَاءِ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے سیلاب انتہائی سرعت سے گزرتے ہوں۔ شاعر کہتا ہے۔

لَوْ قُلْتَ لِلسَّيْلِ دَعْ طَرِيْقَكَ وَالسَّيْـ ـلُ كَمِثْلِ الهِضَابِ يَعْتَلِجُ

"اگر میں سیلاب سے کہوں کہ تو اپنا راستہ چھوڑ دے حالانکہ اس کی پہاڑوں جیسی موجیں تیزی سے رواں دواں ہیں"۔

حدیث پاک میں ہے:

اِنَّكُمَا عِلْجَانِ فَعَالِجَا عَنْ دِيْنِكُمَا۔

"تم دونوں قوی جوان ہو اپنے دین کا دفاع کرو"۔

حدیث پاک میں ہے:

کچھ مدت بعد حصین اپنے ان اشعار پر شرمندہ ہوا۔ حارث کی مدح کی اپنے آپ کو قریش کی طرف منسوب کیا اور اپنے نفس کی تکذیب کرتے ہوئے کہا

نَدِمْتُ عَلٰی قَوْلٍ مَضٰی کُنْتُ قُلْتُهٗ   تَبَیَّنْتُ فِیْهِ اَنَّهٗ قَوْلُ کَاذِبِ

فَلَیْتَ لِسَانِیْ کَانَ نِصْفَیْنِ مِنْهُمَا   بُکَیْمٌ وَنِصْفٌ عِنْدَ مَجْرَی الْکَوَاکِبِ

اَبُوْنَا کِنَانِیٌّ بِمَکَّةَ قَبْرُهٗ   بِمُعْتَلِجِ الْبَطْحَاءِ بَیْنَ الْاَخَاشِبِ

لَنَا الرُّبْعُ مِنْ بَیْتِ الْحَرَامِ وِرَاثَةً   وَرُبْعُ الْبِطَاحِ عِنْدَ دَارِبْنِ حَاطِبِ

''میں ماضی میں کہے گئے ایک قول پر شرمندہ ہوں۔ میں نے ہی اس قول کو کہا تھا بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک جھوٹے شخص کی بات تھی کاش! میری زبان کے دو ٹکڑے ہوتے ایک حصہ بکیم کے پاس اور دوسرا ستاروں کی گزرگاہ پر ہوتا۔ کنانی ہی ہمارا باپ ہے وادیٔ بطحاء میں پہاڑوں کے مابین پانی کی گزرگاہ میں اس کی قبر ہے۔ بیت الحرام سے وراثتاً ہمارا چوتھا حصہ ہے اور ابن حاطب کے گھر کے پاس وادیٔ بطحاء میں بھی ہمارا چوتھا حصہ ہے''۔

لوی کے چار بیٹے تھے: 1۔ کعب، 2۔ عامر، 3۔ سامہ، 4۔ عوف۔ اس لئے شاعر نے وراثت کے چوتھے حصہ کا ذکر کیا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ایک ایسے شخص نے بیان کیا ہے جسے میں جھوٹا نہیں کہہ سکتا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنومرہ کے کچھ افراد سے فرمایا ''اگر تم اپنے نسب کی طرف واپس جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ''۔

بنومرہ کے سردار

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بنومرہ کے سردار اور قائد درج ذیل اشخاص تھے۔ 1۔ ہرم

''اِنَّ الدُّعَاءَ لَیَلْقِی الْبَلَاءَ نَازِلًا مِنَ السَّمَاءِ فَیَعْتَلِجَانِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔''

''بلاشبہ دعا آسمان سے نازل ہونے والی مصیبت سے ملتی ہے پھر وہ دونوں قیامت تک باہم جھگڑتی رہتی ہیں''۔

لَنَا الرُّبْعُ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بنولوی چار تھے۔ ان میں سے ایک ان کا باپ عوف بھی تھا۔ بنو لوی ہی اہل حرم تھے۔ بیت اللہ کی وراثت ان کے لئے ہی تھی۔

الاَخَاشِب۔ مکہ معظمہ کا ایک پہاڑ ہے کبھی کبھی ہر پہاڑ کو بھی اَخْشَب کہا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کَاَنَّ فَوْقَ مَنْکِبَیْهِ اَخْشَبًا۔ گویا کہ اس کے کندھوں پر پہاڑ تھا۔

بن سنان، 2۔خارجہ بن سنان، 3۔حارث بن عوف، 4۔حصین بن حمام، 5۔ہاشم بن حرملہ۔اسی ہاشم کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ۔

اَحْیَا اَبَاہٗ ہَاشِمُ بْنُ حَرْمَلَہْ یَوْمَ الْھَبَاءَاتِ وَیَوْمَ الْیَعْمَلَہْ

تَرَی الْمُلُوْکَ عِنْدَہٗ مُغَرْبَلَہْ یَقْتُلُ ذَاالذَّنْبِ، وَمَنْ لَاذَنْبَ لَہٗ

''ھَبَاءَ ات اور یَعْمَلَہ کے دن ہاشم نے اپنے باپ کا نام روشن کر دیا تو دیکھے گا کہ اس کے سامنے بادشاہ بھی ذلیل ورسوا ہیں۔وہ خطا کار اور بے گناہ دونوں کو قتل کر دیتا ہے۔''

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ اشعار عامر خصفی کے ہیں۔ابوعبیدہ نے بھی مجھے یہ اشعار سنائے تھے لیکن ان میں ایک مصرعہ زائد تھا جو یہ ہے وَرُمْحُہٗ لِلْوَالِدَاتِ مَثْکَلَہْ۔''اس کا نیزہ ماؤں سے ان کے فرزند جدا کرنے والا تھا''۔

ابوعبیدہ نے مجھے بیان کیا ہے کہ ہاشم نے عامر سے کہا ''تم میری تعریف میں عمدہ اشعار کہو میں تمہیں انعام دوں گا''۔عامر نے پہلا مصرعہ کہا ہاشم نے اسے پسند نہ کیا۔دوسرا اور تیسرا مصرعہ بھی اسے پسند نہ آیا جب اس نے چوتھا مصرعہ کہا تو ہاشم نے اسے بہت پسند کیا اور اس کو بہت سا انعام

خارجہ بن سنان

یہ وہی خارجہ ہے جس کے متعلق مشہور تھا کہ جن اس کو اٹھا کر لے گئے تھے کیونکہ اس کے حسن و جمال، شرافت ونجابت اور عمدہ نسل کی وجہ سے عورتیں اس میں رغبت رکھتی تھیں۔اس کی بیٹی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔آپ نے پوچھا ''جب زہیر نے تیرے باپ کی تعریف کی تھی اس وقت تیرے باپ نے اسے کیا دیا تھا''۔اس لڑکی نے جواب دیا ''میرے باپ نے اس کو آٹا، رقم اور سامان دیا تھا لیکن زمانے نے ان تمام چیزوں کو فنا کر دیا''۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''لیکن جو کچھ زہیر نے تمہیں دیا زمانہ اس کو فنا نہ کر سکا''۔

جب خارجہ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو اس کی ماں اس کی تکلیف سے جانبر نہ ہو سکی وقت مرگ اس نے حکم دیا کہ اس کے پیٹ کو چیر کر بچہ نکال لیا جائے۔اطباء نے اس کی ماں کا پیٹ چیرا اور خارجہ کو زندہ نکال لیا گیا کیونکہ اس کی والدہ کا پیٹ چیر کر اسے نکالا گیا تھا اس لئے وہ خارجہ کے نام سے موسوم ہو گیا۔خارجہ کو خِشْعَۃ بھی کہتے تھے۔خطیہ اسی کے متعلق کہتا ہے ۔

لَقَدْ عَلِمَتْ خَیْلُ ابْنِ خِشْعَۃَ اَنَّھَا مَتٰی مَا یَکُنْ یَوْمًا جِلَادٌ تُجَالِدُ

''ابن خشعہ کے گھوڑے جانتے ہیں کہ جب کوئی شمشیر زنی کرنے والا نہیں ہوتا تو اس وقت وہ

دیا۔ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کیت بن زید نے اپنے اس شعر میں ہاشم ہی کا ذکر کیا ہے۔

هَاشِمٌ مُرَّةَ الْمُفْنِي مُلُوْكًا بِلَا ذَنْبٍ اِلَيْهِ وَمُذْنِبِيْنَا

''ہاشم بادشاہوں کو ہلاک کردینے والا تھا وہ بے گناہوں اور گناہ گاروں دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا''۔

عامر کا قول يَوْمَ الْهِبَاءَ اتِ۔ ابوعبیدہ نے روایت نہیں کیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ غطفان اور قیس میں ایک ایسی قوم بھی تھی جو کافی شہرت کی حامل تھی۔ ان میں ہی ان کا

دشمن کو سزا دیتے ہیں''۔

عامر کا قول تَرٰی الْمُلُوْکَ حَوْلَهٗ مُغَرْبَلَه۔ مُغَرْبَلَه کا معنی مُنْتَفِخَة ہے۔ جب مقتول پھول جاتا ہے تو کہا جاتا ہے ''غَرْبَلَ الْقَتِيْلُ'' لیکن یہ معنی مشہور نہیں ہے۔ ابوعبید نے اس کا ذکر ''اَلْغَرِيْبُ الْمُصَنَّفُ'' میں کیا ہے مُغَرْبَلَه کو باء کے فتح کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ بعض علمائے لغت کہتے ہیں کہ اس کا معنی بادشاہ کو چن کر قتل کرنا ہے میرے خیال میں غَرْبَلَه کا معنی بادشاہوں کی جستجو اور ان کا تعاقب کرنا ہے۔

مکحول دمشقی کا قول ہے:

''دَخَلْتُ الشَّامَ فَغَرْبَلْتُهَا غَرْبَلَةً حَتّٰى لَمْ اَدَعْ عِلْمًا اِلَّا حَوَيْتُهٗ۔''

''میں سرزمین شام گیا وہاں خوب جستجو کی اور میں نے ہر قسم کے علوم کا احاطہ کرلیا۔''

میں نے اس کے متعلق بقل سے بھی پوچھا انہوں نے بھی یہی قول ذکر کیا۔ 'غُرْبَلَه' کا معنی تتبع اور استقصاء ہے۔ یہ غَرْبَلْتُ الطَّعَامَ سے مشتق ہے۔

يَقْتُلُ ذَا الذَّنْبِ وَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ۔ اس مصرعہ نے ہاشم کو خوش کیا۔ یہ وصف اس کے لئے باعث شرف وقدر تھا۔ ہاشم نہ تو کسی بادشاہ کے ظلم وستم سے مرعوب ہوتا تھا اور نہ ہی کوئی انتقام لینے والا اس کو خوفزدہ کرسکتا تھا۔ یہ منظور بن زبان بن سیار کا نانا تھا۔ اس منظور کی بیٹی ''زجلہ'' ابن زبیر کی زوجیت میں تھی۔ منظور کی ماں کا نام قہطم بنت ہاشم تھا۔ یہ چار سال تک ماں کے پیٹ میں رہا جب یہ پیدا ہوا تو اس کی ڈاڑھیں بھی نکلی ہوئیں تھیں۔ طویل انتظار کروانے کی وجہ سے اس کا نام منظور پڑ گیا۔ منظور کے والد زبان بن سیار کے متعلق ہی خطیئہ کہتا ہے۔

وَفِي آلِ زَبَّانَ بِنْ سَيَّارَ فِتْيَةٌ يَرَوْنَ ثَنَايَا الْمَجْدِ سَهْلًا صِعَابُهَا

''زبان بن سیار کی اولاد میں ایسے جوان بھی ہیں جو شرف وعظمت کی چوٹیوں پر چڑھنا آسان

تذکرہ تھا اور انہی کی طرف منسوب ہوتے تھے ان میں ہی بَسل کی رسم پائی جاتی تھی۔

بَسْل کی وضاحت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قبیلہ غطفان اور قیس میں بَسْل کی رسم پائی جاتی تھی۔ بَسْل سے مراد یہ ہے کہ یہ قبائل سال بھر میں آٹھ ماہ کو حرام شمار کرتے تھے۔ اہل عرب ان قبائل کی اس رسم کو جانتے تھے وہ نہ تو اس کا انکار کرتے تھے اور نہ ہی اس کا دفاع کرتے تھے۔ وہ قبائل ان مہینوں میں بغیر کسی خوف اور ڈر کے جہاں چاہتے سفر کرتے تھے۔ زہیر بن ابی سلمیٰ کہتا ہے (زہیر کا تعلق بنومزینہ سے تھا اور وہ ابن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر تھے۔) یہ بھی کہا جاتا ہے

سمجھتے ہیں"۔

بنومزینہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ زہیر کا تعلق بنومزینہ سے تھا۔ بنومزینہ سے مراد بنوعثمان بن عمرو بن الاطم بن اُد بن طابخہ ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؂

فَاِنَّكَ خَيْرُ عُثْمَانَ بْنِ عَمْرٍو وَاَسْنَاهَا اِذَا ذُكِرَ السَّنَاءُ

"بلاشبہ تو عثمان بن عمرو سے بہتر ہے اور جب روشنی کا ذکر کیا جائے تو تو ان سے زیادہ روشن جبیں ہے"۔

مزینہ بنوعثمان کی ماں کا نام تھا۔ یہ کلب بن وبرہ کی بیٹی تھی اس کی بہن کا نام حوأب بنت کلب تھا۔ مَاءُ الْحَوْآب اسی کی طرف منسوب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مبارک میں بھی اس کا ذکر ہے نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو مخاطب کرکے فرمایا:

اَيَّتُكُنَّ صَاحِبَةُ الْجَمَلِ الْاَدْبَبِ تَنْبَحُهَا كِلَابُ الْحَوْآبِ.

"تم میں سے ادبب(1) اونٹ کی سوار کون ہے جس پر حوآب کے کتے بھونکیں گے"۔

بَسْل اور اس کا معنی

بَسْلٌ اضداد میں سے ہے اس کا معنی حلال بھی ہے اور حرام بھی۔ دم وغیرہ کرکے جو اجرت لی جاتی ہے اس کو بُسْلَةُ الرَّاقِي کہا جاتا ہے۔ اگر یہ لفظ دعا کے بعد استعمال ہو تو اس کا معنی "آمین" ہوتا ہے۔ زاجر کہتا ہے ؂

1۔ بہت بالوں والا اونٹ۔

کہ اس کا تعلق غطفان سے تھا بعض مؤرخین کہتے ہیں یہ غطفان کا حلیف تھا۔

تَامَّلْ فَاِنْ تُقْوِ الْمَرَوْرَاةُ مِنْهُمْ وَدَارَاتُهَا لَاتُقْوِ مِنْهُمْ اِذًا نَخْلُ

بِلَادٌ بِهَا نَادَمْتُهُمْ وَاَلِفْتُهُمْ فَاِنْ تُقْوِيَا مِنْهُمْ فَاِنَّهُمْ بَسْلُ

"ذرا غور تو کر اگر مَرَوْرَاۃ اور اس کے دَارَات (مشہور مقامات) ان سے خالی ہو گئے ہیں تو نخل تو ان سے خالی نہیں ہوا۔ یہی وہ شہر ہیں جن میں میں ان کا ہم نشیں اور ان سے مانوس تھا۔ اگر یہ شہر ان سے خالی بھی ہو گئے ہیں تو پھر بھی وہ قابل تکریم ہیں"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اعشیٰ کا شعر ہے

اَجَارَتُكُمْ بَسْلٌ عَلَيْنَا مُحَرَّمٌ وَجَارَتُنَا حِلٌّ لَكُمْ وَحَلِيْلُهَا

"تم کو بَسْل نے پناہ دی جو ہمارے لئے محترم ہے ہم نے جس کو پناہ دی وہ تمہارے لئے حلال اور نا قابل احترام ہے"۔

کعب اور مرۃ کی اولاد اور ان کی مائیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کعب بن لوی کے تین بیٹے تھے: 1۔ مرہ بن کعب، 2۔ عدی بن کعب، 3۔ ہصیص بن کعب۔ ان کی ماں کا نام وحشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر بن

لَاخَابَ مِنْ نَفْعِكَ مَنْ رَجَاكَ بَسْلًا وَعَادَى اللّٰهُ مَنْ عَادَاكَ

"جس نے تم سے امید وابستہ کر لی وہ خسارے میں نہیں رہتا بلکہ اس کو فائدہ ہوتا ہے جو تم سے عداوت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے"۔

فَاِنْ تُقْوِ الْمَرَوْرَاةُ مِنْهُمْ۔ مَرَوْرَاۃ سے مراد گھر ہے۔ بعض نسخوں میں یہ جمع مَرَوْرَات بھی آیا ہے۔ یہ مَرَوْر کی جمع ہے۔ کلام عرب میں یہ وزن بہت کم مستعمل ہے اس میں عین اور لام کلمہ کو دو بار ذکر کیا گیا ہے۔ یہ فَعَلْعَلَۃ کے وزن پر ہے جیسا کہ صَمَحْمَحَہ ہے اس میں الف واؤ اصلیہ سے بدلا ہوا ہے۔ یہ سیبویہ کا قول ہے اس نے اس کو شَجَوْجَاۃ کی مثل کہا ہے اس نے انکار کیا ہے کہ یہ عَثَوْثَل کے باب میں سے نہیں ہے۔ ابن سراج قَطَوْطَاۃ جو مَرَوْرَاۃ کی مانند ہے کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ عَثَوْثَل کے باب سے ہے۔ سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ صَمَحْمَحَۃ کی طرح ہے۔ ابن سراج کے قول کے مطابق یہ فَعَوْعَلَۃ کے وزن پر ہے اور اس کی واؤ زائدہ ہے۔

هُصَيْصٌ۔ یہ الهَصّ سے مشتق ہے فُعَيل کے وزن پر ہے اس کا معنی انگلیوں کو زور سے دبانا ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یقظہ بن مرۃ کا بھی تذکرہ کیا ہے یہ قاف کی فتح اور کسرہ دونوں کے

مالک بن نضر تھا۔ مرۃ کے بھی تین فرزند تھے۔ کلاب بن مرۃ، تیم بن مرۃ اور یقظہ بن مرۃ۔ کلاب کی ماں کا نام ہند بنت سریر بن ثعلبہ بن حارث بن فہر بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ تھا۔ یقظہ کی والدہ کا نام البارقیہ تھا۔ یہ یمنی تھی اس کا تعلق بنو اسد سے تھا، یہ بارق کی رہائشی تھی۔ تیم کی ماں بھی اسی کو ہی کہا جاتا ہے۔ بعض علمائے نسب کہتے ہیں کہ ہند بنت سریر ہی تیم کی ماں تھی۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بارق سے مراد عدی بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن اسد بن الغوث کی اولاد ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ شَنُوءَ ةَ سے تھا کُمَیت بن زید کہتا ہے ؎

وَاَزْدُ شَنُوْءَةَ اِنْدَرَوْا عَلَيْنَا بِجُمٍّ يَحْسِبُوْنَ لَهَا قُرُوْنَا
فَمَا قُلْنَا لِبَارِقَ: قَدْ اَسَأْتُمْ وَمَا قُلْنَا لِبَارِقَ: اَعْتِبُوْنَا

''ازد شنوءۃ ہماری مدد کے لئے ایک جم غفیر (مینڈھوں کی مانند کثیر تعداد) کے ساتھ آئے دشمن ان کے سر پر سینگوں کا گمان کرتا تھا نہ تو ہم نے بارق سے کہا کہ تم نے برا کیا ہے نہ ہی ہم نے

ساتھ پڑھا گیا ہے شاعر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

وَاَنْتَ لِمَخْزُوْمِ بْنِ يَقْظَةَ جُنَّةٌ كِلَا اسْمَيْكَ فِيْهَا مَاجِدٌ وَابْنُ مَاجِدِ

''آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مخزوم بن یقظہ کے لئے ڈھال ہیں اس قبیلہ میں آپ دو ناموں سے مشہور ہیں: 1۔ ماجد: بزرگ و برتر، 2۔ ابن ماجد: ذی شرف وقدر انسان کے فرزند ارجمند''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بارق کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد بنو عدی ہیں ان کا تعلق اَزْد سے تھا۔ ان کو بارق اس لئے کہتے تھے کیونکہ انہوں نے برق کی پیروی کی تھی۔ بعض علماء کہتے ہیں انہوں نے اپنا مسکن اس پہاڑ کے پاس بنایا تھا جسے بارق کہا جاتا تھا۔

بِجُمٍّ يَحْسِبُوْنَ لَهَا قُرُوْنَا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ان گنت تھے۔ ان کی قوت وطاقت کا بھی کوئی حساب نہ تھا۔ وہ ان مینڈھوں کی طرح تھے جن کے سینگ نہیں ہوتے پھر بھی وہ قوت وتوانائی سے بھرپور ہوتے ہیں۔ کُمَیت سے ابو المستہل ابن زید مراد ہے اس کا تعلق بنو اسد سے تھا۔ اسی قبیلہ میں ایک اور شخص کمیت بن معروف بھی تھا جو ابن زید سے پہلے گزر چکا تھا۔ ان میں ایک کمیت بن ثعلبہ بھی تھا۔ یہ شعر ابن معروف کا ہے ؎

وَلَا تُكْثِرُوْا فِيْهِ الضِّجَاجَ فَاِنَّهُ مَحَا السَّيْفُ مَا قَالَ ابْنُ دَارَةَ اَجْمَعَا

''اس میں زیادہ غل نہ مچاؤ بلاشبہ جو کچھ ابن دارۃ کہتا ہے تلوار اس کو مٹا دیتی ہے''۔

ان سے کہا کہ تم ہمیں راضی کر دو"۔

ان کو بارق اس لئے کہتے تھے کیونکہ انہوں نے بَرق کی پیروی کی تھی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کلاب بن مرہ کے دو بیٹے تھے: 1۔ قصیٰ بن کلاب، 2۔ زہرہ بن کلاب۔ ان دونوں کی والدہ کا نام فاطمۃ بنت سعد بن سیل تھا۔ اس کا تعلق بنو الجدرۃ سے تھا۔ یہ بھی یمن کی رہنے والی تھی۔ بنو جدرہ جعثمہ الازد کی شاخ تھی۔ یہ بنو دیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے حلیف تھے۔

جُعثُمہ کا نسب اور الجَدَرَۃ کہنے کی وجہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جُعثمہ کو جُعثُمۃُ الْاَسَد اور جُعثُمَۃُ الْاَزْدِ بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد جُعثُمَہ بن یشکر بن مبشر بن صعب بن دہمان بن نصر بن زہران بن الحارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن الاسد بن الغوث ہے۔ ان کو الجَدَرَۃ اس لئے کہتے تھے کیونکہ عامر بن عمرو بن جُعثمہ نے حارث بن مضاض الجرہمی کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ جرہم کعبہ کے خدام تھے۔ عامر نے خانہ کعبہ کی ایک دیوار تعمیر کی اسے جادر کہا جانے لگا۔ اس کی

الجَدَرَۃ سے مراد بنو عامر بن خزیمہ بن جعثمہ ہیں۔ شیخ ابو بحر کے حاشیہ میں خزیمہ کا اضافہ تسامح ہے۔ وہ عمرو بن جعثمہ تھا۔ ابن اسحاق کے علاوہ دیگر علماء بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ خانہ کعبہ میں سیلاب داخل ہو گیا اس نے بیت اللہ کی دیواروں کو نقصان پہنچایا۔ قریش اس صورت حال سے خوفزدہ ہو گئے انہیں یہ خدشہ لگا کہ سیلاب کا ایک اور ریلا اس کو بالکل ہی منہدم نہ کر دے جس کی وجہ سے ان کا دین اور شرف ختم ہو کر نہ رہ جائے۔ عامر نے ان کے لئے دیوار بنا دی اسی وجہ سے اس کو جادر کہا جانے لگا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جَدَرۃ بنو الدیل کے حلیف تھے۔ اہل نسب میں مشہور ہے کہ بنو عبدالقیس کے دیل کا نسب ابن عمرو بن ودیعہ تھا بنو ازد میں بھی ایک دیل نامی شخص پایا جاتا تھا وہ ابن ہدہاد بن زید مناۃ تھا۔ بنو تغلب میں بھی ایک دیل نامی آدمی تھا وہ ابن زید بن عمرو بن غنم بن تغلب تھا۔ بنو ایاد میں بھی ایک دیل تھا وہ ابن امیہ بن حذافۃ بن زہیر بن ایاد تھا۔ وہ دیل جو کنانہ میں تھا اس کا نام ظالم بن عمرو تھا یہی الجدرہ کے حلیف تھے۔ ابو الاسود الادؤلی کو ان ہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ابن کلبی اور محمد بن حبیب وغیرہ کہتے ہیں اصل لفظ "دُئِل" ہے "دُؤَلِیّ" کو اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اہل لغت کا ایک گروہ جن میں امام کسائی، یونس بن حبیب اور اخفش وغیرہ شامل ہیں کہتا ہے کہتا ہے کہ یہ لفظ دِیْل ہے اور الدِیْلِیُّ کو اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ابو عبیدہ کا بھی یہی قول ہے

اولاد الجَذرَۃ کے نام سے مشہور ہوئی۔ سعد بن سیل کے بارے میں شاعر کہتا ہے ۔

مَا نَرٰی فِی النَّاسِ شَخْصًا وَاحِدًا مَنْ عَلِمْنَاہُ کَسَعْدِ بْنِ سَیَلِ
فَارِسًا اَضْبَطَ، فِیْہِ عُسْرَۃٌ وَاِذَا مَا وَاقَفَ الْقِرْنَ نَزَلَ
فَارِسًا یَسْتَدْرِجُ الْخَیْلَ کَمَا اسْتَدْرَجَ الْحُرُّ الْقَطَامِیُّ الْحَجَلَ

”ہم کو تو لوگوں میں ایک بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو سعد بن سیل کی خوبیوں کا مالک ہو وہ ایسا شہ سوار تھا کہ جب مدمقابل اس کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے آتا تو وہ اپنی سواری سے نیچے اتر جاتا۔ وہ ایسا سوار تھا جو گھوڑے کو اس طرح قابو کرتا تھا جس طرح قطامی شہباز چکور کو قابو کرتا ہے“۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب کے دونوں بیٹوں سعد اور سعید کی ماں کا نام نعم بنت کلاب تھا۔ اس کی ماں فاطمہ بنت سعد بن سیل تھی۔

محمد بن حبیب کہتے ہیں ابن کلبی وغیرہ کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الدُّوْل سے مراد الدول بن حنیفہ ہے۔ حنیفہ کا نام اثال بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل تھا۔ یہ مسیلمہ کذاب کا قبیلہ تھا۔ ربیعہ میں بھی ایک شخص کا نام الدُّول تھا۔ قبیلہ عمرہ میں بھی الدُّول بن صباح تھا۔ قبیلہ الرباب میں بھی الدُّول بن جل بن عدی بن عبد مناۃ بن اُد بن طابخہ تھا۔ قبیلہ اسد میں بھی الدُّوْل بن سعد مناۃ بن غامد تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں الدِیْل دال کے کسرہ اور یاء کے سکون کے ساتھ ہے عدوی اور ابن سالم الجمحی نے بھی ابن اسحاق کی تائید کی ہے۔ الدَّرْل فَعُل کے وزن پر دَاْل، یَدْاُلُ سے مشتق ہے اس کا معنی سرعت رفتاری سے چلنا ہے۔ دِیْل اسی سے فعل مجہول ہے کہا جاتا ہے ابن بکر کا نام دُئل تھا۔ چھوٹی سواری کو دُئل کہا جاتا ہے۔ کعب بن مالک شعر ہے ۔

جَاءُوْا بِجَحْشٍ لَوْ قِیْسَ مُعْرَسُہٗ مَا کَانَ اِلَّا کَمُعْرَسِ الدُّئِلِ

”وہ ایسا لشکر لے کر آئے کہ اگر اس کی قیام گاہ کا اندازہ لگایا جائے تو وہ دُئل کی جگہ کے برابر ہے“۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سعد بن سیل کے متعلق اشعار لکھے ہیں سَیَل کا نام خیر بن حمالۃ تھا۔

(الطبری)

سَیَل سے مراد سُنبل ہے اسی نے ہی سب سے پہلے تلواروں پر سونے اور چاندی سے ملمع سازی کی تھی۔

فَارِسًا اَضْبَطَ۔ دونوں ہاتھوں سے کام کرنے والے کو اضبط کہا جاتا ہے۔ یہ شیر کی بھی صفت

قصیؔ بن مناف کی اولاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قصیٰ بن کلاب کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں:1۔عبد مناف،2۔عبدالدار،3۔عبدالعزیٰ،4۔عبدقصیٰ،5۔تخمر بنت قصیٰ،6۔برہ بنت قصیٰ۔ان کی ماں کا نام جبی بنت حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عبدمناف کا نام مغیرہ تھا۔اس کے چار بیٹے تھے:1۔ہاشم، 2۔عبدشمس،3۔مطلب،4۔نوفل۔پہلے تینوں بیٹوں کی ماں کا نام عاتکہ بنت مرۃ بن ہلال بن فالج بن زکوان بن ثعلبہ بن بھشہ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ تھی جبکہ نوفل کی ماں کا نام واقدہ بنت عمرو المازنیہ تھا۔مازن سے مراد ابن منصور بن عکرمہ ہے۔

ہے جُمَیْعُ کہتا ہے ضَبْطَاءُ تَسْکُنُ غَیْلًا غَیْرَ مَقْرُوْبِ۔

العواتک

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حلیل بن حبشیہ کا ذکر کیا ہے۔بڑی کالی چیونٹی کو حبشہ کہتے ہیں۔قصیٰ نے حلیل کی بیٹی جبی کے ساتھ شادی کر لی تھی۔اس کے ہاں عبدمناف اور اس کے بھائی پیدا ہوئے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ایک اور ماہر نسب کہتا ہے عبدمناف کی ماں کا نام عاتکہ بنت ہلال بن بالج بن ذکوان تھا۔ہاشم کی ماں کا نام عاتکہ بنت مرہ تھا،پہلی عاتکہ دوسری عاتکہ کی چچی تھی۔ام وہب حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کی جانب سے نانی تھی۔اس کا نام بھی عاتکہ بنت الاوقص بن مرہ بن ہلال تھا انہیں عَوَاتِک کہا جاتا ہے۔نبی مخترم ﷺ انہی کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ ﷺ نے فرمایا''میں سلیم میں سے عواتک کا بیٹا ہوں''۔اس حدیث پاک کی تاویل کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ بنوسلیم کی تین عورتوں نے آپ ﷺ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ان تمام کا نام عاتکہ تھا لیکن پہلی توجیہہ درست ہے۔عاتکہ بنت مرہ کی ماں کا نام ماویہ بنت حوزہ بن عمرو بن مرۃ تھا۔یہی بنو سلول تھے ماویہ کی والدہ کا نام ام اناس المَذْحجیۃ تھا۔

عبدمناف کی مائیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صفیہ کی ماں کا نام بنت عبداللہ بن سعد العشیرہ بن مذحج تھا لیکن ان کا یہ قول درست نہیں کیونکہ سعد العشیرہ بن مذحج ان تمام قبائل کا باپ ہے جو مذحج کی طرف منسوب ہیں صرف چند مستثنیٰ ہیں اس لئے یہ ناممکن ہے کہ ہاشم کے زمانہ میں اس کا کوئی صلبی بیٹا ہو۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عتبہ بن غزوان بن جابر بن وہب بن نسیب بن مالک بن حارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ نے اس نسب میں ان کی مخالفت کی ہے۔ ابوعمرو، تماضر، قلابہ، حیہ، ریطہ، ام الاثم، ام سفیان بنوعبد مناف میں سے تھے۔ ابوعمرو کی ماں کا نام ریطہ تھا۔ اس کا تعلق بنوثقیف سے تھا باقی تمام عورتوں کی ماں عاتکہ بنت مرۃ تھی۔ عاتکہ کی ماں کا نام صفیہ بنت حوزہ بن عمرو بن سلول بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن تھا۔ صفیہ کی ماں بنت عبداللہ ابن سعد العشیرہ بن مذحج تھی۔

ہاشم کی اولاد

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہاشم بن عبد مناف کے چار بیٹے تھے: 1۔ عبدالمطلب 2۔ اسد، 3۔ ابوصیفی، 4۔ نضلہ۔ ان کی پانچ بیٹیاں تھیں: 1۔ شفاء، 2۔ خالدہ، 3۔ ضعیفہ، 4۔ رقیہ، 5۔ حیہ۔ عبدالمطلب اور رقیہ کی ماں کا نام سلمٰی بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تھا۔ نجار کا نام تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر تھا۔ سلمٰی کی ماں کا نام عمیرہ بنت صخر بن حبیب بن حارث بن ثعلبہ بن مازن بن نجار تھا۔ عمیرہ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت عبدالاشہل النجاریہ تھا۔ اسد کی والدہ کا نام قیلہ بنت عامر بن مالک الخزاعی تھا۔ ابوصیفی اور حیہ کی والدہ کا نام ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجیہ تھا۔ نضلہ اور شفاء کی

علامہ برقی نے ابن ہشام سے یہی روایت کیا ہے لیکن غسانی کی روایت کے مطابق اس کا نام بنت عبداللہ ہی ہے۔ جس کا تعلق سعد العشیرۃ سے تھا۔ بعض علماء نسب نے عبداللہ کی جگہ عائذ اللہ کہا ہے یہ زیادہ قرین صواب معلوم ہوتا ہے یہ سعد العشیرہ کا بیٹا تھا۔ اس کا نام عیذ اللہ تھا یہ جنب (مذحج) کے قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا۔ ان میں سے اکثر لوگوں کا تذکرہ میں نے کر دیا ہے میرا خیال ہے کہ علامہ البرقی کو نام کے اشتراک کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ یہ عبداللہ بن السعد العشیرہ کا صلبی بیٹا نہیں بلکہ سعد العشیرہ کے قبیلہ سے اس کا تعلق تھا۔

عبد شمس اور ہاشم

عبد شمس اور ہاشم جڑواں بھائی تھے جب ہاشم پیدا ہوئے تو ہاشم کی ٹانگ عبد شمس کی پیشانی کے ساتھ متصل تھی انہیں تلوار کے ساتھ جدا کیا گیا۔ اسی وجہ سے لوگ کہتے تھے عنقریب ان کی اولاد کے مابین خونریزی ہوگی۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ بن عبد شمس میں سے اسی وجہ سے خونریزی ہوئی تھی۔ عبدالمطلب کی ماں سلمٰی کا نسب میں نے ذکر کر دیا ہے۔ سلمٰی کی ماں عمیرہ بنت صخر المازنیہ تھی اس کے

والدہ ایک قضاعی خاتون تھی خالدہ اور ضعیفہ کی ماں کا نام واقدہ بنت ابی عدی المازنیہ تھا۔

عبدالمطلب بن ہاشم کی اولاد

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب کے ہاں دس لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں تھیں: 1۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، 2۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، 3۔ حضرت ابوطالب، 4۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، 5۔ حارث، 6۔ حجل، 7۔ مقوم، 8۔ ضرار، 9۔ ابولہب، 10۔ حضور اکرم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بیٹیوں کے نام یہ ہیں: 1۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، 2۔ ام حکیم بیضاء، 3۔ عاتکہ، 4۔ امیمہ، 5۔ اروی، 6۔ برہ۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ضرار کی والدہ کا نام نتیلہ بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید بن عامر (الضحیان) بن سعد بن حزرج بن تیم اللات بن نمر بن قاسط بن ہنب بن افصی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار تھی۔ افصی بن دعمی بن جدیلہ بھی کہا

دوسرے دو بیٹوں کے نام عمرو بن احیحہ بن جلاح اور معبد تھے۔ اس نے ہاشم کی وفات کے بعد احیحہ سے شادی کر لی تھی یہ دونوں بیٹے اسی سے پیدا ہوئے تھے۔ عمرو تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور عاقل ودانشمند تھا۔ بنو ہاشم میں سے ایک شخص نے منصور سے کہا اگر ہمارے بیٹے زیادہ ہو جائیں اور ہماری بیٹیاں کم ہو جائیں تو پھر ہم کس میں رشتہ داری کریں گے۔ اس نے یہ شعر پڑھا۔

عَبْدُ شَمْسٍ كَانَ يَتْلُوْهَاشِمًا وَهُمَا بَعْدُ لِاُمٍّ وَلَابِ

''عبدشمس ہاشم کے بعد جڑواں پیدا ہوا تھا۔ ان دونوں کے والدین بھی ایک ہی تھے''۔

علامہ دارقطنی نے لکھا ہے کہ حارث بن جبش السلمی بھی ہاشم اور عبدشمس کا ان کی ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ اسی اخوت کی وجہ سے اس نے ہاشم کا مرثیہ بھی لکھا۔ یہ بات اس نظریہ کو پختہ کرتی ہے کہ ان کی ماں عاتکہ سلیمہ تھی۔

اُم حیہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اُم حیہ بنت ہاشم اور ابوصیفی بن ہاشم کی ماں کا ذکر کیا ہے۔ ان کی ماں کا نام ہند بنت عمرو بن ثعلبہ تھا۔ اہل نسب میں مشہور ہے کہ حیہ کی والدہ کا نام حجل بنت حبیب بن حارث بن مالک بن حطیط الثقیفیہ تھا۔ حیہ کی شادی اجم بن دندنہ الخزاعی سے ہوئی تھی ان کے ہاں اسید اور

جاتا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حجل، مقوم اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام ہالہ بنت اھیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوطالب، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ عبدالمطلب کی تمام بیٹیوں کی ماں کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔

فاطمہ کی ماں کا نام صخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ صخرہ کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ حارث بن عبدالمطلب کی والدہ کا نام سمراء بنت جندب بن جحیر بن رئاب بن حبیب بن سواءۃ بن عامر بن صعصعۃ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ تھا۔ ابولہب کی ماں کا نام لبنیٰ بنت ہاجر بن عبد مناف بن ضاطر بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھا۔

فاطمہ پیدا ہوئے۔ فاطمہ بنت اجحم کے یہ اشعار حماسہ میں ہیں۔

يَاعَيْنُ بَكِّي عِنْدَ كُلِّ صَبَاحٍ جُوْدِي بِاَرْبَعَةٍ عَلَى الجَرَّاحِ
قَدْ كُنْتَ لِي جَبَلًا اَلُوْذُ بِظِلِّهِ فَتَرَكْتَنِي اَضْحٰي بِاَجْرَدَ ضَاحِ
قَدْ كُنْتُ ذَاتَ حَمِيَّةٍ مَا عِشْتَ لِي اَمْشِي البَرَازَ وَكُنْتَ اَنْتَ جَنَاحِي
فَالْيَوْمَ اَخْضَعُ لِلذَّلِيْلِ وَاَتَّقِي مِنْهُ وَاَدْفَعُ ظَالِمِي بِالرَّاحِ
وَاَغُضُّ مِنْ بَصَرِي وَاَعْلَمُ اَنَّهُ قَدْ بَانَ حَدُّ فَوَارِسِي وَرِمَاحِي
وَاِذَا دَعَتْ قُمْرِيَّةٌ شَجَنًا لَهَا يَوْمًا عَلٰى فَنَنٍ دَعَوْتُ صَبَاحِي

"اے میری آنکھ! ہر روز روء صبح کی ہوا جراح پر آنسوؤں کی سخاوت کر۔ تو میرے لئے ایک پہاڑ تھا جس کے سائے میں میں پناہ لیتی تھی تو نے مجھے چٹیل میدان کی طرح ناتواں بنا دیا ہے جب تو میرے لئے زندہ رہا تو میں ایک بہادر شخص کی طرح تھی۔ میں جرأت کے ساتھ چلتی تھی تو ہی میرے پر تھا۔ آج میں ایک ذلیل کے سامنے جھکی ہوئی ہوں اور اس سے بچاؤ کرتی ہوں اور اپنے ظالم کا نیزے سے بچاؤ کرتی ہوں۔ میں اپنی آنکھوں کو بند کرتی ہوں مجھے علم ہے کہ میرے گھوڑے اور میرے نیزے کی حد ظاہر ہو چکی ہے جب قمری درخت کی شاخ پر اپنے غم کا اظہار کرتی ہے میں بھی اس وقت اپنی اس صبح کو یاد کر لیتی ہوں۔

نتیلہ بنت جناب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام نتیلہ بنت جناب تھا۔ اس کا تعلق بنو عامر سے تھا۔ بنو عامر ضحیان کے نام سے مشہور تھے۔ یہ ربیعہ کے شہنشاہوں میں سے تھے ہم نے تبع کی داستان میں ذکر کیا تھا کہ اس نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کو دیباج کا غلاف چڑھایا تھا ہم نے وہاں اس کا سبب بھی بیان کیا تھا۔ ہم یہاں علامہ ماوردی کے قول کا اضافہ کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے خالد بن جعفر بن کلاب نے خانہ کعبہ کو دیباج کا غلاف چڑھایا تھا۔ اس نے خانہ کعبہ پر عمدہ ریشم (مسک اور بز) کے پردے بھی لٹکائے تھے۔ نتیلہ کی ماں کا نام اُم حجر یا اُم کرز بنت الازب بن الازف تھا یہ بنو بکیل میں سے تھی۔ نُتَیْلہ، نَتْلَہ کی تصغیر ہے اس کی جمع اَنْتَل آتی ہے۔ شتر مرغ کے انڈوں کو نتل کہا جاتا ہے۔ بعض علماء نے اس کا نام نُشَیْلَہ بھی بتایا ہے۔

بنو عبد المطلب میں سے ایک کا نام جحل بھی تھا۔ دار قطنی نے اس کو حَجْل پڑھا ہے اس کے بیٹے کا نام حکم بن حجل تھا۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

مَنْ فَضَّلَنِی عَلٰی اَبِی بَکْرٍ جَلَدْتُہٗ حَدَّ الفِرْیَۃِ۔

"جس نے مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دی میں اس پر جھوٹ بولنے کی حد جاری کروں گا۔"

جَحْل بہت بڑی مشک کو بھی کہتے ہیں جَحْل پازیب کو بھی کہتے ہیں۔ ابن درید نے ذکر کیا ہے کہ جحل کا نام مصعب تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس کا نام مغیرہ اور جحل اس کا لقب تھا۔ جَحْل شہد کی مکھیوں کے بادشاہ کو بھی کہتے ہیں ہر عظیم چیز کو جَحْل کہا جاتا ہے۔ اس کا لقب غَیْداق بھی تھا۔ گوہ کے بچے کو غَیْداق کہا جاتا ہے۔ اس کی اولاد نہ تھی اسی طرح مُقَوّم کی بھی صرف ایک بیٹی تھی اس کا نام ہند تھا۔ امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق غیداق کی ماں کا نام مُمَنَّعۃ تھا۔ یہ قول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے خلاف ہے۔

حضور ﷺ کے عم محترم حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ کے چچاؤں میں سے سب سے بڑے تھے جب حضور ﷺ ایام طفولت میں تھے تو یہ لوریاں دے کر آپ ﷺ کو کھلایا کرتے تھے اس وقت وہ ترنم

سے یہ اشعار گنگناتے تھے

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدَمِ۔ عِشْتَ بِعَيْشٍ اَنْعَم   فِي دَوْلَةٍ وَّمَغْنَمٍ دَامَ سَجِيْسَ الْاَزْلَم

"اے محمد بن عبداللہ (ﷺ) آپ ﷺ آسودگی کی زندگی بسر کریں گے۔آپ ﷺ ہمیشہ دولت، ثروت اور نعمتوں میں رہیں گے"۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لختِ جگر حضرت ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں۔ان کے فرزند کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوالطاہر تھی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند کا نام طاہر بھی تھا۔حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بیٹے کا نام رکھا تھا۔اس بچے کا شمار قریش کے ذہین ترین بچوں میں ہوتا تھا۔حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ کے ایک ظالم شخص کی موت کے متعلق بتایا گیا۔آپ نے پوچھا اس کی موت کیسے ہوئی؟ لوگوں نے بتایا وہ انتہائی ذلت کے ساتھ مرا۔آپ نے فرمایا یقیناً روزِ حشر اللہ تعالیٰ مظلوموں میں انصاف فرمائے گا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعث (مرکر جی اٹھنے) پر یقین رکھتے تھے۔

حضرت ابوطالب

آپ کا نام عبد مناف تھا۔حضرت عبدالمطلب نے انتقال کے وقت انہیں یہ وصیت کی تھی:

اُوْصِيْكَ يَاعَبْدَ مُنَافٍ بَعْدِيْ   بِمُوْتَمٍ بَعْدَ اَبِيْهِ فَرْدٍ

مَاتَ اَبُوْهُ وَهُوَ حِلْفُ الْمَهْدِ

"اے عبد مناف! میں تجھے اس یتیم ﷺ کے متعلق وصیت کرتا ہوں جو اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد بالکل تنہا رہ گیا ہے۔آپ ﷺ ابھی بالکل کم سن تھے کہ آپ ﷺ کے والد وصال فرما گئے"۔

ابولہب

اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔چہرے کی چمک کی وجہ سے اسے ابولہب کہتے تھے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ چمک اس امر کا پیش خیمہ تھی کہ یہ جہنم کی آگ کا ایندھن بنے گا۔اس کی ماں کا نام لُبنیٰ تھا اس کا تعلق بنوضاطرۃ سے تھا۔لُبنیٰ اس گوند کو کہتے ہیں جو بعض درختوں سے نکلتی ہے۔الدَّوَدِمُ بھی لُبنیٰ کی مانند ہوتا ہے لیکن اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے یہ ببول کے درخت سے نکلتا ہے۔

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نسب پاک

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سید ولد آدم حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ وَرَحْمَتُهُ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصیٰ بن کلاب بن مرۃ کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نانی کا نام اُم حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب

اُمہات النبی ﷺ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے آخر میں برۃ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی کا ذکر کیا ہے ان تمام فرخندہ فال خواتین کا تعلق قریش سے تھا۔ اسی وجہ سے ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بَرّہ پر ہی توقف کیا ہے بعض نے اہل نسب نے بَرّہ سے آگے بھی نسب کا ذکر کیا ہے لیکن ان کا تعلق قریش سے نہیں تھا۔

محمد بن حبیب نے کہا ہے برہ کی ماں کا نام قلابہ بنت حارث بن مالک بن طابخہ بن صعصعۃ بن غادیہ بن کعب بن طابخۃ بن لحیان بن ہذیل تھا۔ قلابہ کی ماں کا نام امیمہ بنت مالک بن غنم بن لحیان بن غادیہ بن کعب تھا۔ امیمہ کی ماں کا نام دبۃ بنت حارث بن لحیان بن غادیہ تھا۔ دبۃ کی ماں کا نام بنت یربوع بن ناضرہ بن غاضرہ تھا۔ اس کا تعلق بنوثقیف سے تھا۔ زبیر نے قلابہ بنت حارث کا ذکر کیا تھا ان کا خیال تھا کہ اس کے والد حارث کی کنیت ابوقلابہ تھی، وہ قدیم ترین ہذیلی شعراء میں سے تھا۔ یہ اشعار اسی کے ہیں ؎

لَا تَأْمَنَنَّ وَإِنْ أَمْسَيْتَ فِي حَرَمٍ ۔۔۔ إِنَّ الْمَنَايَا بِجَنْبَيْ كُلِّ إِنْسَانٍ
وَاسْلُكْ طَرِيقَكَ تَمْشِي غَيْرَ مُخْتَشِعٍ ۔۔۔ حَتّٰى تَلَاقِيَ مَا مَنّٰى لَكَ الْمَانِي
وَالْخَيْرُ وَالشَّرُّ مَقْرُوْنَانِ فِي قَرَنٍ ۔۔۔ بِكُلِّ ذَالِكَ يَأْتِيكَ الْجَدِيدَانِ

''اگر تم حرم میں رات بسر کرو پھر بھی امن میں نہ رہو۔ بے شک ہر انسان کے دونوں پہلوؤں میں

بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔ اُم حبیب کی والدہ کا نام برہ بنت عوف بن عبید بن عوتج بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے والد ماجد اور والدہ محترمہ کی جانب سے حسب ونسب میں اشرف اور افضل تھے۔

موتوں کا بسیرا ہے۔ اپنے رستے پر بغیر کسی خوف کے گامزن رہو حتیٰ کہ تجھے وہ چیز مل جائے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں لکھ دی ہے۔ خیر اور شر زمانہ کے دامن میں مخفی رہتے ہیں پھر وہ تیرے پاس تازہ بہ تازہ ہو کر آتے ہیں"۔

تذکارِ مولدرسول ﷺ

زمزم کی کھدائی

ہمیں عبدالملک بن ہشام نے محمد بن اسحاق المطلبی سے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں کہ حضرت عبدالمطلب حجر میں محو استراحت تھے خواب میں ایک آنے والا آیا۔ اس نے زمزم کا کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ یہ قریش کی قربان گاہ کے قریب اِساف اور نائلہ کے درمیان تھا لیکن اب وہ مخفی ہو چکا تھا۔ جب بنو جرہم مکہ معظمہ سے جلاوطن ہو کر گئے تو انہوں نے اسے چھپا دیا تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا چشمہ تھا۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے

مولدالنبی ﷺ کا بیان

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب اس طرح بیان کیا ہے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ۔ زہرہ کے باپ کا نام کلاب تھا۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے معارف میں لکھا ہے زہرہ ایک عورت کا نام تھا اسی لئے بنو زہرہ اس نام سے مشہور ہوئے لیکن یہ بات قابل تسلیم نہیں۔ زہرہ تو ان کے دادا کا نام تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے لغتاً رنگت میں چمک کو زہرہ کہتے ہیں خواہ وہ رنگ سفید ہو یا کوئی اور بعض علماء لغت کہتے ہیں زہرہ سفید رنگ کی چمک کے ساتھ خاص ہے لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ کہنے والا غلطی کا شکار ہے۔ زہرہ ہر رنگ کی چمک کو کہا جاتا ہے انہوں نے بطور دلیل یہ شعر پڑھا

تَرٰی زَهْرَ الحَوْذَانِ حَوْلَ رِيَاضِهٖ يُضِیْٓءُ كَلَوْنِ الْاَتْحَمِيِّ الْمُوَرَّسِ

''تو اس باغ کے ارد گرد حوذان کی آب و تاب دیکھے گا۔ وہ اس منقش چادر کی طرح چمک رہا ہو گا جسے ورس (ایک بوٹی) سے رنگ دیا گیا ہو۔''

حدیث شریف میں ہے:

نَظَرْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَيْنَاهُ تَزْهَرَانِ تَحْتَ الْمِغْفَرِ۔

''میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ کی چشمان مقدس خود کے نیچے سے چمک رہی تھیں''۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی صغرسنی میں پانی پلایا تھا۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شدید پیاس محسوس ہوئی ان کی والدہ محترمہ نے پانی کی جستجو کی لیکن انہیں پانی نہ مل سکا۔وہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور اسی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے استغاثہ کرتے ہوئے صفا کی طرف تشریف لے گئیں پھر یہ التجا کرتی ہوئیں مروہ کی طرف گئیں۔اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے زمین پر ایڑی ماری جس سے پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے درندوں کی آواز سنی تو وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پریشان ہوگئیں۔

آب زمزم

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر ایڑی ماری جس سے آبِ زمزم کا چشمہ ابل پڑا۔اسی وجہ سے آبِ زمزم کو هَمْزَةُ جِبْرَائِيل بھی کہتے ہیں۔اس مقدس پانی کو هَزْمَةُ جِبْرَائِيل بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس وقت یہ گڑھا نما تھا۔اس مبارک پانی کو زُمَازِم اور زَمْزَم بھی کہتے ہیں۔اس کو "طُعَامُ طُعْمٍ" اور "شِفَا سُقْمٍ" بھی کہتے ہیں۔علامہ الجربی کہتے ہیں اس کا نام زَمْزَمَةُ الماء (پانی کی آواز) سے مشتق کیا گیا ہے۔علامہ مسعودی فرماتے ہیں پہلے زمانہ میں لوگ گھوڑوں پر سوار ہوکر حج کرتے تھے۔ان کے گھوڑے یہ مقدس پانی پینے کے لئے اپنی ناک سے آوازیں نکالتے۔اس آواز کو زَمْزَمَه کہا جاتا تھا اس سے اس پانی کا نام بھی زمزم پڑ گیا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنر کی طرف مکتوب لکھا کہ گھوڑوں کو ایسی آوازیں نکالنے سے منع کیا جائے۔مسعودی نے بطور دلیل یہ شعر پڑھا ہے ۔

زَمْزَمَتِ الفُرْسُ عَلٰى زَمْزَمَ ۔۔۔ وَذَاكَ فِي سَالِفِهَا الاَقْدَمْ

"گھوڑوں نے آبِ زمزم پر آوازیں نکالیں۔گزشتہ زمانہ سے ان کا یہی انداز ہے"۔

علامہ البرقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس پاکیزہ چشمہ کو زمزم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اردگرد مٹی کی بنی بنادی گئی تھی تاکہ یہ دائیں بائیں بہنے نہ لگے اگر اس پانی کو جونہی چھوڑ دیا جاتا تو یہ تمام روئے زمین پر پھیل جاتا اور ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا۔ابن ہشام کہتے ہیں اہل عرب کثرت اور اجتماع کو زَمْزَمَه کہتے ہیں۔شاعر کہتا ہے ۔

وَبَاشَرَتْ مَعْطَنَهَا الْمُدَهْثَمَا ۔۔۔ وَيَمَّمَتْ زُمْزُومَهَا الْمُزَمْزِمَا

"ان اونٹوں نے نرم جگہ کو روند ڈالا۔ان کثیر اونٹوں نے آبِ زمزم کا ارادہ کیا ہوا تھا"۔

آپ بھاگ کر ان کی جانب آئیں انہوں نے دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے ننھے ہاتھوں سے پانی اپنے رخساروں پر پھینک رہے تھے اور اس پانی کو نوش بھی فرما رہے تھے۔ اس وقت حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پانی کے ارد گرد چھوٹا سا گڑھا بنا دیا۔

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا مکہ معظّمہ جانے کا سبب

حضرت ہاجرہ اور ان کے سعادت مند لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہما السلام کا شام سے مکہ معظّمہ جانے کا سبب یہ تھا کہ حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ ان کے تعلقات خوشگوار نہ رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ معظّمہ چھوڑ آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں براق پر سوار کیا، پانی کا مشکیزہ اور کھجوروں سے لبریز توشہ دان ساتھ لے لیا اور انہیں لے کر عازمِ سفر ہوئے۔ بالآخر انہیں مکہ معظّمہ میں اس جگہ اتار دیا جہاں آج کل بیت اللہ نگاہوں کو سرور بخشتا ہے۔ انہیں وہیں چھوڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس ہونے لگے تو حضرت ہاجرہ علیہا الرضوان ان کے پیچھے آئیں اور کہنے لگیں اے ابراہیم! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ مجھے اور اس معصوم بچے کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر جائیں جہاں ہمارا کوئی غمخوار نہیں ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

اِذًا لَّنْ يُّضِيْعَنَا۔

''تب وہ ہمیں ضائع نہیں ہونے دے گا۔''

حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھجوریں کھا لیتیں اور مشکیزہ سے پانی پی لیتیں۔ آخر ایک دن پانی ختم ہو گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شدید پیاس لگی۔ وہ شدتِ پیاس سے سسکیاں لینے لگے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی طرف سعی (دوڑنے) کرنے لگیں تاکہ وہ کسی شخص کو دیکھ سکیں۔ اچانک انہوں نے اپنے نورِ نظر کے قریب سے ایک آواز سنی انہوں نے فرمایا ''اے میرے فرزند! میں نے ایسی آواز سنی ہے کہ گویا تیرے پاس کوئی مددگار پہنچ چکا ہے''۔ جب وہ اپنے نورِ نظر کے پاس پہنچیں تو انہوں نے دیکھا کہ اس کی ایڑیوں کے نیچے سے پانی کا ایک چشمہ ابل رہا تھا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مشکیزہ بھر لیا اور اس چشمہ کے ارد گرد بنی بنا دی۔ نبی محترم ﷺ نے فرمایا: ''اگر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پانی کو یونہی چھوڑ دیتیں تو یہ ایک رواں چشمہ ہوتا۔'' ایک فرشتے (حضرت جبرائیل علیہ السلام) نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گفتگو کی اس نے بتایا کہ یہ مقام ان کا اور ان کے نورِ نظر کا تاابد ٹھکانہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ گھر

جرہم کی بغاوت اوران کا چشمۂ زمزم کو دفن کر دینا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق المطلبی سے جرہم کی بغاوت، ان کا چشمہ زمزم کو بند کرنا، مکہ معظّمہ سے ان کا خروج، ان کے بعد مکہ معظّمہ کا والی اور حضرت عبدالمطلب کا چاہِ زمزم کو کھودنا بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو ان کے فرزند نابت بن اسماعیل بیت اللہ کے متولی بنے۔ ان کے بعد مضاض بن عمرو الجرہمی نے کعبہ کی تولیت سنبھال لی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بنو اسماعیل اور بنو نابت اپنے نانا مضاض بن عمرو، اپنے ماموں، قبیلہ جرہم اور قطوراء کے ہمراہ مکہ معظّمہ میں مقیم رہے۔ جرہم اور قطورا دونوں چچازاد بھائی تھے یہ یمن کے رہنے والے تھے اور ایک قافلہ کے ہمراہ وہاں سے آ گئے تھے۔ قبیلہ جرہم کا سردار مضاض بن عمرو تھا جبکہ قطورا کا سردار

کی جگہ ہے۔ اس کے بعد حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصال فرما گئیں اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک بیس سال تھی۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر انور ''حجر'' میں ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مرقد انور بھی وہیں ہے۔ بیت اللہ کی تعمیر سے پہلے وہ جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بھیڑوں کا باڑہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلا شہر جہاں سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کھجوریں حاصل کیں اس کا نام الفرع تھا۔ یہ شہر مدینہ طیبہ کے نواح میں ہی تھا۔

قطورا، جرہم اور سمیدع

جرہم سے مراد بنو قحطان بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ہیں۔ جرہم کو ابن عابر بھی کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں تھا اس کی اولاد کو عرب العاربہ کہا جاتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان سے ہی عربی زبان سیکھی تھی جب آپ کی عمر مبارک چودہ سال تھی اس وقت آپ کو عربی زبان پر عبور حاصل ہو گیا تھا۔ قطورا سے مراد قطورا بن کرکر ہے۔

السمیدع

اس سے مراد سمیدع بن ہوثر تھا۔ اس کا نسب یہ ہے ابن لای بن قطورا ابن کرکر بن عملاق۔ کہا جاتا ہے کہ ملکہ الزباء اس کی اولاد میں سے تھی۔ الزَّبَاء سے مراد بنت عمرو بن اذینہ بن ظ ب بن حسان

سمیدع تھا یمن میں ان کا ایک بادشاہ ہوتا تھا جو ان کے تمام امور کی نگرانی کرتا تھا۔ جب یہ کارواں مکہ معظمہ میں خیمہ زن ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ یہ شہر سرسبز و شاداب تھا، وہاں پانی کی بھی کمی نہ تھی انہیں یہ جگہ بہت پسند آئی انہوں نے اسے مستقل مسکن بنالیا۔ مضاض بن عمرو اور اس کے ساتھی مکہ مشرفہ کی بلند جگہ ''قُعَیْقِعَان'' پر خیمہ زن ہوئے جبکہ سمیدع قطورا کو لے کر مکہ معظمہ کی نشیبی زمین اجیاد میں فروکش ہوا جو مکہ معظّمہ کی بلند جگہ کی طرف جاتا تو مضاض اس سے عشر لیتا اور جو نشیبی علاقے میں جاتا تو سمیدع اس سے عشر وصول کر لیتا ان میں سے ہر ایک اپنی قوم میں موجود رہتا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے ملاقات بھی نہ کرتے تھے پھر جرہم اور قطورا کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ بنو اسماعیل اور بنو نابت نے مضاض کا ساتھ دیا۔ خانہ کعبہ کے متولی بھی یہی تھے مضاض بن عمرو قعیقعان سے اپنے لشکر کو لے کر سمیدع کی طرف نکلا۔ ان کے پاس نیزے، تلواریں، ڈھالیں اور ترکش تھے ان کی جھنکار دور سے سنائی دیتی تھی اسی وجہ سے اس جگہ کا نام قعیقعان پڑ گیا۔ سمیدع بھی اپنے آدمیوں اور گھوڑوں سمیت آ گیا کیونکہ ان کے پاس عمدہ گھوڑے تھے اس لئے وہ اجیاد کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ''فاضح'' کے مقام پر دونوں افواج باہم معرکہ آزما

ہے۔ حسان اور سمیدع کے مابین بہت سے آباء تھے وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ حسان اس کا صلبی بیٹا تھا اس کا قول درست نہیں کیونکہ اس دونوں کے مابین بہت بعد ہے۔

اجیاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ انہیں عمدہ گھوڑوں کی وجہ سے اجیاد کہا جاتا تھا لیکن یہ قول درست نہیں کیونکہ عمدہ گھوڑوں کو اَجْیَاد نہیں کہا جاتا۔ اَجْیَاد، تو جِیْد کی جمع ہے۔ مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ مضاض نے اس علاقہ کے عمالقہ میں سے ایک سو عمدہ افراد کو تہہ تیغ کیا تھا اسی لئے اس جگہ کو اجیاد کہا جانے لگا۔ اسی وادی سے وہ جانور بھی نکلے گا جو قیامت سے قبل لوگوں سے ہمکلام ہوگا۔ حضرت ابن عمرو نے یہ روایت کیا ہے۔

قُعَیْقِعَان

اخبارِ مکہ میں ہے جب تبع مکہ معظمہ میں فروکش ہوا تو اس مقام پر اس نے اونٹ ذبح کئے۔ لوگوں کو کھانا کھلایا اس نے اور اس کے فوجیوں نے یہاں ہتھیار اتارے۔ جن کی وجہ سے وہ وادی گونج اٹھی اس سے وہ وادی قُعَیْقِعَان کے نام سے مشہور ہوئی۔

ہوئیں۔ ان کے مابین شدید جنگ ہوئی جس میں سمیدع قتل ہو گیا۔ قطورا کو ہزیمت اٹھانا پڑی اسی لئے اس جگہ کا نام "فاضح" پڑ گیا پھر مضاض نے باقی قوم کو صلح کی دعوت دی۔ قطورا "مطابخ" میں خیمہ زن ہو گئے اور مضاض سے صلح کر کے اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ جب مضاض بلاشرکت غیرے مکہ معظمہ کا بادشاہ بن گیا تو اس نے لوگوں کے لئے اونٹ ذبح کئے اور انہیں خوب کھانا کھلایا اسی وجہ سے اس جگہ کو مطابخ کہا جانے لگا۔ مکہ معظمہ میں یہ پہلی لڑائی تھی جو مضاض اور سمیدع کے درمیان ہوئی۔

اولادِ اسماعیل کا انتشار

پھر اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل کو مکہ معظمہ میں پھیلا دیا ان کے ماموں خانہ کعبہ کے متولی اور مکہ معظمہ کے بادشاہ بن گئے۔ بنو اسماعیل ان کی قرابت، رشتہ داری اور خانہ کعبہ میں جنگ وجدل نہ کرنے کی وجہ سے بنو جرہم سے کوئی تعرض نہ کرتے تھے۔ جب مکہ معظمہ میں بھی اولاد اسماعیل نہ سما سکی تو وہ مختلف شہروں میں چلی گئیں وہ جس قوم سے بھی نبرد آزما ہوتے اللہ تعالیٰ انہیں فتح عطا کرتا۔

جرہم کی بغاوت اور مکہ معظّمہ سے جلاوطنی

بنو بکر اور غبشان کی جرہم سے جنگ

پھر بنو جرہم مکہ معظمہ میں سرکشی کرنے لگے۔ بیت اللہ میں بہت سے حرام امور کو حلال سمجھنے لگے۔ جو پردیسی اس میں داخل ہوتا وہ اس پر ظلم کرتے۔ وہ مال جو مکہ مکرمہ کے لئے نذرانہ دیا جاتا وہ اسے ہڑپ کر جاتے۔ جب بنو بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ اور غبشان نے ان کی یہ بدمعاشی دیکھی تو انہوں نے ان کے ساتھ لڑنے اور انہیں مکہ مکرمہ سے نکالنے کے لئے اتحاد کر لیا۔ انہوں نے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ شدید لڑائی ہوئی۔ بنو بکر اور غبشان کو بنو جرہم پر غلبہ نصیب ہوا

بنو جرہم اور کعبہ معظّمہ کی بے حرمتی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ مشرفہ کے پاس ایک کنواں کھودا تھا۔ خانہ کعبہ کے تمام عطیات اس کنویں میں پھینکے جاتے تھے۔ جب بنو جرہم نے خانہ کعبہ کی بے حرمتی کا آغاز کیا تو یکے بعد دیگرے وہاں سے مال چوری ہونے لگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص کعبہ مکرمہ کا مال چرانے کے لئے کنویں میں داخل ہوا۔ کنویں کے کنارے سے ایک پتھر اس پر گرا جس سے وہ وہیں مر گیا۔ اس کے بعد اس

انہوں نے بنو جرہم کو جلاوطن کر دیا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی مکہ معظمہ میں کوئی باغی یا سرکش نہیں ٹھہر سکتا تھا یہ ہر باغی اور فسادی کو باہر نکال دیتا تھا۔ لوگ اسے اَلنَّاسَّةُ کہا کرتے تھے جو بادشاہ بھی اس کی حرمت کو پامال کرنے کی کوشش کرتا وہ فوراً ہلاک ہو جاتا۔ اس کو بَکَّہ بھی اسی لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ جابر حکمرانوں کی گردنوں کو توڑ کر رکھ دیتا تھا۔

بکّہ کا معنی

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے ابو عبیدہ نے بتایا تھا کہ مکہ کی ایک وادی کا نام بکّہ ہے کیونکہ اس وادی میں بہت سے لوگ جمع ہو جاتے تھے پھر انہوں نے مجھے یہ شعر سنایا ۔

إِذَا الشَّرِيْبُ اَخَذَتْهُ اَكَّه فَخَلِّهِ حَتّٰى يَبُكَّ بَكَّهْ

''جب بہت زیادہ پانی پینے والے کو شدید پیاس محسوس ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو تا کہ وہ اپنا اونٹ وادی بکہ میں بٹھا لے''۔

یہ شعر عامان بن کعب بن عمرو بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کے ہیں۔

کنویں میں ایک سانپ رہنے لگا تھا اس کا سر بکری کے بچے کے سر جتنا تھا اس کا ظاہر سیاہ اور نچلا حصہ سفید تھا۔ اب جو شخص اس کنویں کے قریب جاتا تو سانپ اسے خوفزدہ کر دیتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ سانپ پانچ سو سال تک وہیں رہا۔ عنقریب اس کا قصہ بیان کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

بنو خزاعہ اور بنو جرہم کے مابین جنگ

بنو جرہم نے انہی ایام میں سرکشی اختیار کی تھی جب سیل عرم کی وجہ سے قوم سباء انتشار کا شکار ہوگئی اور حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر سرزمین مکہ میں آیا تو اس نے بنو جرہم سے چند روز مکہ مکرمہ میں قیام کرنے کی اجازت مانگی۔ حارثہ بن ثعلبہ ایک مشہور کاہنہ، عمرو بن مزیقیا کی بیوی اور اپنے بھائی عمران بن عامر (کاہن) کے حکم سے مکہ معظمہ کی طرف عازم سفر ہوا تھا۔ حارثہ اپنے قبیلے کو لے کر مکہ مکرمہ پہنچا۔ اس نے بنو جرہم سے التجاء کی کہ وہ اسے وہاں چند روز قیام کرنے کی اجازت دیں حتیٰ کہ اس کے جاسوس اسے کسی عمدہ جگہ کے متعلق بتا دیں پھر وہ کسی دوسرے علاقے کی طرف چلا جائے گے لیکن بنو جرہم نے انہیں وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ دی۔ اس واقعہ نے اسے غضبناک کر دیا۔ حارثہ نے قسم اٹھائی کہ وہ مکہ کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک وہ اسے مغلوب نہ کر لے اور وہ اس میں خوب خونریزی نہ کر لے گا۔ بنو جرہم نے اس کے ساتھ جنگ کی، بنو اسماعیل نے جرہم کا ساتھ نہ دیا۔ انہیں

عمرو بن حارث کی جلاوطنی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عمرو بن حارث نے خانہ کعبہ کے دو ہرن اور حجر اسود کو اٹھایا اور انہیں زمزم کے کنویں میں پھینک کر اسے بند کر دیا وہ اپنے قبیلے کو لے کر یمن چلا گیا۔ انہیں مکہ معظمہ سے جدا ہوتے وقت انتہائی دکھ ہوا۔ عمرو بن حارث بن مضاض اسی رنج وغم کے عالم میں کہتا ہے۔

وَقَائِلَةٍ وَالدَّمْعُ سَكْبٌ مُبَادِرُ ... وَقَدْ شَرِقَتْ بِالدَّمْعِ مِنْهَا الْمَحَاجِرُ
كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الحَجُوْنِ إِلَى الصَّفَا ... أَنِيْسٌ وَلَمْ يَسْمُرْ بِمَكَّةَ سَامِرُ
فَقُلْتُ لَهَا وَالقَلْبُ مِنِّيْ كَأَنَّمَا ... يُلَجْلِجُهُ بَيْنَ الْجَنَاحَيْنِ طَائِرُ
بَلٰى نَحْنُ كُنَّا أَهْلَهَا، فَأَزَالَنَا ... صُرُوْفُ اللَّيَالِي وَالْجُدُوْدُ الْعَوَاثِرُ
وَكُنَّا وُلَاةَ الْبَيْتِ مِنْ بَعْدِ نَابِتٍ ... نَطُوْفُ بِذَاكَ الْبَيْتِ وَالْخَيْرُ ظَاهِرُ
وَنَحْنُ وَلِيْنَا الْبَيْتَ مِنْ بَعْدِ نَابِتٍ ... بِعِزٍّ فَمَا يَحْظِي لَدَيْنَا الْمُكَاثِرُ

اس جنگ میں سخت جانی اور مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ بنو حارثہ نے مکہ مکرمہ پر قبضہ کر لیا وہی کعبہ کے متولی بھی بن گئے۔ عمرو بن لحی ان کا بادشاہ بن گیا۔ بنو جرہم انتشار کا شکار ہو گئے ان کا قبیلہ مختلف شہروں میں بکھر گیا۔ بعض کو نکسیر ہو گئی اور بعض پر چیونٹیاں مسلط کر دی گئیں کچھ اضم کے سیلاب کی نظر ہو گئے۔ سب سے آخر میں مرنے والی ایک عورت تھی ایک دن وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی لوگ اس کے طویل قد اور عظیم جسامت کو دیکھ کر متعجب ہوئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا تو جن ہے یا انسان۔ اس نے جواب دیا میں انسان ہوں اور میرا تعلق بنو جرہم سے ہے۔ اس نے وہاں وہ شعر بھی پڑھے جن سے ان کے شاندار ماضی کی عکاسی ہوتی تھی۔ اس نے جُهَينہ کے دو آدمیوں سے ایک اونٹ مانگا اس دونوں نے اسے اپنے اونٹ پر سوار کیا اور اسے خیبر کی طرف لے گئے۔ جب وہ اس کی بتائی ہوئی منزل پر پہنچے تو انہوں نے پانی طلب کیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے پانی کی طرف اشارہ کیا جب وہ پانی پی کر واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ اسے بھی ایک چیونٹی کاٹ رہی تھی حتیٰ کہ وہ اس کی ناک کی رگوں اور اس کی آنکھوں تک پہنچ گئی۔ وہ ہائے ہلاکت! ہائے ہلاکت! پکار رہی تھی۔ بالآخر وہ چیونٹی اس کے گلے میں داخل ہو گئی وہ وہیں منہ کے بل گر کر ہلاک ہو گئی ان دونوں نے اسی جگہ کو اپنا وطن بنا لیا۔ اسی وجہ سے وہ جگہ جُهَينہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ کے قریب ہے حالانکہ ان دونوں کا تعلق بنو قضاعہ سے تھا۔ بنو قضاعہ عراق کے ایک سرسبز و شاداب مقام میں رہتے تھے۔

مَلَكْنَا فَعَزَّزْنَا فَاَعْظِمْ بِمُلْكِنَا فَلَيْسَ لِحَيٍّ غَيْرَنَا ثَمَّ فَاخِرُ

اَلَمْ تُنْكِحُوْا مِنْ خَيْرِ شَخْصٍ عَلِمْتُهٗ فَاَبْنَاءُهٗ مِنَّا وَنَحْنُ الْاَصَاهِرُ

فَاِنْ تَنْثَنِ الدُّنْيَا عَلَيْنَا بِحَالِهَا فَاِنَّ لَهَا حَالًا وَفِيْهَا التَّشَاجُرُ

فَاَخْرَجَنَا مِنْهَا الْمَلِيْكُ بِقُدْرَةٍ كَذٰلِكَ۔ يَالَلنَّاسِ۔ تَجْرِي الْمَقَادِرُ

اَقُوْلُ اِذَا نَامَ الْخَلِيُّ وَلَمْ اَنَمْ: اِذَا الْعَرْشُ: لَايَبْعَدْ سُهَيْلٌ وَعَامِرُ

وَبُدِّلْتُ مِنْهَا اَوْجُهًا لَا اُحِبُّهَا قَبَائِلُ مِنْهَا حِمْيَرٌ وَيُحَابِرُ

وَصِرْنَا اَحَادِيْثًا وَكُنَّا بِغِبْطَةٍ بِذٰلِكَ عَضَّتْنَا السُّنُوْنُ الْغَوَابِرُ

فَسَحَّتْ دُمُوْعُ الْعَيْنِ تَبْكِي لِبَلْدَةٍ بِهَا حَرَمٌ اَمْنٌ وَفِيْهَا الْمَشَاعِرُ

وَتَبْكِي لِبَيْتٍ لَيْسَ يُؤْذِي حَمَامُهٗ يَظَلُّ بِهٖ اَمْنًا وَفِيْهِ الْعَصَافِرُ

وَفِيْهِ وُحُوْشٌ۔ لَاتُرَامُ۔ اَنِيْسَةٌ اِذَا خَرَجَتْ مِنْهُ، فَلَيْسَتْ تُغَادِرُ

”دوپہر کے وقت کی قسم! آنکھوں سے آنسو تیزی سے رواں دواں ہیں ان آنسوؤں کی وجہ سے آنکھوں کے حلقے بھی روشن ہو گئے ہیں۔اس دن محسوس ہوتا تھا کہ حَجُون سے لے کر کوہِ صفا تک ہمارا کوئی ہمدرد نہیں اور مکہ میں داستان سرائی کی کوئی محفل کبھی نہ سجی تھی۔جب میں نے

حارث بن مضاض کی جلاوطنی

حارث بن مضاض بن عمرو بن سعد بن رقیب بن ھیّ بن نبت بن جرہم، سرزمین حجاز میں ”قنونی“ کے مقام پر فروکش ہوا۔اس کا ایک اونٹ سرکشی کرتے ہوئے حرم میں داخل ہو گیا۔اس نے حرم میں داخل ہو کر اپنے اونٹ کو پکڑنا چاہا اس وقت عمرو بن لحی نے آواز دی ”جس شخص نے کسی جرہمی کو دیکھا لیکن اس کو قتل نہ کیا میں اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔“ حارث نے یہ آواز سن لی۔اس نے مکہ کے ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ اس کے اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا رہا تھا وہ خوفزدہ، ذلیل اور رسوا ہو کر واپس آ گیا۔کسی دور دراز کے علاقہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔حارث کی غریب الوطنی ضرب المثل بن گئی تھی۔الطائی کا شعر ہے ؎

غُرْبَةٌ تَقْتَدِي بِغُرْبَةِ قَيْسِ بْنِ زُهَيْرٍ وَالْحَارِثِ بْنِ مُضَاضِ

”وہ ایسی غریب الوطنی ہے جو قیس بن زہیر اور حارث بن مضاض کی غریب الوطنی کے مشابہ ہے“۔

الحَجُون۔ مکہ معظمہ سے کچھ فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے۔

العَصَافِرُ۔ سے مراد العَصَافِيْر ہے ”یاء“ کو ضرورتِ شعری کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے اور

اس سے بات کی تو میرے دل کی کیفیت یہ تھی کہ گویا ایک پرندہ اسے اپنے پروں کے درمیان حرکت دے رہا ہے ہم ہی مکہ معظمہ کے مکین تھے مگر حوادثاتِ زمانہ اور بری قسمت نے ہم سے یہ سعادت چھین لی۔ نابت کے بعد بیت اللہ کے متولی ہم ہی بنے ہم اس مقدس گھر کا طواف کرتے تھے۔ اس کی برکات بڑی عیاں ہیں نابت کے بعد بیت اللہ کی تولیت ہمارے سپرد ہوئی۔ ہم اتنے معزز تھے کہ کوئی صاحب ثروت انسان شرف وقدر میں ہم سے سبقت نہ لے جا سکا۔ ہم ہی اس شہر کے بادشاہ بنے۔ ہمیں ہی یہ عزتیں نصیب ہوئیں ہماری سلطنت کتنی عظیم تھی۔ پورے قبیلے میں ہمارے علاوہ اور کوئی شخص فخر نہیں کرسکتا تھا کیا تم نے ایک بہترین شخص (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کے ساتھ اپنی ایک خاتون کا نکاح نہیں کیا تھا۔ ان کے بیٹے ہم سے ہی تھے ہم ان کے سسرال ہیں اگر دنیا نے ہم سے اعراض کرلیا ہے تو اعراض کرنا اس کا شیوہ ہے۔ یوں بھی دنیا میں بہت سے جھگڑے اور اختلافات ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ساتھ ہمیں وہاں سے نکال دیا۔ ارے لوگو! اللہ تعالیٰ کی تقدیریں اسی طرح جاری ہوتی ہیں جب عیش پسند لوگ سوگئے اور میں بیدار تھا تو میں یہ دعا مانگتا رہا اے عظیم عرش کے مالک! سہیل اور

معنیٰ کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو مرفوع پڑھا گیا ہے۔

تَظَلُّ بِهٖ اَمْنًا۔ اس سے مراد "امن والی" ہے یہ بھی ممکن ہے کہ امن، آمن کی جمع ہو جس طرح رَکْب، راکب کی جمع ہے۔

اُسَامِر۔ یہ پوری جماعت کا نام ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو رات کو داستانیں بیان کرتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ۔ (مومنون: ۶۷)۔

سفیان ان اشعار کو اکثر پڑھتا تھا اور آخر میں یہ دو شعر پڑھتا تھا

وَلَمْ يَتَرَبَّعْ وَاسِطًا وَجَنُوْبَهٗ ۔۔۔ اِلَى السِّرِّ مِنْ وَادِى الْاَرَاكَةِ حَاضِرُ
وَاَبْدَلَنِىْ رَبِّىْ بِهَا دَارَ غُرْبَةٍ ۔۔۔ بِهَا الْجُوْعُ بَادٍ وَالْعَدُوُّ الْمُحَاصِرُ

"واسط پہاڑ اور اس کے اطراف سے لے کر وادیٔ اراکہ کے وسط تک کسی شخص نے موسم بہار میں قیام نہیں کیا۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے مجھے پردیس میں وہ مسکن عطا کیا ہے جہاں بھوک کا ڈیرہ اور محاصرہ کرنے والا دشمن ہے"۔

واسط، عامر اور جرہم

واسط وہ پہاڑ ہے جس کے پاس مساکین اس وقت بیٹھے تھے جب وہ منیٰ جاتے تھے۔

عامر کو دور نہ کر دیا جائے۔ گزشتہ زمانے نے ہمیں اس طرح کاٹا ہے کہ ہم پہلے قابل رشک تھے اب ہم صرف داستانِ ماضی بن کر رہ چکے ہیں۔ وہ آنکھ جو مکہ مکرمہ کے لئے رو رہی ہے اس سے لگاتار آنسو بہہ رہے ہیں۔ وہ پاکیزہ شہر جہاں امن والا حرم اور اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں میری چشم اس گھر کے لئے گریہ بار ہے۔ جس کے کبوتر کو بھی تکلیف نہیں دی جاتی اور جس میں چڑیاں بھی امن و سکون سے رہتی ہیں اس میں وحشی جانوروں کا بھی بسیرا ہے آگ بھی حرم پاک میں ان کا تعاقب نہیں کرتی حالانکہ وہی جانور جب حرم سے باہر ہوں تو ان کو شکار کر لیا جاتا ہے"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "فَاَبْنَاءُ هُ مِنَّا" ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نہیں ہے۔

عمرو بن حارث کا قصیدہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عمرو بن حارث نے بھی کچھ اشعار کہے ہیں جن میں وہ بکر، غبشان اور ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے جو ان کی جلاوطنی کے بعد مکہ مکرمہ میں رہ گئے تھے۔ ابن ہشام

عامر۔ مکہ معظمہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔

جرھم۔ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں جرہم کی طرف بڑے جھوٹے اور خرافات منسوب کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ وہ ایک فرشتے کا بیٹا تھا۔ اس سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جس کی وجہ سے اسے زمین پر اتار دیا گیا جس طرح ہاروت اور ماروت کو زمین پر بھیج دیا گیا پھر اس میں شہوت پیدا کی گئی۔ اس نے ایک عورت سے شادی کر لی۔ جس سے جرہم پیدا ہوا ایک شاعر کہتا ہے۔

لَاهُمَّ اِنَّ جُرْهُمًا عِبَادُكَ ۔۔۔ اَلنَّاسُ طُرْفٌ وَهُمْ تَلَادُكَ

"مولا! جرہم تیرے بندے ہیں۔ لوگ تو نئے ہیں لیکن ان کا تیرے ساتھ تعلق بہت پرانا ہے"۔

مکہ، بکہ اور اس کا معنی

مکہ کو بکّہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ جابر بادشاہوں کی گردنیں توڑ دیتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ تَبَاک سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہجوم اور اژدہام ہے۔ مکہ یا تو تَمَلَّكْتَ الْعَظْمَ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے ہڈی کا تمام گودا چوس لینا یا یہ تَمَكَّكَ الْفَصِيْلُ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے اونٹنی کے بچے کا ماں کی کھیری سے تمام دودھ چوس لینا کیونکہ یہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اس لئے اس کو مکہ کہا جاتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ پہاڑ کے دامن میں ہے جب بارش ہوتی ہے تو تمام پہاڑوں کا

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک عالم نے مجھے بتایا ہے کہ یہ پہلے اشعار تھے جو عربی زبان میں کہے گئے۔ یمن سے ایک پتھر نکالا گیا تھا جس پر یہ اشعار کندہ تھے لیکن وہاں شاعر کا نام مکتوب نہ تھا وہ

پانی بہہ کر اس کی طرف آتا ہے اس لئے اسے مکہ کہتے ہیں۔ اسے الناسّۃ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نُسُّتُ الشَّئُ (کسی چیز کو دھکیل کر لے جانا ہے) سے مشتق ہے۔ علامہ خطابی نے اس کو الباسّۃ پڑھا ہے یہ بُسَّتِ الجِبَالُ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا۔ زاجر کہتا ہے:

لَاتَخبِزَا خُبزًا وَبُسَّابَسًّا۔

"تم دونوں روٹی نہ پکاؤ بلکہ آٹے سے ثرید بنا کر کھاؤ۔"

زاجر کے قول اِذَا الشَّرِیبُ اَخَذَتْهُ اَكَّةٌ۔ میں اَكَّةٌ سے مراد شدت ہے۔ مصائب زمانہ کو اکان کہا جاتا ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ روٹی میں شدت آجاتی ہے جبکہ نس میں نرمی ہوتی ہے۔ اس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے: مَاتَرَکَ السَّیرُ لَهُنَّ نَسًّا۔ "تیز رفتاری نے ان کے لئے جھڑک نہیں چھوڑی"۔

مکہ معظّمہ کے دیگر اسماء

مکہ معظّمہ کے دیگر اسماء یہ ہیں: 1۔ الرَّأْس، 2۔ صَلَاحِ، 3۔ اُمُّ رُحْم، 4۔ کُوثی۔ وہ قریہ جہاں سے دجال کا خروج ہوگا اس کا نام کوثی رَبَّا ہے۔ وہ قریہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا آبائی مسکن تھا ان کے باپ نے ہی نہر کوثی کھدوائی تھی۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ یمن سے ایک ایسا پتھر ملا ہے جس پر کچھ اشعار مکتوب تھے لیکن شاعر کا نام مرقوم نہ تھا۔ میں نے یہ اشعار ابو بحر سفیان بن العاصی کی کتاب میں پڑھے ہیں اس میں ابوالحارث نے عبداللہ بن سلام بصری سے، انہوں نے اسحاق بن ابراہیم بن سلیمان التمار سے اور انہوں نے یمن کے ایک قابل اعتماد شخص سے بیان کیا ہے کہ یمامہ کے ایک کنویں میں تین پتھر پائے گئے۔ اس کنویں کا نام مُعْنِق تھا۔ وہ کنواں طسم اور جَدِیس کے مقام پر تھا۔ اس کے اور حجر کے مابین ایک میل کا فاصلہ تھا وہاں قوم عاد کے آثار ملتے تھے۔ تبع نے ان پر حملہ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ ان میں سے ایک پتھر پر یہ اشعار منقوش تھے

يَاأَيُّهَا الْمَلِكُ الَّذِي بِالْمُلْكِ سَاعَدَهُ زَمَانُهُ
مَا أَنْتَ أَوَّلُ مَنْ عَلَا وَعَلَا شُؤُوْنَ النَّاسِ شَانُهُ
اَقْصِرْ عَلَيْكَ مُرَاقِبًا فَالدَّهْرُ مَخْذُوْلٌ اَمَانُهُ
كَمْ مَنْ اَشَمَّ مُصَعَّبٍ بِالتَّاجِ مَرْهُوْبٍ مَكَانُهُ

اشعار یہ ہیں ؎

یٰاَیُّھَا النَّاسُ سِیْرُوْا اِنَّ قَصْرَکُمْ اَنْ تُصْبِحُوْا ذَاتَ یَوْمٍ لَاتَسِیْرُوْنَا
حُثُّوْا المَطِیَّ وَاَرْخُوْا مِنْ اَزِمَّتِھَا قَبْلَ المَمَاتِ وَقَضُّوا مَا تُقَضُّوْنَا

قَدْ کَانَ سَاعَدَہُ الزَّمَا نُ وَکَانَ ذَا حَفَضٍ جِنَانُہٗ
تَجْرِی الجَدَاوِلُ حَوْلَہٗ لِلْجُنْدِ مُتْرَعَۃٌ جِفَانُہٗ
قَدْ فَاْجَاَتْہُ مَنِیَّۃٌ لَمْ یُنْجِہٖ مِنْھَا اَکْتِنَانُہٗ
وَتَفَرَّقَتْ اَجْنَادُہٗ عَنْہُ وَنَاحَ بِہٖ قِیَانُہٗ
وَالدَّھْرُ مَنْ یَعْلِقْ بِہٖ یَطْحَنْہُ مُفْتَرِشًا جِرَانُہٗ
وَالنَّاسُ شَتّٰی فِی الھَوٰی کَالْمَرْءِ مُخْتَلِفٌ بَنَانُہٗ
والصِدْقُ اَفْضَلُ شِیْمَۃٍ وَالْمَرْءُ یَقْتُلُہٗ لِسَانُہٗ
والصَمْتُ اَسْعَدُ لِلْفَتٰی وَلَقَدْ یُشَرِّفُہٗ بِیَانُہٗ

"اے وہ بادشاہ جس کی مملکت اور سلطنت کے لئے زمانہ نے اس کی مدد کی ہے تو وہ پہلا شخص نہیں ہے جس نے لوگوں پر برتری حاصل کی ہو اور نہ ہی تو وہ پہلا شخص ہے جس کی شان لوگوں کی شانوں سے بلند ہوئی ہو۔ تھوڑا سا اپنا بھی احتساب کر لے۔ زمانہ کی امان شکستہ ہے۔ کتنے ہی ایسے سردار تھے جو سر اٹھا کر چلتے تھے۔ تاج پہنا کر انہیں بادشاہ بنایا گیا تھا وہ عظیم قدر و منزلت کے مالک تھے۔ زمانہ نے ان کی مدد کی تھی۔ ان کے باغ کتنے رونق افزاء تھے۔ ان کے ارد گرد نہریں رواں دواں تھیں۔ اپنے لشکر کے لئے ان کے پیالے لبریز تھے لیکن اس بادشاہ کو موت اچانک آ گئی کسی پناہ گاہ نے اسے پناہ نہ دی۔ اس کے لشکر بھی اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بچے اس پر گریہ بار رہے۔ جو شخص زمانہ سے محبت کرتا ہے زمانہ اسے اپنی گردن کے نیچے پیس کر رکھ دیتا ہے۔ انسان اپنی خواہشات کے لحاظ سے مختلف ہیں جس طرح انسان کی انگلیوں کے پورے برابر نہیں ہیں سچ سب سے بڑی خصلت ہے۔ انسان کو اس کی زبان ہلاک کر دیتی ہے جوان کے لئے خاموشی سب سے بڑی سعادت ہے جبکہ اس کی تقریر اسے بزرگی بھی عطا کر سکتی ہے"۔

دوسرے پتھر پر یہ اشعار منقوش تھے ؎

کُلُّ عَیْشٍ تَعِلَّہٗ لَیْسَ لِلدَّھْرِ خَلَّہٗ
یَوْمُ بُؤْسٰی وَنُعْمٰی وَاجْتِمَاعٍ وَقِلَّہٗ

كُنَّا أُنَاسًا كَمَا كُنْتُمْ فَغَيَّرَنَا دَهْرٌ، فَأَنْتُمْ كَمَا كُنَّا تَكُونُونَا

اے لوگو! خوب سیر کر لو۔ تمہارا انجام یہ ہوگا کہ تم ایک دن چلنے پھرنے کی بھی سکت نہ رکھو

حُبُّنَا الْعَيْشَ وَالتَّكَا ثُرُ جَهْلٌ وَضِلَّهُ
بَيْنَمَا الْمَرْءُ نَاعِمٌ فِي قُصُورٍ مُظِلَّهُ
فِي ظِلَالٍ وَنِعْمَةٍ سَاحِبًا ذَيْلَ حُلَّهُ
لَا يَرَى الشَّمْسَ مِلْغَضَا رَةً إِذْ زَلَّ زَلَّهُ
لَمْ يَقُلْهَا وَبَدَّلَتْ عِزَّةَ الْمَرْءِ ذِلَّهُ
آفَةُ الْعَيْشِ وَالنَّعِيْـ ـمِ كُرُورُ الْاَهِلَّهُ
وَصْلُ يَوْمٍ بِلَيْلَةٍ وَاعْتِرَاضٌ بِعِلَّهُ
وَالْمَنَايَا جَوَائِمٌ كَالصُّقُورِ الْمُدِلَّهُ
بِالَّذِي تَكْرَهُ النُّفُو سُ عَلَيْهَا مُطِلَّهُ

"ساری زندگی بہلاوہ ہے۔ زمانہ کے ساتھ کسی کی کوئی دوستی نہیں ہے ہر دن خواہ وہ عیش و عشرت کا ہو یا غم واندوہ کا، کثرت کا ہو یا قلت کا گزرنے والا ہے۔ عیش وعشرت اور مال و دولت سے ہماری محبت، جہالت اور گمراہی ہے اسی اثناء میں کہ انسان اپنے عالیشان محلات میں آسودہ حال ہوتا ہے وہ نعمتوں اور سایوں میں پر تعیش زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے وہ متکبرانہ چال چلتا ہے وہ سورج کو انقلاب پذیر نہیں دیکھتا کہ اچانک اس سے لغزش ہو جاتی ہے وہ سورج سے کوئی بغض نہیں رکھتا تھا لیکن اس نے اس کی عزت کو ذلت میں تبدیل کر دیا۔ چاند کا لوٹ لوٹ کر آنا عیش اور نعمتوں کے لئے آفت ہے دن کا رات کے ساتھ ملنا پھر ان کا قابل ملامت ہو جانا۔ موت جھپٹنے والے شکرے کی طرح تاڑ میں ہے وہ چیز جسے نفس ناپسند کرتے ہیں وہی ان پر جھانک رہی ہے"۔

تیسرے پتھر پر درج ذیل اشعار مکتوب تھے (ان میں سے پہلے تین اشعار وہی ہیں جو اوپر سیرت میں مذکور ہو گئے باقی اشعار درج ذیل ہیں۔)

قَدْ مَالَ دَهْرٌ عَلَيْنَا ثُمَّ أَهْلَكَنَا بِالْبَغْيِ فِينَا وَبَزَّ النَّاسَ نَاسُونَا
إِنَّ التَّفَكُّرَ لَا يُجْدِي بِصَاحِبِهِ عِنْدَ الْبَدِيهَةِ فِي عِلْمٍ لَهُ دُونَا
قَضُّوا أُمُورَكُمْ بِالْحَزْمِ إِنَّ لَهَا أُمُورَ رُشْدٍ رَشَدْتُمْ ثُمَّ مَسْنُونَا
وَاسْتَخْبِرُوا فِي صَنِيعِ النَّاسِ قَبْلَكُمْ كَمَا اسْتَبَانَ طَرِيقٌ عِنْدَهُ الْهُونَا

گے۔ مرنے سے پہلے اپنی سواریوں کو اکسا لو۔ ان کی لگامیں ڈھیلی چھوڑ لو اور جو گھوڑے تم دوڑانا چاہتے ہو انہیں دوڑا لو۔ ہم بھی ایسے ہی معزز انسان تھے جیسے اب تم ہو لیکن زمانے نے ہمیں

كُنَّا زَمَانًا مُلُوكَ النَّاسِ قَبْلَكُمْ بِمَسْكَنٍ فِي حَرَامِ اللّٰهِ مَسْكُونَا

''ایک وقت وہ تھا جب زمانے کا میلان ہماری طرف تھا پھر اس نے ہماری بغاوت کی وجہ سے ہمیں ہلاک کر دیا۔ بے شک غور و فکر اپنے صاحب کو مصیبت کے وقت کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اس کا وہ علم جو قلیل ہو اپنے امور کے فیصلے احتیاط سے کرو۔ رشد و ہدایت کے ایسے امور بھی ہیں جن سے تم راہِ ہدایت پر گامزن ہو جاؤ گے۔ اپنے سے پہلے لوگوں کے کارناموں کے متعلق پوچھا کرو کہ ان کے لئے رسوائی کا رستہ کیسے ظاہر ہوا۔ ہم تم سے پہلے عرصہ دراز تک لوگوں کے بادشاہ رہے اور ہمارا مسکن اللہ تعالیٰ کا محترم گھر بیت اللہ تھا''۔

دمشق میں بنو امیہ کے ایک محل کی دیوار پر یہ اشعار رقم تھے۔

يَا أَيُّهَا الْقَصْرُ الَّذِي كَانَتْ تَحُفُّ بِهِ الْمَوَاكِبُ
أَيْنَ الْمَوَاكِبُ وَالْمُضَا رِبُ وَالنَّجَائِبُ وَالْجَنَائِبُ
أَيْنَ الْعَسَاكِرُ وَالدَّسَا كِرُ وَالْمَقَانِبُ وَالْكَتَائِبُ
مَا بَالُهُمْ لَمْ يَدْفَعُوا لَمَّا أَتَتْ عَنْكَ النَّوَائِبُ
وَمَا بَالُ قَصْرُكَ وَاهِيًا قَدْ عَادَ مُنْهَدَّ الْجَوَانِبُ

''اے وہ عالی شان محل جس نے کئی لشکروں کو گھیر رکھا تھا۔ وہ لشکر، وہ تلواریں، وہ عمدہ خاندان اور خوشگوار ہوائیں کہاں ہیں۔ وہ فوجیں، وہ بلند و بالا مکانات، وہ گھوڑے اور وہ شاہ سوار کہاں ہیں انہیں کیا ہوا ہے کہ تمہیں پے در پے مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ تیرا دفاع کیوں نہیں کرتے۔ اے محل! تیری بلند و بالا عمارت کی دیواریں شکستہ ہو رہی ہیں اور ان کی اطراف بوسیدہ ہو رہی ہیں''۔

اس محل کی دوسری دیوار پر ان اشعار کا یہ جواب رقم تھا ۔

يَا سَائِلِي عَمَّا مَضَى مِنْ دَهْرِنَا وَمِنَ الْعَجَائِبْ
وَالْقَصْرُ إِذْ أَوْدَى فَأَضْحَى بَعْدُ مُنْهَدَّ الْجَوَانِبِ
وَعَنِ الْجُنُودِ أُولِي الْعُقُودِ وَمَنْ بِهِمْ كُنَّا نُحَارِبُ
بِهِمْ قَهَرْنَا عَنْوَةً مَنْ بِالْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ
وَتَقُولُ لِمَ لَمْ يَدْفَعُوا لَمَّا أَتَتْ عَنْكَ النَّوَائِبْ

تبدیل کر دیا۔ عنقریب تم بھی اسی طرح ہو جاؤ گے جس طرح ہم ہیں''۔

خزاعہ اور بیت اللہ کی تولیت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جرہم کے بعد قبیلہ خزاعہ میں سے بنو غبشان خانہ کعبہ کے والی بنے اس وقت ان کا سردار عمرو بن حارث الغبشانی بیت اللہ کا متولی تھا۔ اس وقت قریش انتشار اور تفرقہ کا شکار تھے وہ بنو کنانہ میں متفرق طور پر رہائش پذیر تھے۔ بنو خزاعہ نسل در نسل بیت اللہ کے متولی بنتے رہے اس قبیلے کا آخری متولی حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھا۔

قصی بن کلاب کا حبی بنت حلیل سے عقد نکاح

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قصی بن کلاب نے حلیل بن حبیشہ کی بیٹی حبی کو شادی کا پیغام دیا۔ حلیل نے یہ رشتہ بہت پسند کیا اس نے اپنی بیٹی کا نکاح قصی سے کر دیا۔ قصی کے ہاں

هَيْهَاتَ لَا يُنْجِي مِنَ الْمَوْ تِ الْكَتَائِبُ وَالْمَقَانِبُ

''اے مجھ سے میرے ماضی اور گزشتہ عجائبات کے متعلق سوال کرنے والے اور اس عمارت کے متعلق پوچھنے والے جو شکستہ ہو گئی ہے اور اس کی اطراف گر پڑی ہیں۔ اے مضبوط اور قوی لشکر کے متعلق استفسار کرنے والے اور ان کے متعلق پوچھنے والے جن سے ہم برسر پیکار رہے۔ مشارق ومغارب کے وہ لوگ جن سے ہم اپنی قوت اور طاقت سے سلطنت چھین لیتے تھے۔ تو نے پوچھا ہے جب تجھ پر مصائب آئے تو انہوں نے تیرا دفاع کیوں نہ کیا (حقیقت یہ ہے) افسوس! تمام لشکر اور گھوڑے بھی موت سے نجات نہیں دلا سکتے''۔

قصی، خزاعہ اور کعبہ کی تولیت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے خانہ کعبہ کی تولیت کا بنو خزاعہ سے قصی کی طرف منتقل ہونے کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس کا سبب اس سے زیادہ ذکر نہیں کیا کہ قصی اپنے آپ کو اس کا زیادہ مستحق سمجھتا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب حلیل ضعیف اور بوڑھا ہو گیا تو وہ بیت اللہ کی چابیاں اپنی بیٹی حبی کو دیا کرتا تھا۔ بعض اوقات قصی ان چابیوں سے بیت اللہ کے دروازے کو کھولا اور بند کرتا تھا۔ جب حلیل مرنے لگا تو اس نے قصی کو بیت اللہ کی تولیت کی وصیت کی لیکن بنو خزاعہ نے قصی کو بیت اللہ کا متولی بنانے سے انکار کر دیا۔ قصی اور بنو خزاعہ کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ قصی

چار بیٹے پیدا ہوئے: 1۔ عبدالدار، 2۔ عبد مناف، 3۔ عبدالعزیٰ، 4۔ عبد۔ جب قصی کی اولاد پھیلی پھولی، اس کے ہاں مال و دولت کی فراوانی ہوئی اور اسے عزت و شرف نصیب ہوا تو حلیل کو موت نے آلیا۔

خانہ کعبہ کی تولیت کے حصول میں رزاح کی مدد

قصی نے خیال کیا کہ وہ بنوخزاعہ اور بنوبکر سے زیادہ خانہ کعبہ کی تولیت کے مستحق ہیں۔ قریش حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے سب سے معزز و محترم ہیں۔ انہوں نے قریش اور بنوکنانہ کے افراد سے گفتگو کی اور بنوخزاعہ اور بنوکنانہ کو مکہ معظمہ سے باہر نکالنے کی

نے اپنے بھائی رزاح کو مدد کے لئے پیغام بھیجا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ابوغبشان (جو بنوخزاعہ میں سے تھا، اس کا نام سلیم تھا) خانہ کعبہ کا متولی بنا اس نے قصی سے شراب کا ایک مشکیزہ لے کر بیت اللہ کی چابی اس کے ہاتھ فروخت کردی۔ ضرب المثل بیان کی جاتی ہے:

اَخْسَرُ مِنْ صَفْقَةِ اَبِی غُبْشَانَ۔

''ابوغبشان کے سودے سے بھی زیادہ خسارے والا سودا ہے''۔

اولاد مضر سے بنوخزاعہ کی طرف تولیت کعبہ کے انتقال کا سبب یہ تھا کہ نزار کی اولاد سے حرم تنگ ہو گیا۔ ایاد نے سرکشی کی تو بنومضر نے انہیں مکہ معظمہ سے جلاوطن کردیا۔ بنوایاد نے رات کے وقت حجر اسود کو اکھیڑ لیا۔ پہلے اسے ایک اونٹ پر لادا وہ اونٹ زمین پر بیٹھ گیا پھر حجر اسود کو دوسرے اونٹ پر سوار کیا گیا وہ بھی اسے نہ اٹھا سکا پھر اسے تیسرے اونٹ پر لادا گیا وہ بھی اسے اٹھانے سے عاجز آ گیا۔ جب انہوں نے یہ عجیب صورت حال دیکھی تو انہوں نے حجر اسود کو زمین میں دفن کردیا اور خود مکہ مکرمہ سے نکل گئے۔ جب صبح ہوئی اور اہل مکہ نے حجر اسود کو خانہ کعبہ میں نہ دیکھا تو انہیں بہت افسوس ہوا جب بنوایاد حجر اسود کو دفن کررہے تھے تو بنوخزاعہ کی ایک عورت انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنی قوم کو اس کے متعلق بتایا اس وقت بنوخزاعہ نے بنومضر سے کہا کہ اگر وہ خانہ کعبہ کی تولیت انہیں دے دیں تو وہ انہیں بتادیں گے کہ حجر اسود کہاں ہے۔ بنومضر نے یہ شرط تسلیم کرلی۔ اس طرح بنوخزاعہ خانہ کعبہ کے متولی بن گئے۔

قصی کا مکہ مکرمہ میں آنا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ قصی ربیعہ بن حرام کی آغوش میں پروان چڑھا پھر وہ مکہ معظمہ میں واپس آ گیا۔ بعض مورخین نے اس میں کچھ اضافہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب اس کی والدہ

ترغیب دلائی۔ ان دونوں قبائل نے قصی کی اس آواز پر لبیک کہا ربیعہ بن حرام کلاب کی وفات کے بعد مکہ مکرمہ آیا اور فاطمہ بنت سعد بن سیل سے شادی کر لی۔ اس وقت زہرہ عالم شباب کو پہنچ چکا تھا جبکہ قصی ایک شیر خوار بچہ تھا وہ فاطمہ کو اپنے وطن لے گیا۔ قصی بھی اس کے ساتھ تھا لیکن زہرہ مکہ مشرفہ ہی میں مقیم رہا۔ ربیعہ کے ہاں ایک اور بچہ پیدا ہوا جس کا نام رزاح رکھا گیا۔ جب قصی جوان ہوا تو اس نے بھی مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ جب قریش اور بنو کنانہ نے اس کی آواز پر لبیک کہا تو اس نے اپنے بھائی رزاح بن ربیعہ کو ایک خط لکھا جس میں اس نے اسے اس کی اعانت کرنے اور اس کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کے لئے کہا۔ رزاح اپنے بھائیوں حُنَّ بن ربیعہ، محمود بن ربیعہ جُلھُمہ بن ربیعہ کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ یہ تمام لوگ قصی کی اعانت کے لئے یکجا ہو گئے۔ بنو خزاعہ نے سمجھا کہ شاید حلیل بن حبشیہ نے قصی کو وصیت کی تھی۔ اس نے کہا تھا:

''کعبہ کی تولیت کا سب سے زیادہ مستحق تو ہی ہے، مکہ کی امارت کا حق صرف تجھ کو ہے۔ بنو خزاعہ اس کے حقدار نہیں ہیں''۔

اسی وصیت کی وجہ سے قصی نے اپنے آپ کو اس منصب کا حق دار سمجھا اور بنو خزاعہ سے یہ منصب چھین لیا۔ میں نے یہ روایت ان لوگوں کے علاوہ کسی اور سے نہیں سنی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سی روایت درست ہے۔

اسے اپنے خاوند ربیعہ کے ساتھ لے گئی اس وقت یہ شیر خوار تھا۔ وہ وہاں ہی نشو ونما پاتا رہا۔ وہ ربیعہ ہی کو اپنا باپ سمجھتا رہا اور اپنے آپ کو انہی کی طرف منسوب کرتا رہا۔ جب وہ جوان ہوا تو بنو قضاعہ کے ایک شخص نے اسے گالی دی۔ اس نے قصی سے کہا:

''تو ہم میں سے نہیں ہے۔ تو دوسرے خاندان کا فرد ہے جو ہمارے خاندان میں آ گیا ہے''۔

وہ غمگین وحزین اپنی ماں کے پاس آیا اور حقیقت حال دریافت کی۔ اس کی ماں نے کہا:

''اے میرے لخت جگر! اس شخص نے سچ کہا ہے تو ان میں سے نہیں ہے لیکن تیرا قبیلہ ان کے قبیلے سے بہتر ہے۔ تیرے آباء ان کے آباء سے معزز ہیں تیرا تعلق قریشی خاندان سے ہے۔ تیرے بھائی اور چچازاد مکہ معظمہ میں اقامت گزیں ہیں وہ بیت اللہ الحرام کے پڑوسی ہیں''۔

قصی ایک قافلہ کے ساتھ مکہ معظمہ آ گیا۔ قصی کا نام زید تھا کیونکہ وہ اپنے شہر مکہ مطہرہ سے دور تھا اس لئے قصی (بعید) سے موسوم ہونے لگا۔

غوث بن مر اور حج کی اجازت

غوث بن مر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر لوگوں کو عرفہ سے حج کی اجازت دینے پر مقرر تھا۔ اس کی وفات کے بعد یہ منصب اس کی اولاد میں برقرار رہا۔ اسے اور اس کی اولاد کو صُوفہ کہا جاتا تھا۔ غوث بن مر کی ماں کا تعلق بنو جرہم سے تھا۔ اس کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ اس نے نذر مانی کہ اگر اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو وہ اسے کعبہ معظمہ کے لئے مختص کر دے گی وہ اس کی نگہبانی اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال کرے گا۔ اس کے ہاں غوث پیدا ہوا۔ آغاز میں یہ اپنے ماموں بنو جرہم کے ساتھ مل کر کعبہ کی خدمت کرنے لگا پھر یہ عرفہ سے لوگوں کو حج کی اجازت دینے پر مامور ہوا۔ اس کے بعد اس کی اولاد بھی اسی منصب پر رہی۔ مر بن ادا اپنی والدہ کی اس نذر کے متعلق کہتا ہے

اِنِّی جَعَلْتُ رَبِّ مِنْ بَنِیَّہ رَبِیْطَةً بِمَکَّةَ العَلِیَّہ

فَبَارِکَنَّ لِی بِھَا اَلِیَّہْ وَاجْعَلْہُ لِی مِنْ صَالِحِ البَرِیَّہ

"مولا! میں نے اپنے بیٹوں میں سے ایک کو مکہ معظمہ کے لئے مختص کر دیا ہے۔ پروردگار!

غوث بن مر کی داستان

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے غوث بن مر کا ذکر کیا ہے بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ غوث بن مر کی یہ تولیت ملوک کِنْدَہ سے پہلے تھی۔ غوث بن مر نے اپنے شعر میں کہا ہے۔ اِنْ کَانَ اِثْمًا فَعَلٰی قُضَاعَةَ...... اس گناہ کو قضاعہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ہی اَشْھُرُ حُرُم کو حلال قرار دیا تھا۔ جس طرح بنو خثعم اور بنو طئے نے کیا تھا۔ اسی طرح ان میں بھی نَسَاۃ کا طریقہ رائج تھا۔ نَسْأَت کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

غوث اور اس کی اولاد کو صُوفہ کہنے کی وجہ

انہیں صوفہ کیوں کہا جاتا تھا۔ مؤرخین کا اس میں اختلاف ہے ابوعبیدہ کہتے ہیں اہل مکہ کے علاوہ جو شخص بھی خانہ کعبہ کی خدمت کرتا یا اس کا متولی بنتا۔ مناسک حج ادا کرتا اس کو صُوفَہ یا صُوفَان کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اون کی مانند ہوتے تھے۔ ان میں چھوٹے، بڑے، سرخ اور سفید ہر قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ ان کا تعلق کسی ایک قبیلہ سے نہیں ہوتا تھا۔ ابوعبداللہ نے ابوالحسن الاثرم سے اور انہوں نے ہشام بن محمد بن السائب الکلبی سے روایت کیا ہے کہ غوث بن مر کو صوفہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی

اس مقدس مقام کے طفیل میرے اس نورِ نظر کو میرے لئے بابرکت بنا۔ اسے میرے لئے لوگوں میں سے پاکباز انسان بنا"۔

کہا جاتا ہے کہ جب غوث بن مر لوگوں کو بیت اللہ سے دور ہٹاتا تھا تو یہ شعر پڑھتا تھا۔

لَاهُمَّ اِنِّي تَابِعٌ تَبَاعَهُ ۔۔۔ اِنْ كَانَ اِثْمٌ فَعَلَى قُضَاعَهُ

مولا! میں اس کے طریقہ کی اتباع کرتا ہوں۔ اگر یہ عمل گناہ ہے تو پھر اس کی سزا قضاعہ پر ہے۔

ماں کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا اس نے نذر مانی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اس کے سر پہ اونی پکڑا باندھے گی اور اسے خانہ کعبہ کی خدمت کے لئے وقف کر دے گی۔ جب اس کے ہاں غوث پیدا ہوا تو اس نے اپنی نذر پوری کی۔ اس سے غوث کو صوفہ کہا جانے لگا بعد میں اس کی اولاد بھی اسی نام سے موسوم ہونے لگی۔

ابراہیم بن منذر نے عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے عقال بن شبہ نے بتایا ہے کہ تمیم بن مر کی ماں کے ہاں بچیاں ہی پیدا ہوتی تھیں۔ اس نے نذر مانی کہ اگر اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ اسے خانہ کعبہ کے لئے وقف کر دے گی۔ اس نذر کے بعد غوث پیدا ہوا۔ یہ مر کے بیٹوں میں سے سب سے بڑا تھا۔ جب اس کی ماں نے اسے خانہ کعبہ کی خدمت پر مامور کیا تو اسے شدید گرمی لگی۔ وہ پژمردہ اور نرم ہو کر گر پڑا۔ جب اس کی والدہ وہاں سے گزری تو اس نے کہا میرا بیٹا تو صوفہ (اون) بن چکا ہے۔ اس سے اس کا نام ہی صوفہ پڑ گیا۔

بنوسعد اور حج کی اجازت

بنو غوث میں سے بنوسعد حاجیوں کو اجازت دیتے تھے۔ اس سعد سے مراد ابن زید مناۃ بن تمیم بن مر ہے۔ یہ پورے عرب میں سے نسب کے اعتبار سے غوث کے قریب تھا۔ زید مناۃ میں مَنَاۃ اور مَنَاءَۃ دونوں طرح پڑھا گیا ہے جب یہ ہمزہ کے ساتھ ہو تو ممکن ہے کہ یہ ناء ینوء سے مَفْعَلَه کے وزن پر ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ مَنِیئَه سے فَعَالَةٌ کے وزن پر ہو۔ چمڑا رنگنے کی جگہ کو مَنِیئَه کہتے ہیں۔ ایک عربی خاتون نے دوسری سے کہا:

"اَعْطِيْنِي نَفْسًا اَوْ نَفْسَيْنِ اَمْعَسْ بِهٖ مَنِيْئَتِي فَاِنِّي اَفِدَةٌ"۔

"مجھے رنگنے کے مصالحے کے ایک یا دو ٹکڑے دو تاکہ میں ان سے چمڑا رنگ لوں میرا کام مکمل ہونے کے قریب ہے"۔

صُوفہ اور رمی جمار

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یحییٰ بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ صوفہ لوگوں کو عرفہ سے حج کی اجازت دیتے تھے۔ جب کنکریاں مارنے کا دن ہوتا تو لوگوں کو جمروں پر لے جاتے سب سے پہلے خاندان صوفہ میں سے ایک شخص کنکریاں مارنے کی ابتداء کرتا۔ جب تک وہ کنکریاں نہ مار لیتے لوگ رمی جمار شروع نہ کرتے۔ وہ حاجت مند لوگ جنہیں جلدی ہوتی وہ صوفہ کے پاس آتے اور اس سے کہتے اٹھ اور کنکریاں مارتا کہ ہم جلدی جلدی اس کام سے فارغ ہو جائیں لیکن وہ کہتا "نہیں" اللہ کی قسم! میں سورج ڈھلنے سے پہلے کنکریاں نہیں ماروں گا۔ وہ لوگ اسے جلدی کنکریاں مارنے کی ترغیب دلاتے رہتے اور وہ اس سے کہتے

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشعار پڑھے ہیں۔

اِذَا اَنْتَ بَاكَرْتَ الْمَنِيَّةَ بَاكَرْتَ قَضِيْبَ اَرَاكٍ بَاتَ فِي الْمِسْكِ مُنْقَعًا

"جب تو نے موت کی طرف جلدی کی تو تو نے پیلو کی ایسی شاخ کی طرف جلدی کی جس نے کستوری میں بھیگ کر رات گزاری۔"

یعقوب نے یہ شعر کہے ہیں۔

اِذَا بَاكَرْتَ الْمَنِيَّةَ بَاكَرْتَ مَدَاكًا مِنْ زَعْفَرَانٍ وَاِثْمِدَا

"جب تو نے موت کی طرف جلدی کی تو تو نے اس برتن کی طرف جلدی کی جس میں زعفران اور سرمہ کو رگڑا جاتا ہے"۔

مزدلفہ کا معنی

مُزْدَلِفَه، الاِزْدِلَافُ سے مُفْتَعِلَةٌ کے وزن پر ہے اس کا معنی جمع ہونا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ﴿۶۴﴾ (الشعراء)

بعض علماء کے نزدیک اس کا معنی قریب ہونا ہے۔ قرب کو زُلْفَةٌ کہا جاتا ہے۔ اس جگہ کو مزدلفہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ لوگ اس جگہ آ کر حرم کے قریب ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آئے تو وہ حضرت حواء کے قریب ہوتے رہے اور حضرت حواء علیہا السلام ان کے قریب ہوتی رہی حتیٰ کہ ان دونوں نے ایک دوسرے کو "عرفہ" میں پہچان لیا۔ وہ دونوں مزدلفہ میں جمع ہوئے اس لئے اس جگہ کو جَمْعًا بھی کہا جاتا ہے۔

تیرے لئے ہلاکت ہو، اٹھ اور کنکریاں مار لیکن وہ برابر انکار کرتا رہتا۔ جب آفتاب ڈھل جاتا تو وہ اٹھتا، کنکریاں مارتا اور لوگ بھی اس کے ساتھ کنکریاں مارتے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب لوگ رمی الجمار سے فارغ ہو جاتے اور منیٰ سے جانے کا ارادہ کرتے تو صوفہ عقبہ کے دونوں اطراف کھڑے ہو جاتے۔ وہ لوگوں کو روک لیتے وہ کہتے "سب سے پہلے صوفہ نے یہاں سے گزرنا ہے۔" جب وہ وہاں سے گزر جاتے پھر دیگر لوگوں کو گزرنے کی اجازت دی جاتی۔ جب تک یہ منصب صوفہ میں رہا ان کی یہ عادت رہی۔ ان کے بعد یہ منصب بنوسعد بن زید مناۃ بن تمیم میں سے آل صفوان بن حارث بن شجنہ کو ملا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں صفوان کا نسب یہ ہے صفوان بن جناب بن شجنہ بن عطارد بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ صفوان وہی ہے جو عرفہ سے لوگوں کو حج کی اجازت دیتا تھا اس کے بعد اس کے بیٹے اس مرتبہ پر فائز رہے۔ اس خاندان کا آخری شخص جس کے زمانہ میں آفتاب اسلام طلوع ہوا اس کا نام کرب بن صفوان تھا۔ اوس بن مغراء السعدی کہتا ہے۔

لَايَبْرَحُ النَّاسُ مَاحَجُّوْا مُعَرَّفَهُمْ حَتّٰى يُقَالَ: اَجِيْزُوْا آلَ صَفْوَانَا

"جب تک لوگ حج کرتے رہیں گے وہ مقام عرفہ سے نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ کہا جائے گا اے بنو صفوان! ہمیں اجازت دو"۔

ذوالاصبع کی اس واقعہ کی ترجمانی

ذوالاصبع کا نام حرثان بن عمرو تھا۔ اس کو ذوالاصبع کہنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی ایک انگلی تھی اس نے اسے بھی کاٹ دیا۔ وہ اپنے ان اشعار میں مزدلفہ کا تذکرہ کرتا ہے۔

عَذِيْرَ الْحَيِّ مِنْ عَدْوَانَ كَانُوْا حَيَّةَ الْاَرْضِ

ذوالاصبع اور آل ظرب

ذوالاصبع سے مراد حرثان بن عمرو ہے۔ اس کو حرثان بن حارث بن محرث بن ربیعہ بن ہبیرہ بن ثعلبہ بن ظرب بھی کہا جاتا ہے۔ ظرب سے مراد عامر کا والد ہے یہ اہل عرب کے درمیان فیصلے کیا کرتا تھا۔ ابن اسحاق نے خنثیٰ کے متعلق اس کا واقعہ ذکر کیا ہے (عنقریب یہ واقعہ آ رہا ہے۔)

اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے

بَغَی بَعْضُھُمْ ظُلْمًا فَلَمْ یَرْعَ عَلٰی بَعْضِ
وَمِنْھُمْ کَانَتِ السَّادَ اتُ وَالمُوْفُوْنَ بِالقَرْضِ
وَمِنْھُمْ مَنْ یُجِیْزُ النَّا سَ بِالسُّنَّةِ وَالفَرْضِ
وَمِنْھُمْ حَکَمٌ یَقْضِی فَلَا یُنْقَضُ مَایَقْضِی

''عدوان قبیلے کے مددگار سے پوچھو کہ وہ لوگ کتنے خوفناک تھے (وہ لوگ زمین کو حیاتِ نو بخشنے والے تھے) ان میں سے کچھ نے ظلم کرتے ہوئے بغاوت کی اور دوسروں سے محبت نہ کی ان میں سے کچھ سردار تھے جو قرض ادا کرنے والے تھے۔ ان میں سے کچھ سنت اور فرض کی لوگوں کو اجازت دینے والے تھے ان میں سے بعض ثالث تھے وہ ایسا فیصلہ کرتے تھے جس میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا تھا''۔

لِذِی حِلْمٍ قَبْلَ الیَوْمِ مَا تُقْرَعُ العَصَا وَمَا عُلِّمَ الاِنْسَانُ اِلَّا لِیَعْلَمَا

''آج سے قبل کسی حلیم شخص کے لئے ڈنڈا نہیں کھٹکھٹایا گیا انسان کو اس لئے سکھایا جاتا ہے تاکہ وہ سیکھ لے''۔

یہ آخری عمر میں فاسد العقل ہو گیا تھا جب یہ کسی محفل میں گفتگو کرتا تو اسے روکنے کے لئے ڈنڈا کھٹکھٹایا جاتا تاکہ یہ کسی بات یا فیصلے میں غلطی نہ کرے۔ ذُوالِاصْبَع بھی اپنے زمانہ میں ثالثی کیا کرتا تھا۔ وہ تین سو سال زندہ رہا اس کو ذُوالْاصْبَع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی انگلی پر سانپ نے ڈسا تھا۔ اس کا دادا ظرب تھا۔ اس کا نام عمرو بن عیاذ بن یشکر بن بکر بن عدوان تھا۔ عدوان کا نام تیم تھا۔ اس کی ماں کا نام جدیلہ بنت ادبن طابخہ تھا۔ یہ اہل طائف میں سے تھے ان کی تعداد ستر ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ان کے مابین جنگ ہوئی جس میں بہت سے لوگ کام آئے۔ ثقیف سے مراد قسی بن منبہ تھا۔ اس کی بیوی کا نام زینب بنت عامر تھا۔ بنوثقیف کے اکثر افراد اس کی اولاد ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عامر کی بہن اور لیلیٰ بنت ظرب اس کی بہن تھی۔ یہ دوس بن عدنان کی ماں تھی جب بنوعدوان ہلاک ہو گئے تو بنوثقیف نے ان کے بقیہ افراد کو طائف سے نکال دیا۔ اس طرح سارے طائف پر بنوثقیف قابض ہو گیا۔ آج تک وہی قابض ہیں۔

حَیَّةُ الاَرْضِ

حرثان بن عمرو نے حَیَّةُ الْاَرْضِ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص اتنا خوفناک ہو کہ اس سے ڈر محسوس ہوتا ہو تو اس کو حَیَّةُ الْوَادِی یا حَیَّةُ الْاَرْضِ کہا جاتا ہے۔ حضرت

مزدلفہ سے لوگوں کو لے جانے کا منصب عدوان کے پاس تھا۔ محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ یہ منصب ان کے پاس نسل در نسل رہا۔ ان کا آخری شخص جس کے زمانہ میں اسلام کا ظہور ہوا وہ ابو سیارہ عمیلہ بن الاعزل تھا۔ اس کے متعلق ایک عرب شاعر کہتا ہے۔

نَحْنُ دَفَعْنَا عَنْ اَبِیْ سَیَّارَۃَ　وَعَنْ مَوَالِیْہِ بَنِیْ فَزَارَۃَ

حَتّٰی اَجَازَ سَالِماً حِمَارَۃَ　مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃِ یَدْعُوْ جَارَۃَ

''ہم نے ابو سیارہ اور اس کے چچازاد بھائیوں کا بنو فزارہ سے دفاع کیا حتیٰ کہ اس نے اپنے گدھے کو کھینچتے ہوئے، قبلہ رو ہو کر اور اللہ کی پناہ طلب کرتے ہوئے اجازت دے دی''۔

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے۔

یَامُحْکَمَ بْنَ طُفَیْلٍ قَدْ اُتِیْحَ لَکُمْ　لِلّٰہِ دَرُّ اَبِیْکُمْ حَیَّۃُ الْوَادِیْ

''اے محکم بن طفیل! تمام بھلائیاں تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہیں۔ تمہارے باپ کی تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تھیں۔ تمام وادی اس سے خوف کھاتی تھی''۔

اس شعر میں حَیَّۃُ الْوَادِیْ سے مراد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

عَذِیْرَ الْحَیِّ مِنْ عُدْوَان

فعل کے محذوف ہونے کی وجہ سے عَذِیْر کو منصوب پڑھا گیا ہے۔ اصل عبارت یوں تھی ھَاتُوْا عَذِیْرَہٗ۔ عَذِیْر، عَاذِر کے معنی میں ہے یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث کی طرح عَذِیْر مصدر ہو۔

ابو سیارہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق عمیلہ بن الاعزل کو ابو سیارہ کہا جاتا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر مؤرخین کہتے ہیں اس کا نام عاصی تھا۔ اعزل کا نام خالد تھا۔ ابو سیارہ کے پاس اندھی گدھی تھی اس کی لگام کھجور کی چھال کی ہوتی تھی یہ چالیس سال تک لوگوں کو مزدلفہ لے جاتا رہا اس کی گدھی کا رنگ کالا تھا۔ اپنے ان اشعار میں اسی کا ذکر کرتا ہے۔

لَاھُمَّ مَالِیْ فِی الْحِمَارِ الْاَسْوَدِ　اَصْبَحْتُ بَیْنَ الْعَالَمِیْنَ اُحْسَدُ

فَقِ اَبَا سَیَّارَۃَ الْمُحَسَّدْ　مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ اِذْ یَحْسُدُ

''مولا! میں تو کالی گدھی پر ہوں۔ دنیا میں مجھ پر حسد کیوں کیا جاتا ہے۔ اے مولا! وہ ابو سیارہ جس سے حسد کیا جاتا ہے اسے ہر حاسد کے شر سے بچا''۔

ابو سیارہ اپنے گدھے پر بیٹھ کر لوگوں کو روکا کرتا تھا۔

عامر بن ظرب کا ایک اہم فیصلہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عامر بن ظرب لوگوں کے مابین فیصلے کیا کرتا تھا۔ جب اہل مکہ کے درمیان جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی یا وہ کسی مصیبت میں پھنس جاتے تو وہ عامر کے پاس جاتے۔ جو وہ فیصلہ کرتا اس کو دل و جان سے قبول کرتے۔ ایک دفعہ ان کے درمیان خُنثیٰ کی وراثت میں اختلاف ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کو مرد کا حصہ ملے گا اور بعض کہتے کہ اسے عورت کا حصہ ملے گا۔ وہ اس مسئلہ کو عامر کے پاس لے آئے۔ جب عامر نے ان کا مسئلہ سنا تو اس نے کہا "مجھے آج تک اس قدر مشکل مسئلہ کا سامنا نہیں ہوا۔ مجھے کچھ مہلت دو تا کہ میں

اَشْرِقْ ثَبِيْرُ كَيْمَا نُغِيْر بھی اسی کا قول ہے۔ یہ بھی دعا مانگا کرتا تھا اَللّٰهُمَّ اِنِّي تَابِعٌ تَبَاعَةً۔ "مولا میں ان کی اتباع کرنے والا ہوں۔" یہ اپنی دعا میں کہا کرتا تھا "مولا! ہمارے چرواہوں کے درمیان بغض پیدا فرما۔ ہماری عورتوں کے درمیان محبت پیدا فرما۔ ہمارے خیموں میں مال و دولت بھیج"۔

ابو یقظان کہتے ہیں سب سے پہلے ایک سو اونٹ دیت اسی نے مقرر کی تھی۔

عَنْ مَوَالِيْه بَنِي فَزَارَة۔ موالی سے مراد چچازاد بھائی ہیں کیونکہ یہ عدوان کی اولاد میں سے تھے اور عدوان اور فزارہ قیس بن عیلان کی اولاد میں سے تھے۔

مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةِ يَدْعُوْ جَارَهُ۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کر رہا تھا مولا! ہمیں ان لوگوں سے پناہ دے جن سے ہم خوفزدہ ہیں۔

عامر بن ظرب کا اضطراب اور لونڈی کا فیصلہ

سخیلہ نے خُنثیٰ کی وراثت کا فیصلہ علامت کے ذریعے کیا شریعت مطہرہ میں بھی اس طرح فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس کو "علامات اور امارات سے استدلال" کہا جاتا ہے۔ شریعت بیضاء میں اس کی اصل موجود ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَاءُوْا عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ
"اور لے آئے اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر"۔

اس خون کے جھوٹے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس خون سے رنگی ہوئی قمیص نہ تو کہیں سے پھٹی تھی اور

اس مسئلہ میں غور وفکر کر سکوں"۔ وہ ساری رات جاگتے ہوئے اس مسئلہ میں غور وفکر کرتا رہا کسی پہلو آرام نہ آتا تھا۔

اس کی ایک سُخَیْلَه نامی لونڈی تھی جو اس کی بکریاں چرایا کرتی تھی۔ وہ ہر صبح اس سے ناراض ہوتا تھا اس سے کہتا اے سخیل! تو نے بہت دیر کر دی ہے۔ وہ ہر شام اپنی لونڈی سے کہتا اے سخیل! تو نے شام کر دی ہے۔ وہ لونڈی جب صبح بکریاں لے جاتی تھی پھر بھی دیر کر دیتی تھی اور شام کو واپس بھی تاخیر سے لاتی تھی۔ اس لئے اسے یہ باتیں روزانہ سننا پڑتیں۔ جب لونڈی نے عامر کا اضطراب اور بیداری دیکھی تو اس نے اس سے پوچھا:

"آج رات آپ اس قلق اور اضطراب میں کیوں ہیں۔ نیند آپ سے کوسوں دور ہے"۔

اس نے کہا: "تیرے لئے ہلاکت ہو، مجھے چھوڑ دے۔ میرے اس معاملہ سے تیرا کوئی تعلق

نہ ہی اس پر بھیڑیئے کے دانتوں کے نشانات تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ (یوسف:26)

"اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے"۔

بھی اسی کی اصل ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَوْرَقَ جَعْدًا جُمَالِيًّا فَهُوَ لِلَّذِي رُمِيَتْ بِهِ۔

"...................."

حدود اور وراثت کے بہت سے احکام کی بنیاد امارات سے استدلال پر مبنی ہے۔ خنثیٰ کی وراثت میں اس کی شرمگاہ اور اس کے حیض کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر وہ ہر اعتبار سے خُنثیٰ مشکل ہو تو پھر اسے عورت کے حصہ کی وراثت کا ڈیڑھ 1/2=1 دیا جائے گا۔ اس کی دیت کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اس کے اکثر احکام کا انحصار اجتہاد پر ہے۔

یعمر الشداخ کا فیصلہ

یعمر کو شداخ اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ اس نے بنوخزاعہ کا خون باطل قرار دیا تھا۔ یہ بنوداَب کا دادا تھا۔ اکثر لوگوں نے علم تاریخ اور علم انساب بنوداَب سے حاصل کیا۔ بنوداَب سے مراد عیسیٰ بن یزید بن بکر بن داَب اور خذیفہ بن داَب ہیں۔ داَب سے مراد ابن کرز ابن احمر ہے۔ یہ اس یعمر کی اولاد میں سے ہے جس نے بنوخزاعہ کا خون رائیگاں کیا تھا۔ شداخ کا معنی باطل قرار دینا ہے۔ اس کی اصل الشَّدْخ فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے۔ کہا جاتا ہے غُرَّةٌ شَادِخَةٌ (گھوڑے کی پیشانی پر سفید

نہیں ہے"۔

لونڈی نے دوبارہ پوچھا عامر نے دل میں سوچا۔ ممکن ہے اس کو یہ مسئلہ بتانے سے اس کا کوئی حل نکل آئے۔ اس نے لونڈی سے کہا "لوگ میرے پاس خنثیٰ کی میراث کا مسئلہ لے کر آئے ہیں کہ کیا اسے مرد کے حصہ کے برابر حصہ لے گا یا عورت کے حصہ کے برابر؟ اللہ کی قسم میں اس مسئلہ کا فیصلہ نہیں کر سکا۔ نہ ہی مجھے اس کی کوئی صورت نظر آتی ہے"۔ لونڈی نے کہا "سبحان اللہ! یہ کون سا مشکل مسئلہ ہے۔ یہ فیصلہ اس کی شرمگاہ کے مطابق ہوگا اگر اس نے مرد کی طرح پیشاب کیا تو وراثت میں اسے مرد کا حصہ ملے گا اور اگر اس نے عورت کی طرح پیشاب کیا تو اسے عورت کا حصہ دیا جائے گا"۔ لونڈی کی یہ بات اسے بہت پسند آئی۔ اس نے لونڈی کی بہت تعریف کی اور صبح اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔

قصی بن کلاب کا مکہ مکرمہ پر قبضہ

قصی کا صوفہ پر تسلط

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس سال قصی اور صوفہ کے مابین جنگ ہونا تھی۔ اس

نشان) شَدَّاخ کو شین کی فتح اور ضمہ کے ساتھ دونوں طرف پڑھنا جائز ہے۔ جب ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ شَدَخ کی جمع ہوگا۔ اس صورت میں یعمر اور اس کی اولاد کو شَدَّاخ کہا جائے گا۔ جس طرح منذر اور اس کی اولاد کو مَنَاذِرَہ کہا جاتا ہے۔ بنو اشعر کو اَشْعَرُوْن کہا جاتا ہے وغیرہ۔ یعمر کی ماں کا نام السوم بنت عامر بن جرہ تھا۔ بنو شداخ میں سے بلعاء بن قیس بن عبداللہ بن یعمر الشداخ تھا۔ وہ ایک مشہور شاعر تھا اس کے اشعار حماسہ میں موجود ہیں۔ اس کا نام حمیضہ اور لقب بلعاء تھا۔ یہ اپنا تعارف اس طرح کرواتا ہے۔

اَنَا اِبْنُ قَيْسٍ سَبْعًا وَابْنُ سَبْعَ اَبَارَ مِنْ قَيْسٍ قِبِيْلًا فَالْتَهِمِ
كَاَنَّمَا كَانُوْا طَعَامًا فَابْتُلِعَ

"میں ابن قیس کا ساتواں بیٹا ہوں وہ بھی اپنے باپ کا ساتواں بیٹا ہی تھا۔ اس نے قبیلہ پر حملہ کر کے اس کو اس طرح نگلا کہ گویا کہ وہ کھانا تھے جسے نگل لیا گیا"۔

قصی اور بیت اللہ کی تولیت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قریش کو قصی نے ہی ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا پھر انہوں نے

سال بھی صوفہ نے اپنے معمول کو جاری رکھا۔ ان کی یہ عادت تمام عرب میں مشہور تھی وہ بنو جرہم اور بنو خزاعہ کے زمانہ سے اس منصب پر فائز تھے۔ اس سال قصی اپنی قوم (قریش، کنانہ اور قضاعہ) کے ساتھ عقبہ کے پاس آیا اور کہا "ہم تم سے زیادہ اس منصب کے مستحق ہیں"۔ صوفہ اور قصی کی قوموں کے مابین شدید لڑائی ہوئی۔ بالآخر صوفہ کو شکست ہوئی اور قصی نے ان کے تمام مال و دولت پر قبضہ کرلیا۔

بنو خزاعہ اور بنو بکر کے ساتھ نبرد آزمائی

بنو خزاعہ اور بنو بکر نے قصی کا ساتھ نہ دیا انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ قصی عنقریب ان سے یہ منصب بھی چھین لے گا۔ جس طرح اس نے صوفہ کو اس منصب سے محروم کر دیا ہے۔ عنقریب وہ ان کے اور خانہ کعبہ کے معاملات کے درمیان حائل ہو جائے گا انہوں نے قصی کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ دونوں فوجیں بر سر پیکار ہوئیں۔ خوب خونریزی ہوئیں۔ دونوں اطراف سے بہت سے افراد کام آئے پھر انہوں نے ایسے شخص کی جستجو شروع کی جو ان کے مابین صلح کرادے۔ انہوں نے یعمر الشداخ بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کو اپنا ثالث بنایا۔ اس نے ان کے درمیان یہ فیصلہ کیا "قصی خانہ کعبہ کے معاملات اور مکہ

یہ شعر ذکر کیا قُصَیٌّ لَعَمْرِی...... یہ شعر حذاقہ بن جُمَعُ کا ہے۔ اس کے بعد یہ شعر ہے

هُمُوْا مَلَئُوا الْبَطْحَاءَ مَجْدًا وَسُوْدَدًا ۔ وَهُمْ طَرَدُوْا عَنَّا غُوَاةَ بَنِی بَكْرٍ

"انہوں نے جستجو کی اور وادی بطحاء کو بزرگی اور سرداری سے بھر دیا انہوں نے ہم سے بنو بکر کے باغیوں کو دور کیا"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اہل مکہ اپنے گھروں کی تعمیر کے لئے حرم شریف کے درخت کاٹنے سے ڈرتے تھے۔ امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ یہ درست ہے کہ قریش نے جب گھر تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے قصی سے کہا ہم حرم شریف کے درختوں کا کیا کریں؟ انہیں خوف تھا کہ ان کو کاٹنے کی وجہ سے کہیں ان پر کوئی عذاب مسلط نہ کر دیا جائے۔ ان میں سے ایک شخص نے اپنے گھر کو درخت کے ارد گرد ہی تعمیر کرلیا اور اس کو کاٹنے کی جرأت نہ ہوئی۔

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے حرم شریف کے درخت کاٹنے کی اجازت اس وقت دی جب مقام قُعیقِعان میں گھر تعمیر ہوئے لیکن انہوں ہر درخت کی دیت ایک گائے دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے

مکرمہ کی امارت کے بنوخزاعہ سے زیادہ مستحق ہیں۔ وہ آدمی جنہیں قصی اور اس کی فوج نے قتل کیا ہے ان کا خون رائیگاں ہے اور وہ افراد جنہیں بنوخزاعہ اور بنوبکر نے قتل کیا ہے ان کی دیت ادا کی جائے۔ قصی، خانہ کعبہ اور مکہ مکرمہ کے معاملات میں کسی قسم کی کوئی دخل اندازی نہ کی جائے"۔

قصی خانہ کعبہ کا متولی بن جاتا ہے

خانہ کعبہ اور بیت اللہ کی تولیت قصی کے سپرد کی گئی۔ اس نے اپنی قوم کو مکہ مکرمہ میں جمع کیا انہیں وہیں آباد کیا۔ انہیں وہ سب مناصب عطا کئے جن پر وہ پہلے فائز تھے کیونکہ قصی ان مناصب کو دین میں سے شمار کرتا تھا۔ اس لئے ان کی تبدیلی مناسب نہ سمجھتا تھا۔ آل صفوان، عدوان اور النَسْأة کو ان کے مناصب پر برقرار رہنے دیا۔ حتیٰ کہ اسلام کا خورشید جہاں تاب طلوع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام امور کو ختم کر دیا۔ قصی کعب بن لؤی میں سے پہلا شخص تھا جس کی حکومت قائم ہوئی۔ اس کی قوم اس کی اطاعت بجالائی۔ خانہ کعبہ کی تمام خدمات مثلاً حجابہ، سقایہ، رفادہ، ندوہ اور لواء اس کے تصرف میں آئیں۔ سرزمین مکہ کو چار حصوں میں منقسم کیا۔ قریش میں سے ہر قبیلہ کو اس میں مقیم ہونے کی اجازت دے دی۔ لوگ گمان کرتے تھے کہ قریش اپنے گھروں سے حرم کے درخت کاٹنے سے ڈرتے تھے۔ قصی نے اپنے ہاتھ سے اپنے گھر کا درخت کاٹ دیا۔

کہ انہوں نے اسد بن عبدالعزیٰ کے گھر سے ایک بہت بڑا درخت کٹوایا۔ اس کی شاخیں طواف کرنے والے شخص کے کپڑوں کے ساتھ چمٹ جاتی تھیں۔ یہ مسجد حرام کی توسیع سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس درخت کی دیت ایک گائے دی۔ حرم شریف کے درختوں کی دیت کے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"مجھے اس کے متعلق کوئی اصل نہیں ملی۔ جس نے حرم شریف کا درخت کاٹا اس نے برا کام کیا"۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بڑے درخت کی دیت ایک گائے اور چھوٹے درخت کی دیت ایک بکری مقرر کرتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اگر وہ درخت ایسے پودوں میں سے ہو جسے لوگ اپنے ہاتھوں سے لگاتے ہیں اور جن کے پھلنے پھولنے کی لوگ خواہش کرتے ہیں تو اس کے کاٹنے والے پر کوئی فدیہ نہیں ہو گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور درخت ہو تو پھر اس کی قیمت ادا کی جائے گی"۔

ابوعبید نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حرم سے درخت کو کاٹنے کی دیت ایک غلام آزاد کرنا مقرر فرماتے تھے۔

لوگوں نے قصی کے اس عمل کو مبارک سمجھا انہوں نے اپنے گھروں کے درخت کاٹ دیئے۔ ہر عورت اور ہر مرد کی شادی کی تقریب قصی کے گھر ہوتی تھی ہر مسئلہ کے متعلق مشاورت اسی کے گھر ہوتی تھی۔ جنگ کے موقعہ پر قصی ہی انہیں جھنڈا بنا کر دیتا تھا۔ قریش کی کوئی لڑکی جب بالغ ہو جاتی تو وہ اسے قصی کے گھر لے آتے۔ اس کی پہلی اوڑھنی پھاڑ ڈالتے پھر نئی اوڑھنی پہنا کر اسے اپنے گھر لے جاتے۔ قصی کے تمام معاملات اس کی زندگی میں اور اس کے مرنے کے بعد اس کی قوم میں قوانین مذہب کی طرح تھے۔ قریش ان پر خوشی سے عمل پیرا ہوتے تھے۔ قصی نے دارالندوہ کو تعمیر کیا۔ اس کا دروازہ بیت اللہ کی طرف رکھا۔ قریش کے تمام امور کا فیصلہ دارالندوہ میں ہی ہوتا تھا۔ قصی کو مجمع کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ ایک شاعر اس کا ذکر یوں کرتا ہے۔

قُصَیٌّ لَعَمْرِی کَانَ یُدْعٰی مُجَمِّعًا بِہٖ جَمَّعَ اللّٰہُ القَبَائِلَ مِنْ فِھْرِ

''میری زندگی کی قسم قصی کو مُجَمِّع کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے ہی قبائل کے متفرق قبائل کو جمع فرمایا''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے عبدالملک بن راشد نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ''میں نے سائب بن خباب سے سنا کہ ایک شخص نے قصی کا یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا۔ اس نے اس کے قوم کو جمع کرنے، بنو خزاعہ اور بنو بکر کو مکہ سے نکالنے، بیت اللہ کی تولیت اور مکہ معظمہ کی امارت کا تذکرہ کیا۔ حضرت عمر فاروق

دارالندوۃ

قصی نے دارالندوہ تعمیر کیا تھا یہ وہ عمارت تھی جس میں قریش مشاورت کے لئے جمع ہوتے تھے۔ نَدْوَہ النَّدِیّ سے مشتق ہے اس کا معنی مشاورت کے لئے جمع ہونا ہے اس کا معنی گھوڑے کو پانی پلانا بھی ہے۔ یہ عظیم الشان عمارت بنو عبدالدار کے بعد حکیم بن حزام کے پاس چلی گئی۔ جب اسلام کا اجالا پھیلا تو انہوں نے یہ عمارت ایک لاکھ درہم کے عوض فروخت کر دی۔ حضرت امیر معاویہ نے انہیں ملامت کرتے ہوئے کہا'' آپ نے اپنے آباء و اجداد کی عظمت و شرافت کا سودا کر دیا ہے۔'' حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا'' تقویٰ کے علاوہ تمام کرامتیں اور عزتیں ختم ہو گئی ہیں۔ قسم بخدا! میں نے جاہلیت میں اس کو ایک مشک شراب کے عوض خریدا تھا اور اب اسے ایک لاکھ درہم میں بیچ رہا ہوں۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں اس کی تمام رقم اللہ کے لئے وقف ہے اب ذرا بتاؤ ہم میں سے خسارے کا سودا کس نے کیا''۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ تو اس کا رد کیا اور نہ ہی اس کا انکار کیا۔

اس واقعہ کے متعلق رزاح بن ربیعہ کے اشعار

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب قصی جنگ سے فارغ ہوا تو اس کا بھائی رزاح بن ربیعہ اپنی قوم کو لے کر اپنے وطن لوٹ گیا۔ رزاح قصی کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے کہتا ہے ۔

لَمَّا اَتٰی مِنْ قُصَیٍّ رَسُوْلٌ فَقَالَ الرَّسُوْلُ: اَجِیْبُوا الْخَلِیْلَا

''جب قصی کی جانب سے قاصد آیا تو اس قاصد نے کہا اپنے دوست کی صدا پر لبیک کہو''۔

نَهَضْنَا اِلَیْهِ نَقُوْدُ الْجِیَادَ وَنَطْرَحُ عَنَّا الْمَلُوْلَ الثَّقِیْلَا

''ہم اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم عمدہ گھوڑوں کو ہانک رہے تھے ہم نے ہر تنگدل اور بوجھل کو اپنے سے دور کر دیا''۔

نَسِیْرُبِهَا اللَّیْلَ حَتّٰی الصَّبَاحِ وَنَکْمِی النَّهَارَ لِئَلَّا نَزُوْلَا

''صبح تک ہم اپنے گھوڑوں کو لے کر چلتے رہے۔ ہم دن کو بھی پوشیدہ رہتے تھے تا کہ ہم تباہ نہ ہو جائیں''۔

رزاح کے اشعار کی وضاحت

نَکْمِی النَّهَارَ کا معنی ہے دن کو چھپانا۔ اس گھوڑے کو بھی الکَمِی کہا جاتا ہے جس پر حفاظت کے لئے زرہ ڈال دی جاتی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس شخص کو الکَمِی کہا جاتا ہے جو اپنی شجاعت اور بہادری کو پوشیدہ رکھتا ہے صرف میدان جنگ میں اس کا اظہار کرتا ہے۔

عسجر۔ جگہ کا نام۔ وَرِقان۔ پہاڑ کا نام ہے ایک نسخہ میں ورقان کی جگہ سُفیان بھی مرقوم ہے۔ بعض علماء اس کو وَرَقان بفتح الراء اور بعض اسے وَرِقان بکسر الراء پڑھا ہے وہ دلیل کے لئے احوص کا یہ شعر پیش کرتے ہیں ۔

وَکَیْفَ نُرَجِّی الْوَصْلَ مِنْهَا وَاَصْبَحَتْ ذُرٰی وَرِقَانٍ دُوْنَهَا وَحَفِیْرُ

''ہم اس محبوبہ کے وصال کی امید کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ورقان کی چوٹیاں اور اس کی وادی اس کا مسکن نہیں رہیں''۔

بعض علماء نے اس کو وَرْقان راء کے سکون کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایک عظیم پہاڑ ہے اس میں میٹھے پانی کے چشمے اور جھیلیں ہیں۔ یہ بنو اوس بن مزینہ کا مسکن تھا۔ نبی محترم ﷺ کی حدیث مبارک میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فَهُنَّ سِرَاعٌ كَوِرْدِ القَطَا يُجِبْنَ بِنَا مِنْ قُصَيٍّ رَسُوْلَا

''وہ گھوڑے بھی پانی کے لئے جانے والا قطا کی مانند تیز رفتار تھے وہ ہمارے ساتھ ہی قصی کے ایلچی کی آواز پر لبیک کہہ رہے تھے''۔

جَمَعْنَا مِنَ السِّرِّ مِنْ اَشْمَذَيْنِ وَمِنْ كُلِّ حَيٍّ جَمَعْنَا قَبِيْلَا

''ہم نے اَشْمَذَيْن میں سے بہترین افراد کو جمع کیا۔ اس طرح ہم نے ہر قبیلہ سے عمدہ افراد کو جمع کیا''۔

فَيَالَكِ حَلْبَةَ مَالَيْلَةٍ تَزِيْدُ عَلَى الاَلْفِ سَيْبًا رَسِيْلَا

''اے گھوڑو! تمہیں کیا ہے تم اپنی تیز رفتاری کے باوجود ایک ہزار میل سے زیادہ فاصلہ طے نہ کر سکے''۔

فَلَمَّا مَرَرْنَ عَلَى عَسْجَرٍ وَاَسْهَلْنَ مِنْ مُسْتَنَاخٍ سَبِيْلَا

''جب وہ گھوڑے مقام عَسْجَر سے گزرے اور انہوں نے مُسْتَنَاخ سے آسان راستہ

ضِرْسُ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مِثْلُ اُحُدٍ وَفَخِذُهُ مِثْلُ وَرِقَانَ۔

''جہنم میں کافر کی داڑھ احد کی مانند اور اس کی ران ورقان کی طرح ہوگی''۔

آپ ﷺ نے اس شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ''جوامت مسلمہ میں سے سب سے آخر میں مرے گا''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

رَجُلَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يَنْزِلَانِ جَبَلًا مِنْ جِبَالِ الْعَرَبِ يُقَالُ لَهُ وَرِقَانُ۔

''سب سے آخر میں مرنے والے مزینہ کے دو آدمی ہوں گے جو عرب کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر خیمہ زن ہوں گے اس پہاڑ کا نام ورقان ہے۔ (علامہ البکری)

اَشْمَذِيْن۔ ذال کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ سفیان بن عاص کی کتاب کے حاشیہ میں ہے کہ اَشْمَذَانَ دو پہاڑ ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دو قبیلوں کا نام ہے اس طرح اس کو ذال کے فتح اور نون کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ درست ہو کہ یہ دو قبیلوں کا نام ہے پھر بھی اس کو ذال کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ جمع کے معنی میں ہے۔ یہ شَمَذَتِ النَّاقَةُ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی اونٹنی کا دم اٹھانا ہے۔ شہد کی مکھیوں کو بھی شُمَذ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی اپنی دم کو اٹھا کر رکھتی ہیں۔

اختیار کر لیا"۔

وَجَاوَزْنَ بِالرُّكْنِ مِنْ وَرِقَانِ وَجَاوَزْنَ بالعَرْجِ حَيًّا حَلُوْلًا

"وہ وَرِقان کے ایک کنارے سے گزرے پھر مقام عَرْج سے ان کا گزر ہوا جہاں ایک قبیلہ فروکش تھا"۔

مَرَرْنَ عَلَى الْخَيْلِ مَا ذُقْنَهُ وَعَالَجْنَ مَنْ مَرَّ لَيْلًا طَوِيْلًا

"وہ گھوڑے وادی کی جھیل کے پاس سے گزرے لیکن انہوں نے پانی کو چکھا تک نہیں۔ مرالظہر ان سے لے کر اس مقام تک پہنچنے کے لئے انہوں نے طویل رات کوشش کی"۔

نُدَنِّي مِنَ الْعُوْذِ اَفْلَاءَهَا اِرَادَةً اَنْ يَسْتَرِقْنَ الصَّهِيْلَا

"ہم نے اونٹنیوں کے بچوں کو بھی ان کے قریب کر دیا تا کہ وہ ان کی آواز کو سیکھ جائیں"۔

فَلَمَّا اِنْتَهَيْنَا اِلَى مَكَّةَ اَبَحْنَا الرِّجَالَ قَبِيْلًا قَبِيْلًا

"جب ہم مکہ معظمہ پہنچے تو ہم نے بہت سے قبیلوں کے جوانوں کا خون مباح کر دیا"۔

نُعَاوِرُهُمْ ثَمَّ حَدَّ السُّيُوْفِ وَفِي كُلِّ اَوْبٍ خَلَسْنَا الْعُقُوْلَا

"ہم نے وہاں تلواروں کی دھاروں کے ساتھ ان کی مدد کی ہر جہت سے ہم نے ان کی عقلوں کو چھین لیا"۔

نُخَبِّزُهُمْ بِصَلَابِ النُّسُوْرِ خَبْزَ الْقَوِيِّ الْعَزِيْزِ الذَّلِيْلَا

"ہم نے انہیں سخت گدھوں کے ذریعے اس طرح ہانک رہے تھے جس طرح طاقت ور اور غالب ذلیل کو ہانکتا ہے"۔

مَرَرْنَ عَلَى الْخَيْلِ۔ شیخ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ پانی ہے جو وادی کے دامن میں جمع ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دو اور روایتیں بھی ہیں: 1۔ مَرَرْنَ عَلَى الْحِلِّ۔ 2۔ مَرَرْنَ عَلَى الْحِلِّي۔ حِلّ حِلَّةٌ کی جمع ہے۔ کانٹوں والی سبزی کو حِلّة کہا جاتا ہے۔ (ابن درید)

الْحِلِّي۔ یہ قُلْقُلَان (ایک بوٹی) کا پھل ہے۔

نُخَبِّزُهُمْ۔ کسی چیز کو زبردستی گھسیٹ کر لے جانا۔

جِنَابِ۔ قضاعہ کے شہروں میں ایک جگہ نام۔ بنو علی سے مراد بنو کنانہ ہیں۔ ان کو بنو علی اس لئے کہتے ہیں کیونکہ عبد مناۃ بن کنانہ علی بن مازن کا سوتیلا لڑکا تھا۔ یہ علی بن مازن سطیح الکاہن کا دادا تھا۔ اس کا تعلق بنو الازد سے تھا میرا گمان ہے کہ ان اشعار میں بنو علی سے مراد بنو بکر بن عبد مناۃ ہیں کیونکہ

قَتَلْنَا خُزَاعَةَ فِي دَارِهَا وَبَكْرًا قَتَلْنَا وَجِيْلًا فَجِيْلًا

''ہم نے خزاعہ کو ان کے گھروں میں ہلاک کر دیا پھر بکر کو تباہ کیا پھر یکے بعد دیگرے کئی قبائل کو قتل کیا''۔

نَفَيْنَاهُمْ مِنْ بِلَادِ الْمَلِيْكِ كَمَالَا يَحِلُّوْنَ اَرْضًا سُهُوْلًا

''اللہ کے شہر مکہ معظمہ سے ہم نے ان کو اس طرح جلاوطن کر دیا گویا کہ وہ کبھی کسی نرم زمین میں مقیم تھے ہی نہیں''۔

فَاَصْبَحَ سَبْيُهُمْ فِي الْحَدِيْدِ وَمِنْ كُلِّ حَيٍّ شَفَيْنَا الْغَلِيْلَا

''صبح کے وقت ان کے قیدی لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ہم نے ہر قبیلے کی پیاس بجھائی''۔

ثعلبہ القضاعی کے اشعار

جب قصی نے ثعلبہ بن عبداللہ بن ذبیان بن حارث بن سعد بن ہذیم القضاعی کے قبیلے کو دعوت دی تو اس وقت ثعلبہ نے ان اشعار کے ساتھ اس کی دعوت پر لبیک کہا۔

جَلَبْنَا الْخَيْلَ مُضَمَّرَةً تَغَالِي مِنَ الْاَعْرَافِ اَعْرَافِ الْجِنَابِ

''ہم گراں قیمت دبلے پتلے گھوڑوں کو لے کر جناب کے ٹیلے سے۔''

اِلٰى غَوْرَىْ تِهَامَةَ فَالْتَقَيْنَا مِنَ الْفَيْفَاءِ فِي قَاعٍ يَبَابِ

''تہامہ کی پست زمین کی طرف عازم سفر ہوئے اور ہم ایک ویران اور بے آب و گیاہ میدان میں پہنچے''۔

انہوں نے بنو خزاعہ کی مدد کی تھی۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنو قضاعۃ میں دو عذرۃ تھے: 1۔ عذرہ بن ربیعہ ان کا تعلق بنو کلب بن وبرہ سے تھا۔ 2۔ عذرہ بن سعد بن سود اسلم بن الحاف بن قضاعہ۔ اسلم لام کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ یہ حُنّ بن ربیعہ کی اولاد میں سے تھا۔ معمر حارث بن خبیر بن ظبیان کے بیٹے کا لخت جگر تھا اس کا نام ضبیس بن حُنّ تھا۔ بثینہ بھی حُنّ کی اولاد میں سے تھی۔ یہ حبان بن ثعلبہ بن الھوزی بن عمرو بن الاحب ابن حُنّ کی اولاد میں سے تھی۔ حوتکہ نہد بن زید ابن اسلم کا چچا تھا۔ اہل عرب میں صرف تین اسلُم (لام پر ضمہ) تھے۔ ان میں سے دو کا تعلق بنو قضاعہ سے تھا:

1۔ اسلم بن تدول بن تیم الملات بن رفیدہ بن ثور بن کلب تھا، 2۔ اسلم بن الحاف تھا، 3۔ تیسرا

فَاَمَّا صُوْفَةُ الْخُنْثٰی فَخَلُّوا مَنَازِلَهُمْ مُحَاذِرَةَ الضِّرَابِ

''ڈرپوک صوفہ نے شمشیر زنی سے ڈر کر اپنے گھروں کو خالی کر دیا۔''

وَقَامَ بَنُو عَلِيٍّ اِذْ رَاَوْنَا اِلَى الْاَسْيَافِ كَالْاِبِلِ الطِّرَابِ

''جب بنو علی نے ہمیں دیکھا تو وہ تلواروں کی طرف جھومتے ہوئے اونٹ کی طرح گئے''۔

قصی کے اشعار

اَنَا ابْنُ الْعَاصِمِيْنَ بَنِيْ لُؤَيٍّ بِمَكَّةَ مَنْزِلِيْ وَبِهَا رَبَيْتُ

''میں حفاظت کرنے والے بنو لؤی کا بیٹا ہوں۔ مکہ معظمہ میں میرا گھر ہے اور یہیں میری نشوونما ہوئی ہے''۔

اِلَى الْبَطْحَاءِ قَدْ عَلِمَتْ مَعَدٌّ وَمَرْوَتُهَا رَضِيْتُ بِهَا رَضِيْتُ

''بنو معد اور کوہِ مروۃ مجھ سے آشنا ہیں میں وادی بطحاء تک معروف ہوں اور میں ان سے راضی ہوں، راضی ہوں۔''

فَلَسْتُ بِغَالِبٍ اِنْ لَمْ تَاَثَّلْ بِهَا اَوْلَادُ قَيْذَرَ وَالنَّبِيْتُ

''اگر قیذر کی اولاد اور نبیت کا یہاں مسکن نہ ہوتا تو پھر میں غالب نہیں آسکتا تھا۔''

رِزَاحٌ نَاصِرِيْ وَبِهٖ اُسَامِيْ فَلَسْتُ اَخَافُ ضَيْمًا مَاحُيِيْتُ

''اس جنگ میں رزاح میرا معاون تھا اسی پر میں فخر کرتا ہوں جب تک میں زندہ ہوں مجھے کسی کے ظلم کا کوئی خوف نہیں''۔

اسلم قبیلہ عک میں تھا وہ اسلم بن القیانہ بن غابن بن الشاہد بن عک تھا۔
ان کے علاوہ جتنے بھی اسلم تھے وہ لام کے فتح سے تھے۔ یہ بات ابن حبیب نے ''المؤتلف والمختلف'' میں لکھی ہے۔

قصی کی اس نصیحت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے قریش مکہ ہر سال اپنے اموال میں سے خراج نکالتے تھے۔ وہ اپنا خراج قصی کے پاس جمع کروا دیتے وہ منیٰ میں حاجیوں کے لئے کھانا تیار کراتا۔ تمام زمانہ جاہلیت قریش قصی کی اس نصیحت پر عمل پیرا رہے حتیٰ کہ آفتاب اسلام ضوفشاں ہو گیا پھر یہ پاکیزہ طریقہ آج تک جاری ہے۔ یہ وہ کھانا ہے جو خادمِ حرمین ہر سال منیٰ میں لوگوں کے لئے تیار کراتا ہے۔ حتیٰ کہ لوگ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد واپس پلٹ جاتے ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قصی کے متعلق یہ تمام واقعات اور عبدالدار پر نوازشات کے

جب رزاح بن ربیعہ اپنے وطن واپس لوٹا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اور حُنّ کی اولاد میں بہت برکت دی۔ آج عذرہ کے دونوں قبیلے انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ جب رزاح بن ربیعہ اپنے وطن واپس آیا تو نہد بن زید اور حوتکہ بن اسلم اور اس کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ بنو نہد اور بنو حوتکہ کا تعلق قضاعہ قبیلے سے تھا۔ رزاح نے انہیں خوب خوفزدہ کیا، یہ ڈر کر یمن چلے گئے اور بنو قضاعہ کی بستیوں کو خیر آباد کہہ گئے۔ آج بھی یمن ہی ان کا مسکن ہے۔

قصی بن کلاب قضاعہ سے محبت کرتا تھا۔ ان کی نشو ونما اور جمعیت سے اسے عقیدت تھی۔ قصی اور رزاح کے مابین رشتہ داری بھی تھی اور اس نے جنگ میں اس کی مدد بھی کی تھی اس لئے رزاح کے اس فعل پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے قصی نے یہ اشعار کہے

أَلَا مَنْ مُبَلِّغٌ عَنِّي رِزَاحًا ۔۔۔ فَإِنِّي قَدْ لَحَيْتُكَ فِي اثْنَيْنِ

"کوئی ہے جو میری جانب سے رزاح کو یہ پیغام پہنچا دے کہ میں تجھے دو امور میں ملامت کرتا ہوں"۔

لَحَيْتُكَ فِي بَنِي نَهْدِ بْنِ زَيْدٍ ۔۔۔ كَمَا فَرَّقْتَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنِي

"میں تجھے بنو نہد بن زید کے متعلق ملامت کرتا ہوں جس طرح تو نے میرے اور ان کے مابین جدائی ڈالی ہے"۔

وَحَوْتَكَةُ بْنُ اَسْلَمَ اِنَّ قَوْمًا ۔۔۔ عَنَوْهُمْ بِالْمَسَاءَةِ قَدْ عَنَوْنِي

"دوسرے میں تجھے حوتکہ بن اسلم کے بارے ملامت کرتا ہوں انہوں نے ان کے ساتھ برائی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے میرے ساتھ برائی کی"۔

عبدالدار کا نمایاں مقام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قصی بوڑھا ہو گیا اور اس کی ہڈیاں نرم ہو گئیں۔ عبدالدار اس کا پہلا لڑکا تھا لیکن عبدمناف نے اپنے والد کی زندگی میں ہی عزت وکرامت حاصل کر لی تھی۔ اسے ہر قسم کا تجربہ ہو چکا تھا۔ قصی کے دو لڑکے اور بھی تھے: 1۔ عبدالعزیٰ، 2۔ عبدالدار۔ قصی نے عبدالدار سے کہا:

متعلق مجھے ابو اسحاق بن یسار نے بتایا ہے انہوں نے حضرت حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے انہیں اس وقت یہ گفتگو کرتے ہوئے سنا جب وہ بنو عبدالدار کے ایک شخص نبیہ بن وہب بن عامر بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد

"اے میرے نورِ نظر! اللہ کی قسم میں تجھے اس قوم سے پیچھے نہیں رہنے دوں گا اگر یہ تجھ سے معزز ہو گئے تو ان میں سے ایک شخص بھی کعبہ معظمہ میں داخل نہ ہو سکے گا جب تک تو خود اپنے ہاتھ سے اسے نہ کھولے گا۔ جنگ کے لئے قریش کا جھنڈا اس وقت نہیں باندھا جائے گا جب تک تو اسے اپنے ہاتھ سے نہیں باندھے گا۔ مکہ میں کوئی شخص تیرے برتن کے بغیر پانی (آبِ زمزم) نہ پی سکے گا۔ ایام حج میں کوئی شخص تیرے کھانے کے علاوہ حاجیوں کو کہیں اور سے کھانا نہ کھلا سکے گا۔ قریش کے تمام امور کے فیصلے تیرے گھر میں ہی طے ہوں گے۔"

قصی نے اپنا گھر دارالندوہ عبدالدار کو عطا کر دیا۔ قریش کے تمام امور وہیں طے پاتے تھے۔ اس نے اسے حجابہ، لواء، سقایہ اور رفادہ عطا کر دیا۔

رِفادہ

رفادہ وہ خراج تھا جو قریش مکہ ہر سال ایام حج میں قصی بن کلاب کو پیش کرتے تھے وہ اس مال سے ان حاجیوں کے لئے کھانا تیار کرتا جن کے پاس کھانا یا زادِ راہ نہ ہوتا۔ یہ خراج قصی نے ہی ان پر مقرر کیا تھا جب اس نے قریش کو اپنے اموال میں سے یہ حصہ مقرر کرنے کے لئے کہا اس وقت اس نے ان کے سامنے کہا:

"اے گروہ قریش! تم اللہ تعالیٰ کے پڑوسی ہو، اس کے اہل بیت ہو، تم اہل حرم ہو حاجی اللہ کے مہمان اور اس کے مقدس گھر کے زائرین ہیں۔ وہ سب سے زیادہ عزت و احترام کے مستحق ہیں۔ ایام حج میں ان کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرو حتیٰ کہ وہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں"۔

قصی کے بعد قریش میں باہمی اختلاف اور مطیبین کا حلف

عبدالدار اور اس کے چچازاد بھائیوں میں اختلاف

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر قصی انتقال کر گیا۔ اس کے بیٹوں نے اس کی قوم اور دیگر لوگوں کے معاملات کو اچھی طرح سنبھال لیا۔ انہوں نے مکہ معظمہ کو چار حصوں میں ہی منقسم

مناف بن عبدالدار کو بتا رہے تھے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قصی نے اپنی قوم کے متعلقہ تمام اختیارات عبدالدار کو سونپ دیئے۔ قصی نہ تو عبدالدار کی مخالفت کرتا اور نہ ہی اس کے کئے ہوئے کسی کام کا رد کرتا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بنو عبد مناف اور بنو عبدالدار کے تنازع میں ایک پیالے کا ذکر کیا ہے

رہنے دیا جس طرح قصی نے اسے چار حصوں میں تقسیم کیا تھا وہ ان زمینوں سے اپنی قوم کو بھی حصہ دیتے تھے اور اپنے حلیفوں کو بھی نوازتے تھے اور ان کی خرید و فروخت بھی کرتے تھے۔

قریش اسی امن و آشتی میں رہے اس کے مابین کوئی اختلاف یا تنازع نہ ہوا پھر بنوعبد مناف بن قصی کے بیٹوں عبد شمس، ہاشم، مطلب اور نوفل نے فیصلہ کیا کہ وہ ان اختیارات کو واپس لے لیں جو قصی نے عبدالدار کو دیئے تھے وہ اختیارات بنوعبدالدار میں منتقل ہو گئے تھے مثلاً حجابۃ، لواء، سقایہ اور رفادہ وغیرہ۔ انہوں نے اپنی قوم میں اپنے شرف وقدر کی وجہ سے اپنے آپ کو ان اختیارات کا ان سے زیادہ مستحق سمجھا۔ اسی وقت قریش میں اختلافات کا آغاز ہوا۔ ان میں سے ایک گروہ عبد مناف کی اولاد کے ساتھ مل گیا وہ انہیں ان کی عزت وکرامت کی وجہ سے ان اختیارات کا زیادہ مستحق سمجھتے تھے جبکہ دوسرا گروہ عبدالدار کی اولاد کے ساتھ مل گیا تھا ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ وہ اختیارات جو قصی نے عبدالدار کو سونپے تھے ان میں جھگڑا کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں۔ بنوعبد مناف کا سردار عبد شمس بن عبد مناف تھا وہ ان تمام میں سے عمر رسیدہ تھا۔ بنو عبدالدار کا سردار عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار تھا۔

بنوعبدالدار اور عبد مناف کے حلیف

بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی، بنو زہرہ بن کلاب، بنو تیم بن مرۃ بن کعب اور بنو حارث بن فہر بن مالک بن نضر، بنوعبد مناف کے ساتھ تھے جبکہ بنو مخزوم بن یقظہ بن مرہ، بنو سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب، بنو جمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب اور بنو عدی بن کعب، بنوعبدالدار کے ساتھ تھے۔ عامر بن لؤی اور محارب بن فہر مکہ سے باہر نکل گئے انہوں نے کسی بھی فریق کا ساتھ نہ دیا۔

جس میں انہوں نے اپنے ہاتھ ڈالے تھے لیکن ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس خاتون کا نام نہیں لیا۔

علامہ زبیر نے اپنی کتاب میں دو جگہ اس کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ خوشبودار پیالے میں ہاتھ ڈالنے والوں کو الدافۃ (دائف کی جمع) بھی کہا جاتا تھا کیونکہ انہوں نے خوشبو کو الٹ پلٹ کیا تھا۔

السناد اور اِقواء کا معنی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے "اَنَّ الْقَبَائِلَ سُوْنِدَ بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ وَلْتَفْنِ كُلُّ قَبِيْلَةٍ مِمَّا سُوْنِدَ اِلَيْهِ۔" "سُوْنِدَ۔ اِسْنَاد سے ہے۔ میدان جنگ میں کسی ایک فریق کا دوسرے فریق اور اس کے حلیفوں کے ساتھ جنگ کرنے کو سُوْنِدَ کہا جاتا ہے۔ اسی سے سِنَادُ الشِّعْر بھی ہے۔ سِنَادُ

ہر گروہ نے قسمیں اٹھائیں کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں چھوڑیں گے اور جب تک سمندر میں صُوفہ (سمندری گھاس) کو تر کرنے کی صلاحیت ہے وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے۔

مطیّبین کا معاہدہ

بنو عبد مناف نے بڑا سا پیالہ نکالا جو خوشبو (عطر) سے لبریز تھا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ بنو عبد مناف کی ایک عورت ان کے لئے وہ پیالہ لے کر آئی تھی۔ انہوں نے قسمیں اٹھانے کے لئے اس پیالے کو خانہ کعبہ کے قریب مسجد حرام میں رکھا پھر انہوں نے اور ان کے حلیفوں نے اس پیالے میں ہاتھ ڈال کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کا پختہ عہد کیا اپنی قسموں کو مستحکم کیا۔ اسی وجہ سے وہ ''مطیّبین'' کے نام سے موسوم ہوئے۔ بنو عبد الدار اور ان کے حلیفوں نے بھی بیت اللہ کے پاس پختہ عہد کیا کہ وہ ایک دوسرے کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے اور نہ کسی کو دشمن کے حوالے کریں گے۔ وہ ''اَحۡلَاف'' کے نام سے مشہور ہوئے۔

قبائل کی صلح

لوگوں میں جنگ کی تیاریاں بڑے زور سے شروع تھیں کہ اچانک فریقین کی طرف سے صلح کا مطالبہ ہوا۔ صلح کی شرائط یہ طے پائیں گئیں کہ بنو عبد مناف کو سِقَایہ اور رِفَادۃ کا منصب دیا جائے جبکہ حِجَابہ، اللِوَاء اور نَدْوَہ بنو عبد الدار کے پاس ہی رہیں گے۔ فریقین نے ان شرائط پر صلح کر لی۔ جنگ کی آگ بھڑکنے سے رک گئی۔ ہر قبیلہ اپنے حلیف کے ساتھ ہی منسلک رہا پھر وہ اس اتحاد پر برقرار رہے حتیٰ کہ اسلام کا خورشیدِ تاباں ظہور پذیر ہوا۔ حضور نبی

الشِّعۡر یہ ہے کہ دو مصرعے بالمقابل ہوں۔ پہلے مصرعہ میں حرف الرَّوِیُ سے پہلے حرف مد و لین ہو اور دوسرے مصرعے میں حروف روی سے پہلے حرف لین ہو۔ مثلاً عمرو بن کلثوم کہتا ہے ؎

أَلَا هُبِّي بِصَحْنِكِ فَاصْبَحِينَا تَصَفِّقُهَا الرِّيَاحُ إِذَا جَرَيْنَا

''کیا تو اپنے صحن سے بیدار ہو کر ہمیں صبح کا سلام نہیں کرے گا جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ اس کا طواف کرتی ہیں''۔

جَرَيۡنَا میں ی سے پہلے را پر فتح ہے جبکہ فَاصۡبَحِینَا میں ''ی'' سے پہلا حرف مکسور ہے۔ یہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہیں مد میں یہ باہم متفق نہیں ہیں۔ جس طرح قبائل ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہوتے ہیں اور باہم معرکہ آزما ہوتے ہیں۔

محترم ﷺ نے فرمایا:

مَا كَانَ مِنْ حَلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ لَمْ يَزِدْهُ إِلَّا شِدَّةً.

"زمانہ جاہلیت میں جو بھی معاہدے تھے اسلام نے صرف ان کے استحکام میں اضافہ کیا ہے۔"

حلف الفضول

حلف الفضول کی وجہ تسمیہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حلف الفضول کے متعلق مجھے زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ قریش میں سے چند قبائل نے

اِقْواء یہ ہے کہ مصرع اول کی قوت میں کمی کر دی جائے جس طرح مضبوط رسی میں ضعف پیدا کر دیا جاتا ہے۔ مصرع میں یہ کمی اس طرح کی جاتی ہے کہ پہلے مصرعہ میں "الوَتَد" میں سے کسی حرف کی کمی کر دی جاتی ہے۔ مثلاً شاعر کہتا ہے ۔

اَفَبَعْدَ مَقْتَلِ مَالِكِ بْنِ زُهَيْرٍ　　تَرْجُو النِّسَاءُ عَوَاقِبَ الْاَطْهَارِ

"کیا مالک بن زہیر کے قتل کے بعد، عورتوں کے ایام ماہواری آنے سے پہلے ان کی امید کی جائے گی"۔

لَمَّا رَأَتْ مَاءَ السَّلٰى مَشْرُوْبًا　　وَالْفَرْثُ يُعْصَرُ فِي الْإِنَاءِ أَرَنَّتْ

"جب اس نے جھلی کے پانی کو دیکھا کہ اسے پیا جا رہا ہے اور لید کو برتن میں نچوڑا جا رہا ہے تو اس نے بلند آواز نکالی"۔

حلف الفضول کی وجہ تسمیہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ معاہدہ جو قریش نے باہم کیا تھا کہ وہ مکہ معظمہ میں ہر مظلوم کی مدد کریں گے وہ حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا لیکن انہوں نے اس کی وجہ تسمیہ نہیں لکھی۔ اس کی وجہ تسمیہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اسی قسم کا ایک معاہدہ بنو جرہم میں بھی ہوا تھا۔ یہ معاہدہ کرنے والوں میں تین اشخاص بڑے نمایاں تھے: 1۔ فضل بن

ایک معاہدہ کرنے کی دعوت دی۔ اس مقصد کے لئے تمام قبائل قریش عبداللہ بن جدعان بن عمرو

فضالہ، 2۔ فضل بن وداعہ، 3۔ فضیل بن حارث۔ علامہ قتبی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے جبکہ علامہ زبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ تین آدمی یہ تھے: 1۔ فضیل بن شراعۃ، 2۔ فضل بن وداعہ، 3۔ فضل بن قضاعہ۔ جب قریش نے بھی اسی قسم کا معاہدہ کیا اوران کے معاہدوں کے مابین مشابہت پائی گئی تو انہوں نے اس کا نام حلف الفضول رکھا۔ فُضُول، فضل کی جمع ہے۔ فضل ان تین اشخاص کا نام تھا جن کا تذکرہ اوپر ہوا ہے۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو عمدہ قرار دیا ہے۔

دوسرا سبب

لیکن حدیث پاک میں اس کا اور سبب بھی مذکور ہے جو پہلے سبب سے قوی تر اور بہتر ہے۔ حمیدی نے سفیان سے وہ عبداللہ سے وہ محمد اور عبدالرحمٰن ابنی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب یہ حلف اٹھایا جارہا تھا تو میں بھی عبداللہ بن جدعان کے گھر میں تھا اگر اسلام میں بھی کوئی شخص ایسا عہد کرنے کے لئے کہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں''۔

معاہدہ کرنے والوں نے وہاں یہ عہد کیا تھا کہ وہ فضول (زیادہ لی ہوئی چیز) کو اس کے مالک کے حوالے کر دیں گے اور کوئی ظالم مظلوم پر غلبہ نہ پا سکے گا۔ یہ روایت حارث بن عبداللہ بن ابی اسامہ التَمِیمِی کی مسند میں ہے یہ حدیث واضح اشارہ کر رہی ہے کہ اس معاہدہ کو حلف الفضول کے نام سے کیوں موسوم کیا جاتا تھا۔

بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لؤی کے گھر جمع ہوئے کیونکہ وہ ان میں سے بزرگ

حلف الفضول اور حرب الفجار کی تاریخ

حلف الفضول جنگ فجار کے بعد طے پایا تھا۔ حرب الفِجَار شعبان میں لڑی گئی تھی جبکہ حلف الفضول بعثت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بیس سال قبل ذوالقعدہ کے مہینہ میں طے پایا تھا۔

اس معاہدے کے پہلے داعی

پورے عرب میں حلف الفضول سب سے ذی قدر اور ذی شرف معاہدہ تھا۔ جس شخص نے سب سے پہلے اس کی دعوت دی اور اس کے متعلق بات چیت چلائی ان کا نام زبیر بن عبدالمطلب تھا۔ اس معاہدہ کا سبب درج ذیل واقعہ بنا۔

زُبَیْد کا ایک شخص اپنا ساز و سامان لے کر مکہ معظمہ میں آیا۔ عاص بن وائل نے اس سے سامان تجارت خرید لیا۔ عاص بن وائل مکہ کے رؤسا میں سے تھا اس نے اس شخص کو قیمت دینے سے انکار کر دیا۔ زبیدی تاجر نے عاص کے حلیف قبائل عبدالدار، مخزوم، جمح، سہم اور عدی بن کعب سے مدد طلب کی انہوں نے عاص کے خلاف مدد کرنے سے انکار کر دیا اور الٹا اسے جھڑک دیا۔ زبیدی نے ان سے مایوس ہو کر ایک اور حیلہ کیا۔ طلوع آفتاب کے وقت جب قریش حرم کعبہ میں حسب معمول اپنی اپنی مجلسیں جمائے بیٹھے تھے تو وہ جبل ابی قبیس پر چڑھ گیا اور وہاں کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ فریاد کی:

یَاآلَ فِهْرٍ لِمَظْلُومٍ بَضَاعَتُهٗ ۔۔۔ بِبَطْنِ مَكَّةَ نَائِی الدَّارِ وَالنَّفَرِ

"اے فہر کی اولاد اس مظلوم کی فریاد سنو! جس کا مال و متاع مکہ شہر میں ظلماً چھین لیا گیا ہے وہ غریب الدیار ہے وہ اپنے وطن سے دور اپنے مددگاروں سے دور ہے"۔

وَمُحْرِمٍ اَشْعَثٍ لَمْ يَقْضِ عُمْرَتَهٗ ۔۔۔ بِاللرِّجَالَ وَبَيْنَ الحِجْرِ والحَجَرِ

"وہ ابھی احرام کی حالت میں ہے اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اس نے ابھی عمرہ بھی ادا نہیں کیا۔ اے مکہ کے رئیسو! میری فریاد سنو۔ مجھ پر حطیم اور حجر اسود کے درمیان ظلم کیا گیا ہے"۔

اِنَّ الحَرَامَ لِمَنْ تَمَّتْ كَرَامَتُهٗ ۔۔۔ وَلَا حَرَامَ لِثَوْبِ الفَاجِرِ الغَدَرِ

اور عمر رسیدہ تھا۔ بنو ہاشم، عبدالمطلب، اسد بن العزیٰ، زہرہ بن کلاب اور تیم بن مرۃ نے وہاں یہ معاہدہ کیا:

''عزت وحرمت تو اس کی ہے جس کی شرافت کامل ہو جو فاجر اور دھوکا باز ہو اس کے لباس کی تو کوئی حرمت نہیں''۔

حرم میں موجود سارے قریشیوں نے یہ فریاد سنی لیکن سب سے پہلے جس کو ایک مسافر اور بے یارومددگار کی فریاد پر لبیک کہنے کا حوصلہ ہوا وہ زبیر بن عبدالمطلب تھے آپ کو سن کر یارائے ضبط نہ رہا اٹھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا'' اب اس فریاد کو نظر انداز کر دینا ہمارے بس کا روگ نہیں۔'' چنانچہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں بنی ہاشم، بنی زہرہ، بنی تیم بن مرہ جمع ہوئے۔ ابن جدعان نے پرتکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ ذوالقعدہ کے ماہ مبارک میں انہوں نے یہ معاہدہ کیا انہوں نے اپنے رب سے یہ عہد کیا:

''وہ سب متحد ہو کر ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت کریں گے یہاں تک کہ ظالم، مظلوم کو اس کا حق ادا کر دے اور ہم اس پر پابند رہیں گے جب تک سمندر صُوف (اون) کو تر کرتا ہے اور جب حراء اور ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہیں گے اور معاش میں ہم ایک دوسرے کی ہمدردی کریں گے''۔

قریش نے اس معاہدے کا نام حلف الفضول رکھا۔ جب یہ معاہدہ طے پا گیا تو سب مل کر عاص کے گھر گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس تاجر کا مال واپس کر دے اب اسے مجال انکار نہ رہی اس نے مجبوراً اس کا مال واپس کر دیا۔

اس معاہدہ کے متعلق کہے گئے اشعار

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں۔

حَلَفْتُ لَنَعْقِدَنْ حَلْفًا عَلَيْهِمْ وَاِنْ كُنَّا جَمِيْعًا اَهْلَ الدَّارِ

''میں نے قسم اٹھائی کہ ہم ان (ظالموں) کے خلاف ضرور معاہدہ کریں گے اگرچہ ہم تمام ہی مکہ معظمہ کے مقیم ہیں''۔

نُسَمِّيْهِ الْفُضُوْلَ اِذَا عَقَدْنَا يَعِزُّبِهٖ الْغَرِيْبُ لَدَى الْجِوَارِ

''ہم نے اس کا نام حلف الفضول رکھیں گے اس سے اجنبی مسافر بھی اپنے پناہ دینے والوں کے ہاں معزز ہو سکے گا''۔

"مکہ معظمہ میں جو بھی مظلوم ہوگا خواہ اس کا تعلق مکہ مکرمہ کے مکینوں سے ہو یا نہ ہو، ہم اس کی اعانت کریں گے اور جب تک مظلوم کی دادرسی نہ ہو جائے گی ہم اس کی مدد کرتے رہیں

وَيَعْلَمُ مَنْ حَوَالِي الْبَيْتِ اَنَّا اُبَاةُ الضَّيْمِ نَمْنَعُ كُلَّ عَارٍ

"بیت اللہ کے اردگرد بسنے والا جان لے گا کہ ہم ظلم کا انکار کردیں گے اور نقصان پہنچانے والے ہر شخص کو ہم روک دیں گے۔"

حضرت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی اشعار ہیں ؎

اِنَّ الْفُضُوْلَ تَحَالَفُوْا وَتَعَاقَدُوْا اَلَّا يُقِيْمَ بِبَطْنِ مَكَّةَ ظَالِمُ

اَمْرٌ عَلَيْهِ تَعَاهَدُوْا وَتَوَاثَقُوْا فَالْجَارُ وَالْمُعْتَرُّ فِيْهِمْ سَالِمُ

"فضول (معاہدہ کرنے والوں) نے یہ قسم اٹھائی ہے اور عہد کیا ہے کہ سرزمین مکہ میں کوئی ظالم نہیں ٹھہر سکے گا۔ یہ ایک ایسا امر ہے جس پر ان سب نے متفقہ معاہدہ کیا ہے کہ پردیسی اور فقیر جوان کے ہاں پناہ لے گا وہ ہر قسم کے جوروستم سے محفوظ ہوگا"۔

حلف الفضول کے فوائد

قاسم بن ثابت نے غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ خثعم کا ایک شخص عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ میں آیا اس کے ہمراہ اس کی بیٹی تھی۔ اس کا نام "القتول" تھا وہ بڑی خوبرو تھی۔ نبیہہ بن حجاج نے اس بچی کو اغواء کر کے اسے غائب کردیا۔ اس خثعمی نے کہا "اس ظالم کے خلاف میری کون مدد کرے گا"۔ اسے بتایا گیا کہ وہ حلف الفضول کے پاس جائے۔ وہ کعبہ مشرفہ کے پاس کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے صدا لگائی "اے حلف الفضول والو!" اس کی دردبھری آواز سن کر وہ جوان ہر سمت سے اس خثعمی کے پاس آنے لگے۔ انہوں نے اپنی تلواریں سونت رکھی تھی وہ پکار رہے تھے "اے فلاں! تجھے کیا ہوا ہے؟ تیرے پاس مدد آن پہنچی ہے"۔ اس شخص نے کہا "نبیہہ نے میری بیٹی مجھ سے چھین لی ہے" وہ نوجوان اس شخص کے پاس گئے۔ جب وہ نبیہہ کے گھر پہنچے تو انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ نبیہہ باہر آیا تو اہل حلف الفضول نے کہا "اس لڑکی کو لے آ ورنہ تو جانتا ہے کہ ہم کون ہیں اور ہمارا معاہدہ کیا ہے؟" نبیہہ نے کہا "آج رات وہ لڑکی میرے پاس رہنے دو کل میں تمہیں لوٹا دوں گا"۔ جوانوں نے کہا "نہیں اللہ کی قسم! یہ اسی طرح ناممکن ہے جس طرح حاملہ اونٹنی سے دودھ نہیں نکالا جا سکتا"۔ اس نے اسی وقت وہ لڑکی

گئے۔"

قریش نے اس معاہدہ کا نام حلف الفضول رکھا۔

حلف الفضول کے متعلق رسول مکرم علیہ ﷺ کی حدیث

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے محمد بن زید بن المہاجر بن قنفذ التیمی نے روایت کیا ہے انہوں نے طلحہ بن عبداللہ بن عوف الزہری سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے

ان کے حوالے کر دی۔ اس وقت اس کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

رَاحَ صُحْبِي وَلَمْ أُحَيِّ الْفَتُوْلَا لَمْ أُوَدِّعْهُمْ وِدَاعًا جَمِيْلًا

"میرے ساتھی میرے پاس آ گئے حالانکہ میں نے ابھی فتول کو سلام بھی نہ کیا تھا اور نہ ہی اسے اچھی طرح الوداع کیا تھا"۔

إِذْ أَجَدَّ الْفُضُوْلَ أَنْ يَمْنَعُوْهَا قَدْ أَرَانِي وَلَا أَخَافُ الْفَضُوْلَا

"اچانک مجھے معلوم ہوا کہ حلف الفضول والے اس کا دفاع کر رہے ہیں لیکن میں ان سے خوفزدہ نہیں ہوں"۔

علامہ زبیر نے نبیہہ کے اور اشعار بھی ذکر کئے ہیں۔

حَلَّتْ تِهَامَةَ حِلَّةً مِنْ بَيْتِهَا وَ وَطَانِهَا
وَلَهَا بِمَكَّةَ مَنْزِلٌ مِنْ سَهْلِهَا وَحَزَانِهَا
أَخَذَتْ بَشَاشَةَ قَلْبِهِ وَنَأَتْ فَكَيْفَ بِنَأْيِهَا

"تہامہ کے گھروں اور پست زمین میں ایک قبیلہ فروکش ہوا۔ وہ مکہ کے میدان اور اس کی وادی میں خیمہ زن ہوئے۔ مکہ معظمہ کے میدانوں اور پہاڑوں پر وہ قیام پذیر ہوئے۔ اس نے اس کے دل کی خوشی کو پکڑ لیا اور وہ چلائی۔ اس کا چلانا کیسا تھا"۔

اس معاہدہ کے متعلق حضور علیہ ﷺ کی حدیث

عبداللہ بن جدعان جس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے وہ تیمی تھا اس کا نسب یہ تھا ابن جدعان بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم۔ اس کی کنیت ابوزہیر تھی۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چچازاد تھا اسی لئے انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ابن جدعان کھانا کھلایا کرتا تھا، مہمان نوازی کرتا تھا کیا بروز حشر یہ نیک اعمال فائدہ دیں گے؟" آپ ﷺ نے

فرمایا ''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر اس وقت موجود تھا جب حلف الفضول طے پایا اس کے بدلے اگر مجھے کوئی سرخ اونٹ دے تب بھی میں لینے کے لئے تیار نہیں اور اس قسم کے معاہدے

فرمایا نہیں کیونکہ اس نے ایک دن بھی نہیں کہا:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ۔

''مولا! بروز حشر میری خطائیں معاف کر دینا۔'' (مسلم، باب ایمان، صفحہ ۳۶۵)

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے غریب حدیث روایت کی ہے کہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا:

کُنْتُ اَسْتَظِلُّ بِظِلِّ جَفْنَةِ عَبْدِاللّٰهِ بن جُدْعَانَ صَكَّةَ عُمَيٍّ۔

''میں دوپہر میں عبداللہ بن جدعان کے پیالے کے سائے کے نیچے بیٹھا کرتا تھا''

دوپہر کو ''صَكَّةَ عُمَيٍّ'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ابوحنیفہ نے ''الاَنْواء'' میں لکھا ہے کہ عدوان کا ایک شخص اندھا ہو گیا اس کا نام ایاد بتایا جاتا ہے۔ وہ جاہلیت میں اہل عرب کا فقیہ تھا وہ اپنی قوم کے ہمراہ عمرہ یا حج ادا کرنے کے لئے آیا جب وہ مکہ معظمہ سے دو منزل دور تھا اس وقت شدید دوپہر تھی اس نے اپنی قوم سے کہا:

''جو شخص کل اسی وقت مکہ مکرمہ میں پہنچ جائے اس کے لئے دو عمروں کا ثواب ہے''۔

اس کی قوم نے اونٹوں کو تیزی سے دوڑایا حتیٰ کہ وہ اگلے دن اسی وقت دوپہر کو مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ اس وقت اس نے یہ شعر پڑھا ؎

وَصَكَّ بِهَا نَحْرَ الظَّهِيْرَةِ صَكَّةَ عُمَيٍّ وَمَا يَبْغِيْنَ اِلَّا ظِلَالَهَا

''وہ اپنی اونٹنیوں کو شدید دوپہر میں لے کر چلا وہ اونٹنیاں صرف اس کے سایہ کی طلب گار تھیں''۔

اس شعر میں عُمَيٍّ، اَعْمٰی کی تصغیر ہے اور اس میں ترخیم کی گئی ہے۔ دوپہر کو صَكَّةَ عَمَيٍّ بِه کہا گیا ہے۔ علامہ البکری شرح الامثال میں لکھتے ہیں کہ عمالقہ میں سے ایک اندھے شخص نے دشمن پر اسی وقت (شدید دوپہر) حملہ کیا تھا اسی وجہ سے اس وقت کو صَكَّةُ عُمَيٍّ کہتے ہیں۔ لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول زیادہ قرین قیاس ہے۔ یعقوب کہتے ہیں عَمِيَ الظَّبِي کا معنی ہے دوپہر کے وقت شدت گرمی سے ہرن کی آنکھوں کا چندھیا جانا۔

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن جدعان کا پیالہ اتنا بڑا تھا کہ ایک شتر سوار اپنے اونٹ پر بیٹھ کر اس میں سے کھا سکتا تھا۔ ایک دفعہ اس میں ایک بچہ گر پڑا وہ ڈوب کر وہیں ہلاک ہو گیا۔ امیہ بن الصلت ابن جدعان کی مدح سرائی کرنے سے پہلے ایک دفع بنو دیان کے پاس گیا وہاں اس نے بنو

کی دعوت اگر کوئی مجھے اسلام میں بھی دے تو میں اسے قبول کرلوں گا۔

عبدالمدان کا کھانا دیکھا اس میں گندم کا آٹا، شہد اور پنیر تھا۔ جبکہ ابن جدعان کھجوریں اور جو کھلایا کرتا تھا اور دودھ پلایا کرتا تھا۔ اس وقت امیہ نے یہ اشعار کہے ؎

وَلَقَدْ رَاَئیتُ الفَاعِلِیْنَ وَفِعْلَهُمْ ۔۔۔ فَرَاَئیتُ اَکْرَمَهُمْ بَنِی الدَّیَّانَ

''میں نے کارناموں کو سرانجام دینے والوں کو بھی دیکھا ہے اور ان کے کارناموں کا بھی مشاہدہ کیا ہے میں نے دیکھا ہے کہ بنو دیان سب سے زیادہ معزز ہیں۔''

البُرُّ یُلْبَکُ بَالشِّهَادِ طَعَامُهُمْ ۔۔۔ لَامَا یُعَلِّلُنَا بَنُو جُدْعَانَ

''ان کے کھانا میں شہد ملایا جاتا ہے۔ وہ کھانا اس طرح نہیں جس طرح بنو جدعان ہمیں پلاتے ہیں''۔

امیہ کے یہ اشعار کسی طرح ابن جدعان تک پہنچ گئے۔ اس نے دو ہزار اونٹ شام کی طرف بھیجے وہ وہاں سے گندم، شہد اور پنیر لے کر آئے۔ ایک منادی کعبہ مشرفہ کی چھت پر چڑھ کر صدا دینے لگا۔ لوگو! ابن جدعان کے پیالے کی طرف آؤ۔ اس وقت امیہ نے یہ اشعار کہے ؎

لَهُ دَاعٍ بِمَکَّةَ مُشْمَعِلٌ ۔۔۔ وَآخَرُ فَوْقَ کَعْبَتِهَا یُنَادِی

''عبداللہ بن جدعان کا ایک ہرکارا مکہ معظمہ میں صدا لگا رہا تھا اور دوسرا کعبہ مشرفہ کی چھت کے اوپر چڑھ کر آوازیں دے رہا تھا۔''

اِلٰی رُدُحٍ مِنَ الشِّیْزٰی عَلَیْهَا ۔۔۔ لُبَابُ البُرِّ یُلْبَکُ بِالشِّهَادِ

''وہ شیزی (ایک درخت) کے بنے ہوئے عظیم پیالے کی طرف دعوت دے رہے تھے اس میں گندم کے آٹے میں شہد ملایا گیا تھا۔''

آغاز میں عبداللہ بن جدعان ایک مفلس شخص تھا لیکن وہ بہت شرارتی اور ہوشیار تھا وہ ہمیشہ برے کاموں میں مشغول رہتا۔ جس کی وجہ سے اس کا باپ اور اس کی قوم اس سے تنگ آ گئے۔ اس نے اپنے قبیلے کو ناراض کر دیا۔ اس کے باپ نے بھی اس سے اپنا تعلق منقطع کر دیا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اپنے بیٹے کو کبھی بھی پناہ نہیں دے گا کیونکہ وہ اس کی وجہ سے قرضے کے بوجھ تلے دب چکا تھا۔ وہ اس کے تاوان ادا کر کے تھک چکا تھا۔ عبداللہ حیران و ششدر مکہ معظمہ کی گھاٹیوں کی طرف نکل گیا اور وہاں موت کی تمنا کرنے لگا۔ اچانک اسے غار میں ایک شگاف نظر آیا۔ اس نے گمان کیا کہ شاید وہاں سانپ ہے وہ اس ارادہ سے شگاف کی طرف گیا کہ وہاں اژدہا اس کو ڈس لے گا اس طرح وہ اس تکلیف دہ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ولید کے مابین نزاع

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن اسامہ بن الہادی اللیثی نے بیان کیا

زندگی سے چھٹکارا پا سکے گا لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو اسے وہاں کوئی چیز نظر نہ آئی۔ وہ شگاف کے اندر چلا گیا اچانک اس نے وہاں ایک بہت بڑا ناگ دیکھا اس کی دونوں آنکھیں چراغوں کی طرح روشن تھیں۔ سانپ نے عبداللہ پر حملہ کیا عبداللہ اپنا دفاع کرنے کے لئے ایک سمت ہٹ گیا۔ سانپ نے ایک چکر لگایا وہاں عبداللہ کو ایک چھوٹا سا گھر نظر آیا۔ اس نے اس گھر کی سمت ایک قدم بڑھایا جس سے سانپ کا رنگ زرد ہو گیا وہ تیر کی طرح عبداللہ پر حملہ آور ہوا جب عبداللہ نے اسے دور کیا تو اس سے ایسے کلہاڑے ظاہر ہوئے جن کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ عبداللہ کو خیال ہوا کہ یہ سانپ مصنوعی ہے اس نے اس کو ہاتھ میں پکڑ لیا۔ وہ سونے کا بنا ہوا تھا۔ اس کی دونوں آنکھیں یاقوت کی تھیں۔ عبداللہ نے اس کی آنکھوں سے یاقوت نکال لئے اور اس گھر میں داخل ہو گیا۔ وہاں اسے بہت سے اجسام نظر آئے جو بڑی بڑی چارپائیوں پر پڑے ہوئے تھے۔ عبداللہ نے اتنی قد و قامت کے انسان پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ان سروں کے پاس چاندی کی ایک تختی تھی جس پر ان کی تاریخیں رقم تھیں۔ وہ قبیلہ جرہم کے بادشاہوں کے اجسام تھے۔ حارث بن مضاض ان میں سے سب کے آخر میں مرا تھا۔ ان اجسام پر کپڑے تھے جنہیں کسی چیز نے بھی مس نہیں کیا تھا البتہ وہ مرورِ وقت کے ساتھ ساتھ بوسیدہ ہو چکے تھے۔ اس تختی پر بڑے عمدہ اشعار لکھے ہوئے تھے ان میں سے آخری شعر یہ تھے:

صَاحِ هَلْ رَأَيْتَ أَوْ سَمِعْتَ بِرَاعٍ ... رَدَّ فِي الضَّرْعِ مَا قَرَى فِي الحِلَابِ

"اے چیخنے والے! کیا تو نے کسی ایسے چرواہے کے متعلق سنا ہے یا اسے دیکھا ہے کہ اس نے برتن میں جمع شدہ دودھ کو کھیری میں واپس لٹایا ہو۔"

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہاں ایک سنگ مرمر کی بھی تختی تھی اس پر مرقوم تھا:

"میں نفیلہ بن عبدالمدان بن خشرم بن عبدیالیل بن جرہم بن قحطان بن ہود نبی اللہ (علیہ السلام) ہوں میں پانچ سو سال زندہ رہا۔ میں نے ثروت، بزرگی اور سلطنت کے حصول کے لئے زمین کو چھان مارا ہے لیکن ان تمام چیزوں نے مجھے موت سے نہ بچایا۔"

اس تختی کی دوسری سمت پر یہ شعر مرقوم تھے ؎

قَدْ قَطَعْتُ البِلَادَ فِي طَلَبِ الثَّرْ ... وَةِ وَالمَجْدِ قَالِصَ الأَثْوَابِ

"میں نے دولت کی جستجو میں بہت سے شہروں کا سفر کیا ہے اور بزرگی کپڑوں کو سمیٹ دینے والی

ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے مابین اس مال کے لئے تنازع ہوا جو ذوالمروۃ میں تھا۔ اس وقت ولید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے مدینہ منورہ کا

ہے"۔

وَسَرَيْتُ الْبِلَادَ قَفْرًا لِقَفْرٍ بِقَنَاتِي وَقُوَّتِي وَاكْتِسَابِي

"میں چٹیل میدانوں کو طے کرتا ہوا شہروں کی طرف اپنی خوراک، قوت اور کمائی کے ساتھ عازم سفر رہا۔

فَأَصَابَ الرَّدٰى بَنَاتَ فُؤَادِي بِسَهَامٍ مِنَ الْمَنَايَا صِيَابِ

"میرے افکار پر ہلاکت موت کے ایسے تیروں کے ساتھ آئی جو ہمیشہ نشانے پر لگتے ہیں۔"

فَانْقَضَتْ شِرَّتِي وَاَقْصَرَ جَهْلِي وَاسْتَرَاحَتْ عَوَاذِلِي مِنْ عِتَابِي

"میری تمام چستی ختم ہوگئی میری جہالت بھی کم ہوئی اور غصہ کے قوت میری ملامتوں نے بھی آرام کیا"۔

وَدَفَعْتُ السَّفَاهَ بِالْحِلْمِ لَمَّا نَزَلَ الشَّيْبُ فِي مَحَلِّ الشَّبَابِ

"میں نے جہالت کو حلم کے بدلے دے دیا جب شباب کی جگہ بڑھاپا آ گیا"۔

اس گھر کے وسط میں یاقوت، موتیوں، سونے، چاندی اور زبرجد کا ایک بہت بڑا ٹیلہ تھا۔ عبداللہ جتنا مال اس خزانے سے سمیٹ سکتا تھا اس نے سمیٹا پھر اس غار پر ایک نشانی لگائی۔ اس کے دروازے پر ایک بہت بڑا پتھر رکھا اور اپنے باپ کو راضی کرنے کے لئے اس کے پاس مال بھیجا۔ اس نے اپنے تمام قبیلہ کے ساتھ صلہ رحمی کا مظاہرہ کیا۔ اپنی سخاوت و فیاضی کے دروازے کھول دیئے۔ ہر خاص و عام کے لئے اس کا دستر خوان کھلا رہتا تھا وہ نیک اعمال کرنے لگا۔

عبداللہ بن جدعان کا یہ واقعہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کے علاوہ اپنی دیگر کتب میں بھی ذکر کیا ہے۔ احمد بن عمار کی کتاب "ریّ العاطش واُنس الواحش" میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔ ابن جدعان ہی وہ شخص تھا جس نے زمانہ جاہلیت میں اپنے اوپر شراب کو حرام قرار دیا تھا حالانکہ اس سے پہلے وہ اس کا بڑا رسیا تھا۔ اس حرمت کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ وہ شراب کی وجہ سے نشہ میں ہو گیا۔ اس نشہ میں اس نے چاند کو پکڑنے کی کوشش کی جب اس کا نشہ ختم ہوا تو اس کو اس حرکت سے آگاہ کیا گیا۔ اس وقت اس نے قسم اٹھائی کہ آئندہ وہ شراب کو ہاتھ تک نہیں لگائے گا جب وہ بوڑھا ہو گیا تو

گورنر تھا۔ ولید نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں کچھ کمی کی تھی تا کہ اس سے سلطان کا حصہ مکمل ہو جائے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''قسم بخدا! یا تو تو مجھے میرا پورا حصہ دے گا یا پھر میں اپنی تلوار کو پکڑ کر مسجد

بنو تمیم نے ارادہ کیا کہ وہ اسے اتنا زیادہ مال بانٹنے سے روکیں۔ انہوں نے اسے اس کی عطا میں ملامت کی۔ عبداللہ ایک شخص کو بلاتا اسے ہلکا سا تھپڑ رسید کرتا پھر اسے کہتا اٹھ اس تھپڑ کے متعلق بتاؤ اور اس کی دیت طلب کرو۔ جب وہ اس کی دیت طلب کرتا بنو تمیم اسے ابن جدعان کے مال سے دیت دے دیتے وہ شخص راضی ہو کر چلا جاتا۔

اسلام میں باہمی تعصب کی ممانعت:۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ جنگ وجدل کے وقت ''یَالَفُلَانٍ'' کہا کرتے تھے لیکن اسلام نے ایسے کلمات کہنے سے روک دیا ہے۔ نبی محترم ﷺ نے مُرَیْسِیع کے دن ایک شخص کو سنا وہ کہہ رہا تھا یَالَلْمُھَاجِرِیْنَ۔ ایک اور شخص کو سنا وہ کہہ رہا تھا یَالَلْاَنْصَارِ۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''اس کلمہ کو ترک کر دو اب یہ بدبودار ہو چکا ہے۔'' آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے جاہلیت کی طرح پکارا (......)۔

بصرہ میں ایک شخص نے پکارا یَالَلْعَامِرِ۔ اس وقت نابغہ الجعدی اس کی مدد کے لئے آ گیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو پچاس کوڑے مارے۔ اس کلمہ کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا ہے۔ ایک مسلمان صرف اسی طرح کہہ سکتا ہے جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا یااللہ یَالِلْمُسْلِمِیْنَ۔ کیونکہ تمام مسلمان ایک گروہ ہیں اور دینی بھائی ہیں۔ اِلّا یہ کہ جس کو شریعت نے مخصوص کر دیا ہو اور اس تخصیص کی وجہ حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''وَلَوْ دُعِیْتُ بِہِ الْیَوْمَ لَاَجَبْتُ۔''

حضور ﷺ کے اس فرمانِ عالی شان کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی مظلوم نے ''یَالَحِلْفِ الفُضُول'' کہا تو میں اس کی بھرپور مدد کروں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کا آفتاب اقامتِ حق اور مظلوموں کی نصرت کے لئے ہی طلوع ہوا ہے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان سے حلف الفضول کو قوت نصیب ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کے اس فرمان:

''وَمَا کَانَ مِنْ حِلْفٍ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَلَنْ یَزِیْدَہُ الْاِسْلَامُ اِلَّا شِدَّۃً۔''

کا معنی یہ نہیں کہ کوئی حلیف اپنے دیگر حلیفوں سے یہ کہے یَالَفُلَانٍ اور وہ اس کی آواز پر لَبَّیْک

نبوی کے دروازے پر کھڑا ہو جاؤں گا اور حلف الفضول والوں کو پکاروں گا''۔ اس وقت وہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں بھی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلف الفضول والوں کو پکارا تو میں بھی تلوار پکڑ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شانہ بشانہ رہوں گا پھر یا تو ان کا حصہ مکمل ادا کرے گا یا پھر ہم سب شہید ہو جائیں گے۔ یہ گفتگو حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سن لی انہوں نے بھی اسی قسم کا وعدہ کیا پھر یہ گفتگو عبدالرحمٰن بن عثمان بن عبیداللہ التیمی نے سنی انہوں نے بھی یہی عہد کیا۔ جب یہ خبر ولید بن عتبہ کے پاس پہنچی تو وہ خوفزدہ ہو گیا اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حصہ مکمل کر دیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی ہو گئے۔

بنو عبدالشمس اور بنو نوفل کا حلف الفضول سے خروج

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن الہادی اللیثی نے محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی سے روایت کیا ہے کہ محمد بن جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف رضی اللہ عنہ عبدالملک بن مروان بن الحکم کے پاس اس وقت تشریف لائے جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو چکے تھے اور لوگ عبدالملک کے خلاف اکٹھے ہو کر غم وغصہ کا

کہیں۔ اس حدیث طیبہ میں شدت سے مراد صلہ رحمی، باہمی محبت اور تالیف قلوب ہے لیکن جاہلیت کی طرح جنگ وجدل کے لئے پکارنے کو اسلام نے ناجائز قرار دیا ہے لیکن حلف الفضول کی مانند معاہدہ کرنا جائز ہے اس کا حکم باقی ہے اور اس کے لئے دعوت دینا بھی جائز ہے۔

بعض فقہاء کا مذہب ہے کہ جب کسی قبیلے پر دیت واجب ہو گی تو اس کا حلیف بھی دیت دینے میں شریک ہو گا۔ ان کی دلیل ایک تو وہی حدیث مبارک ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو مسجد میں محبوس کیا تو فرمایا:

''میں نے تجھے تیرے حلیفوں کے جرم کی وجہ سے قید کیا ہے''۔

عبد مناف کی اولاد

عموماً بیان کیا جاتا ہے کہ عبد مناف کے چار بیٹے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا ایک پانچواں بیٹا بھی تھا۔ اس کا نام عبید تھا لیکن اس نے ابو عمرو کی کنیت سے شہرت پائی کیونکہ اس کے ہاں اولاد نرینہ نہ ہوئی تھی۔ اس لئے اس کی نسل آگے نہ چل سکی (البرقی والزبیر)۔

اظہار کررہے تھے۔ محمد بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش میں سے سب سے زیادہ عالم تھے۔ جب وہ عبدالملک کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے کہا "اے ابوسعید! کیا ہم اور تم (بنوعبدشمس ابن مناف اور بنونوفل بن عبد مناف) حلف الفضول میں نہ تھے"۔ حضرت محمد بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "تم ہی بہتر جانتے ہو"۔ عبدالملک نے کہا "اے ابوسعید مجھے سچ سچ بتاؤ"۔ حضرت محمد بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "نہیں اللہ کی قسم! ہم بھی اور تم بھی اس معاہدے سے نکل چکے ہیں"۔ عبدالملک نے کہا "آپ نے سچ فرمایا ہے"۔

ہاشم، رفادہ اور سقایۃ کے والی بنتے ہیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہاشم بن عبد مناف رفادہ اور سقایۃ کے والی بنے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ عبدشمس ہر وقت محوسفر رہتے تھے۔ مکہ مشرفہ میں ان کا قیام بہت کم ہوا کرتا تھا۔ وہ کثیر العیال اور قلیل المال تھے جبکہ ہاشم صاحب ثروت تھے۔ جب حج کا موسم آتا تو ہاشم قریش کو مخاطب کر کے کہتے:

علامہ البرقی نے ذکر کیا ہے کہ قصی نے اپنے بیٹے کا نام عبدقصی رکھا تھا۔ اس نے کہا تھا میں نے اپنے بیٹے کا نام اپنے نام سے ملایا ہے۔ اس کے دوسرے بیٹے کا نام عبدالدار تھا پھر لوگوں نے عبدقصی کا نام تبدیل کر دیا اور اسے عبد بن قصی کہنے لگے۔ علامہ زبیر فرماتے ہیں کہ عبدالدار کا اصل نام عبدالرحمٰن تھا۔

ہاشم اور ان کی وجہ تسمیہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ہاشم کا ذکر کیا ہے ان کے رفادہ اور حاجیوں کو کھانا کھلانے کے معاملات کا تذکرہ کیا ہے۔ اپنی قوم کے لئے ثرید تیار کرنے کی وجہ سے اس کا نام ہاشم پڑ گیا۔ لغتاً کہا جاتا ہے ثَرَدْتُ الْخُبْزَ فَهُوَ ثَرِيْدٌ وَمَثْرُوْدٌ۔ لیکن اس سے ثَارِدٌ نہیں آتا۔ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ جس طرح ثَرِيْد اور مَثْرُوْد کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ہاشم کو بھی هَشِيْم کہا جاتا لیکن ان کا اس نام سے موسوم ہونے کی کچھ اور تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ ہاشم قریش کے تعاون سے حاجیوں کے لئے کھانا تیار کیا کرتے تھے قریش اپنے اموال سے ان کی بھرپور اعانت کرتے تھے۔ ایک دفعہ قریش کو شدید قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ ہاشم نے قریش کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا وہ اپنا تمام مال لے کر شام کی طرف گئے۔ اس سے کیک اور آٹا خریدا جب حج کے دن آئے تو انہوں نے تمام کیکوں کو

"اے گروہِ قریش! تم اللہ کے پڑوسی ہو، اس کے اہل بیت ہو ایام حج میں اللہ تعالیٰ کے زائر اور اس کے گھر کے حاجی تمہارے پاس آتے ہیں۔ وہ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں اس لئے وہ تمام مہمانوں سے زیادہ کرامت وحرمت کے مستحق ہوتے ہیں۔ ایام حج میں ان کے لئے جو کچھ (کھانا وغیرہ) جمع کر سکتے ہو جمع کرو کیونکہ ان ایام میں ان کا یہاں قیام ضروری ہوتا ہے۔ قسم بخدا! اگر مجھ میں اتنی استطاعت ہوتی تو میں تجھے کبھی بھی یہ تکلیف نہ دیتا۔"

ہاشم کی یہ پُر تاثیر گفتگو سن کر وہ اپنے اموال میں سے خراج نکالتے۔ جس سے حاجیوں کے لئے کھانا تیار کیا جاتا۔

پیسا اور ان میں آٹا ملا کر ایک عمدہ کھانا تیار کیا اور اسے حاجیوں کو پیش کیا۔ اسی وجہ سے ان کا نام ہاشم پڑ گیا کیونکہ خشک کیک کی ثرید نہیں بنتی بلکہ اسے کوٹ پر باریک کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے عبداللہ بن الزبعری مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

كَانَتْ قُرَيْشٌ بَيْضَةً فَتَفَقَّأَتْ — فَالْمُخُّ خَالِصُهُ لِعَبْدِ مُنَافِ
الْخَالِطِيْنَ فَقِيْرَهُمْ بِغَنِيِّهِمْ — وَالظَّاعِنِيْنَ لِرِحْلَةِ الْاَضْيَافِ
وَالرَّائِشِيْنَ وَلَيْسَ يُوْجَدُ رَائِشٌ — وَالْقَائِلِيْنَ: هَلُمَّ لِلْاَضْيَافِ
عَمْرُو الْعَلَا هَشَمَ الثَّرِيْدَ لِقَوْمِهٖ — قَوْمٍ بِمَكَّةَ مُسْنِتِيْنَ عِجَافِ

"قریش ایک انڈہ (کی مانند) تھے جو پھوٹ گیا۔ اس کی خالص زردی عبد مناف کے حصہ میں آئی وہ اپنے غرباء کو اپنے اغنیاء کے ساتھ ملاتے ہیں وہ مہمانوں کے لئے عازم سفر ہوتے ہیں وہ خوب سخاوت کرتے ہیں وہ اس وقت کھلاتے تھے جب کھلانے والا نہ ہوتا تھا۔ وہ مہمانوں سے کہتے ہیں ادھر آؤ بلند مرتبت عمرو نے اپنی قوم کے لئے ثرید تیار کی وہ قوم جس کا مسکن مکہ تھا اور اس کو سخت قحط سالی نے آ لیا تھا"۔

ابن زبعری کا تعلق بنو سعد بن سہم سے تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یونس کی روایت سے اسی طرح بیان کیا ہے اس نے ایک شعر سے قصی کی ہجو کی اور اسے کعبہ کے پردوں پر لکھ دیا۔ وہ شعر یہ تھا ؎

اَلْهٰى قُصَيًّا عَنِ الْمَجْدِ الْاَسَاطِيْرُ — وَمِشْيَةٌ مِثْلُ مَا تَمْشِي الشَّقَارِيْرُ

"افسانوں نے قصی کو فضیلت سے غافل کر دیا ہے اور مرغوں کی طرح چال نے اسے عزت وشرافت سے محروم کر دیا"۔

جب اس نے قصی کی ہجو بیان کی تو بنو عبد مناف نے بنو سہم سے اس کے خلاف مدد طلب کی۔ بنو سہم

ہاشم کی اپنی قوم پر نوازشات

سب سے پہلے ہاشم نے اپنی قوم میں دو سفروں کا طریقہ رائج کیا۔ وہ ایک دفعہ گرمیوں اور دوسری دفعہ سردیوں میں عازم سفر ہوتے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے حاجیوں کو ثرید کھلائی ان کا نام عمرو تھا کیونکہ انہوں نے مکہ معظمہ میں اپنی قوم کے لئے ثرید بنائی تھی۔ اس لئے ہاشم کے نام سے معروف ہوئے۔ قریش کا ایک شاعر کہتا ہے

عَمْرُو الَّذِی ہَشَمَ الثَّرِیْدَ لِقَوْمِہٖ   قَوْمٌ بِمَکَّۃَ مُسْنِتِیْنَ عِجَافِ
سُنَّتْ اِلَیْہِ الرِّحْلَتَانِ کِلَاھُمَا   سَفَرُ الشِّتَاءِ وَرِحْلَۃُ الْاِیْلَافِ

"عمرو ہی ہیں جنہوں نے مکہ معظمہ میں اپنی قوم کے لئے اس وقت ثرید تیار کی جب وہ قحط سالی کی وجہ سے کمزور اور لاغر ہو چکی تھی۔ ان کے عہد میں ہی دو سفروں کا طریقہ رائج ہوا: 1۔ موسم گرما کا سفر، 2۔ موسم سرما کا سفر"۔

مطلب رفادہ اور سقایہ کے والی بنتے ہیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر ہاشم بن عبد مناف سرزمین شام میں غزہ کے مقام پر وفات پا گئے۔ اس کے بعد مطلب بن عبد مناف رفادہ اور سقایہ کے والی بنے۔ مطلب، عبد شمس اور ہاشم سے چھوٹے تھے وہ اپنی قوم میں معزز و محترم تھے۔ قریش ان کی فراخدلی اور فیاضی کی وجہ سے انہیں "الفَیض" کہتے تھے۔

نے ابن زبعری کو ان کے حوالے کر دیا۔ بنو عبد مناف نے اس کو خوب پیٹا اور اس کے بال منڈوا دیئے اور حجون کی ایک چٹان کے ساتھ اسے باندھ دیا۔ اس نے اپنی قوم سے مدد طلب کی لیکن اس نے انکار کر دیا اب وہ قصی کو راضی کرنے کے لئے اس کی مدح سرائی کرنے لگا۔ بنو عبد مناف نے اس کو آزاد کر دیا اس وقت نے وہ اشعار کہے جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔

عبد المطلب اور ابن ذی یزن

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ہاشم نے سلمٰی بنت عمرو النجاریہ سے نکاح کر لیا۔ ان کے ہاں عبد المطلب کی پیدائش ہوئی۔ اسی وجہ سے جب عبد المطلب قریش کے ایک وفد میں سیف بن ذی یزن یا اس کے بیٹے معدی کرب بن سیف کے پاس گئے تو اس نے کہا "اے ہمارے بھانجے! تمہیں خوش آمدید ہو"۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلمٰی کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا اور خزرج کا تعلق یمن میں سباء سے تھا

ہاشم بن عبد مناف کی شادی

ہاشم بن عبد مناف مدینہ طیبہ آئے اور سلمٰی بنت عمرو سے شادی کر لی۔ اس خاتون محترمہ کا تعلق عدی بن نجار سے تھا۔ اس سے قبل وہ احیحہ بن الجلاح بن الحریش کی زوجیت میں تھیں۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حریش بن جَحْجَبِی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس تھا اس کے ہاں عمرو بن احیحہ کی ولادت ہوئی۔ یہ خاتون محترمہ اتنی معزز و محترم تھیں کہ جو شخص بھی اس سے نکاح کرنے کی خواہش کرتا تو وہ اسے مکمل اختیار دیتا کہ اگر وہ اسے پسند نہ آئے تو وہ اس سے جدا ہو جائے۔

عبدالمطلب کی وجہ تسمیہ

سلمٰی بنت عمرو کا ہاشم سے ایک بیٹا ہوا۔ ہاشم نے اس کا نام شیبہ رکھا۔ ہاشم نے اسے والد کے پاس ہی رہنے دیا۔ جب وہ قریب البلوغ ہوا تو اس کا چچا المطلب اسے لینے کے لئے مدینہ منورہ گیا۔ سلمٰی نے مطلب سے کہا "میں اس بچے کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گی"۔ مطلب نے کہا "میں اسے لئے بغیر ہرگز نہیں جاؤں گا اب میرا بھتیجا بالغ ہو چکا ہے وہ اس قوم میں اجنبی ہے۔ ہم اپنی قوم میں معزز و محترم ہیں۔ ہم بہت سے امور کے والی ہیں اس کی قوم، اس کا شہر اور

جبکہ سیف کا تعلق بھی حمیر بن سباء سے تھا پھر سیف (یا اس کے بیٹے) نے کہا:

"مرحبا اور خوش آمدید! یہاں تمہارے لئے اونٹنی بھی ہے اور کجاوہ بھی اور ایسا بادشاہ بھی ہے جس کی جود و سخا کی کوئی حد نہیں"۔

پھر اس نے عبدالمطلب کو نبی اکرم، شفیع معظم، رحمت عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری دی۔ عبدالمطلب نے یہ مژدہ سن کر کہا "اے شاہ ذی شان تو ہمیشہ خوش و خرم رہے"۔ بادشاہ نے حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کے لئے جود و سخا کے دریا بہا دیئے۔ وہ شاداں و فرحاں واپس آ گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ سلامت! آپ کی خوشخبری مجھے اس تمام مال و متاع سے زیادہ عزیز ہے۔

احیحہ بن الجلاح ابن الحریش کا نسب

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کا نام حریس لکھا ہے۔ دار قطنی نے زبیر بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ انصار کے تمام حریس "س" کے ساتھ ہی ہیں مگر یہ حریش "ش" کے ساتھ ہے لیکن

اس کا قبیلہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی اور قوم میں بسیرا کرے۔ شیبہ نے اپنے چچا مطلب سے کہا "میں اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا"۔ بالآخر سلمٰی نے اپنے نورِ نظر کو مکہ جانے کی اجازت دے دی۔ مطلب نے اسے اپنے اونٹ پر سوار کیا اور مکہ معظّمہ لے آیا۔ قریش کہنے لگے مطلب نے اس بچے کو خریدا ہے۔ اسی وجہ سے ان کا نام عبدالمطلب پڑ گیا۔ مطلب نے قریش کو مخاطب کر کے کہا "تمہارے لئے ہلاکت ہو یہ میرے بھائی ہاشم کا نورِ نظر ہے میں اسے مدینہ طیبہ سے لے کر آیا ہوں"۔

مطلب کی وفات

سرزمین یمن میں بَرْدمان کے مقام پر مطلب کی وفات ہوئی۔ ایک عربی شاعر اس کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتا ہے۔

قَدْ ظَمِئَ الحَجِيْجُ بَعْدَ المَطَّلِب　　بَعْدَ الجِفَانِ وَالشَّرَابِ المُنْثَعِب
لَيْتَ قُرَيْشًا بَعْدَهٗ عَلٰى نَصَب

"مطلب کے بعد حاجی پیاسے ہو گئے۔ پیالوں اور کثیر پانی کی عدم دستیابی کے بعد انہیں پیاس محسوس ہوئی۔ کاش اس کی وفات کے بعد قریش بھی اس کے تکلیف دہ راستے کو اپنا لیتے"۔

مطرود کا مرثیہ

جب مطرود کے پاس نوفل بن عبد مناف کی وفات کی خبر پہنچی تو اس نے مطلب اور تمام بنو عبد مناف کا یہ مرثیہ لکھا۔

يَالَيْلَةً هَيَّجْتِ لَيْلَاتِي　　اِحْدٰى لَيَالِيَّ القَسِيَّاتِ
وَمَا اُقَاسِي مِنْ هُمُوْمٍ وَمَا　　عَالَجْتُ مِنْ رُزْءِ المَنِيَّاتِ
اِذَا تَذَكَّرْتُ اَفِي نَوْفَلًا　　ذَكَّرَنِيْ بِالْاَوَّلِيَّاتِ

ابوبحر کی کتاب میں میں نے پڑھا ہے کہ یہ نام حریش ہی ہے۔

مطرود بن کعب کے مرثیہ کی شرح

يَالَيْلَةً۔ اے رات تو سخت راتوں میں سے ایک ہے۔

قَسِيَّات۔ یہ قَسْوَةٌ سے فَعِيْلَات کے وزن پر ہے یعنی وہ راتیں جن میں کوئی نرمی اور محبت نہیں ہوتی۔ یہ الدِّرْهَمُ القَسِيُّ سے مشتق ہے اس کا مطلب ہے کھوٹا درہم۔ یہ عجمی لفظ ہے اسے معرب کیا

ذَكَّرَنِیْ بِالْاَ زُرِ الْحُمْرِ وَ وَالْاَرْدِیَةِ الصُّفرِ الْقَشِیْبَاتِ
اَرْبَعَةٌ کُلُّهُمْ سَیِّدٌ اَبْنَاءُ سَادَاتٍ لِسَادَاتِ
مَیْتٌ بِرَدْمَانَ وَمَیْتٌ بِسَلْمَانَ وَمَیْتٌ بَیْنَ غَزَّاتِ
وَمَیِّتٌ اُسْکِنَ لَحْدًا لَدَیٰ الْمَحْجُوْبِ شَرْقِیَّ الْبِنِیَّاتِ
اَخْلَفَهُمْ عَبْدُ مُنَافٍ فَهُمْ مِنْ لَوْمِ مَنْ لَامَ بِمَنْجَاةِ
اِنَّ الْمُغِیْرَاتِ وَاَبْنَاءَهَا مِنْ خَیْرِ اَحْیَاءٍ وَاَمْوَاتِ

''اے سخت راتوں میں سے ایک خوفناک رات! تو نے بہت سی راتوں کو ہیجان اور اضطراب میں گزارنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اے غم واندوہ کا وہ کوہ گراں! جسے میں برداشت کر رہا ہوں۔ اے وہ اموات! جن کی اذیت میں برداشت کر رہا ہوں۔ جب میں اپنے بھائی نوفل کو یاد کرتا ہوں تو اس کی یاد مجھے بہت سے سابقہ لوگوں کی یاد کو تازہ کر دیتی ہے۔ اس کی یاد مجھے سرخ تہہ بندوں اور زرد پاکیزہ چادروں کی یاد دلاتی ہے۔ چار ایسے افراد تھے جو تمام کے تمام سردار تھے۔ سرداروں کی اولاد سردار ہی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو بَرْدَمان میں مدفون ہے ایک میت وہ جو مقام سلمان میں دفن کی گئی ہے اور ایک وہ نعش جو مقام غزات میں ہے اور ایک وہ میت جو اس قبر میں ہے جو کعبۃ اللہ کے مشرق میں ہے''۔

گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ درہم قَسَاوت میں سے ہے کیونکہ عمدہ درہم کھوٹے سے نرم ہوتا ہے اور کھوٹا کھردرا ہوتا ہے۔ لَیْلَةً تمیز کی وجہ سے منسوب ہے۔ سیبویہ کہتا ہے ؎

أَیَا شَاعِرًا لَاشَاعِرَ الْیَوْمَ مِثْلُهٗ

اس میں شاعر بھی تمیز کی وجہ سے منصوب ہے اس کلام میں تعجب کا معنی پایا جاتا ہے۔

مَیْتٌ بِغَزَّات۔ غَزَّات دراصل واحد (غَزَّہ) ہے لیکن اہل عرب ہر کنارے کو اور ہر سمت کو اس شہر کے نام سے یاد کرتے ہیں مثلاً بَغْداد ان کو بَغادین کہتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

شَرِبْنَا فِی بَغَادِیْنَ عَلٰی تِلْكَ الْمَیَادِیْنَ

''ہم نے بغدادوں میں ان میدانوں پر پیا''۔

اس کے بعض کا حکم کل کے حکم کی طرح ہے مثلاً اہل عرب کا قول ہے ذَھَبَتْ بَعْضُ اَصَابِعِهٖ۔ فقہاء کہتے ہیں یا اکثر حصہ پر اس کا اطلاق ہوگا۔ مثلاً اگر کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ اس روٹی کو نہیں کھائے گا پھر اس نے اس روٹی کا کچھ حصہ کھا لیا تو وہ قسم کو توڑنے والا ہوگا۔ اس طرح انہوں نے کل

ان سب کا نچوڑ اور خلاصہ تو عبدمناف کی ہستی ہے وہ بھی ان ملامت کرنے والوں کی ملامت سے علیحدہ ہیں۔ بنو مغیرہ اور اس قبیلے کے دیگر افرادزندوں اور مردوں میں سے بہترین ہیں۔

عبدمناف کا نام اور اس کی اولاد کی اموات کی ترتیب

عبدمناف کا نام مغیرہ تھا۔ بنو عبدمناف میں سے سب سے پہلے ہاشم نے غَزَّہ (سرزمین شام) کے مقام پر وفات پائی پھر عبدشمس مکہ معظمہ میں فوت ہوا پھر مطلب نے بَرْدمان (یمن) میں وفات پائی پھر نوفل نے سلمان (عراق) میں انتقال کیا۔

مطرود کا دوسرا مرثیہ

بیان کیا جاتا ہے کہ مطرود سے کہا گیا تو نے اچھے اشعار کہے ہیں اور اگر ان اشعار میں اور بھی عمدگی ہوتی تو بہتر ہوتا۔ مطرود نے کہا مجھے چند راتوں کی مہلت دے دو کچھ دن بعد اس نے یہ مرثیہ سنایا

یَاعَیْنُ جُوْدِی وَاَذْرِی الدَّمْعَ وانْهَمِرِی وَابْکِی عَلَی السِّرِ مِنْ کَعْبِ الْمُغِیْرَاتِ

"اے چشم! فیاضی کر اور گریہ بار ہو اور تنہائی میں ان پر آنسو بہا جو کعب المغیرات کی اولاد میں سے تھے"۔

کے حکم سے بعض کا حکم ثابت کیا ہے۔

مُغِیْرَات بنو مغیرہ ہیں اس سے مراد بنو عبدمناف ہے جس طرح بنو منذر کو مُنَاذِرہ کہا جاتا ہے بنو اشعر کو الاَشْعَرُوْن کہا جاتا ہے علی بن عبداللہ بن عباس حضرت ابن زبیر کے متعلق کہتے تھے:

آثَرَ عَلَیَّ الحُمَیْداتِ وَالتُّوَیْتَاتِ وَالْاُسَامَاتِ۔

"میں نے اپنے لئے حمیدات، تویتات اور اسامات کو چن لیا"۔

حُمَیْدَات سے مراد بنو حمید، تُوَیْتَات سے مراد بنو تویت اور اَسَامَات سے مراد بنو اسامہ ہیں۔ ان تمام کا تعلق بنو اسد بن عبدالعزیٰ تھا۔

شَرْقِیّ البَنِیَّات اس سے مراد کعبہ مشرفہ ہے۔

مطرود بن کعب کے قصیدہ کی شرح

اِسْحَنْفِرِی آنسو بہانا۔ خَبِیْئَۃ۔ پوشیدہ چیز۔ اس سے مراد مصائب کے نزول کے وقت ذخیرہ شدہ چیز ہوتی ہے۔

يَاعَيْنُ وَاسْخَنْفِرِي بِالدَّمْعِ واحْتَفِلِي   وَابْكِي خَبِيئَةَ نَفْسِي فِي الْمُلِمَّاتِ

''اے آنکھ آنسوؤں کو چھم چھم برسا انہیں جمع کر اور میرے دل کی اس پوشیدہ چیز کے لئے رو جو مصائب کے لئے ذخیرہ ہے''۔

وَابْكِي عَلَى كُلِّ فَيَّاضٍ اَخِي ثِقَةٍ   ضَخْمِ الدَّسِيعَةِ وَهَّابِ الْجَزِيْلَاتِ

''اے چشم! گریہ زاری کر اس شخص پر جو بہت زیادہ سخی اور قابل اعتماد تھا بڑی بڑی عنایات کرنے والا اور عظیم بخششوں والا تھا''۔

مَحْضِ الضَّرِيْبَةِ عَالِي الهَمِّ مُخْتَلَقٍ   جَلْدِ النَّحِيْزَةِ نَاءٍ بِالعَظِيْمَاتِ

''وہ پاک طینت، عالی ہمت، قوی مزاج اور بڑے بڑے مصائب سے بھی بلند تھا''۔

صَعْبِ البَدِيْهَةِ لَانِكْسٍ وَلَا وَكَلٍ   مَاضِي العَزِيْمَةِ مِتْلَافِ الكَرِيْمَاتِ

''پہلی نگاہ میں سخت لگنے والا، نہ کمزور اور نہ ہی اپنے کام دوسروں کے سپرد کرنے والا، عزم مصمم والا اور گراں قدر اشیاء عطا کرنے والا''۔

صَقْرٍ تَوَسَّطَ مِنْ كَعْبٍ اِذَا نُسِبُوْا   بُحْبُوْحَةَ المَجْدِ وَالشُّمِّ الرَّفِيْعَاتِ

''نسب کے لحاظ سے بنو کعب کا شہباز صاحب فضیلت، بلند و تر اور عظیم المرتبت''۔

ثُمَّ انْدُبِي الفَيْضَ وَالفَيَّاضَ مُطَّلِبًا   وَاسْتَخْرِطِي بَعْدَ فَيْضَاتٍ بِجَمَّاتِ

''پھر سراپا فیض اور فیاض پر نوحہ خوانی کر اور فوائدہ کثیرہ کے ختم ہو جانے پر خوب رو''۔

اَمْسٰى بِرَدْمَانَ عَنَّا اليَوْمَ مُغْتَرِبًا   يَالَهْفَ نَفْسِي عَلَيْهِ بَيْنَ اَمْوَاتِ

''آج وہ بَرْدَمان میں ایک اجنبی کی مانند پڑا ہے۔ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اس پر افسوس! وہ وہاں مردوں کے درمیان پڑا ہے''۔

وَابْكِي لَكَ الوَيْلُ اِمَّا كُنْتِ بَاكِيَةً   لِعَبْدِ شَمْسٍ بِشَرْقِيِّ البَنِيَّاتِ

''اے آنکھ! تیرے لئے ہلاکت ہو اگر تو نے رونا ہے تو عبد شمس کے لئے رو جو کعبہ معظمہ کے مشرقی سمت میں ہے''۔

وَهَاشِمٍ فِي ضَرِيْحٍ وَسْطَ بَلْقَعَةٍ   تَسْفِي الرِّيَاحُ عَلَيْهِ بَيْنَ غَزَّاتِ

ضَخْمُ الدَّسِيْعَةِ۔ وسیع عطا والا۔ جَزِيْلَاتِ۔ کثرت۔

مَحْضُ الضِّرِيْبَةِ۔ عالی ہمت۔ مُخْتَلِقٌ۔ عظیم اخلاق والا۔ نَابَ۔ بلند بعض نسخوں میں یہ ناءٍ ہے۔

"اور ہاشم کے لئے گریہ بار ہو جو صحراء کے درمیان ایک قبر میں پنہاں ہے۔ وہ مقام عزۃ میں ہے اور ہوائیں اس پر ریت اڑاتی رہتی ہیں"۔

وَنَوْفَلٍ كَانَ دُوْنَ الْقَوْمِ خَالِصَتِي   اَمْسٰى بِسَلْمَانَ فِي رَمْسٍ بِمَوْمَاةِ

"اور نوفل کے لئے نوحہ کناں ہو جو میرا پر خلوص دوست اور پوری قوم سے ممتاز تھا وہ سلمان کے چٹیل میدان میں قبر کے اندر ہے"۔

لَمْ اَلْقَ مِثْلَهُمْ عُجْمًا وَلَا عَرَبًا   اِذَا اسْتَقَلَّتْ بِهِمْ اُدْمُ الْمَطِيَّاتِ

"جب گندم گوں اونٹنیوں نے انہیں اٹھایا تو میں نے ان جیسا نہ عرب میں دیکھا نہ عجم میں"۔

اَمْسَتْ دِيَارُهُمْ مِنْهُمْ مُعَطَّلَةً   وَقَدْ يَكُوْنُوْنَ زَيْنًا فِي السَّرِيَّاتِ

"ان کی بستیاں ان کے وجود سے خالی ہو گئیں ہیں حالانکہ ایک وقت وہ افواج کی زینت ہوا کرتے تھے"۔

اَفْنَاهُمُ الدَّهْرُ اَمْ كَلَّتْ سُيُوْفُهُمْ   اَمْ كُلُّ مَنْ عَاشَ اَزْوَادُ الْمَنِيَّاتِ

"زمانے نے انہیں فنا کے گھاٹ اتارا ہے یا ان کی تلواریں کند ہو گئی ہیں یا ہر زندہ کے لئے ایک دن موت کا زادِ راہ ہونا ہے"۔

اَصْبَحْتُ اَرْضٰى مِنَ الْاَقْوَامِ بَعْدَهُمْ   بَسْطَ الْوُجُوْهِ وَاِلْقَاءَ التَّحِيَّاتِ

"ان کے بعد لوگوں میں میری کیفیت یہ ہے کہ میں خندہ روئی اور انہیں سلام کرنے سے راضی ہو جاتا ہوں"۔

يَاعَيْنُ فَابْكِي اَبَا الشُّعْثِ الشَّجِيَّات   يَبْكِيْنَهُ حُسَّرًا مِثْلَ الْبَلِيَّاتِ

"اے آنکھ ابوالشعث پر رو کیونکہ غمگین اس پر اس طرح گریہ زار ہیں جس طرح قبر پر بندھی

الشَّجِيُّ کی یا مشدد ہے۔ اگرچہ اہل لغت نے کہا ہے کہ اس کی یا مخفف ہے۔ الخلیّ کی یا مشدد ہے۔ ابن قتیبہ نے ابو تمام الطائی کے بارے کہا ہے۔ ایا ویح الشَّجِيِّ مِنَ الْخَلِيِّ [illegible] معہ مِنْ اِخْلٰى بَلِيِّ۔ اس کے بارے یعقوب کے قول سے بھی دلیل پکڑی جاتی ہے۔ حاتمی نے اس سے کہا "اس شعر میں تیرے نزدیک ابن حجر مقانیہ یعقوب فصیح ہے یا ابوالاسود الدؤلی فصیح ہے جس نے یہ شعر کہا:

وَيْلُ الشَّجِيِّ مِنَ الْخَلِيِّ فَاِنَّهُ   وَصِبُ الْفُؤَادِ بِشَجْوِهٖ مَغْمُوْمُ

علامہ مؤلف نے فرمایا ہے کہ مطرود کا شعر دلیل میں ابوالاسود کے شعر سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ جاہلیت کے شعراء میں سے تھا۔

ہوئی اونٹنیاں روتی ہیں''۔

یَبْکِیْنَ اَکْرَمَ مَنْ یَمْشِیْ عَلٰی قَدَمٍ ۔۔۔ یُعْوِلْنَهٗ بِدُمُوْعٍ بَعْدَ عَبَرَاتٖ

''عورتیں اس شخص پر گریہ بار ہیں جو قدموں پر چلنے والوں میں سے معزز تھا وہ گریہ کے بعد چیخ و پکار میں مصروف ہو جاتی ہیں''۔

یَبْکِیْنَ شَخْصًا طَوِیْلَ الْبَاعِ ذَا فَجَرٍ ۔۔۔ آبِی الْهَضِیْمَةِ فَرَّاجَ الْجَلِیْلَاتِ

''وہ خواتین ایسے شخص پر نوحہ کرتی ہیں جو کشادہ دست اور جود و سخا کا پیکر ہے جو ظلم کا انکار کرنے والا اور بڑی بڑی مہمات کو سر کرنے والا تھا''۔

ابوالاسود نے سب سے پہلے نحو بنائی۔ اس کا شعر تولید کے قریب ہے۔ قیاس میں بھی یوں کہنا ممنوع نہیں شَجِیٌّ وَشَجٍ۔ کیونکہ یہ حزن اور حزین کے معنی میں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے یاء کو مشدد کیا ہے اس نے اسے فعیل بمعنی مفعول کیا ہے

البَلِیَّةُ: اس اونٹنی کو کہا جاتا تھا جو اس کے مالک کی قبر پر اس وقت باندھی جاتی تھی جب وہ مرجاتا تھا حتیٰ کہ وہ بھوکی پیاسی مرجاتی تھی۔ وہ کہتے تھے روز حشر اسے اس اونٹنی پر سوار کرا کے اٹھایا جائے گا۔ جو اس طرح نہیں کرتا اسے پیادہ اٹھایا جاتا ہے۔ ان میں سے یہ اس شخص کا موقف تھا جو مر کر جی اٹھنے پر یقین رکھتا تھا۔ ایسے لوگوں میں سے زہیر بھی تھا۔ وہ کہتا ہے:

یُؤَخَّرْ فَیُوْضَعْ فِیْ کِتَابٍ فَیُدَّخَرْ ۔۔۔ لِیَوْمِ الْحِسَابِ لَوْ یُعَجَّلْ فَیُنْقَمْ

''اسے مؤخر کر دیا جاتا ہے۔ اسے کسی نوشتے میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اسے روز جزاء کے لئے مؤخر کر دیا جاتا ہے یا اس میں جلدی کی جاتی ہے اور وہ انتقام لے لیتا تھا''۔

دوسرا شاعر بلیہ کے متعلق کہتا ہے:

وَالْبَلَایَا رُؤُوْسُهَا فِی الْوَلَایَا ۔۔۔ مَا نِحَاتُ السَّمُوْمِ حُرَّ الْخُدُوْدِ

''وہ ایسی اونٹنیاں ہیں جن کے سر کمبلوں میں ہیں وہ آزاد لوگوں کو شدید موسم میں بھی دودھ دینے والی ہیں۔ اس شعر میں وَلَایَا سے مراد کمبل ہیں۔ وہ لوگ کمبل میں سوراخ کر لیتے تھے اور اسے ایسی اونٹنی کی گردن میں ڈال دیتے تھے پھر اس کو قبر پر باندھا جاتا تھا حتیٰ کہ وہ مرجاتی تھی۔ ایک آدمی اپنے بیٹے کو اسی کے متعلق وصیت کرتے ہوئے کہتا ہے:

لَا تَتْرُکَنَّ اَبَاكَ یُحْشَرُ مَرَّةً ۔۔۔ عَدْوًا یَخِرُّ عَلَی الْیَدَیْنِ وَیَنْکُبُ

''اپنے باپ کو اس طرح نہ چھوڑنا کہ وہ روز حشر دوڑ رہا ہو۔ کبھی اپنے ہاتھوں پر گر رہا ہو اور راہ راست

يَبْكِيْنَ عَمْرو العَلَا اِذْحَانَ مَصْرَعُهٗ　　سَمْحَ السَّجِيَّةِ بَسَّامَ العَشِيَّاتِ

"وہ عورتیں عظیم مرتبت عمرو پر نوحہ کناں ہیں جب اس کے قتل کا وقت قریب آ گیا وہ عمدہ اخلاق والا بڑا مہمان نواز تھا"۔

يَبْكِيْنَهٗ مُسْتَكِيْنَاتٍ عَلٰى حَزَنٍ　　يَاطُوْلَ ذَالِكَ مِنْ حُزْنٍ وَعَوْلَاتِ

"وہ اس کے غم میں آہ وزاری کرتے ہوئے روتی ہیں یہ غم اور یہ چیخیں کتنی طویل ہیں۔"

يَبْكِيْنَ لَمَّا جَلَاهُنَّ الزَّمَانُ لَهٗ　　خُضْرَ الخُدُوْدِ كَاَمْثَالِ الحَمِيَّاتِ

"جب زمانے نے اس پر ماتم کرنے کے لئے عورتوں کو گھر سے نکالا تو وہ اس پر اس حال میں نوحہ کناں ہوئیں کہ ان کے گال نیلے ہو گئے وہ سیاہ مشکوں کی طرح پھٹ گئے۔"

مُحْتَزِمَاتٍ عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ لِمَا　　جَرَّ الزَّمَانُ مِنْ اَحْدَاثُ الْمُصِيْبَاتِ

"جب زمانے نے نئے نئے مصائب پیدا کیے تو وہ بھی ان کا مقابلہ کرنے کیلئے کمر بستہ ہو گئیں"۔

اَبِيْتُ لَيْلِي اُرَاعِي النَّجْمَ مِنْ اَلَمٍ　　اَبْكِي وَتَبْكِي مَعِي شَجْوِي بُنَيَّاتِي

"میں غم واندوہ میں تارے گن گن کر رات گزارتا ہوں میں خود بھی روتا ہوں اور میرے دکھ سے بھٹک رہا ہو"۔

اَلْحَمِيَّاتُ: اس سے مراد جلے ہوئے جگر والے جانور ہیں مثلاً وہ گائے اور وہ ہرن جسے پانی سے روک دیا جاتا ہے حالانکہ وہ پیاسے ہوتے ہیں۔ حمية محمية کے معنی میں ہے لیکن یہ تاء کے ساتھ ہے کیونکہ اسے اسماء کے قائمقام رکھا جاتا ہے۔ یہ اَلرَّمِيَّة الضَّحِيَّة اور الطريدة کی طرح ہے۔ الحمى کے معنی میں رؤبۃ کا یہ قول ہے: "قَوَاطِنُ مَكَّةَ مِنْ وُرْقِ الْحِمٰى"۔ اس سے مراد کبوتر ہیں۔ المحمی کا معنی ممنوع ہے۔ فِي دَمْسٍ بِمَوْمَاةٍ اس میں ظاہر تو یہی ہے کہ میم اصلی ہو اور ان کلمات سے ہو جن کا فاء کلمہ عین میں مدغم کر دیا جاتا ہے۔ کلام میں کثرت سے واقع ہونے کی وجہ سے اسے اس اصل پر محمول کرنا بہتر ہے۔ اگرچہ میم کی اصل یہ ہو کہ وہ زائدہ ہو جب کہ خماسی یا رباعی کلمہ کی ابتداء میں ہو۔ الا یہ کہ مادہ اشتقاق اس سے روکتا ہے۔ مگر یہاں اس کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ قلت سے رونما ہونے والے کلام پر اس کا دخول بھی اس سے مانع ہے مثلاً قَلِق اور سَلِس، ابوعلی نے مرمر کے متعلق فرمایا ہے کہ اسے مرمر اور بربر کے باب سے کرنا قلق اور سلس کے باب سے کرنے سے اولیٰ ہے۔ ان کا ارادہ یہ ہے کہ اگر تو میم کو زائدہ کرے تو پھر فاء کلمہ راء ہوگا۔ عین کلمہ نہیں ہوگا۔ یہ کلمہ میم ہی ہے جب تو مرمر میں پہلی میم کو اصلیہ قرار دے تو وہ اس باب سے ہوگا جس میں فاء اور عین کلمہ مضاعف کیا گیا ہے مرمر کے بارے سیبویہ کے قول کا یہی معنی ہے۔ وہ اسے مر کہتے ہیں۔ یہی کھلا

دیکھ کر میری چھوٹی بچیاں بھی رونے لگتی ہیں''۔

مَا فِی الْقُرُوْمِ لَهُمْ عِدْلٌ وَلَا خَطَرٌ وَلَا لِمَنْ تَرَكُوْا شَرْوٰى بَقِيَّاتِ

''سرداران قوم میں نہ تو ان کی مثال ہے اور نہ ہی نظیر اور نہ ہی ان افراد میں ان جیسا کوئی ہے جو انہوں نے باقی چھوڑے ہیں''۔

اَبْنَاءُهُمْ خَيْرُ اَبْنَاءٍ وَاَنْفُسُهُمْ خَيْرُ النُّفُوْسِ لَدَى جَهْدِ الْاَلِيَّاتِ

''ان کے فرزند لوگوں کے فرزندوں سے اور ان کے نفس لوگوں کے نفوس سے بہتر ہے جب لوگ تھک جاتے ہیں تو یہ اس وقت بھی تازم دم ہوتے ہیں''۔

كَمْ وَهَبُوْا مِنْ طِمِرٍّ سَابِحٍ اَرِنٍ وَمِنْ طِمِرَّةٍ نَهْبٍ فِي طِمِرَّاتِ

''انہوں نے کتنے ہی سرعت رفتار گھوڑے، تیز رفتار گھوڑیاں اور بلند و بالا محل خیرات کر دیئے''۔

وَمِنْ سُيُوْفٍ مِنَ الْهِنْدِيِّ مُخْلَصَةٍ وَمِنْ رِمَاحٍ كَاَشْطَانِ الرَّكِيَّاتِ

''انہوں نے کتنی ہی خالص ہندی تلواریں سخاوت کیں۔ کنوؤں کی رسیوں کی مانند طویل نیزے بھی لٹائے''۔

وَمِنْ تَوَابِعَ مِمَّا يُفْضِلُوْنَ بِهَا عِنْدَ الْمَسَائِلِ مِنْ بَذْلِ الْعَطِيَّاتِ

''ایسے غلام اور ایسی لونڈیاں جن پر لوگ فخر کرتے ہیں وہ انہیں بھی عطیات دیتے وقت سائلوں کو دے دیتے ہیں''۔

فَلَوْ حَسَبْتُ وَاَحْصَى الْحَاسِبُوْنَ مَعِي لَمْ اَقْضِ اَفْعَالَهُمْ تِلْكَ الْهَنِيَّاتِ

''اگر میں اور میرے ساتھ دیگر شمار کرنے والے ان کے عمدہ افعال کو شمار کرنا چاہیں تو ہم کبھی بھی انہیں گن نہیں سکیں گے''۔

هُمُ الْمُدِلُّوْنَ اِمَّا مَعْشَرٌ فَخَرُوْا عِنْدَ الْفِخَارِ بِاَنْسَابٍ نَقِيَّاتِ

رستہ ہے اور صحیح قیاس ہے۔ اس کے بغیر اس میں صرف فاء مضاعف کیا جائے۔

طَوِيْلَ الْبَاعِ ذَا فَجَرٍ: فَجَرَ سے مراد سخاوت ہے، اسے پانی کی روانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

ذَا قَنَعٍ بھی مروی ہے اس سے مراد مال کی کثرت ہے ابو محجن الثقفی نے کہا ہے۔

وَقَدْ اَجُوْدُ وَ مَا مَالِي بِذِي قَنَعٍ وَاَكْتُمُ السِّرَّ فِيْهِ ضَرْبَةُ الْعُنُقِ

''میں سخاوت کرتا تھا حالانکہ میرا مال کثیر نہیں ہوتا تھا اور میں ایسے راز چھپاتا تھا جن کی وجہ سے گردنیں کاٹ دی جاتی ہیں''۔

"جب لوگ اپنے نسب پر فخر کریں گے تو یہ لوگ اپنے نسب میں بھی دیگر افراد سے ممتاز اور جدا ہوں گے"۔

زَيْنُ الْبُيُوْتِ الَّتِي حَلُّوْا مَسَاكِنَهَا فَاَصْبَحَتْ مِنْهُمْ وَحْشًا خَلِيَّاتِ

"وہ ان گھروں کی زینت تھے جن کو انہوں نے خیر آباد کہہ دیا۔ اب وہ گھر ان سے خالی ہو کر خوفناک دکھائی دیتے ہیں"۔

وَاَقُوْلُ وَالْعَيْنُ لَا تَرْقَى مَدَامِعُهَا لَا يُبْعِدِ اللّٰهُ اَصْحَابَ الرَّزِيَّاتِ

"یہ اشعار میں اس کیفیت سے کہہ رہا ہو کہ میری آنکھوں سے آنسو جدا نہیں ہو رہے۔ اللہ تعالیٰ ان مصیبت زدہ لوگوں کو اپنی رحمت سے دور نہ فرمائے"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ الفجر کا معنی عطا ہے۔ ابو خراش الہذلی کا شعر ہے

عَجَّفَ اَضْيَافِي جَمِيْلُ بْنُ مَعْمَرٍ بِذِي فَجَرٍ تَاْوِي اِلَيْهِ الْاَرَامِلُ

"جمیل بن معمر صاحب جود وسخا میرے مہمانوں کی شکم سیری کے لئے خود کھانا کم کھاتا ہے۔ اسی کی طرف بیوائیں پناہ لیتی ہیں"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابو الشُّعْبِ الشَّجِيَّاتِ سے مراد ہاشم بن عبد مناف ہے۔

حضرت عبد المطلب اور سقایۃ اور رفادۃ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبد المطلب بن ہاشم اپنے چچا مطلب کے بعد سقایہ اور رفادہ کا منتظم بنے۔ انہوں نے وہ تمام امور احسن انداز سے سرانجام دیئے جو ان سے قبل ان کے آباء اپنی قوم کے لئے سرانجام دیتے تھے لیکن عبد المطلب شرف وقدر کی اس رفعتوں پر آشیاں بند ہوئے کہ ان سے قبل کوئی شخص بھی ان بلندیوں تک نہ پہنچ سکا۔ قوم ان کا بہت زیادہ احترام کرتی تھی۔ ان کی عظمت وسطوت کی دھاک ان میں خوب بیٹھ گئی۔

بَسَّامُ العشیات: وہ مہمانوں کے لئے مسکراتا تھا ان کی ملاقات کے وقت مسکراتا تھا جس طرح حاتم طائی نے کہا ہے:

اُضَاحِكُ ضَيْفِي قَبْلَ اِنْزَالِ رَحْلِهٖ وَيَخْصِبُ عِنْدِي وَالْمَحَلُّ جَدِيْبُ

وَمَا الْخِصْبُ لِلْاَضْيَافِ اَنْ يَكْثُرَ الْقِرٰى وَلٰكِنَّمَا وَجْهُ الْكَرِيْمِ خَصِيْبُ

"میں مہمان کے سواری سے اترنے سے پہلے ہی اس کے لئے مسکراتا ہوں۔ وہ میرے پاس شاداب ہو جاتا ہے۔ مہمانوں کی شادابی یہ نہیں ہوتی کہ کثرت سے ضیافت کی جائے بلکہ فیاض کا چہرہ شاداب ہوتا ہے"۔

زمزم کے کنویں کی کھدائی

چاہ زمزم کی کھدائی کی وجہ

اسی اثناء میں کہ حضرت عبدالمطلب حجر میں سوئے ہوئے تھے کہ ایک آنے والا ان کے پاس آیا اور انہیں چاہِ زمزم کھودنے کا حکم دیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب المصری نے انہوں نے مرثد بن عبداللہ الیزنی سے انہوں نے عبداللہ بن زریر الغافقی سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ حضرت عبدالمطلب فرمایا کرتے تھے ''اسی اثناء میں کہ میں حجر میں سویا ہوا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اس نے مجھ سے کہا طِیْبَہ کی کھدائی کرو''۔ میں نے کہا ''طَیْبَہ کیا ہے؟ لیکن پیغام دینے والا جواب دیئے بغیر چلا گیا۔ دوسرے دن میں دوبارہ اسی جگہ سو گیا۔ وہی شخص دوبارہ خواب میں آیا اور کہا ''بَرّہ'' کو کھودو۔ میں نے کہا بَرَّہ کیا ہے؟ وہ شخص چلا گیا اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری شب وہ پھر میرے خواب میں آیا اور کہا مَضنُوْنَہ کو کھودو۔ میں نے اس سے پوچھا مَضنُوْنَہ کیا ہے؟ وہ جواب دیئے بغیر چلا گیا۔ اگلی شب وہ پھر خواب میں آیا اور کہنے لگا زمزم کو کھودو۔ میں نے پوچھا زمزم کیا ہے؟ اس نے کہا زمزم وہ چشمہ ہے جو نہ تو کبھی خشک ہوگا اور نہ ہی اس کی مذمت کی جائے گی۔ حاجیوں کے بڑے بڑے گروہ اس سے سیراب ہوں گے وہ لید اور خون کے مابین اس جگہ ہے جہاں سیاہ کوا اپنی چونچ سے کرید رہا ہے۔ اس کے قریب ہی چیونٹیوں کا بل بھی ہے۔

زمزم کی حکایت

جیسے کہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کا چشمہ ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی سے اسے رواں فرمایا تھا۔ ایڑی سے جاری کرنے میں اشارہ یہ تھا کہ یہ فیض رساں چشمہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ورثاء (حضرت محمد عربی ﷺ) کے عہد ہمایوں تک جاری رہے گا بلکہ یہ آپ ﷺ کی امت کے زمانہ میں بھی یوں ہی رواں رہے گا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ (زخرف:۲۸)

''اور آپ نے بنا دیا کلمہ توحید کو باقی رہنے والی بات اولاد میں''۔

عَقِب سے مراد امت مسلمہ ہے۔ جب بنو جرہم نے خانہ کعبہ میں نئی نئی بدعات کا آغاز کیا،

مناسک حج کو تبدیل کیا، ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کی اور جرائم پیشہ ہو گئے تو آبِ زمزم کا شفا بخش پانی زیرِ زمین چلا گیا۔ جب بنو جرہم مکہ معظمہ سے جلاوطن ہونے لگے تو حارث بن مضاض الاصغر نے کعبہ مشرفہ کے اس مال کا جائزہ لیا جو اس کے پاس تھا۔ اس مال میں سونے کے دو ہرن اور عمدہ تلواریں تھیں۔ فارس کے بادشاہ ساسان نے انہیں خانہ کعبہ کے لئے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ بعض مؤرخین نے ساسان کی جگہ شاہ پور کا نام لکھا ہے۔ جیسے کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ایرانی بادشاہ ساسان یا شاہ پور کے زمانہ تک بیت اللہ کے حج کا شرف حاصل کرتے رہے۔ جب ابن مضاض کو یقین ہو گیا کہ اب وہ مکہ مکرمہ میں نہیں رہ سکے گا۔ وہ رات کی تاریکی میں چاہِ زمزم کے پاس آیا اور اپنا خزانہ کنویں میں دفن کر دیا پھر کنویں کا نشان اس طرح مٹا دیا کہ کسی کو اس کے متعلق آسانی سے معلوم نہ ہو سکے۔

حتیٰ کہ اس مولودِ مبارک کی ولادت کا وقت قریب آ گیا جس کے چہرۂ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی تھی اور جن کے مبارک پوروں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے جو صاحبِ کوثر اور حوض کے مالک ہیں۔ جب آپ ﷺ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دادا محترم کو مبارک چشمہ کو ظاہر کرنے کی توفیق دی۔ حضور ﷺ اپنی ولادت باسعادت سے پہلے ہی لوگوں کی سیرابی کا سبب بنے اور آپ کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ان کے مبارک چشمہ کو پھر سے رواں کر دیا۔

ایک دفعہ شہر مکہ کو سخت قحط سالی کا سامنے کرنا پڑا۔ اس وقت آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کو ساتھ لے کر بارش کی دعا مانگنے کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ ان شاء اللہ یہ واقعہ بالتفصیل بیان کیا جائے گا۔ کئی دفعہ آپ ﷺ کے طفیل مخلوق پر بارانِ رحمت برسی۔ کبھی رحمت کی بارش آپ ﷺ کی دعا کے صدقے نازل ہوتی۔ کبھی آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی رواں ہوتا۔ کبھی آپ ﷺ اپنا تیر کنویں میں گاڑھ دیتے جس سے کنویں میں پانی کے چشمے بہہ نکلتے۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے ابرِ کرم کی دعا مانگتے۔ جب ''عام الرّمادہ'' (قحط کا سال) کو انہوں نے حضرت عباس اور ان کی آل کے طفیل بارش کی دعا کی۔ اسی وقت سحابِ کرم برسنے لگا، کپڑے پانی سے تر ہو گئے، جوتے لبریز ہو گئے، کنویں بھر گئے۔ مدینہ طیبہ کی گلیاں پانی سے بھر گئیں۔ سحابِ رحمت سے ایک صدا دینے والے کی صدا آئی اے ابو حفص آپ کے پاس مدد آ گئی ہے۔ یہ ابرِ کرم اس ذات کے صدقے ہے جو دو رحمتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے جو دو زندگیوں کی طرف دعوت دینے والے تھے جنہوں نے لوگوں

کی دارین میں فلاح کا بیڑا اٹھایا۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ صَلٰوۃً تَصْعُدُ وَلَاتَنْفَدُ وَتَتَّصِلُ وَلَا تَنْفَصِلُ وَتُقِیْمُ وَلَا تَرِیْمُ اِنَّہٗ مُنْعِمٌ کَرِیْمٌ۔

آب زمزم کے ناموں کی وجہ تسمیہ

حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہا گیا اُحْفِرْ طِیْبَۃً۔ ''طیبہ کو کھودو'' اس پانی کو طِیْبَہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ اولاد ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے طیبون (پاکیزہ مردوں) اور طَیِّبَات (پاکیزہ عورتوں) کے لئے مخصوص تھا۔ دوسری بات خواجہ عبدالمطلب سے کہا گیا اِحْفِرْ بَرَّۃً۔ بَرَّۃً کو کھودو۔ یہ نام بھی آبِ زمزم پر صحیح صادق آتا ہے کیونکہ یہ ابرار (پاکبازوں) کے لئے رواں ہوا اور عصیاں شعار اس سے دور رہے۔ سہ بارہ حضرت عبدالمطلب سے کہا گیا اِحْفِرُ الْمَضْنُوْنَۃَ۔ مَضْنُوْنہ کو کھودو۔

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ آبِ زمزم کو مَضْنُوْنَہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ غیر مسلم کو دینے میں اس میں بخل کیا گیا ہے اور منافق اس سے سیر نہیں ہو پاتا۔ دار قطنی کی روایت کردہ حدیث مبارک بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ حضور نبی محترم ﷺ نے فرمایا'' جو شخص آبِ زمزم پئے اسے چاہئے کہ وہ خوب سیر ہو کر پئے کیونکہ یہ ہمارے اور منافقوں کے مابین فرق کرتا ہے۔ وہ اس سے شکم سیر نہیں ہو سکتے۔'' اس کا مَضْنُوْنہ نام ہونے کی ایک اور وجہ بھی بیان کی جاتی ہے۔

علامہ زبیر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب سے کہا گیا اِحْفِرُ الْمَضْنُوْنَۃَ ضَنَّتُ بِھَا عَلَی النَّاسِ اِلَّا عَلَیْکَ۔ ''مَضْنُوْنَۃ کو کھودو۔ تمام لوگوں کو چھوڑ کر یہ سعادت صرف تمہیں عنایت کی گئی ہے۔''

وہ علامات جو حضرت عبدالمطلب کو بتائی گئیں

تین علامات بتا کر آپ کی آبِ زمزم کی طرف راہ نمائی کی گئی: 1۔ مخصوص کوے کا اس جگہ کو کریدنا، 2۔ وہ جگہ لید اور خون کے مابین ہونا، 3۔ اس کا چیونٹیوں کے بل کے پاس ہونا۔ روایت کیا جاتا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب اس مقدس کنویں کو کھودنے کے لئے گئے تو انہوں نے وہاں دو علامات (کوے کا کریدنا اور چیونٹیوں کا بل) دیکھیں لیکن انہیں وہاں لید اور خون نظر نہ آیا۔ آپ نے اس علامت کی جستجو کی۔ اسی دوران ایک گائے قصائی سے بدک کر بھاگ آئی۔ قصائی اس کو پکڑ نہ سکا حتیٰ کہ

وہ مسجد حرام میں داخل ہوگئی۔ قصائی نے اس کو اسی جگہ ذبح کیا جس کے متعلق حضرت عبدالمطلب کو بتایا گیا تھا کہ وہ لید اور خون ہوگا۔ اس نے بعینہٖ اسی جگہ گائے کو ذبح کیا۔

ان علامات کی تخصیص کی وجہ

کسی حکمت الٰہیہ کی وجہ سے ہی ان علامات کو مخصوص کیا گیا تھا کسی اس خاص نشانی کی وجہ سے ہی انہیں مخصوص کیا گیا تھا جو چاہِ زمزم اور آبِ زمزم پر صحیح صادق آتی تھی۔

لید اور خون کے مابین ہونے کی تاویل

بلاشبہ آبِ زمزم شکم سیر کرنے والے کھانے کی مانند ہے اور بیماریوں سے شفا ہے۔ یہ اس مقصد کے لئے کافی ہوجاتا ہے جس کے لئے اس کو پیا جاتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پانی کو تیس دن لگاتار اپنی خوراک بنایا وہ اتنے موٹے ہوگئے کہ ان کے پیٹ کی سلوٹ پھٹ گئی۔ آبِ زمزم کی صفت بھی وہی ہے جو حضور ﷺ نے دودھ کی بیان کی ہے آپ ﷺ نے دودھ کے متعلق فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص دودھ پیئے تو وہ یہ دعا مانگے:

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَاِنَّهٗ لَيْسَ شَيْئٌ يَسُدُّ مَسَدَّ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ اِلَّا اللَّبَنَ۔

"مولا! اس میں ہمارے لئے برکت فرما۔ اس میں ہمارے لئے اضافہ فرما کیونکہ کھانے اور پینے کے قائم مقام دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہوسکتی"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ (النحل)

"(جو ان کے شکموں) میں گوبر اور خون ہے ان کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کے لئے"۔

یہ مبارک چشمہ بھی لید اور دم کے درمیان سے ظاہر ہوا۔ اس میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مبارک پانی سیر کرنے والے کھانے کی مانند ہے اور یہ بیماریوں سے شفا ہے۔

الغُرَاب الاَعْصَم کی تاویل

امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَعْصَم وہ کوا ہوتا ہے جس کے دونوں پروں میں سفیدی ہوتی ہے۔ انہوں نے ابوعبید کے اس قول سے بھی یہی مراد لیا ہے وہ فرماتے ہیں:

''اَغْصَم وہ کوا ہوتا ہے جس کے دونوں ہاتھوں میں سفیدی ہوتی ہے''۔

امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوے کے دو ہاتھ تو ہوتے ہی نہیں صرف دو ٹانگیں ہوتی ہیں پھر ابوعبید نے فرمایا ایسے کوے بہت کم یاب ہوتے ہیں گویا انہوں نے ہاتھ بول کر پروں کی سفیدی مراد لی ہے اور اگر ان کا مفہوم یہ نہ ہوتا تو وہ کہتے'' ایسے کوے کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا یعنی ان کا وجود محال ہے''۔

مسند ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوامامہ کی سند سے نبی اکرم ﷺ کا وہ فرمان عالی شان ذکر کیا گیا جس سے ہمیں امام قتبی اور ابوعبید کے ان اقوال کی ضرورت نہیں رہتی اور اطمینان قلب بھی اسی میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' عورتوں میں پاکباز عورت ''غُرَاب اَغْصَم'' کی طرح ہے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم غُرَاب اَغْصَم کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اَغْصَم وہ کوا ہوتا ہے جس کی ایک ٹانگ سفید ہو۔ لغت میں غراب فاسق کو کہتے ہیں۔ کوے کا رنگ کالا ہوتا ہے۔ خانہ کعبہ کے قریب اس کا اپنی چونچ سے کریدنا اس سیاہ حبشی کے خانہ کعبہ کو اپنی کدال سے کریدنے کی طرف اشارہ ہے جو آخری زمانہ میں خانہ کعبہ کو گرا دے گا۔ کوے کا اس زمین کو کریدنا اس فعل بد کی غمازی کر رہا تھا جو وہ سیاہ حبشی الرحمٰن کے قبلہ اور مومنین کے چشمہ کے ساتھ کرے گا اس وقت قرآن پاک اٹھا لیا جائے گا۔ بتوں کی پرستش دوبارہ شروع ہو جائے گی۔

الصحیح میں حضور ﷺ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''لَیُخَرِّبَنَّ الْکَعْبَۃَ ذُوْ السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبْشَۃِ۔''

صحیح حدیث میں اس حبشی کے متعلق ہے اَنَّہٗ اَفْحَجُ۔ اس کی دونوں ٹانگوں کے مابین کافی فاصلہ ہوگا۔ الفَحجُ ٹانگوں میں بُعد کو کہتے ہیں۔ ہماری یہ گفتگو علم تاویل کے لحاظ سے ہے کیونکہ یہ تمام علامات حضرت عبدالمطلب کو خواب میں دکھائی گئیں تھیں۔ کسی واقعہ کی تاویل کرنا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ تھا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کنویں کی منڈیر پر تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا رکھی تھی۔ کچھ دیر بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ اسی انداز میں بیٹھ گئے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے وہ بھی اسی طرح کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے وہ منڈیر کی دوسری جانب علیحدہ بیٹھ گئے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی

اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان کے اس طرح بیٹھنے سے میں نے ان کی قبور کی تاویل کی تھی۔ وہ تاویل یہ تھی کہ حضور ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبور اکٹھی ہوں گی جبکہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور الگ ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (الحجر)

"بیشک اس واقعہ میں (عبرت کی) نشانیاں ہیں غور وفکر کرنے والوں کے لئے۔"

یہ تاویل ہی تَوَسُّم اور سچی فراست ہے حکمت کے دلائل میں غور وفکر کرنا اور شریعت کے اشارات سے لطیف فوائد حاصل کرنا ہی تاویل ہے۔

چیونٹیوں کے بل کی تاویل

چیونٹیوں کے بل میں بھی کئی پوشیدہ اشارات ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ اس مبارک شہر کا مبارک چشمہ ہے جس کے لئے حاجی اور عمرہ کرنے والے ہر سمت سے کھنچے چلے آتے ہیں وہ اپنا اناج اور غلہ لے کر آتے ہیں۔ اس شہر کی زمین میں نہ تو ہل چلایا جاتا ہے اور نہ ہی کاشت کاری ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اس کا تذکرہ کیا تھا:

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (ابراہیم: ۳۷)

اسی طرح (قَرْیَةُ النَّمْلِ) چیونٹیوں کی بستی میں بھی نہ کاشت کاری ہوتی ہے لیکن غلہ ہر سُو سے اس کی سمت آتا ہے۔ مکہ معظمہ کے متعلق ہی ارشاد ربانی ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىٕنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ (النحل)

اور بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال وہ یہ کہ ایک بستی تھی جو امن (اور) چین سے (آباد) تھی آتا تھا اس کے پاس اس کا رزق بکثرت ہر طرف سے۔

قَرْیَةُ النَّمْلِ کا لفظ قَرَیْتُ الْمَاءَ فِی الْحَوْضِ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے حوض میں پانی جمع کرنا خوابوں کی تعبیر کبھی الفاظ کے اعتبار سے کی جاتی ہے اور کبھی معنی کے اعتبار سے کی جاتی ہے۔ قَرْیَةُ النَّمْلِ میں لفظ اور معنی کے اعتبار سے عمدہ تاویل پائی جاتی ہے، واللہ اعلم۔

لَاتُذَمُّ وَلَاتُنْزَفُ کا مفہوم

حضرت عبدالمطلب سے پانی کے اوصاف یوں بیان کئے گئے لَاتُنْزَفُ اَبَدًا وَلَا تُذَمُّ۔ یہ

قریش اور حضرت عبدالمطلب کا باہمی تنازع

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوطالب کے لئے چاہِ زمزم کا محل وقوع بیان کر دیا گیا اور اس مقام تک ان کی راہنمائی کر دی گئی تو انہوں نے یقین کر لیا کہ ان کا یہ خواب

مبارک پانی نہ تو ختم ہوگا اور نہ ہی اس کی مذمت کی جائے گی۔ یہ قول اس حقیقت کی عظیم دلیل ہے کہ یہ پانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے رواں ہوا جب سے یہ پانی جاری ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک یہ چشمہ خشک نہیں ہوا۔ ایک دفعہ اس میں ایک حبشی گر پڑا کنواں پاک کرنے کے لئے پانی نکالا گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس کنویں میں تین چشمے جاری تھے وہ چشمہ جو حجر اسود کی طرف سے بہہ رہا تھا اس میں سے سب سے زیادہ پانی آ رہا تھا۔ (دار قطنی)

لیکن "لَا تُذَمُّ" (اس کی مذمت نہیں کی جائے گی) میں نظر ہے۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ کوئی شخص اس کی مذمت نہیں کرے گا۔ اگر تُذَمُّ، ذَمٌّ سے مشتق ہوتا تو پھر اس کا پانی تمام پانیوں سے شیریں ہوتا اور ہر کوئی اس سے سیراب ہو جاتا حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ منافق اس سے سیر نہیں ہوتا گویا کہ یہ پانی منافقین کے نزدیک مذموم ہے عراق کا گورنر خالد بن عبداللہ القسری اس کی مذمت کیا کرتا تھا وہ اسے اُمِّ جِعْلَان (گدھ) کہا کرتا تھا۔ اس نے مکہ معظمہ سے باہر ایک کنواں کھدوایا۔ ولید بن عبدالمالک کے نام پر اس کا نام رکھا وہ اس کے پانی کو آبِ زمزم پر فضیلت دیا کرتا تھا بعض لوگ اسے بطور تبرک بھی لے جاتے تھے۔ یہ وہی بدنصیب شخص تھا جو منبر پر بیٹھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔ یہ واقعہ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ زمانۂ ماضی میں اس کی مذمت کی گئی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ذم سے مشتق نہیں بلکہ یہ اہل عرب کے قول بِئْرٌ ذَمَّةٌ (وہ کنواں جس میں پانی کم ہو) سے مشتق ہے۔ یہ اَذْمَمْتُ الْبِئْرَ سے مشتق ہے یہ قول اس وقت کیا جاتا ہے جب کنویں میں انتہائی قلیل پانی ہو یہ اَجْنَبْتُ الرَّجُلَ کی طرح ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَاِنَّهُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ (انعام)

"تو وہ نہیں جھٹلاتے آپ کو"۔

ابوعبید نے غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے مَرَرْنَا بِبِئْرٍ ذِمَّةٍ۔ (ہم قلیل پانی والے کنویں سے گزرے) بطور دلیل یہ شعر ذکر کیا ہے۔

مُخَیَّسَةٌ حُزْرًا کَاَنَّ عُیُوْنَهَا ذِمَامُ الرَّکَایَا اَنْکَرَتْهَا الْمَوَاتِحُ

"وہ اونٹنی روکی گئی ہے بھینگی ہے اس کی آنکھیں ان کنوؤں کی طرح ہیں جن میں پانی کم ہو اور

سچا ہے۔ انہوں نے اپنی کدال لی۔ اپنے بیٹے حارث کو اپنے ہمراہ لیا (اس وقت ان کے صرف ایک ہی بیٹے تھے) اور اپنے مطلوبہ مقام کو کھودنا شروع کیا جب انہوں نے اپنے مقصد کو پا لیا تو انہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔

چاہِ زمزم کے بارے میں جھگڑا

جب قریش کو معلوم ہوا کہ حضرت عبدالمطلب اپنے مدعا میں کامیاب ہو گئے ہیں تو وہ ان کے پاس گئے اور کہنے لگے:

"اے عبدالمطلب یہ کنواں ہمارے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہے اس میں ہمارا حق ہے آپ ہمیں بھی اس میں شریک کریں"۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

"میں تمہیں ہرگز شریک نہیں کروں گا اس کی کھدائی کے لئے صرف مجھے مخصوص کیا گیا ہے۔ یہ سعادت صرف مجھے بخشی (عطا) کی گئی ہے"۔

قریش نے حضرت عبدالمطلب سے کہا آپ انصاف فرمائیں۔ ہم یہ کام صرف آپ کو ہی نہیں کرنے دیں گے ہم آپ سے لڑائی کریں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا "تم میرے اور اپنے مابین تصفیہ کے لئے جس شخص کو چاہو حاکم بنا سکتے ہو۔" قریش نے کہا "بنو سعد ہذیم کی کاہنہ ہمارا فیصلہ کرے گی"۔ آپ نے رضامندی کا اظہار کیا۔ ملک شام کا پہاڑی علاقہ اس کاہنہ کا مسکن تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی سواری لی۔ دیگر سردارانِ قریش بھی اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو گئے۔ تمام ملک شام کی طرف عازم سفر ہوئے۔

چرواہے وہاں اپنے جانوروں کو نہ لے جاتے ہوں"۔

لَا تُذَمُّ کو اس معنی پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس مبارک چشمے کا پانی کبھی بھی ختم نہیں ہوگا۔ یہ ایک سچی خبر ہوگی۔ حافظ ابوبکر ابن عربی نے قاضی ابوالمطہر سعید بن عبداللہ سے، انہوں نے ابونعیم سے، انہوں نے ابوبکر احمد بن یوسف بن خلاد سے، انہوں نے حارث بن ابی سامہ سے، انہوں نے ابوالنضر سے، انہوں نے سلیمان سے انہوں نے حمید سے، انہوں نے یونس سے اور انہوں نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ہم ایک ایسے کنویں پر آئے جس میں پانی کم تھا فَاَتَیْنَا عَلٰی رَکِیٍّ ذِمَّةٍ یَعْنِی قَلِیْلَةَ الْمَاءِ..... اس واقعہ میں بھی ذِمَّةٍ کم مقدار پانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اس وقت ہر طرف چٹیل میدان ہی تھے۔ جب قریش مکہ حجاز اور شام کے مابین ایک چٹیل میدان میں پہنچے تو حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کا تمام پانی ختم ہو گیا۔ انہیں شدید پیاس لگی حتیٰ کہ انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے قریش کے دیگر قبائل سے پانی مانگا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا" ہم بے آب و گیاہ میدان میں ہیں اگر ہم نے اپنا پانی تمہیں دے دیا تو پھر ہمیں خود پیاسا مرنے کا خطرہ ہے" جب حضرت عبدالمطلب نے اپنی قوم کا رویہ دیکھا اور موت کا خطرہ ملاحظہ کیا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا" اب تمہارا کیا مشورہ ہے؟" ساتھیوں نے کہا" ہم آپ کی رائے پر ہی عمل کریں گے۔ آپ ہمیں حکم دیں ہم بجا لائیں گے"۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا" میرا مشورہ یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے لئے گڑھا کھود لے اب ہم قوی ہیں۔ جب ہم میں سے جو شخص مر جائے گا اس کے ساتھی اسے اس کے گڑھے میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال دیں گے حتیٰ کہ قبیلہ کا آخری فرد رہ جائے گا۔ ایک شخص کی میت کا اس طرح بے گور و کفن رہ جانا تمام قبیلے کی یوں رسوا کن موت سے بہتر ہے"۔ قریش نے حضرت عبدالمطلب سے کہا" آپ کا مشورہ کتنا عمدہ ہے"۔ ان میں سے ہر شخص نے اپنے لئے گڑھا کھودا پھر پیاسے بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے رفیقوں سے کہا" قسم بخدا! اپنے آپ کو یوں موت کے سامنے زمین میں پانی کو تلاش نہ کرنا انتہائی کمزوری ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں کسی جگہ سے پانی کی نعمت عطا فرما دے۔ اے قریش مکہ! عازم سفر ہو جاؤ"۔ تمام قریش نے خیمے اکھیڑ لئے ان کے ساتھ قریش کے وہ قبائل بھی تھے جنہوں نے انہیں پانی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ عبدالمطلب اور ان کے ساتھی کیا کرتے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب اپنی اونٹنی کی طرف گئے جب اسے اٹھایا تو اس کے پاؤں کے

مَفَازَة کا معنی اور اس کا مادۂ اشتقاق

حضرت عبدالمطلب کے واقعہ میں مَفَازَة (چٹیل میدان) کا تذکرہ ہوا ہے اس کے مادۂ اشتقاق میں تین قول ہیں: 1۔ اصمعی سے روایت ہے کہ چٹیل میدان کو "مَفَازَة" اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ سوار کو فوز و فلاح کی امید دلاتا ہے، 2۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ انہوں نے ابوالمکارم سے سوال کیا کہ جنگلات کو مَفَازَاة کیوں کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کیونکہ جب سوار ان کو طے کر لیتا ہے تو وہ (فَازَ) کامیاب ہو جاتا ہے، 3۔ بعض علمائے لغت کہتے ہیں کہ فَوْزٌ کا معنی ہلاکت بھی ہے۔ کہا جاتا ہے فَازَ الرَّجُلُ۔ آدمی ہلاک ہو گیا۔ فَوَّزَ، فَادَ اور فَطَسَ کا معنی ہلاک ہونا ہے۔

نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ ان کے ساتھیوں نے بھی اللہ اکبر کہا پھر حضرت عبدالمطلب اونٹنی سے نیچے اتر آئے۔ انہوں نے اس چشمے سے پیاس بجھائی ان کے ساتھیوں نے بھی پانی پیا۔ انہوں نے اپنے مشکیزے بھی بھر لئے پھر حضرت عبدالمطلب نے قبائل کو بلایا اور کہا یہ پانی لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانی عطا کیا خود پیو، جانوروں کو بھی پلاؤ۔ قبائل نے خود بھی پانی پیا اپنے جانوروں کو بھی سیر کیا پھر کہنے لگے" اے عبدالمطلب ہم کبھی بھی آبِ زمزم کے متعلق آپ سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ جس ذات مقدس نے آپ کو اس چٹیل میدان میں پانی پلایا ہے اسی ذات نے آپ کو آبِ زمزم بھی پلایا ہے۔ آپ اپنے چشمہ کی طرف لوٹ چلیں"۔ حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھی واپس آ گئے انہوں نے فیصلہ کے لئے کاہنہ کے پاس جانا گوارا نہ کیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ آبِ زمزم کی وہ روایت ہے جو مجھ تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہنچی۔ ایک شخص نے حضرت عبدالمطلب سے روایت کیا ہے کہ جب انہیں آبِ زمزم کے کنویں کو کھودنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اس وقت ہاتف سے یہ اشعار سنے

ثُمَّ ادْعُ بِالْمَاءِ الرَّوِيِّ غَيْرِ الْكَدِرْ يَسْقِي حَجِيْجَ اللّٰهِ فِي كُلِّ مَبَرِّ
لَيْسَ يُخَافُ مِنْهُ شَيْءٌ مَا عَمَرْ

" پھر شفاف پانی کے کثیر ہونے کی دعا کر وہ تمام مناسک میں اللہ کے حاجیوں کو سیراب کرتا رہے گا اور اس کی وجہ سے جب تک آبِ زمزم رہے گا تو اس سے کسی اذیت کا کوئی خوف نہیں"۔

جب حضرت عبدالمطلب نے یہ آواز سنی تو وہ قریش کی طرف گئے اور فرمایا" اے قریش! کیا تم جانتے ہو کہ مجھے تمہارے لئے چاہِ زمزم کو کھودنے کے لئے حکم دیا گیا ہے" قریش نے کہا" کیا

اَلرَّوِی کا معنی، جمع اور اسم الجمع

الرَّوِی غَيْرِ الْكَدِر۔ کہا جاتا ہے ماءٌ رِوًی۔ رِوی کو الف مقصورہ اور ممدودہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

حَجِيْج۔ حَاجٌّ کی جمع ہے عربی لغت میں فَعِیْل کے وزن پر بہت سی جمع آتی ہیں مثلاً عَبِیْد، بَقِیْر، مَعِیْز اور اَبِیْل وغیرہ۔ میں اسے اسم جمع گمان کرتا ہوں کیونکہ اگر یہ جمع ہوتی تو اس کے واحد کا وزن ایک ہوتا اور اس کی جمع بھی اسی وزن پر آتی لیکن ان تمام کا واحد جدا جدا وزن پر ہے۔ حَجِیْج کا واحد حاج، عَبِیْد کا واحد عَبْد، بَقِیْر کا واحد بَقَرَہ اور مَعِیْز کا واحد مَاعِز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کہا جائے

آپ کو وہ مقام بتایا گیا ہے جہاں وہ کنواں تھا؟'' آپ نے فرمایا نہیں۔ قریش نے کہا'' اپنے بستر پر دوبارہ لیٹ جاؤ۔ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہوا تو پھر'' یہ دوبارہ'' تجھے دکھایا جائیگا اور اگر شیطان کی جانب سے ہوا تو اس کو دوبارہ آنے کی جرأت نہ ہوگی''۔ حضرت عبدالمطلب اپنے بستر پر لیٹ گئے اور استراحت فرما ہوگئے۔ خواب میں آنے والا آیا اور یوں گویا ہوا:

'' آپ زمزم کو کھودیں، آپ کو کوئی ندامت نہیں اٹھانی پڑے گی یہ آپ کے جد امجد کی میراث ہے یہ نہ تو کبھی ختم ہوگا اور نہ ہی اس کی مذمت کی جائے گی۔ بڑے بڑے حاجی اس سے سیراب ہوں گے وہ حاجی عظیم شتر مرغ کی مانند ہوں گے جسے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ نذر ماننے والے یہاں اپنی نذریں پوری کریں گے۔ یہ آپ کے لئے میراث اور مضبوط تعلق ہوگا یہ ان اشیاء کی طرح نہیں جن سے آپ آشنا ہیں یہ لید اور خون کے مابین ہے''۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ حدیث اور اس حدیث میں منقول منظوم گفتگو ہمارے نزدیک اشعار نہیں ہیں بلکہ مسجع کلام ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب کو خواب میں یہ دکھایا گیا تو انہوں نے پوچھا چاہ زمزم کہاں ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ وہ چیونٹیوں کی بستی کے قریب ہے جہاں کوا زمین کو کرید رہا ہے۔

حضرت عبدالمطلب زمزم کی کھدائی کرتے ہیں

حضرت عبدالمطلب اپنے نورِ نظر حارث کے ساتھ صبح سویرے روانہ ہوئے اس وقت ان کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ انہوں نے دو بتوں اساف اور نائلہ کے مابین چیونٹیوں کی بستی کو بھی دیکھا اور یہ بھی ملاحظہ کیا کہ ایک کوا وہاں جگہ کرید رہا تھا۔ یہ وہ بت تھے جن کے پاس قریش اپنے جانور

کہ یہ اسم للجمع ہے لیکن اسے کثرت کے لئے وضع کیا گیا ہے اسی وجہ سے اس کی تصغیر اس کے لفظ پر نہیں ہوتی جس طرح کہ اسماء الجموع کی تصغیر ہوتی ہے۔ عَبِیْد کی تصغیر عُبَیِّد اور نَخِیْل کی تصغیر نُخَیِّل نہیں ہے بلکہ اسے اس کے واحد کی طرف لوٹا دیا جائے گا جس طرح تصغیر میں جمع کے ساتھ کیا جاتا ہے اور کہا جائے گا نُخَیْلَاتٌ اور عُبَیْدُوْنَ۔ اور اگر نَخِیْل اور عَبِیْد کہا جائے تو یہ وزن وہ ہوگا جو اس جنس کے ہر صغیر و کبیر کو شامل ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے:

زَرْعٌ وَنَخِيْلٌ۔ وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔

اور اگر عَبِیْد سے مخاطب بنایا جائے تو اس وقت العِبَاد کہا جاتا ہے اسی طرح اگر پھلدار کھجوروں کا

ذبح کیا کرتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کدال لے کر آئے تا کہ اپنے کام کو مکمل کریں۔ جب قریش نے ان کی یہ جدوجہد دیکھی تو انہوں نے کہا اے عبدالمطلب! ہم تمہیں اپنے ان دو بتوں کے درمیان جگہ کھودنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے لخت جگر حارث سے کہا:

''مجھے چھوڑ دو میں اس کنویں کو ضرور کھودوں گا۔ اللہ کی قسم میں اس حکم پر ضرور عمل پیرا ہوں گا جو مجھے دیا گیا ہے''۔

جب قریش نے حضرت عبدالمطلب کا عزم مصمم دیکھا تو انہوں نے آپ کو اپنے کام پر چھوڑ دیا اور روڑے اٹکانے سے رک گئے۔ ابھی انہوں نے تھوڑی سی کھدائی تھی کہ کنویں کا ایک کنارا ظاہر ہوا۔ اس وقت انہوں نے تکبیر کہی انہیں اپنے مقصود میں کامیابی نظر آئی جب انہوں نے مزید کھدائی کی تو انہوں نے سونے کے دو ہرن پائے۔ یہ وہی دو ہرن تھے جنہیں بنو جرہم جلاوطنی کے وقت یہاں چھوڑ گئے تھے انہوں نے وہاں درخشاں تلواریں اور زرہیں بھی پائیں۔ یہ عجیب سامان دیکھ کر قریش نے حضرت عبدالمطلب سے کہا'' اے عبدالمطلب! اس مال میں ہمارا بھی حق ہے''۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا نہیں تمہارا کوئی حق نہیں۔ آؤ ہم اس چیز کی طرف چلتے ہیں جو میرے اور تمہارے مابین فیصلہ کر دے گی ہم قرعہ اندازی کریں گے''۔ قریش نے پوچھا ''آپ کیسے قرعہ اندازی کریں گے؟'' انہوں نے فرمایا'' میں دو تیر خانہ کعبہ کے لئے مقرر کروں گا۔ دو تیر میرے لئے ہوں گے اور دو تیر ہی تمہارے لئے ہوں گے پھر جس کے دو تیر جس چیز

ذکر کیا جائے تو نَخِیل کی بجائے نَخل کہا جاتا ہے مثلاً النَخلُ بَاسِقَاتٌ۔ اَعْجَازُ نَخلٍ مُنْقَعِر۔

مَبَرٌ کا معنی

یہ البِر سے مفعل کے وزن پر ہے اس سے مراد مناسک حج اور اطاعت کے مقامات ہیں۔

مَا غَمَرٌ کا معنی

جب تک یہ پانی جاری رہے گا اس سے نہ تو کسی کو کوئی اذیت ہوگی اور نہ ہی اس سے کوئی ڈر ہوگا اس کو کثرت سے پینا کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں دے گا یہ ہر حال میں سراپا برکت ہوگا۔ اس قول کے مطابق تَنْزَفُ کا معنی نہ ختم ہونے والا اور لَا تُذَمُّ کا معنی یہ ہوگا کہ اس پانی کو کثرت سے پی لینا کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔

کے لئے نکلے وہ اسی کی ہوگی اور جس کے تیر نہ نکلے اس کے لئے کوئی چیز نہ ہوگی"۔ قریش نے کہا "آپ نے بڑے انصاف کی بات کہی ہے" دو زرد تیر کعبہ کے لئے مقرر کئے گئے۔ دو سیاہ تیر حضرت عبدالمطلب کے لئے رکھے گئے اور قریش کے لئے دو سفید تیر رکھے گئے پھر یہ تیر اس شخص کو دیئے گئے جو ہبل کے پاس قرعہ اندازی کیا کرتا تھا۔ ہبل وہ بت تھا جو کعبہ کے وسط میں نصب تھا۔ یہ مشرکین کا سب سے بڑا بت تھا۔ ابوسفیان نے احد کے دن اسی کا نام لے کر پکارا تھا اُعْلِ هُبَل۔ اے ہبل اپنے دین کو غالب کر۔ حضرت عبدالمطلب دعا مانگنے لگے۔ قرعہ اندازی کرنے والے نے قرعہ ڈالا۔ دو زرد تیر سونے کے ہرنوں پر نکلے وہ ہرن خانہ کعبہ کے لئے وقف کر دیئے گئے۔ دو کالے تیر تلواروں اور زرہوں کے لئے نکلے انہیں حضرت عبدالمطلب کے سپرد کر دیا گیا اور قریش کے لئے کوئی تیر نہ نکلا۔ حضرت عبدالمطلب نے تلواروں سے بیت اللہ کا دروازہ بنایا اور دروازے پر سونے کے دونوں ہرنوں کو نصب کیا گیا یہ پہلا سونا تھا جو خانہ کعبہ کے لئے وقف کیا گیا پھر حضرت عبدالمطلب حاجیوں کو آبِ زمزم پلانے کی سعادت حاصل کرنے لگے۔

سونے کے ہرن

سونے کے یہ دونوں ہرن خانہ کعبہ کے لئے مختص کئے گئے۔ یہ پہلا سونا تھا جو بیت اللہ کے لئے وقف کیا گیا۔ ہم نے ان ہرنوں کا کچھ تذکرہ پہلے بھی کیا ہے ہم نے وہاں یہ بھی لکھا تھا کہ یہ ہرن کس نے تحفہ دیئے تھے اور کس نے انہیں دفن کیا تھا۔ یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ تبع نے سب سے پہلے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا اور سب سے پہلے اسی نے ہی بیت اللہ کے لئے دروازہ بنوایا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے بیت اللہ کے لئے ان تلواروں سے لوہے کا ایک دروازہ بنوایا۔ انہوں نے آبِ زمزم کے لئے ایک حوض بنایا جہاں سے لوگ پانی پیتے تھے لیکن کسی بدبخت نے آپ سے حسد کرتے ہوئے حوض کو ختم کر دیا۔ جب آپ انتہائی مغموم ہوئے تو آپ کو خواب میں کہا گیا:

"میں اس پانی کو غسل کرنے والے کے لئے حلال نہیں کرتا۔ یہ پینے والے کے لئے حلال اور سراپا شفا ہے اور یہ پانی ان کے لئے کافی ہے"۔

صبح ہوئی تو انہوں نے یہی فقرات بلند آواز سے کہے اس کے بعد جو شخص بھی برے ارادہ سے پانی کے قریب جاتا تو اس کے جسم کو کوئی مرض لاحق ہو جاتا۔ آہستہ آہستہ وہ لوگ اپنی اس بری عادت سے نجات پا گئے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔

قبائل قریش کے کنویں

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زمزم کی کھدائی سے پہلے قریش نے مکہ معظمہ میں کئی کنویں کھود رکھے تھے۔ زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ عبد شمس بن عبد مناف نے اپنے لئے ایک کنواں کھود رکھا تھا یہ مکہ کے بلند مقام پر بیضاء (محمد بن یوسف) کے گھر کے پاس تھا۔ ہاشم بن عبد مناف نے بذر کھود رکھا تھا۔ یہ کنواں اَلْمُسْتَنْذَرُ کے قریب تھا۔ یہ کنواں شعب ابی طالب کے پاس کوہِ الخندمۃ پر تھا۔ بیان کیا جاتا ہے جب ہاشم نے یہ کنواں کھودا تو انہوں نے کہا "میں ایسا کنواں کھودوں گا جس کا پانی لوگوں تک بآسانی پہنچ سکے"۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ایک شاعر کا شعر ہے

سَقَى اللهُ اَمْوَاهًا عَرَفْتُ مَكَانَهَا جُرَابًا وَمَلْكُوْمًا وَبَذَّرَ وَالْغَمْرَا

"اللہ تعالیٰ ایسے پانی پلائے جن کے مقامات سے میں آشنا ہوں یعنی وہ جراب، ملکوم، بذر اور غمر ہیں"۔

قبائل قریش کے کنویں

بیان کیا جاتا ہے کہ قصی حاجیوں کو اُدم کے حوضوں سے پانی پلایا کرتے تھے۔ ان حوضوں میں ان کنوؤں سے پانی آتا تھا جو مکہ معظمہ سے باہر تھے۔ مَیْمُون الْحَضْرَمِیُّ کا کنواں حاجیوں کے لئے خشک انگور لے کر آتا تھا پھر قصی نے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر اَلْعَجُول نامی کنواں کھودا۔ یہ پہلا کنواں تھا جو مکہ معظمہ میں کھودا گیا۔ اہل عرب جب اس کنویں سے سیراب ہوتے تو یہ رجز پڑھا کرتے تھے

نُرْوِیْ عَلَى الْعَجُوْلِ ثُمَّ نَنْطَلِقْ اِنَّ قُصَيًّا قَدْ وَفٰى وَقَدْ صَدَقْ

"ہم عجول نامی کنویں سے سیراب ہوتے ہیں پھر ہم عازم سفر ہو جاتے ہیں بلاشبہ قصی ایک باوفا اور سچے انسان تھے"۔

قصی کی زندگی میں یہ کنواں برقرار رہا پھر ان کی وفات کے بعد بھی لوگ اس سے سیراب ہوتے رہے جب عبد مناف بن قصی بوڑھے ہو گئے تو بنو جعیل کا ایک شخص اس کنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اس کنویں کو بھر دیا۔ ہر قبیلے نے اپنے لئے ایک کنواں کھود رکھا تھا۔ قصی نے سجلہ نامی کنواں کھودا۔ کھدائی کے وقت یہ شعر پڑھا تھا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر سَجْلہ کی کھدائی ہوئی یہ مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کا کنواں تھا وہ آج تک اسی کنویں سے پانی پیتے ہیں۔ بنو نوفل کہتے ہیں کہ مطعم نے یہ کنواں اسد بن ہاشم سے خرید لیا تھا لیکن بنو ہاشم کا گمان یہ ہے کہ جب زمزم کا ظہور ہوا تو اسد بن ہاشم نے یہ کنواں مُطْعِم کو ہبہ کر دیا تھا۔ چشمہ زمزم کی وجہ سے وہ لوگ دیگر کنوؤں سے مستغنی ہو گئے تھے۔

امیہ بن عبد شمس نے اپنے لئے ایک کنواں کھودا۔ بنو اسد بن عبد العزیٰ نے بھی اپنے لئے ایک کنواں کھودا۔ بنو عبد الدار نے اُمُّ اَحْرَاد کھودا۔ بنو جمح نے السُّنْبُلَہ کھودا۔ یہ حلف بن وہب کا کنواں تھا بنو سہم کے کنویں کا نام الغَمْر تھا۔

اَنَا قُصَیّ وَحَفَرْتُ سَجْلَہ تُرْوِی الحَجِیْجَ زُغْلَۃً فَزُغْلَۃ

”میں قصی ہوں میں نے سجلہ کو کھودا ہے یہ لوگوں کو گھونٹ گھونٹ پانی پلاتا ہے“۔

جراب۔ ممکن ہے کہ یہ جریب کے معنی میں ہو جس طرح کُبَّار، کَبِیْر کے معنی میں ہے جَرِیْب وادی کو بھی کہتے ہیں۔ ایک بہت بڑے پیمانے کو بھی جَرِیْب کہا جاتا ہے۔ زراعت کو بھی جَرِیْب کہا جاتا ہے۔

مَلْکُوم۔ میرے نزدیک یہ لفظ مقلوب ہے اصل میں مَمْکُوْل تھا یہ مَکَلْتُ البِئْرَ سے مشتق ہے۔ تو نے کنویں کا سارا پانی نکال لیا۔ کنویں کے پانی کو المَکْلَۃ کہا جاتا ہے۔ بِئْرٌ عَمِیْقَہ وَ مَعِیْقَہ۔ ممکن ہے کہ یہ لفظ بھی اسی طرح مقلوب ہو مَمْکُوْل اور مَلْکُوم ایک ہی ہوں۔ ملکوم کا معنی مظلوم ہے۔

بَذَّر۔ یہ تَبْذِیْر سے ہے اس کا معنی تفریق ہے اس کنویں کو بَذَّر کہنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ اس میں پانی مختلف مقامات سے آتا تھا۔ اَسماء میں یہ بِناء بہت کم ہے مثلاً شَلَّم، خَضَّم اور بَذَّر وغیرہ۔ یہ اسمائے اعلام ہیں شَلَّم بیت المقدس کا نام ہے۔ غیر اعلام میں صرف البَقَّم ہے ممکن ہے یہ لفظ عجمی ہو بعض میں اسے عربی بنایا گیا ہو۔

اُمّ اَحْرَاد۔ بنو عبد الدار کے کنویں کا نام اُمُّ اَحْرَاد تھا۔ اَحْرَاد حِرْد کی جمع ہے۔ کوہان کے ٹکڑے کو حِرْد کہا جاتا ہے۔ اس پانی کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا تھا کیونکہ وہ اونٹوں کی چربی کو زیادہ کرتا تھا یا انہیں خوب موٹا تازہ کرتا تھا۔ اس کنویں کو الحُرْد بھی کہا جاتا تھا۔ حُرْد قطا نامی پرندے کو کہا جاتا ہے جو پانی کی تلاش میں کنوؤں پر آ جاتا ہے پھر اس کنویں کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا تھا کیونکہ وہاں قطا اور دیگر پرندے پانی پینے کے لئے آتے تھے۔ جب بنو عبد الدار نے

قدیم کنویں

مکہ معظمہ سے باہر بعض کنویں بڑے قدیم تھے مرۃ بن کعب، کلاب بن مرۃ اور قریش کے سرداران کا پانی پیتے تھے۔ مرۃ بن کعب بن لوی کے کنویں کا نام "رُم" تھا۔ "خُم" بنو کلاب کے کنویں کا نام تھا۔ خذیفہ بن غانم بنو عدی بن کعب بن لوی کا بھائی کہتا ہے (ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ ابو ابی جہم بن حذیفہ تھا۔)

وَقِدْمًا غَنِيْنَا قَبْلَ ذَالِكَ حِقْبَةً ۔ وَلَا نَسْتَقِي اِلَّا بِخُمٍّ اَوِ الْحَفْرِ

"کئی سال گزر گئے ہیں کہ ہم ایسے کنوؤں سے مستغنی ہیں ہم صرف خم یا حفر سے پانی پیتے ہیں"۔

ام احراد کو کھودا تو امیہ بنت عمیلہ بن السباق بن عبد الدار، عوام بن خویلد کی بیوی نے کہا

نَحْنُ حَفَرْنَا الْبَحْرَ اُمَّ اَحْرَادِ ۔ لَيْسَتْ كَبَذَّرَ الْبَرُوْرِ الْجَمَادِ

"ہم نے ام احراد کا کنواں کھودا وہ بذر کی طرح خشک اور بے آب ہونے والا نہیں۔"

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا یوں جواب دیا۔

نَحْنُ حَفَرْنَا بَذَّر ۔ نَسْقِي الْحَجِيْجَ الْاَكْبَر
مِنْ مُقْبِلٍ وَمُدْبِرٍ ۔ وَاُمُّ اَحْرَادٍ شَر

"ہم نے بذر کو کھودا۔ ہم آنے جانے والے بڑے بڑے حاجیوں کو اس سے سیراب کرتے ہیں۔ ام احراد کنواں تو مجسمہ شر ہے۔"

خُم۔ مرہ کے کنویں کا نام خُم تھا۔ یہ خُمَتِ الْبَيْتَ سے مشتق ہے اس کا معنی جھاڑو دینا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں مَخْمُوْمُ الْقَلْب (پاک دل) ہے اس کنویں کے پانی کی صفائی کی وجہ سے اس کو خم کہا جاتا تھا۔

غَدِیرِ خُم۔ یہ کنواں جُحْفَہ کے پاس ہے۔ اس کے پاس ایک جھاڑی ہے جسے خُم کہا جاتا ہے۔ اسی سے کنویں کا نام بھی غَدِیرِ خُم پڑ گیا۔

رُم۔ یہ بنو کلاب بن مرۃ کے کنویں کا نام تھا یہ رَمَمْتُ الشَّيْءَ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی کسی چیز کو جمع کرنا اور اس کی اصلاح کرنا ہے حدیث مبارک ہے كُنَّا اَهْلَ ثَمَّةٍ وَرَمَّةٍ۔ ہم ہی اصلاح اور مرمت کے اہل تھے۔ سیبویہ کہتے ہیں کہ اسی سے الرُّمَّان بھی ہے ان کے نزدیک یہ فُعْلَان کے وزن پر ہے جبکہ

آبِ زمزم کی دیگر پانیوں پر فضیلت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آبِ زمزم تمام پانیوں سے افضل ہو گیا۔ حاجی بھی اسے نوش کرنے لگے، مسجد حرام میں ہونے کی وجہ سے لوگوں کی خصوصی توجہ کا مرکز بن گیا۔ یہ پانی تمام پانیوں سے اس لئے بھی افضل ہے کیونکہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام کے چشمہ سے تعلق رکھتا ہے۔

بنو عبد مناف کے لئے قابل فخر

بنو عبد مناف آبِ زمزم کی وجہ سے تمام قریش پر فخر کیا کرتے تھے بلکہ سارے عرب پر انہیں امتیاز حاصل تھا۔ مسافر بن ابی عمرو بن امیہ کا تعلق عبد مناف سے تھا وہ اپنے سقایہ اور رفادہ پر فخر

اخفش کہتے ہیں کہ یہ فعال کے وزن پر ہے وہ اس میں نون اصلی رکھتے ہیں۔

عبد شمس بن قصی کہتا ہے

حَفَرْتُ رُمًّا وَحَفَرْتُ خُمًّا حَتّٰى تَرَى الْمَجْدَ بِهَا قَدْ تَمَّا

''میں نے رُم کو کھودا۔ میں نے خُم کی کھدائی کی حتیٰ کہ تو دیکھتا ہے کہ اس سے ہماری بزرگی تکمیل پذیر ہو گئی۔''

شُفَيَّه۔ یہ بنو اسد کا کنواں تھا۔ حویرث بن اسد اس کی تعریف میں یوں مدح سرا ہے

مَاءُ شَفِيَّةَ كَمَاءِ الْمُزْنِ وَلَيْسَ مَاءُهَا بِطَرْقٍ اَجْنِ

''شُفَيَّه کا پانی بارش کے پانی کی طرح ہے اس کا پانی متغیر ہونے والا نہیں ہے۔''

سُنْبُلَه۔ یہ بنو جمح کا کنواں تھا۔ بنو خلف بن وہب بھی اسی سے سیراب ہوتے تھے ان کا شاعر اس کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہے۔

نَحْنُ حَفَرْنَا لِلْحَجِيجِ سُنْبُلَه صَوبَ سَحَابٍ ذُوالْجَلَالِ اَنْزَلَه

ثُمَّ تَرَكْنَاهَا بِرَاْسِ الْقُنْبُلَه تَصُبُّ مَاءً مِثْلَ مَاءِ الْمَعْبَلَةِ

نَحْنُ سَقَيْنَا النَّاسَ قَبْلَ الْمَسْاَلَةِ

''ہم نے حاجیوں کے لئے سنبلہ کھودا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ابر کرم کی طرح نازل کیا ہم نے اس کو قُنْبُلَه کی چوٹی پر چھوڑ دیا وہ مَعْبَلَه کے پانی کی طرح پانی گراتا ہے۔ ہم لوگوں کو ان کے سوال سے پہلے ہی پانی پلا دیتے ہیں۔''

الغَمْر۔ یہ بنو سہم کا کنواں تھا۔ اس کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے

کرتے ہوئے کہتا ہے ۔

وَرِثْنَا الْمَجْدَ مِنْ آبَا ئِنَا فَنَمٰی بِنَا صُعُدًا
اَلَمْ نَسْقِ الْحَجِيْجَ وَنَنْحَرُ الدِّلَّافَةَ الرُّفُدَا
وَنُلْفٰی عِنْدَ تَصْرِيْفِ الْمَنَايَا شُدَّدًا رُفُدًا
فَاِنْ نَهْلِكْ فَلَمْ نُمْلَكْ وَمَنْ ذَا خَالِدٌ اَبَدًا
وَزَمْزَمُ فِي اَرُوْمَتِنَا وَنَفْقَا عَيْنَ مَنْ حَسَدَا

"ہم فضیلت وکرامت کے وارث اپنے آباء سے ہوئے ہیں۔ یہ بزرگی ہمارے پاس آ کر اور بھی بلند ہوگئی۔ کیا ہم حاجیوں کو پانی نہیں پلایا کرتے تھے۔ کیا ہم موٹی اور دودھ دینے والی

نَحْنُ حَفَرْنَا الْغَمْرَ لِلْحَجِيْجِ تَثُجُّ مَاءً اَيُّمَا الثَّجِيْجِ

"ہم نے حاجیوں کے لئے غمر کھودا۔ وہ سیلاب کی طرح پانی بہاتا تھا۔"

مسافر بن ابی عمرو کے اشعار: ۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے مسافر بن ابی عمرو بن امیہ کے اشعار ذکر کیے ہیں۔ ابوعمرو کا نام ذکوان تھا۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے متعلق کہتے ہیں ۔

لَيْتَ شِعْرِي مُسَافِرَ ابْنَ اَبِي عَمْرٍو وَلَيْتَ يَقُوْلُهَا الْمَحْزُوْنُ

"کاش میرے اشعار مسافر بن ابن ابی عمرو کے اشعار ہوتے کاش انہیں کہنے والا کوئی غمزدہ ہوتا"۔

بُوْرِكَ الْمَيِّتُ الْغَرِيْبُ كَمَا بُوْ رِكَ نَضْحُ الرُّمَّانِ وَالزَّيْتُوْنِ

"اس اجنبی میت میں اس طرح برکت رکھ دی گئی ہے جس طرح انار اور زیتون کے جوس میں برکت ہے"۔

ان اشعار میں وہ کسی شخص کا مرثیہ کہتے ہیں۔

وَنَنْحَرُ الدِّلَّافَةَ الرُّفُدَا۔ الرُّفُدَا یہ رَفُود کی جمع ہے اور رَفَدَ سے مشتق ہے۔ رَفَدَا اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دوہتے وقت دودھ کے دو برتن لبریز کرتی ہے۔

وَنُلْفٰی عِنْدَ تَصْرِيْفِ الْمَنَايَا شُدَّدًا رُفُدًا۔ رُفُدٌ بھی رَفُود کی جمع ہے اور رِفْد سے مشتق ہے۔ اس کا معنی مددگار بھی ہے۔ رَفَدٌ کا معنی بہت بڑا برتن ہے۔ شاعر کہتا ہے ۔

رُبَّ رَفْدٍ هَرَقْتُهُ ذَالِكَ الْيَوْمَ

"اس دن میں نے کتنے ہی برتن انڈیلے تھے"۔

اونٹنیاں ان کے لئے ذبح نہیں کرتے رہے۔ موتوں کے گھومنے کے وقت ہم بہت شدید اور جود وسخا والے پائے جائیں گے۔ اگر ہم ہلاک بھی ہو جائیں پھر بھی پرواہ نہیں کیونکہ ہم اپنی جانوں کے مالک نہیں ہیں اور ہمیشہ رہنے والا کون ہے؟ زمزم کی فضیلت ہمارے بزرگوں میں رہی اور حسد کرنے والے کی آنکھ ہم پھوڑ ڈالتے ہیں"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں خذیفہ بن غانم بنوعدی بن کعب بن لوی کا بھائی کہتا ہے۔

وَسَاقِي الْحَجِيْجِ ثُمَّ لِلْخُبْزِ هَاشِمٌ وَعَبْدُ مُنَافٍ ذَالِكَ السَّيِّدُ الْفِهْرِي

"ہاشم حاجیوں کو پانی پلانے والے پھر روٹیوں کی ثرید بنانے والے ہیں جبکہ عبد مناف بنوفہر کے سردار ہیں"۔

طَوٰى زَمْزَمًا عِنْدَ الْمُقَامِ، فَاَصْبَحَتْ سِقَايَتُهٗ فَخْرًا عَلٰى كُلِّ ذِىْ فَخْرٍ

اس نے مقام ابراہیم کے پاس آبِ زمزم کا کنواں بنایا اور اس کا پانی پلانا ہر صاحب فخر کے لئے فخر بن گیا۔

ان اشعار میں عبدالمطلب بن ہاشم کا تذکرہ ہے۔

حضرت عبدالمطلب کی نذر

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت عبدالمطلب کو زمزم کی کھدائی کے وقت

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی والدہ محترمہ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا تذکرہ کیا ہے ان کا اسم گرامی فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران تھا۔ عبد کی بیٹی کا نام صخرہ تھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق وہ عمرو بن عائذ کی بیوی تھی کیونکہ وہ ان کی پھوپھی تھیں چچازاد بہن نہ تھیں۔ سیرت میں یہ نسب کئی بار گزر چکا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ہر موقع پر عائذ بن عبد بن عمران کہتے ہیں۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ صخرہ بنت عبد فاطمہ کی ماں تھیں اس کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قصی تھا۔ تخمر کی ماں کا نام سلمیٰ بنت عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر تھا۔ (الزبیر)

حضرت عبدالمطلب کی نذر

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام

شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں دس بیٹے پیدا ہوئے اور تمام جوان ہو گئے تو وہ ان میں سے ایک کو کعبہ مشرفہ کے پاس ذبح کریں گے۔ جب ان کے فرزندوں کی تعداد دس ہو گئی اور جب انہیں معلوم ہو گیا کہ اب ان کے یہ فرزند مخاصمت کو روکیں گے تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو اپنی اس نذر کے متعلق بتایا اور انہیں نذر پوری کرنے کے لئے کہا۔ آپ کے تمام بیٹے اطاعت شعار تھے انہوں نے عرض کی ''اے والد محترم! آپ جسے چاہیں اسے راہ خدا میں ذبح کر دیں''۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ''تم میں سے ہر شخص ایک تیر لے اور اس پر اپنا نام لکھ کر میرے پاس لے آئے'' تمام بیٹوں نے ایک ایک تیر پر اپنا اپنا نام لکھا اور انہیں اپنے والد گرامی قدر کے پاس لے آئے۔ حضرت عبدالمطلب انہیں لے کر وسط کعبہ میں ''ھبل'' کے پاس تشریف لے گئے۔ ہبل وہ بت تھا جو کعبہ کے وسط میں اس کنویں کے اوپر نصب تھا جس میں لوگ تحائف پھینکتے تھے۔

بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ لیکن یہ روایت غیر معروف ہے شاید روایت میں یوں ہے کہ وہ اپنی والدہ کی طرف بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھوٹے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ''وہ فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ کا میلاد یاد ہے۔ اس وقت میری عمر تقریباً تین برس تھی۔ حضور ﷺ کو میرے پاس لایا گیا۔ میں نے آپ ﷺ زیارت کی۔ عورتوں نے مجھ سے کہا اپنے بھائی کا بوسہ لو، اسے چوم لو، میں نے بوسہ لینے کی سعادت حاصل کی''۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے چھوٹے ہوں؟ اوپر مذکورہ روایت کو امام بکائی نے ذکر کیا ہے اور ان کی اس روایت کی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ جب حضرت عبدالمطلب نے انہیں ذبح کرنے کا ارادہ کیا اس وقت آپ اپنے بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت بعد میں ہوئی۔

عَرَّافۃ کا نام

بیان کیا جاتا ہے کہ اس کاہنہ کا نام عرافۃ تھا۔ عبدالغنی نے کتاب الغَوَامِض والمُبْهَمَات میں یہی نام لکھا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یونس کی روایت سے تذکرہ کیا ہے کہ اس کاہنہ کا نام قَطْبَہ؟ صَجَاح تھا۔

ہبل کے پاس فال گیری کے تیر

ہبل کے پاس سات تیر رکھے گئے تھے۔ ہر تیر پر کچھ نہ کچھ مکتوب تھا۔ ایک تیر پر العَقْل (خون بہا) لکھا ہوا تھا جب خون بہا کی ادائیگی میں ان کا اختلاف ہو جاتا تو وہ ساتوں تیروں سے فال پکڑتے۔ جس کے نام پر یہ تیر نکل آتا اسے خون بہا ادا کرنا پڑتا۔ ایک تیر پر نَعم "ہاں" لکھا تھا اگر وہ کسی کام کا ارادہ کرتے تو ان تیروں سے قرعہ ڈالتے اگر نَعَم "ہاں" کا تیر نکل آتا تو وہ اس کام پر عمل پیرا ہو جاتے۔ ایک تیر پر "لَا" مرقوم تھا۔ جب وہ کسی کام کو بجالانے کا ارادہ کرتے تو فال گیری کرتے اگر وہ تیر نکل آتا جس پر لا نہیں مکتوب تھا تو وہ اس کام سے رک جاتے۔ ایک تیر پر مِنکُم، ایک پر مُلصَق، ایک پر "مِنْ غَیرِ کُمْ" اور ایک پر "المِیَاہ" لکھا تھا۔ جب اہل عرب کنواں کھودنا چاہتے تو وہ فال پکڑتے اگر وہ تیر نکل آتا جس پر المیاہ (پانی) مکتوب ہوتا تو وہ اپنے کنویں کی کھدائی شروع کرتے ورنہ اپنے ارادے کو ترک کر دیتے۔ جب وہ کسی بچے کے ختنے کا ارادہ کرتے، یا کسی میت کو دفناتے یا کسی کے نسب میں مشکوک ہو جاتے تو اسے ہبل کے پاس لے جاتے۔ ان کے ساتھ سو درہم اور قربانی کا ایک جانور بھی ہوتا۔ وہ یہ تمام اشیاء اس شخص کے سپرد کر دیتے جو فال گیری کیا کرتا تھا پھر جس شخص کے لئے فال پکڑنا ہوتی وہ اسے ہبل کے قریب لے جاتے اور کہتے "اے ہمارے معبود! یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اس کے یہاں آنے کا یہ مقصد ہے اس میں حق کا اظہار کر دے" پھر وہ تیر نکالنے والے سے کہتے "تیر نکالو"۔ اگر وہ تیر نکلتا جس پر "مِنکُم" (تم میں سے ہے) لکھا ہوتا تو وہ ان میں معزز و محترم سمجھا جاتا۔ اگر اس تیر پر مِنْ غَیرِ کُمْ لکھا ہوتا تو اسے دشمن سمجھا جاتا۔ اگر تیر پر "مُلْصَق" (ملا ہوا) ہوتا تو پھر وہ اپنے ہی مقام پر رہتا نہ تو وہ کسی نسب میں شمولیت اختیار کر سکتا تھا اور نہ ہی وہ کسی کا حلیف بن سکتا تھا۔

دیت

منقول ہے کہ اس حکایت عجیبہ سے پہلے ایک شخص کی دیت دس اونٹ تھی سب سے پہلے جس شخص کی دیت سو اونٹ ادا کی گئی وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ علامہ اصبہانی نے ابوالیقظان سے روایت کیا ہے کہ ابوسیارہ وہ پہلا شخص ہے جس کی دیت ایک سو اونٹ مقرر کی گئی۔ نزید بن بکر بن ہوازن نے سب سے پہلے اونٹوں سے دیت ادا کی۔ اس کے بھائی معاویہ نے بنو عامر بن صعصعہ کا دادا قتل کر دیا جس کے بدلے فرید بن بکر کو دیت ادا کرنا پڑی۔

دیگر امور کی انجام دہی کے لئے اگر تیر پر نَعَم (ہاں) لکھا ہوتا تو وہ اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنا لیتے اگر تیر پر 'لا' لکھا ہوتا تو وہ اپنے ارادہ سے باز آ جاتے۔ ایک سال تک اس کام کو مؤخر کر دیتے اگلے سال اس کام کو کرتے۔ اسی طرح وہ ان تیروں پر عمل کرتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے تیر نکالنے والے سے کہا میرے بچوں سے تیر لے کر ان سے فال نکالو۔ انہوں نے تیر نکالنے والے کو اپنی نذر کے متعلق بھی بتا دیا۔ اپنے ہر بیٹے کو وہ تیر دے دیا جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت عبداللہ، حضرت زبیر اور ابوطالب فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر کے شکم سے تھے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے عائذ بن عمران بن مخزوم لکھا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام قرعہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ حضرت عبدالمطلب کو تمام اولاد سے محبوب اور پیارے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کو یقین تھا کہ اگر قرعہ ان کے نام نکل آیا تو وہ ذبح ہونے سے بچ جائیں گے کیونکہ وہ نبی محترم ﷺ کے والد محترم تھے جب قرعہ نکالنے والے نے تیر پکڑے تو حضرت عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ جب قرعہ نکالنے والے نے قرعہ نکالا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام تیر نکل آیا۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کا بازو پکڑا چھری ہاتھ میں لی اور انہیں ذبح کرنے کے لئے اساف اور نائلہ کے درمیان لے گئے۔ یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر قریش اپنی اپنی مجلسوں سے اٹھ کر حضرت عبدالمطلب کے پاس گئے اور پوچھنے لگے "اے عبدالمطلب! کیا کرنے لگے ہو؟" انہوں نے جواب دیا "میں عبداللہ کو ذبح کرنے لگا ہوں"۔ قریش نے ان سے کہا "قسم بخدا! انہیں ذبح نہ کرو حتیٰ کہ آپ کے لئے کوئی اور چارۂ کار نہ رہے اگر آج آپ نے انہیں ذبح کر دیا تو پھر لوگ بھی اپنے بیٹوں کو ذبح کرنے کے لئے یہاں لاتے رہیں گے اور نسل انسانی کی بقاء کو خطرہ لاحق ہو جائے گا"۔

مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ نے کہا "اے عبدالمطلب! آپ عبداللہ کو ہرگز ذبح نہ کریں تاوقتیکہ آپ کے لئے کوئی اور چارۂ کار نہ رہے اگر ان کا فدیہ ہمارے تمام اموال بھی ہیں ہم وہ بھی پیش کرنے کے لئے تیار ہیں"۔ دیگر سرداران قریش نے کہا "آپ انہیں ذبح نہ

کریں۔ آپ انہیں حجاز میں لے جائیں وہاں عرافہ نامی کاہنہ ہے ایک جن اس کے تابع ہے آپ اس سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھ لیں اگر وہ آپ کو عبداللہ ذبح کرنے کے لئے کہے تو انہیں ذبح کر دینا اور اگر کوئی اور درمیانی راہ نکل آئے تو اس پر عمل پیرا ہو جانا"۔

عَرّافَة الحجاز

حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھی عرافۃ کی جستجو میں مدینہ طیبہ پہنچے۔ انہوں نے عَرّافہ کو خیبر میں پا لیا۔ حضرت عبدالمطلب نے اسے اپنے اور اپنے نورِ نظر کے متعلق بتایا۔ اسے اپنی نذر سے بھی آگاہ کیا۔ عَرّافہ نے کہا تم لوگ آج چلے جاؤ۔ جب میرا تابع جن میرے پاس آئے گا تو میں تمہارے متعلق اس سے پوچھوں گی۔ اس وقت عبدالمطلب اور ان کے ساتھی واپس آ گئے۔ جب کاہنہ کے گھر سے باہر آئے تو حضرت عبدالمطلب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا رکھے تھے۔ وہ صبح پھر کاہنہ کے پاس آئے۔ اس نے کہا "میرے پاس تمہارے متعلق خبر پہنچ چکی ہے۔ تمہارے ہاں ایک شخص کی دیت کیا ہے؟" حضرت عبدالمطلب اور سرداران قریش نے جواب دیا "ہمارے ہاں ایک شخص کی دیت دس اونٹ ہے"۔ کاہنہ نے کہا "اپنے وطن لوٹ جاؤ، اپنے لختِ جگر عبداللہ اور دس اونٹوں کو ایک جگہ جمع کر لینا پھر قرعہ اندازی کر لینا۔ اگر قرعہ تمہارے نورِ نظر کے نام ہی نکلے تو پھر اونٹوں کی تعداد میں اضافہ کرتے جانا حتیٰ کہ تمہارا رب راضی ہو جائے۔ جب قرعہ تمہارے اونٹوں کے نام نکل آئے تو پھر اپنے فرزند ارجمند کی جانب سے ان اونٹوں کو ذبح کر دینا۔ تمہارا رب بھی راضی ہو جائے گا اور تمہارا بیٹا بھی بچ جائے گا"۔

حضرت عبدالمطلب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ معظمہ واپس آ گئے۔ جب تمام قریش نے کاہنہ کی بات پر اجماع کیا تو حضرت عبدالمطلب نے دوبارہ اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند کر دیئے۔ پہلے حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں کو قرعہ کے لئے لایا گیا۔ حضرت عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے ہو کر رب تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔ جب قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نکلا۔ انہوں نے اونٹوں کی تعداد دس زیادہ کر دی اب اونٹ بیس ہو گئے۔ حضرت عبدالمطلب بارگاہ ربوبیت میں دعا گو ہو گئے۔ قرعہ ڈالا گیا قرعہ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی نکلا۔ اونٹ کی تعداد بڑھا کر تیس کر دی گئی۔ حضرت عبدالمطلب پھر دعا میں مشغول ہو گئے۔ قرعہ ڈالا گیا قرعہ پھر حضرت عبداللہ کے نام ہی نکلا۔ دس اونٹ اور بڑھا دیئے گئے اب اونٹوں کی تعداد چالیس ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلب پھر مصروف دعا ہو گئے۔ قرعہ

ڈالا گیا قرعہ پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی نکلا۔ اونٹوں کی تعداد دس اور بڑھا کر پچاس کر دی گئی۔ حضرت عبدالمطلب نے دعا مانگی قرعہ انداز نے قرعہ ڈالا۔ قرعہ پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی نکلا۔ اونٹوں میں اضافہ کر کے ساٹھ کر دیئے گئے۔ حضرت عبدالمطلب مصروف دعا ہوئے قرعہ ڈالا گیا نام پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی نکلا۔ اونٹوں میں دس اونٹوں کا اور اضافہ کر دیا گیا اب ان کی تعداد ستر ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلب بارگاہِ ایزدی میں دعا گو ہوئے قرعہ ڈالا گیا قرعہ میں پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہی نکلا پھر اور دس اونٹوں کا اضافہ کیا گیا اب اونٹوں کی تعداد اَسّی ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلب بارگاہ صمدیت میں گریہ بار رہے قرعہ اندازی کی گئی قرعہ پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی نکلا۔ اونٹوں میں دس اور اونٹوں کا اضافہ کر کے تعداد نوے کر دی گئی۔ حضرت عبدالمطلب نے دعا شروع فرمائی قرعہ انداز نے قرعہ ڈالا۔ قرعہ پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی نکلا۔ اونٹوں کی تعداد بڑھا کر سو کر دی گئی۔ حضرت عبدالمطلب گریہ زاری میں مصروف رہے۔ قرعہ نکالا گیا اس بار قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ تمام حاضرین اور قریش نے کہا ''اے عبدالمطلب! آپ کے رب کی رضا یہی ہے'' لیکن حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا ''نہیں۔ قسم بخدا میں تین مرتبہ قرعہ اندازی کروں گا''۔ دوبارہ سو اونٹوں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین قرعہ ڈالا گیا۔ حضرت عبدالمطلب آہ وزاری میں مصروف ہو گئے۔ قرعہ میں نام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکلا۔ تیسری مرتبہ بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہی نکلا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ سو اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا۔ ایسا کرنے سے نہ تو کسی انسان نے روکا اور نہ ہی کسی نے منع کیا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نہ کسی انسان نے روکا اور نہ ہی کسی درندے نے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے متعلق بہت سے اشعار بیان کئے جاتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک ان میں سے کسی ایک کی بھی سند درست نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کو ایک خاتون کی پیشکش

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ تھاما اور واپس آنے لگے۔ واپسی پر کعبہ معظمہ کے پاس وہ بنو اسد کی ایک خاتون کے پاس سے گزرے وہ خاتون ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کی بہن تھی جب اس نے حضرت

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درخشاں چہرے کی طرف دیکھا تو اس نے پوچھا ''اے عبداللہ! آپ کہاں جا رہے ہیں؟'' انہوں نے فرمایا ''میں اپنے والد گرامی قدر کے ساتھ جا رہا ہوں''۔ اس خاتون نے کہا ''اگر آپ میرے ساتھ اسی وقت حقوق زوجین ادا کریں تو میں آپ کو وہ سو اونٹ دے دوں گی جو آپ کے بدلے ذبح کیے گئے''۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ''اب میں اپنے والد محترم کے ہمراہ جا رہا ہوں میں نہ تو ان کی مخالفت کر سکتا ہوں اور نہ ہی ان کی جدائی برداشت کرنے کی مجھ میں سکت ہے''۔

حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عقد زوجیت میں

حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ کو لے کر وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کے گھر آئے اس وقت وہب بنو زہرہ کے سردار بھی تھے اور نسب میں سب سے ممتاز بھی تھے اور انہوں نے حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عقد زوجیت میں پرو دیا۔ اس وقت حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پورے قریش میں حسب ونسب کے اعتبار سے بلند و برتر تھیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا والدہ کی جانب سے نسب

ان کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔ برہ کی والدہ کا نام اُم حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا جبکہ اُم حبیب کی والدہ کا نام برہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔

حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عقد زوجیت میں

علامہ البرقی نے حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شادی کا ایک اور سبب ذکر کیا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عبدالمطلب یمن تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں ایک سردار کے ہاں قیام فرماتے تھے۔ ایک دفعہ اس کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ اس سردار کے پاس ایک ایسا شخص بیٹھا ہوا تھا جو سابقہ کتابوں کا عالم تھا۔ اس نے حضرت عبدالمطلب سے کہا ''اے عبدالمطلب! مجھے اجازت دیں تاکہ میں آپ کے مبارک نتھنوں کو دیکھ سکوں''۔ حضرت عبدالمطلب نے اسے اجازت دے دی۔ اس نے نتھنے دیکھ کر کہا ''میں نبوت وسلطنت دیکھتا ہوں'' میں یہ دونوں چیزیں منافین میں دیکھتا ہوں۔ (عبد

اس خاتون کی اس پیشکش کی وجہ

جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد زوجیت میں آ گئیں تو انہوں نے ان سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا پھر حضور ﷺ کا حمل مبارک قرار پذیر ہوا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خاتون کے پاس آئے جس نے خود کو پیش کیا تھا۔ حضرت عبداللہ نے اس خاتون سے کہا "تجھے کیا ہے کہ آج تو مجھے اپنا آپ اس طرح پیش نہیں کر رہی جس طرح تو نے اس دن پیش کیا تھا"۔ اس خاتون نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا "آج آپ کے چہرے سے وہ نور غائب ہے جو کل وہاں ضوفشاں تھا۔ آج مجھے آپ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" وہ خاتون اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے سنا کرتی تھی کہ اس امت میں ایک نبی ہوگا۔ ورقہ نے نصرانیت اختیار کر لی تھی اور سابقہ کتب کی پیروی کیا کرتے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک حمل

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو اسحاق بن یسار نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لائے تو انہیں وہ عورت ملی جو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آئی تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر گرد و غبار پڑا ہوا

مناف بن قصی اور عبد مناف بن زہرہ) جب حضرت عبدالمطلب واپس تشریف لائے تو ہالہ بنت وہب سے خود شادی کر لی یہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھیں اور اپنے نور نظر عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب سے کر دی پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مائیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ اور ان کی نانی کا ذکر کیا ہے۔ ان کی نانی کی والدہ کا نام برہ بنت عوف تھا۔ باقی تمام نسب ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے وہاں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ہالہ کی والدہ کا نام العبلۃ بنت المطلب تھا۔ اس کی والدہ کا نام خدیجہ بنت سعید بن سہم تھا۔ بعض مؤرخین کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نذر کے واقعہ میں شک پڑا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ وہ اپنے ایک بیٹے کو اس وقت ذبح کریں گے جب ان کی تعداد دس ہو جائے گی۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے ہالہ سے شادی اس وقت کی جب

تھا۔انہوں نے اس عورت کو نکاح کی دعوت دی جب اس نے آپ کے سر پر گرد و غبار دیکھا تو پیغام نکاح قبول کرنے سے ہچکچائی۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے چلے آئے غسل کیا مٹی کے اثرات کو زائل کیا پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جانے کے ارادہ سے نکلے جب اس عورت کے پاس سے گزرے تو اس نے پیغام نکاح دیا۔اب آپ نے انکار کر دیا اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ان سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا اور نور محمدی (ﷺ) ان کے شکم اطہر میں منتقل ہو گیا۔پھر آپ اسی عورت کے پاس سے گزرے اور شادی کی دعوت دی لیکن اس عورت نے انکار کرتے ہوئے کہا:

''جب آپ میرے پاس سے گزرے اس وقت آپ کی آنکھوں کے درمیان سفید نور درخشاں تھا اس وقت میں نے دعوت دی آپ نے انکار کر دیا۔آپ نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا وہ نور اب ان کے شکم مبارک میں منتقل ہو چکا ہے''۔

آپ اس نذر کو پورا کر چکے تھے۔ہالہ سے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت ہوئی۔اس وقت آپ کی اولاد کی تعداد بارہ تھی اس لئے کوئی اشکال نہیں رہتا۔علماء کرام کی ایک جماعت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ آپ ﷺ کے چچاؤں کی تعداد بارہ تھی۔بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ان کی تعداد صرف دس تھی اس صورت میں ''ولد'' کا اطلاق صرف بیٹوں پر نہیں بلکہ پوتوں پر بھی ہوگا۔ جب حضرت عبدالمطلب نے نذر پوری کی اس وقت آپ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد دس تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پیشکش کرنے والی خاتون اور اس کے اشعار

روایت کیا جاتا ہے کہ اس اسدی خاتون نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ انور پر نور نبوت دیکھ لیا تھا اسی لئے اپنا آپ پیش کیا تھا۔اس نے خواہش کی تھی کہ وہ اس نبی محترم ﷺ کے حمل سے حاملہ ہو اور اسے ان کی والدہ بننے کا شرف ملے۔جب اس عورت نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیشکش کی تو انہوں نے کہا

أَمَّا الْحَرَامُ فَالْحِمَامُ دُوْنَهٗ وَالْحِلُّ لَا حِلَّ فَأَسْتَبِيْنَهٗ

فَكَيْفَ بِالْأَمْرِ الَّذِيْ تَبْغِيْنَهٗ يَحْمِيْ الْكَرِيْمُ عِرْضَهٗ وَدِيْنَهٗ

''رہا حرام تو اس سے تو موت بہتر ہے اور حلال تو میں اس میں حلال واضح طور پر نہیں دیکھ رہا میں ایسی بات کو کیسے قبول کر سکتا ہوں جو تم چاہتی ہو کریم ہمیشہ اپنی عزت اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عورت بیان کرتی تھی کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس سے گزرے تو ان کے چہرہ پر نور ضوفشاں تھا۔ وہ نور گھوڑے کی پیشانی پر سفیدی کی مانند تھا۔ وہ عورت کہا کرتی تھی کہ میں نے انہیں پیغام نکاح دیا تاکہ وہ نور مبارک اٹھانے کی سعادت مجھے مل جائے لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے ان سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا وہ مبارک نور ان کے شکم اطہر میں چلا گیا۔ رسول مکرم ﷺ نسب کی رو سے اپنی قوم میں سے افضل تھے۔ اپنے والد اور والدہ کی طرف سے ذی شرف اور ذی قدر تھے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب

والدۂ رسول ﷺ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرمایا کرتی تھیں کہ جب نور محمدی ﷺ ان کے صدف شکم میں قرار پذیر ہوا تو ان سے کہا گیا "آپ کے شکم مقدس میں اس

اس خاتون کا نام

اس خاتون کا نام رقیہ بنت نوفل تھا۔ یہ ورقہ بن نوفل کی بہن تھی اس کی کنیت اُم قتال تھی۔ یونس کی روایت سے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کنیت کا ذکر کیا ہے۔ علامہ البرقی نے ہشام بن الکلبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاطمہ بنت مر کے پاس سے گزرے یہ خاتون تمام عورتوں سے زیادہ پاکیزہ اور عفیف تھی۔ وہ سابقہ کتب کی عالمہ بھی تھی اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ پر نور نبوت دیکھا اور انہیں نکاح کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر کہے۔

اِنِّی رَاَیْتُ مُخِیْلَۃً نَشَأَتْ فَتَلَأْلَأَتْ بِحَنَاتِمِ الْقَطْرِ
فَلِمَاتُهَا نُوْرًا یُضِیْئُ بِهٖ مَاحَوْلَهٗ كَاِضَاءَةِ الْفَجْرِ
وَرَاَیْتُ سُقْیَاهَا حَیَا بَلَدٍ وَقَعَتْ بِهٖ وَعِمَارَةَ الْقَفْرِ
وَرَاَیْتُهٗ شَرَفًا اَبُوْءُ بِهٖ مَاكُلُّ قَادِحِ زَنْدِهٖ یُوْرِی
لِلّٰهِ مَا زُهْرِیَّةٌ سَلَبَتْ مِنْكَ الَّذِی اسْتَلَبَتْ وَمَا تَدْرِی

"میں نے برسنے والا بادل دیکھا۔ وہ بڑھا اور بارش سے بھرپور ہونے کی وجہ سے چمکنے لگا۔ میں نے ایک ایسا نور دیکھا جس نے اپنے اردگرد کو صبح کی مانند ضوفشاں کر دیا۔ میں نے اس کی سیرابی کو دیکھا

امت کے سردار ﷺ قرار پذیر ہیں جب یہ جہان رنگ و بو میں تشریف لائیں اور انہیں یوں دم کرنا:

"اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ"

"میں اللہ واحد سے اس کے لئے ہر حاسد کے شر سے پناہ مانگتی ہوں پھر ان کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ رکھنا۔"

جب حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور ظاہر ہوا جس میں انہیں کسریٰ کے محلات نظر آئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

جب حضور ﷺ ابھی شکم مادر میں ہی تھے کہ ان کے والد محترم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اس عالم رنگ و بو کو خیرآباد کہہ گئے۔

اس نے شہروں اور چٹیل میدانوں کو حیاتِ نو عطا کر دی اور اس سے چٹیل میدان آباد ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ اس کے شرف وقدر کو لوٹا دیا ہے اور ہر چقماق مارنے والے کی آگ روشن نہیں ہوتی۔ اللہ کی قسم! تیرے پاس جو امانت تھی وہ زہریہ نے لے لی ہے اور تجھے علم بھی نہیں"۔

ولادتِ مصطفیٰ ﷺ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو محمد عبدالمالک بن ہشام نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے زیاد بن عبداللہ البکائی نے بیان کیا ہے وہ محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بروز پیر 12 ربیع الاول عام الفیل کو اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے المطلب بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ اپنے باپ اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں اور رسول محترم ﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے اور ہم ایک ہی سال میں پیدا ہوئے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے روایت بیان کی ہے وہ یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارہ انصاری سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری قوم کے قابل اعتماد لوگوں نے بتایا ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے تھے کہ میں چھ یا سات برس کا بچہ تھا میری کیفیت یہ تھی

حضور ﷺ کی کائنات میں جلوہ گری

ابلیس کی چیخ وپکار

بقی بن مخلد کی تفسیر میں ہے کہ ابلیس (لعنت اللہ) نے چار مرتبہ چیخ ماری: 1۔ جب ملعون ہوا، 2۔ جب زمین پر آیا، 3۔ ولادت مصطفیٰ ﷺ کے وقت، 4۔ جب سورۃ الفاتحہ کا نزول ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رَنِین (شدید چیخ) اور نُخار (خراٹوں جیسی آواز) شیطانی اعمال میں سے ہے۔ وہاں یہ بھی مذکور ہے کہ اس سورۃ کو اُمُّ الْكِتَاب کہنا درست نہیں بلکہ اسے فَاتِحَةُ الْكِتَاب کہنا چاہئے۔

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ اپنی والدۂ محترمہ حضرت اُم عثمان فاطمۃ بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کے وقت میں کاشانۂ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں حاضر تھی۔ جب آپ ﷺ کی جلوہ فرمائی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ گھر نور سے لبریز تھا۔ میں نے ستاروں کو دیکھا وہ اتنے قریب ہو گئے

کہ میں جو سنتا اسے یاد رکھ سکتا تھا۔ میں نے ایک یہودی کو سنا وہ یثرب کے ایک ٹیلے پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے پکار رہا تھا "اے گروہِ یہود! اے گروہِ یہود!" جب یہودی اس کے پاس جمع ہو گئے تو انہوں نے پوچھا "تیرے لئے ہلاکت تو نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟" اس نے کہا "آج رات وہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت کی شب طلوع ہونا تھا"۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ترپن (53) برس گزر چکی تھی۔ جب حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ دیکھا اس وقت ان کی عمر سات برس تھی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب سرور انبیاء ﷺ کی ولادت ہوئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبدالمطلب کی طرف پیام بھیجا۔ حضرت عبدالمطلب تشریف لائے انہوں نے مبارک بچے کی زیارت کی، آپ ﷺ کو خانہ کعبہ میں لے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اس نعمت سرمدی پر اس کا شکریہ ادا کیا پھر واپس گھر لا کر آپ ﷺ کو اپنی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیا اور حضور ﷺ کے لئے دائی کا انتظام کرنے لگے۔

تھے کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ ابھی مجھ پر گر پڑیں گے۔ (ابو عمر کتاب النساء)

علامہ الطبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ مختون پیدا ہوئے آپ ﷺ کی ناف بھی کٹی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ بیان فرماتی ہیں جب محمد مصطفیٰ ﷺ میرے بطن اطہر میں قرار پذیر ہوئے تو مجھے کوئی بوجھ وغیرہ محسوس نہ ہوا۔ جب آپ ﷺ اس عالم آب و خاک میں تشریف لائے تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کر رکھی تھیں صرف شہادت کی انگلی سے یوں اشارہ فرما رہے تھے جیسے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہے ہوں۔

حضرت عبدالمطلب کا قابل فخر پوتے کا دیدار کرنا اور نام رکھنا

ابن درید نے لکھا ہے کہ نبی محترم ﷺ کو ڈھانپ دیا گیا تھا تاکہ آپ ﷺ کے جد امجد سے پہلے کوئی اور شخص آپ ﷺ کا دیدار نہ کرے۔ آپ ﷺ کے دادا محترم تشریف لائے اور کپڑا اٹھا کر آپ ﷺ کا رخ زیبا دیکھا جب ان سے پوچھا گیا آپ نے اپنے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے؟ انہوں

نے فرمایا ''محمد'' (ﷺ) لوگوں نے عرض کی '' آپ نے یہ کیسا نام رکھا ہے جو نہ تو آپ کے سابقہ آباء میں سے کسی کا نام ہے اور نہ ہی آپ کی قوم میں سے کسی شخص کا نام ہے''۔ انہوں نے فرمایا '' میں امید کرتا ہوں کہ تمام اہل زمین میرے اس نور نظر کی تعریف کریں گے''۔ یہ نام رکھنے کا سبب وہ خواب تھا جو حضرت عبدالمطلب نے دیکھا تھا۔ علی القیر وانی نے اپنی تصنیف '' کتاب البستان'' میں تحریر کیا ہے کہ:

'' حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ چاندی کی زنجیر ان کی مبارک پشت سے ظاہر ہوئی ہے اس کا ایک حصہ آسمان پر اور دوسرا حصہ زمین پر تھا۔ وہ زنجیر مشرق و مغرب کو محیط تھی پھر وہ زنجیر ایک درخت کی شکل میں تبدیل ہوگئی جس کے ہر ہر پتے پر نور چمک رہا تھا اہل مشرق و مغرب اس درخت کے ساتھ معلق تھے''۔

انہوں نے وہ خواب ایک دانشمند کے سامنے بیان کیا اس نے اس کی یہ تعبیر کی کہ ان کی پشت سے ایک ایسا مولود مبارک پیدا ہوگا اہل مشرق و مغرب جس کی اتباع کریں گے۔ زمین و آسمان والے اس کی مدح خوانی کریں گے۔ اسی وجہ سے حضرت عبدالمطلب نے اپنے نور نظر کا نام '' محمد'' (قابل ستائش) رکھا۔ علاوہ ازیں پیچھے اس خواب کا بھی تذکرہ ہو چکا ہے جو آپ ﷺ کی والدہ معظمہ نے دیکھا۔ ان سے کہا گیا:

'' آپ کے صدفِ بطن میں اس امت مرحومہ کے سردار قرار پذیر ہیں۔ جب وہ اس کائنات میں جلوہ گر ہوں تو ان کا نام محمد (ﷺ) رکھنا''

آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے محمد نامی اشخاص

علامہ مؤلف امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'' آپ ﷺ کی جلوہ نمائی سے پہلے پورے عرب میں تین ایسے بچے تھے جن کے والدین نے ان کے نام محمد رکھے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے علماء سے محمد ﷺ کا ذکر خیر سنا انہوں نے یہ بھی سنا کہ اس کی بعثت کا وقت قریب آ چکا ہے اور وہ سرزمین حجاز میں مبعوث ہوگا تو انہوں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھا کہ شاید یہ سعادت انہیں ارزانی ہو۔ ابن فورک نے کتاب الفصول میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ یہ ہیں: 1۔ محمد بن سفیان بن مجاشع، یہ فرزدق (شاعر) کے دادا کا دادا تھا۔ 2۔ محمد بن احیحہ بن الجلاح بن الحریش بن جحجی بن کلفتہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس، 3۔ محمد بن حمران بن ربیعہ۔ ان تینوں بچوں کے والد کسی بادشاہ کے دربار میں گئے۔ وہ بادشاہ سابقہ کتب کا عالم تھا

اس نے ان کو نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی اور آپ ﷺ کی بعثت کے متعلق بتایا۔ ان تینوں افراد میں سے ہر ایک نے نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو وہ اس کا نام محمد رکھیں گے۔"

اسم "محمد" کا مادۂ اشتقاق

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ اسم صفت سے منقول ہے لغت میں محمد اس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے کیونکہ مُعَفَّلْ کے وزن میں اس فعل کا تکرار مقصود ہوتا ہے مُضَرَّب اور مُمَدَّح کا وزن بھی مُعَفَّل ہی ہے ان کے معنی میں بھی تکرار ہے"۔

اسم احمد اور اس کا مادۂ اشتقاق

آپ ﷺ کا اسم گرامی احمد بھی ہے یہ وہ بابرکت نام ہے جس کے ذریعہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی زبان سے موسوم کیا گیا۔ یہ بھی صفت سے ہے احمد کا معنی ہے اپنے رب کی حمد ہر حمد کرنے والے سے زیادہ کرنے والا۔ روزِ محشر سرور انبیاء ﷺ کی شان نرالی ہوگی۔ مقام محمود میں آپ ﷺ پر حمد وستائش کے ایسے دروازے کھولے جائیں گے جو پہلے کسی کے لئے بھی نہیں کھلے ہوں گے۔ آپ ﷺ ان نورفشاں کلمات کے ساتھ اپنے رب کی حمد کے نغمے آلاپیں گے جبکہ لوائے حمد (حمد کا جھنڈا) بھی آپ ﷺ کے دست کرم میں ہوگا۔

احمد اور محمد ﷺ نام رکھنے کی وجہ

محمد صفت کا صیغہ ہے یہ محمود کے معنی میں ہے لیکن اس میں مبالغہ اور تکرار پایا جاتا ہے محمد وہ ہوتا ہے جس کی یکے بعد دیگرے تعریف کی جائے۔ جس طرح مُکَرَّم وہ ہوتا ہے جس کی بار بار تکریم کی جائے۔ مُمَدَّح بھی اس طرح ہے حضور ﷺ کا یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ نے خود رکھا تھا۔ یہ نبوت کے اعلام میں سے ایک علم ہے یہ اسم سرور کائنات ﷺ کی ذات والا صفات پر پوری طرح صادق آتا ہے آپ ﷺ دنیا میں قابل صد ستائش اس لئے ہیں کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو اللہ کا راستہ دکھایا اور علم وحکمت کے دریا بہائے اور آخرت میں معزز ومحترم اس لئے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی شفاعت کو شرف قبولیت سے نوازا جائے گا۔ جس طرح لفظ کا تقاضا ہے اسی طرح آپ ﷺ بھی دنیا وآخرت میں قابل صد تکریم ہیں پھر آپ ﷺ اس وقت تک "محمد" نہیں ہو سکتے جب تک آپ ﷺ اپنے رب کے سب سے زیادہ حمد سرا نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنے رب کی سب سے زیادہ تعریف کی۔ اللہ

تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مقام نبوت پر فائز فرمایا اور عزت و کرامت سے نوازا۔ اسی وجہ سے اسم احمد کو اسم محمد سے مقدم کیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کا ذکر مبارک کرتے ہوئے فرمایا:

اِسْمُهٗ اَحْمَدُ۔ ''ان کا نام نامی احمد ہوگا۔''

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ان اوصاف کی حامل تو امت مصطفیٰ ﷺ ہوگی تو انہوں نے عرض کی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنْ اُمَّةِ اَحْمَدَ۔

''مولا مجھے امت احمد مجتبیٰ میں سے کر دے۔''

آپ ﷺ کا اسم احمد، اسم محمد سے پہلے مذکور ہوا کیونکہ آپ ﷺ نے تمام لوگوں سے پہلے اپنے رب کی حمد و ثناء کی۔ جب اس کائنات میں رونق افروز ہوئے اور بعثت ہوئی تو آپ ﷺ بالفعل ''محمد'' ہوگئے۔ اسی طرح قیامت میں امت کے لئے شفاعت کے وقت آپ ﷺ کے لئے محامد و ستائش کے دروازے کھولے جائیں گے۔ آپ ﷺ اپنے رب کی تعریف سب سے زیادہ کرنے والے ہوں گے پھر جب آپ ﷺ کی شفاعت شرف و قبولیت سے نوازی جائے گی تو آپ ﷺ اس وقت شفاعت کی قبولیت پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کریں گے۔ ذرا غور کریں کہ ان دونوں اسماء کی ترتیب باہم کتنی عمدہ ہے ذکر اور وجود میں، دنیا اور آخرت میں کتنی احسن ترتیب ہے جب آپ ان میں غور و فکر کریں گے تو آپ کے لئے حکمت الٰہیہ عیاں ہو جائے گی پھر ذرا تدبر کریں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام میں سے صرف آپ ﷺ پر ہی سورۃ الحمد نازل فرمائی۔ آپ ﷺ کو ہی لوائے حمد عطا کیا جائے گا۔ مقام محمود آپ ﷺ کے ساتھ ہی مختص ہے پھر قرآن و سنت نے ہمیں کس طرح حکم فرمایا ہے کہ ہم تمام امور کے اختتام اور افعال کے خاتمہ پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ (الزمر)۔

''اور فیصلہ کر دیا گیا ہوگا ان کے درمیان حق کے ساتھ اور کہا جائے گا سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے''۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ (یونس)

''اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو مرتبہ و کمال تک پہچانے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں فرمان اس بات پر تنبیہ ہیں کہ امور کے خاتمہ پر الحمد للہ ہمارے لئے مشروع قرار دی گئی ہے۔ کھانے اور پینے کے بعد بھی الحمد للہ کہنا سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ آپ ﷺ نے سفر کے اختتام پر فرمایا:

آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

''وہ قصد کرنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور ہمارے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں''۔

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا۔ آپ ﷺ نے انقضاءِ رسالت کا اعلان فرمایا۔ وحی کے نازل نہ ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپ ﷺ نے قرب قیامت سے لوگوں کو ڈرایا اور دنیا کے اختتام کے متعلق بتایا کیونکہ یہ تمام امور اختتام پذیر ہو رہے تھے اس لئے ان کے اختتام پر بھی حمد لازمی تھی۔ ان تمام امور میں حضور ﷺ کی رسالت و نبوت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ آپ ﷺ کی صداقت کی بہت بڑی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عزت و کرامت کے ساتھ مختص فرمایا اور آپ ﷺ کے ظہور سے پہلے ہی ان امور کو مقدم فرمایا اور آپ ﷺ کی قدر و منزلت میں اضافہ فرمایا۔

حضرت عبدالمطلب کے اشعار

روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب حضور ﷺ کو لے کر کعبہ مشرفہ میں داخل ہوئے اور یہ اشعار پڑھ کر آپ ﷺ کے لئے دعا مانگی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَعْطَانِی ۔۔۔ هٰذَا الْغُلَامَ الطَّيِّبَ الْاَرْدَانِ
قَدْ سَادَ فِی الْمَهْدِ عَلَی الْغِلْمَانِ ۔۔۔ اُعِيْذُ بَالْبَيْتِ ذِی الْاَرْكَانِ
حَتّٰی يَكُوْنَ بُلْغَةَ الْفِتْيَانِ ۔۔۔ حَتّٰی اَرَاهُ بَالِغَ الْبُنْيَانِ
اُعِيْذُهٗ مِنْ كُلِّ ذِی شَنَآنِ ۔۔۔ مِنْ حَاسِدٍ مُضْطَرِبِ الْعِنَانِ
ذِیْ هِمَّةٍ لَيْسَ لَهٗ عَيْنَانِ ۔۔۔ حَتّٰی اَرَاهُ رَافِعَ اللِّسَانِ
اَنْتَ الَّذِی سُمِّيْتَ فِی الْقُرْآنِ ۔۔۔ فِی كُتُبٍ ثَابِتَةِ الْمَثَانِی

اَحْمَدُ مَكْتُوبٌ عَلَى الْبَيَانِ

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے پاک آستینوں والا یہ بچہ عطا فرمایا یہ اپنے پنگھوڑے میں سارے بچوں کا سردار ہے میں اسے بیت اللہ شریف کی پناہ میں دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس کو طاقتور اور توانا دیکھوں میں اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر حاسد آنکھ گھمانے والے کے شر سے اور میں اسے ہر اس ذی ہمت سے پناہ میں دیتا ہوں جو صاحب بصارت نہیں حتیٰ کہ میں اسے بلند و بالا دیکھوں تو ہی وہ ذات ہے جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ سابقہ کتب میں بھی آپ کا تذکرہ ہے اور قرآن پاک میں تمہارا نام احمد بھی مکتوب ہے''۔

ولادت باسعادت کی تاریخ

مشہور و معروف یہ ہے کہ آپ ﷺ ماہ ربیع الاول میں اس عالم میں رونق افروز ہوئے۔ حضرت علامہ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ماہِ رمضان المبارک میں ہوئی۔ یہ قول اس شخص کے اس قول کے ساتھ موافقت رکھتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ کا نور مقدس ایام تشریق میں شکم مادر سے منتقل ہوا۔

علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں نے ماہِ محرم میں مکہ معظمہ میں لشکرکشی کی اور آپ ﷺ اس سے پچاس دن بعد اس گیتی میں جلوہ افروز ہوئے۔ یہ مشہور قول ہے اور اکثر علماء نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

ریاضی دان کہتے ہیں شمسی مہینوں کے اعتبار سے آپ ﷺ کی ولادت ماہ اپریل میں ہوئی۔ اس وقت اپریل کے بیس دن گزر چکے تھے۔

منازل کے اعتبار سے آپ ﷺ کی ولادت غفر میں ہوئی۔ غفر کے ساتھ عَقرب (بچھو) کا منہ ملا ہوا ہے۔ عقرب منہ سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس کے ساتھ اسد (شیر) کی دم متصل ہے اسد اپنی دم سے کسی کو کوئی نقصان نہیں دیتا وہ اپنے پنجوں اور جبڑوں سے نقصان دیتا ہے۔

آپ ﷺ کی جائے ولادت

آپ ﷺ کی ولادت ''الشِعب'' میں ہوئی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس کاشانہ اقدس میں ولادت ہوئی جو کوہِ صفا کے پاس ہے بعد میں محمد بن یوسف، حجاج بن یوسف کے بھائی سے اسے خرید لیا پھر زبیدہ نے جب فریضہ حج ادا کیا تو وہاں ایک مسجد تعمیر کر دی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ابھی آپ ﷺ اس عالم رنگ و بو میں جلوہ افروز نہ ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کے والد محترم اس دارِفانی کو خیرآباد کہہ گئے لیکن اکثر علماء کا قول ہے کہ جب آپ ﷺ کے والد ماجد کا انتقال ہوا اس وقت آپ ﷺ ابھی پنگھوڑے میں تھے۔

بعض علماء فرماتے ہیں اس وقت آپ ﷺ کی عمر دو ماہ تھی۔ بعض نے اس وقت آپ ﷺ کی عمر اس سے بھی زائد بیان کی ہے۔

آپ ﷺ کے والد محترم کا انتقال بنونجار میں ہوا وہ ان کے ماموں تھے۔ آپ وہاں اپنے اہل خانہ کے لئے کھجوریں لینے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

بعض علماء فرماتے ہیں اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک اٹھائیس (28) ماہ تھی۔ انہوں نے بطور دلیل وہ اشعار پیش کیے ہیں جن کو عبدالمطلب ابوطالب کو وصیت کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

أُوْصِيكَ يَا عَبْدَ مُنَافٍ بَعْدِي

بِمُوْتِمٍ بَعْدَ اَبِيهِ فَرْدٍ

فَارَقَهُ وَهُوَ ضَجِيْعُ الْمَهْدِ

''اے عبد مناف میں تمہیں اس یتیم کے متعلق وصیت کرتا ہوں جو اپنے والد کی وفات کے بعد تنہا رہ گیا ہے اس کے والد اس وقت اس سے جدا ہوئے جب اس کی خواب گاہ ابھی پنگھوڑا ہی تھا۔''

آپ ﷺ کے رضائی باپ اور ان کا اسلام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے رضائی باپ کا تذکرہ تو کیا ہے لیکن ان کے اسلام کا ذکر نہیں کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کتابیں تصنیف کرنے والے اکثر علماء نے ان کا تذکرہ نہیں کیا لیکن یونس بن بکیر نے اپنی روایت میں ان کا تذکرہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابن اسحاق نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد اسحاق بن یسار نے بیان کیا ہے وہ بنوسعد بن بکر کے بعض آدمیوں سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے رضائی باپ حضرت حارث بن عبدالعزیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں آئے۔ اس وقت قرآن پاک کا نزول شروع تھا۔ قریش نے حضرت حارث سے کہا ''اے حارث! کیا سنتے ہو کہ تمہارا یہ بیٹا کیا کہتا ہے؟'' انہوں نے پوچھا ''میرا بیٹا کیا کہتا ہے''۔ قریش نے کہا ''وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے گا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی لاریب کتاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی داستان بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ (القصص:١٢)

''اور ہم نے حرام کردی اس پر ساری دودھ پلانے والیاں''۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بنو سعد بن بکر کی ایک خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنت ابی ذؤیب کو آپ ﷺ کو دودھ پالنے کی سعادت میسر آئی۔

اس کے دودار ہیں وہاں وہ اپنے نافرمانوں کو سزا دے گا اور اپنے فرمانبرداروں پر فضل و کرم کرے گا۔ اس نے ہمارے جمعیت کو منتشر کر دیا ہے ہماری شیرازہ بندی کو بکھیر دیا ہے''۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

''اے میرے نورِ نظر! آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ کی قوم آپ کے خلاف شکوہ کر رہی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ لوگوں کو مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا پھر وہ یا جنت میں یا جہنم میں جائیں گے''۔

حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں میں یہ کہتا ہوں۔ اے میرے باپ! میں روزِ حشر تمہارا ہاتھ پکڑ لوں گا اور تمہیں آج کے دن کی یہ گفتگو یاد کراؤں گا''۔ اس کے بعد حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنے اسلام پر عمدگی سے کاربند رہے اسلام قبول کر لینے کے بعد حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''اگر میرے نورِ نظر نے روزِ محشر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے اپنا فرمان یاد کرایا تو وہ میرا ہاتھ نہیں چھوڑیں گے حتیٰ کہ وہ مجھے جنت میں داخل کر دیں''۔

ناصرہ بن قصیۃ کے نام میں اختلاف

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نسب میں ناصرہ بن فصیّۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ علماء کے نزدیک یہ اسم فُصَیّۃُ فاء کے ساتھ ہے یہ فَصَاۃ کی تصغیر ہے اس کا معنی گٹھلی ہے لیکن تمام نسخوں میں قُصَیّہ ہی مکتوب ہے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ فَصَا ہے اور اس کا معنی انگور کا دانہ ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب

ابوذؤیب عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ میں فصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند اور ان کا نسب

آپ ﷺ کے رضاعی باپ کا نام حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ بن ملان بن ناصرہ بن فصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہلال بن ناصرہ بھی کہا جاتا ہے۔

الشَّیماء

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی رضاعی بہن شیماء کا تذکرہ کیا ہے انہوں نے اس کا نام خذامہ لکھا ہے جبکہ دیگر مؤرخین نے اس کا حذافہ لکھا ہے۔ یونس نے ابن اسحاق سے یہی روایت کیا ہے۔

الرُّضَعَاء اور المَرَاضِع کی لفظی تحقیق

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ پھر حضور ﷺ کے لئے الرضعاء (دائی) کی جستجو کی گئی۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے الرُّضَعَاء کی جگہ المَرَاضِعُ استعمال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا قول عیاں ہے کیونکہ مَرَاضِعُ مُرْضِعٌ کی جمع ہے اور الرُّضَعَاء رَضِيعٌ کی جمع ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کی دو وجوہات ہیں: 1۔ مضاف کو حذف کر دیا ہے اصل میں ذَوَاتُ الرُّضَعَاء تھا۔ 2۔ الرَّضَعَاء سے مراد ننھے بچے ہوں کیونکہ اہل عرب جب اپنے بچے کے لئے کوئی دائی پاتے تھے تو اس کے ساتھ کوئی شیر خوار بچہ ضرور ہوتا تھا جو ان کے بچے کے ساتھ دودھ پیتا تھا ممکن ہے کہ یہ کہا گیا ہو کہ آپ ﷺ کے لئے شیر خوار بچہ تلاش کرو کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اس شیر خوار بچے کے ساتھ کوئی دودھ پلانے والی خاتون بھی مل جائے گی۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد

عبداللہ بن حارث، اُنیسہ بنت حارث اور خدامہ بنت حارث تھے۔ حذامہ کو ہی شیماء کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ وہ اپنی قوم میں اسی نام سے مشہور تھیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ ساری اولاد تھی سیرت نگار لکھتے ہیں کہ شیماء اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مل کر حضور ﷺ کی پرورش کیا کرتی تھیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے جہم بن ابی جہم نے حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ اپنے گاؤں سے نکلیں۔ ان کا ایک چھوٹا سا نور نظر بھی تھا۔ بنو سعد کی اور خواتین بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ ان سب کی آمد کا مقصد شیر خوار بچوں کی جستجو تھا۔ اس وقت قحط سالی کا دور دورہ تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ بھی نہ تھا میں ایک خاکستری گدھی پر سوار تھی۔ ہمارے پاس ایک بوڑھی سی اونٹنی بھی تھی۔ اللہ کی قسم ہم ساری رات سکون کی نیند بھی نہ سو سکتے تھے ہمارا بچہ بھوک سے بلکتا رہتا تھا۔ میرے پستانوں میں بھی اتنا دودھ نہ تھا جو اسے سیر کر سکتا اور نہ ہی ہماری اونٹنی کے پاس اتنا دودھ تھا کہ وہ اس بچے کو سیراب کر سکے لیکن ہمیں فراخی اور بارانِ رحمت کی امید تھی۔ میں اپنے اس گدھی پر سوار ہو کر عازم سفر ہوئی وہ جلد ہی تھک گئی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے اس کے لئے چلنا

وہ خواتین جنہیں آپ ﷺ کو دودھ پلانے کی سعادت ملی

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلے آپ ﷺ کو ثویبہ نے دودھ پلایا۔ اس نے آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ ثویبہ کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے اور مدینہ طیبہ سے اس کے لئے تحائف بھیجتے تھے جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے ثویبہ اور اس کے فرزند مسروح کے متعلق

بھی دشوار تھا۔ بڑی تکلیف سے سفر کرتے ہوئے ہم مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ عورتوں نے بچوں کی جستجو شروع کی۔ ہم میں سے ہر عورت کو رسول مکرم ﷺ پیش کئے گئے جب اسے یہ معلوم ہوتا کہ وہ یتیم ہیں تو وہ انکار کر دیتی کیونکہ ہم بچے کے باپ سے انعام واکرام کی توقع رکھتی تھیں۔ یہ یتیم تھے ان کی والدہ اور دادا سے انعامات کی کیا توقع ہوسکتی تھی۔ میری تمام ساتھی عورتیں بچے حاصل کر چکی تھیں لیکن میرا دامن ابھی خالی تھا۔ جب ہم واپس ہونے لگے تو میں نے اپنے خاوند سے کہا ''اللہ کی قسم! مجھے یہ بات ازحد ناگوار ہے کہ میں اپنی ساتھیوں کے مابین بغیر کسی بچے کے جاؤں۔ قسم بخدا! میں اسی یتیم کو ہی لے جاؤں گی''۔ میرے شوہر نے کہا ''تم اس مبارک مولود کو ضرور حاصل کرو۔ امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں ہمارے لئے ضرور برکت فرمائے گا''۔ میں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ مبارک میں آئی اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو حاصل کر لیا۔ میں حضور ﷺ کو اٹھا کر اپنے خیمہ کے پاس آئی میں نے حضور ﷺ کو اپنی آغوش میں لیا اور انہیں اپنا ایک پستان پیش کیا۔ آپ ﷺ نے جی بھر کر دودھ نوش فرمایا۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے بھی دودھ پیا۔ پھر دونوں آرام سے سو گئے۔ اس سے قبل ہم آرام سے کبھی نہیں سوئے تھے۔ میرا خاوند اونٹنی کے پاس گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی کھیری دودھ سے لبریز تھی۔ اس نے اس کا دودھ دوہا اس نے خود بھی شکم سیر ہو کر دودھ پیا۔ میں نے بھی اپنے خاوند کے ساتھ جی بھر کر دودھ پیا وہ شب ہم نے بڑے سکون سے گزاری''۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ''صبح کے وقت میرے خاوند نے مجھ سے کہا اے حلیمہ! ہمیں سراپا یمن و برکت وجود ملا ہے''۔ میں نے کہا ''میں بھی یہی امید رکھتی ہوں پھر ہم عازم سفر ہوئے میں اپنے گدھی پر سوار ہوئی اور حضور ﷺ کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ اللہ کی قسم! اس وقت ہماری گدھی انتہائی سرعت رفتاری سے چلنے لگی میری ساتھیوں کی سواریوں میں اس کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی۔ میری ساتھی عورتیں مجھے کہنے لگیں' اے ابوذؤیب کی نور نظر! ہم پر

دریافت فرمایا۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ ان دونوں کا انتقال ہو چکا ہے پھر آپ ﷺ نے ان کے قریبی رشتہ داروں کے متعلق پوچھا لیکن ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھا۔ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ مزید تفصیلات عنقریب بیان کی جائیں گی۔

رحم کر اور اپنی گدھی کو آہستہ آہستہ چلا۔ کیا تیرے پاس وہی گدھی نہیں جس پر تو سوار ہو کر مکہ مکرمہ آئی تھی"۔ میں نے کہا" ہاں اللہ کی قسم! یہ وہی گدھی ہے"۔ ان خواتین نے کہا" قسم بخدا اب اس کی کیفیت ہی بدل گئی ہے"۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں" پھر ہم اپنی قیام گاہوں میں پہنچ گئے۔ اللہ کی ساری زمین میں یہ علاقہ سب سے زیادہ قحط زدہ تھا۔ ہماری بکریاں چرنے کے لئے جاتی تھیں جب وہ شام کو واپس آتیں تو ان کے پیٹ گھاس سے اور ان

یُغَذِّیه اور یُغَذِّیه کی لفظی تحقیق

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں "یُغَذِّیه" لکھا ہے یہ لفظ اپنے مفہوم پر مکمل طور پر دلالت کرتا ہے۔ شیخ کے اصل نسخہ میں اس لفظ کی تیسری روایت موجود بھی ہے جبکہ بعض مؤرخین نے یہاں "یُغْذِبُه" لکھا ہے۔

حضور ﷺ اور آپ کے رضاعی بھائی کے مابین دودھ کی تقسیم

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے تو لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب میں نے حضور ﷺ کو اپنی آغوش پیش کی اور آپ ﷺ نے میرے پستان سے دودھ پیا۔ جب آپ ﷺ خوب سیر ہو گئے تو میرے بیٹے نے بھی دودھ پیا حتیٰ کہ وہ بھی خوب سیر ہو گیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر مؤرخین نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ صرف ایک پستان سے دودھ نوش فرماتے تھے جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو دوسرا پستان پیش کرتی تو آپ ﷺ انکار فرما دیتے گویا کہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ آپ ﷺ کا رضاعی بھائی بھی اس دودھ میں شریک ہے اور عدل و انصاف آپ ﷺ کی فطرت میں شامل تھا۔

رضاعت کی اجرت کا جواز

رضاعت کی اجرت لینا عرب کی اکثر خواتین کے نزدیک قابل ستائش نہیں ہے حتیٰ کہ اہل عرب میں یہ مقولہ ضرب المثل بن گیا:

تَجُوعُ الْمَرْأَةُ وَلَا تَأْكُلُ بِثَدْيَيْهَا۔

"ایک عورت بھوکی تو مر سکتی ہے لیکن وہ اپنے پستانوں کی اجرت نہیں کھا سکتی"۔

کی کھیریاں دودھ سے لبریز ہوتی تھیں ہم ان کا دودھ دوہتے اور خوب سیر ہو کر پیتے تھے۔ دوسرے لوگوں کے ریوڑ بھوکے واپس آتے اوران کی کھیریوں سے دودھ کا ایک قطرہ تک نہ ٹپکتا تھا۔ وہ لوگ اپنے چرواہوں کو ڈانٹتے اور کہتے تم ہماری بکریوں کو وہاں کیوں نہیں چراتے جہاں ابوذوءب کی بیٹی کی بکریاں چرتی ہیں۔ان کی بکریاں خالی پیٹ اور خالی کھیری صبح جاتیں ہیں جب وہ شام کو واپس آتی ہیں تو ان کی کھیریاں دودھ سے اوران کے پیٹ گھاس سے بھرے ہوتے ہیں۔ دن بدن انعامات اور برکات میں اضافہ ہوتا جاتا حتیٰ کہ دوسال کا عرصہ بیت گیا میں نے

لیکن بعض عورتیں اسے قابل مذمت نہیں سمجھتیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنوسعد میں نسب کے اعتبار سے شریف اور اپنی قوم میں معززہ ومحترمہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی محترم ﷺ کی رضاعت کے لئے منتخب فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لئے پاکیزہ پشتوں اور صاف رحموں کو منتخب فرمایا۔ رضاعت بھی نسب کی طرح ہی ہے کیونکہ اس سے طبیعتیں متغیر ہو جاتی ہیں۔ المسند میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ کسی احمق عورت کی رضاعت منتخب نہ کرو کیونکہ دودھ کا اثر بھی نسل در نسل رہتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اوران کی ساتھی عورتوں نے شیر خوار بچوں کی جستجو قحط سالی سے تنگ آ کر کی ہو کیونکہ اس سال انتہائی شدید قحط سالی ہوئی تھی۔

رضاعت کے اسباب

قریش اور عرب کے دیگر ممتاز قبائل اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے دائیوں کے حوالے کرتے تھے اس کی کئی وجوہات تھیں:

1۔ تا کہ ان کی خواتین ان کی خدمت کے لئے فراغت پاسکیں جس طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا تھا:

دَعِي هٰذِهِ الْمَقْبُوْحَةَ الْمَشْقُوْحَةَ الَّتِي آذَيْتِ بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔

''اس بے برکت اور خیر سے محروم کو چھوڑ دے۔ اسی کے ساتھ تو نے حضور ﷺ کو تکلیف دی ہے''۔

حضور ﷺ کا دودھ چھڑایا۔ اس عرصہ میں آپ ﷺ کی نشو ونما کی کیفیت نرالی تھی۔ دو سال میں آپ ﷺ قوی اور توانا بچوں کی طرح ہو گئے''۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ کو لے کر پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ آنا

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں ''ہم نے حضور ﷺ کو ان کی والدہ ماجدہ کے حضور پیش کر دیا حالانکہ ہماری خواہش تھی کہ حضور ﷺ ابھی ہمارے ہاں ہی قیام پذیر رہیں تا کہ ہم آپ ﷺ کی برکات سے مزید فیض اندوز ہو سکیں۔ ہم نے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سے گفتگو کی اور ان سے کہا'' آپ اپنے نورِ نظر کو ہمارے ہاں ہی رہنے دیں حتیٰ کہ یہ مزید توانا اور

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک رضاعی بھائی تھا جب زینب بنت ابی سلمہ نے اسے چھین لیا تو اس وقت حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ فرمایا تھا۔

2۔ تا کہ ان کی اولاد صحرائی ماحول میں نشو ونما پائے اور انہیں فصیح عربی پر مہارت حاصل ہو جائے۔ ان کا جسم تندرست و توانا ہو جائے اور ان میں حضرت معد کی قوت کی طرح قوت و توانائی آ جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے ''اے مسلمانو! معد کا تن و توش پیدا کرو، مشقت طلبی کو اپنا شعار بناؤ اور اپنے جسم اور اعصاب کو سخت بناؤ''۔

ایک دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر فصیح نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا کیوں نہ ہو میں قبیلہ قریش کا فرزند ہوں اور میں نے اپنی رضاعت کا زمانہ قبیلہ بنی سعد میں گزارا ہے۔

یہ وہ اسباب تھے جو اہل عرب کو مجبور کرتے تھے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے رضاعت کا انتظام کریں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ ولید کی محبت نے ہمیں قرب بخشا ہے کیونکہ ولید خوش آواز تھا جبکہ سلیمان فصیح تھا کیونکہ ولید اپنی ماں کے ساتھ ہی ٹھہرا رہا جبکہ سلیمان اور اس کے بھائیوں نے گاؤں میں ڈیرا جما لیا۔ پہلے وہ اعرابی بنے پھر انہوں نے ادب سیکھا۔ قریش میں کچھ قبائل اعرابی تھے اور کچھ شہری مقیم تھے۔ بنو ادرم اور بنو محارب اعرابی تھے۔ بنو عامر بن لوی بھی اسی طرح تھے کیونکہ وہ اہل ظواہر میں سے تھے وہ اہل بطاح میں سے نہ تھے۔

قوی ہو جائے مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ مکہ کی وبا اسے کوئی تکلیف نہ دے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں اجازت دے دی"۔

شق صدر

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں" ہم دولت سرمدی کو سمیٹتے ہوئے اپنے گھر واپس آ گئے جب ہمیں آئے ہوئے چند ماہ گزر گئے۔ ایک روز آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ہمراہ ہمارے مکانوں کے پیچھے بکریاں چرا رہے تھے اچانک آپ کا بھائی ہمارے پاس دوڑتا ہوا آیا اس نے مجھے اور اپنے باپ سے کہا:

"میرے قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے پکڑ لیا ہے انہوں نے سفید لباس پہن رکھا ہے انہوں نے ان کے بطن کو چاک کیا ہے اور وہ انہیں کوڑے مار رہے ہیں"۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں" میں اور اس کا باپ حضور ﷺ کی جانب دوڑے ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ وہاں کھڑے تھے۔ آپ ﷺ کے چہرے کی رنگت زردی مائل تھی"۔ میں نے اور آپ ﷺ کے باپ نے آپ ﷺ کو سینے لگا لیا اور پوچھنے لگے:

شق صدر کی وضاحت

آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے بیان کیا کہ دو سفید مرد آپ ﷺ کے پاس آئے انہوں نے آپ ﷺ کے شکم اطہر کو چاک کیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس دو کُرکِی (پرندے) آئے۔ ایک پرندے نے اپنی چونچ سے آپ ﷺ کے پیٹ مبارک کو چاک کیا دوسرے نے پیٹ مبارک میں برف نما کوئی چیز ڈال دی۔ یونس کی روایت عجیب تر بھی ہے اور طویل تر بھی۔ ابن ابی دنیا نے مرفوع سند کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں" میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ ﷺ کو کیسے علم ہوا کہ آپ ﷺ نبی ہیں اور کس طرح آپ ﷺ کو معلوم ہوا حتیٰ کہ آپ ﷺ کو یقین ہو گیا؟" آپ ﷺ نے فرمایا" اے ابوذر! میرے پاس دو فرشتے آئے۔ میں وادی بطحاء میں تھا ایک زمین پر اتر آیا جبکہ دوسرا زمین و آسمان کے درمیان تھا۔ ایک فرشتے نے

"نور نظر تمہیں کیا ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "دو آدمی میرے قریب آئے انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ انہوں نے مجھے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا پھر میرے شکم کو چیر دیا۔ اس میں سے کوئی چیز نکالی اور اسے باہر پھینک دیا پھر میرے پیٹ کو سی کر پہلے کی طرح کر دیا"۔ ہم دونوں آپ ﷺ کو ساتھ لے کر گھر واپس آ گئے"۔

حضور ﷺ والدہ ماجدہ کی آغوش میں

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں مجھ سے حضور ﷺ کے باپ نے کہا "مجھے اندیشہ ہے کہ آپ ﷺ کو آسیب کا اثر ہو گیا ہے ہمیں چاہئے کہ ہم آپ ﷺ پر آسیب کے اثرات ظاہر ہونے سے پہلے انہیں ان کے گھر والوں کے پاس پہنچا دیں"۔ جب ہم آپ ﷺ کو لے کر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا "اے حلیمہ! تم کل تو انہیں بڑے چاؤ سے لے کر گئی تھیں اور انہیں اپنے پاس رکھنے پر بڑی حریص تھیں اور آج انہیں لے کر واپس بھی آ گئی ہو"۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا "اب آپ کا نور نظر تندرست و توانا ہو چکا ہے۔ میرا فرض پورا ہو چکا ہے میں کئی خطرات سے ڈرتی ہوں اس لئے میں یہ امانت آپ کے سپرد کرنے آئی ہوں"۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا "اے حلیمہ! تم حقیقت بیان نہیں کر رہی۔ مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم میرے لخت جگر کو اتنی جلدی کیوں واپس لے آئی ہو

دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا ہاں یہ وہی ہیں۔ پہلے نے کہا ایک آدمی کے ساتھ اس کا وزن کرو اس نے ایک شخص کے ساتھ میرا وزن کیا۔ میرا وزن زیادہ نکلا پھر اس کے ساتھی نے کہا اب دس افراد کے ساتھ ان کا وزن کرو۔ اس نے دس افراد کے ساتھ میرا وزن کیا میں پھر بھی بھاری تھا پھر اس نے کہا اب سو اشخاص کے ساتھ ان کا وزن کرو۔ سو اشخاص کے ساتھ میرا وزن کیا گیا میرا وزن پھر بھی زیادہ تھا پھر اسے ایک ہزار افراد کے ساتھ میرا وزن کرنے کے لئے کہا گیا۔ میرا وزن ایک ہزار افراد سے بھی زائد تھا۔ وہ پلڑا اتنا اوپر اٹھ گیا کہ وہ افراد وہاں سے نیچے مجھ پر گرنے لگے۔ ایک فرشتے نے اپنے ساتھی سے کہا ان کا بطن اقدس شق کرو۔ اس نے میرا پیٹ چاک کیا میرے دل کو نکالا اس میں سے شیطان کا حصہ اور خون کا لوتھڑا باہر نکال دیا۔ ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا اب ان کے قلب انور کو اس طرح غسل دو جس طرح برتن کو دھویا جاتا ہے۔ ان کے دل مبارک کو اس طرح صاف کرو جس طرح چادر کو صاف کیا جاتا ہے۔ پھر اس فرشتے نے کہا اب ان کا بطن اطہر سی دو۔ اس نے میرا شکم مبارک سی دیا اور میرے شانوں کے درمیان مہر لگا دی۔ جیسا کہ اب بھی وہاں مہر ہے پھر وہ

پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لگا تار اصرار کرتی رہی حتیٰ کہ میں نے حقیقت حال بتا دی۔ تمام داستان سن کر انہوں نے کہا'' کیا تم میرے اس بلند اقبال فرزند کے متعلق شیطان سے خوفزدہ ہو؟ میں نے کہا'' ہاں۔ انہوں نے فرمایا'' اللہ کی قسم! ہرگز نہیں شیطان میرے اس فرزند کو کوئی اذیت نہیں دے سکتا۔ میرے لخت جگر کی شان بڑی نرالی ہے کیا میں تمہارے لئے اس کی کچھ شان عیاں نہ کروں''۔ میں نے عرض کی'' ضرور''۔ انہوں نے فرمایا'' جب اس کا مبارک نور میرے شکم انور میں قرار پذیر ہوا تو مجھ سے ایک نور کا ظہور ہوا جس سے سرزمین بصریٰ کے محلات جگمگا اٹھے۔ جب آپ ﷺ میرے صدف بطن میں قرار پذیر ہوئے تو مجھے کوئی گرانی یا بوجھ محسوس نہ ہوا۔ جب ولادت ہوئی تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے تھے اور سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ اب انہیں میرے پاس ہی رہنے دو میں خود ان کی خبر گیری کروں گی''۔

سرور دو عالم ﷺ سے ایک سوال

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ثور بن یزید نے بعض اہل علم سے مجھے بیان کیا ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ یہ روایت خالد بن معدان الکلاعی سے ہی منقول ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی'' یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہمیں اپنے متعلق آگاہ فرمائیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' ہاں۔ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

فرشتے وہاں سے چلے گئے۔ مجھے اب بھی وہ منظر بالکل یاد ہے۔

اس حدیث شریف میں زیادہ تفصیل ہے کیونکہ اس میں ہے کہ فرشتے نے شیطان کا حصہ اور خون کا لوتھڑا باہر نکالا۔ گویا فرشتہ وہ چیز تلاش کر رہا تھا جو شیطان کا حصہ ہوتی ہے اور جو حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہا السلام کے علاوہ ہر مولود میں ہوتی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ اپنی ماں کی اس دعا کی وجہ سے اس سے محفوظ تھے۔

وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ﴿۳۶﴾ (آل عمران)

'' اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے''۔

اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے شیطان ان تک رسائی نہ پا سکا۔ دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق مادہ منویہ سے نہیں ہوئی تھی وہ تو روح القدس کے نفحہ سے تخلیق ہوئے تھے۔

اس امر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور اکرم ﷺ سے افضل ہیں کیونکہ حضور ﷺ کے قلب انور سے وہ گوشت کا لوتھڑا نکال لیا گیا پھر روح القدس نے اس کو ثلج اور بَرَد

ہوں۔ میں اپنے محترم بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ میں وہ خواب ہوں جو میری والدہ محترمہ نے اس وقت دیکھا تھا جب میں ان کے صدفِ بطن میں قرار پذیر ہوا تھا۔ انہوں نے ملاحظہ کیا کہ ان سے ایک نور کا ظہور ہوا جس سے شام کے محلات جگمگا اٹھے۔ میری رضاعت بنوسعد میں ہوئی۔ اسی اثناء میں کہ میں اپنے بھائی کے ساتھ اپنے گھروں کے پیچھے بکریاں چرا رہا تھا دو آدمی میرے پاس آئے انہوں نے سفید کپڑے زیبِ بدن کیئے ہوئے تھے۔ ان کے پاس سونے کا طشت تھا جو ثَلج سے لبریز تھا۔ ان دونوں نے مجھے پکڑا اور میرے پیٹ کو چاک کیا میرا دل باہر نکالا، اسے چیرا، اس سے کالا لوتھڑا نکال کر باہر پھینک دیا پھر انہوں نے میرے قلب انور اور میرے شکم مبارک کو اس ثلج سے دھویا حتیٰ کہ قلب اطہر خوب پاک صاف ہو گیا۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کا وزن ان کی امت کے دس افراد سے کرو۔ اس نے میری امت کے دس افراد سے میرا وزن کیا۔ میرا وزن زیادہ تھا پھر اس نے کہا اب ان کا وزن ان کی امت کے سو افراد سے کرو۔ سو افراد سے میرا وزن کیا گیا میں پھر بھی بھاری تھا۔ پھر اس نے کہا اب ان کا وزن ان کے ایک ہزار امتیوں سے کرو۔ ایک ہزار افراد سے میرا وزن کیا گیا میں پھر بھی وزن میں زیادہ تھا۔ پہلے شخص نے دوسرے سے کہا انہیں چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم! اگر تم ان کا وزن ان کی تمام امت سے کرو گے پھر بھی ان کا وزن ہی زیادہ ہوگا۔

سے دھویا پھر اسے حکمت وایمان سے لبریز کر دیا گیا۔ گوشت کے اس لوتھڑے میں اس شہوت کی جگہ تھی جو منی کی حرکت کا سبب بنتی ہے۔ تمام شہوات شیاطین کی وجہ سے ہوتی ہیں بالخصوص غیر مومن کی شہوت شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اس طرح لوتھڑے کا تعلق باپ سے ہوتا ہے بیٹے سے نہیں۔

اس حدیث مبارک میں ایک اور بھی علمی فائدہ ہے وہ یہ کہ معلوم نہیں کہ خاتم النبوۃ کو آپ ﷺ کے ساتھ ہی تخلیق کیا گیا یا پھر ولادت کے بعد لگائی گئی یا بعثت کے وقت مہر نبوت لگائی گئی۔ یہ حدیث یہ بھی بیان کرتی ہے کہ مہر نبوت کب اور کیسے لگائی گئی اور اس کو کس نے لگایا؟ اللہ تعالیٰ ہمارے علم کو فزوں تر کرے اور اپنے عطا کردہ علم پر شکر ادا کرنے کی توفیق دے۔ اس حدیث مبارک میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال کا جواب ہے کہ آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کیفیت سے آگاہ فرمایا۔

بعض راویوں کی جانب اس حدیث شریف میں ایک وہم واقع ہوا ہے وہ آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ میں اس وقت بطحاء مکہ میں تھا حالانکہ یہ واقعہ اس وقت ظہور پذیر ہوا تھا جب آپ ﷺ حضرت

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بنو سعد میں رونق افروز تھے۔ البزار نے اسی روایت کو عروہ کی سند سے بیان کیا ہے اس میں بطحاء مکہ کا ذکر نہیں ہے۔

السَّکِیّنَہ

اس روایت میں ذکر ہے کہ پھر میرے پاس السَّکِیّنَہ لایا گیا سَکِیْنَہ کوئی سفید چیز تھی پھر اسے میرے سینہ انور میں انڈیل دیا گیا لیکن حضرت عروہ کی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماعت ثابت نہیں ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "اے ابوذر چالیس آدمیوں کے ساتھ میرا وزن کیا گیا۔ ان چالیس میں تم بھی تھے لیکن میرا وزن پھر بھی زیادہ تھا"۔

نبوت کب ملی

آپ ﷺ کے سر اقدس پر نبوت کا تاج کب سجایا گیا؟ حضرت میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے گزارش کی "یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو نبوت سے کب سرفراز کیا گیا؟" آپ ﷺ نے فرمایا" مجھے نبوت سے اس وقت سرفراز کیا گیا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مابین تھے"۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام مٹی میں گوندھے ہوئے تھے۔

شق صدر کی تعداد

یہ روایت نبی اکرم ﷺ سے دو طرح سے منقول ہے:

1۔ آپ ﷺ کا سینہ اقدس اس وقت چاک کیا گیا جب آپ ﷺ اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھے۔ آپ ﷺ کے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا اس میں ثلج تھا اس کے ساتھ نبی محترم ﷺ کے قلب انور کو دھویا گیا۔

2۔ دوسری مرتبہ شق صدر اس وقت ہوا جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے اس وقت قلب انور کو آبِ زمزم سے دھویا گیا۔ اس بار سونے کا ایک طشت لایا گیا جو حکمت و ایمان سے لبریز تھا اور طشت مبارک آپ ﷺ کے قلب اطہر میں انڈیل دیا گیا۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں تضاد ہے اس لئے وہ ایک روایت کو دوسری پر ترجیح دینے لگے لیکن ان کا یہ نقطہ نظر درست

نہیں ہے بلکہ یہ تقدیس و تطہیر دو مرتبہ ہوئی تھی۔

پہلی مرتبہ صغر سنی میں آپ ﷺ کا شق صدر ہوا تا کہ آپ ﷺ کے قلب اطہر کو شیطانی لوتھڑے سے پاک کر دیا جائے اور وہ ہر خلق ذمیم سے مطہر و منزہ ہو جائے اور اس میں کوئی ایسا عیب نہ رہے جس کی وجہ سے اس پر انگشت نمائی کی جا سکے۔ وہاں صرف توحید کا بسیرا ہو اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا جب فرشتے مجھ سے جدا ہوئے تو میں امر کا گہرا مشاہدہ کر رہا تھا۔

دوسری مرتبہ شق صدر اس وقت ہوا جب آپ ﷺ لامکاں کی سیاحت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ اس حریم ناز میں تشریف لے گئے جہاں صرف مقدس ہی داخل ہو سکتا ہے۔ معراج کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ پر نماز فرض کی جائے اور آپ ﷺ کے سر پر آسمانوں کے ملائکہ کی امامت کا تاج سجایا جائے۔ پاکیزگی نماز کے لئے انتہائی ضروری ہے اسی لئے آپ ﷺ کے ظاہر و باطن کی تطہیر و تقدیس کا اہتمام کیا گیا۔ جب پہلی مرتبہ شق صدر ہوا تو آپ ﷺ کے قلب انور میں ثلج انڈیلا گیا اس ثلج سے مراد یقین کی ثلج ہے تا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس امر کا یقین ہو جائے جو آپ ﷺ کے ساتھ مختص ہونا تھا۔ جب دوسری مرتبہ شق صدر ہوا تو اس وقت آپ ﷺ مرتبہ یقین پر بھی فائز تھے اور منصب نبوت سے بھی سرفراز تھے اس بار کی طہارت کا مفہوم کچھ اور ہے اس کا مقصد وہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کیونکہ آپ ﷺ حضرۃ القدس میں تشریف لے جانا تھا وہاں نماز فرض ہونا تھی۔ خداوند قدس سے ملاقات کا شرف ملنا تھا اس لئے روح القدس نے قلب اطہر کو اس آب زمزم سے دھویا جو روح القدس کا ہی چشمہ ہے اور اس کی ایڑی کا فیضان ہے جو آپ ﷺ کے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے رواں ہوا پھر حکمت و ایمان سے لبریز طشت لایا گیا اسے آپ ﷺ کے قلب انور میں انڈیل دیا گیا آپ ﷺ کے ایمان میں پہلے بھی کمی نہ تھی لیکن مقصد یہ تھا۔

لِيَزْدَادُوٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ (فتح: ۴)

"تا کہ وہ اور بڑھ جائے (قوتِ) ایمان میں اپنے (پہلے) ایمان کے ساتھ۔"

وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا۔

"اور بڑھ جائے اہل ایمان کا ایمان۔"

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایمان اور حکمت سونے کے طشت میں کیسے آ سکتے ہیں؟ کیونکہ ایمان

عَرَض ہے اور اَعْرَاض کی توصیف صرف اسی جگہ کی جا سکتی ہے جہاں وہ قائم ہوتی ہیں۔ عَرَض میں انتقال ناممکن ہے کیونکہ انتقال اجسام کی صفت ہے اَعْرَاض کی صفت نہیں ہے۔

ہم اس اعتراض کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حکمت وایمان کے طشت کی تعبیر اسی طرح کی جائے گی جس طرح اس دودھ کی تعبیر علم سے کی گئی جس میں سے کچھ آپ ﷺ نے نوش فرمایا اور بقیہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما دیا۔ آپ ﷺ کے قلب انور میں جو کچھ انڈیلا گیا اس کی تاویل حکمت اور ایمان سے کی گئی۔ اس سنہری طشت میں جو ثَلْج و بَرَد تھا۔ پہلی مرتبہ آپ ﷺ نے اس کی تاویل وہی کی جو آپ ﷺ نے اس کی صورت ملاحظہ فرمائی تھی کیونکہ اس وقت آپ ﷺ کم سن تھے جب طشت میں ثَلْج دیکھا تو اسے ثَلْج ہی سمجھا جب دوسری مرتبہ شق صدر ہوا تو اس وقت آپ ﷺ مبعوث ہو چکے تھے جب آپ ﷺ نے اس وقت طشت کو ثلج سے لبریز دیکھا تو اس وقت اس کی تاویل حکمت وایمان سے کی۔ دونوں جگہوں پر یہ الفاظ آپ ﷺ کے مقامات کی غمازی کر رہے ہیں۔

سونے کے طشت کی حکمت

دونوں بار سونے کا طشت اس معنی اور مفہوم کے بالکل مناسب ہے جس کا آپ ﷺ سے ارادہ کیا گیا تھا۔ اگر لفظ ''ذَهَبٌ'' کو دیکھا جائے تو یہ ''اِلاذهَاب'' کے مطابق ہے۔

اَرَادَ اَنْ يُذْهِبَ عَنْهُ الرِّجْسَ وَيُطَهِّرَهُ تَطْهِيْرًا۔

''اللہ رب العزت نے ارادہ فرمایا کہ وہ آپ ﷺ سے ہر قسم کی رجس (ناپاکی) کو دور فرما دے اور آپ ﷺ کو خوب پاک صاف فرما دے۔''

پھر اگر تو ذَهَبٌ (سونے) کے معنی اور اس کے اوصاف پر غور و فکر کرے گا تو تجھے معلوم ہوگا کہ یہ تمام اشیاء سے صاف اور عمدہ ہوتا ہے ضرب المثل ہے اَنْقٰى مِنَ الذَّهَبِ۔ (سونے سے زیادہ خالص)۔ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں ''میں نے انہیں اسی طرح پایا ہے جس طرح سنار اسرخ سونے کو پاتا ہے''۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن اشیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق فرماتے ہیں ''ان کا دل سونے کا تھا''۔ جریر بن حازم خلیل بن احمد کے متعلق کہتے ہیں ''وہ سونے کا ایک شخص تھا'' ان تمام کی سونے سے تشبیہ دینے سے مراد یہ ہے کہ وہ عیوب سے پاک اور صاف تھے۔ سونے کے طشت سے نبی

اکرم ﷺ سے بھی یہی مطلوب تھا کہ آپ ﷺ کے قلب اطہر کو پاک و صاف کیا جائے۔

اسی طرح سونے کے اوصاف میں سے اس کا ثقل اور پختگی بھی ہے۔ اس کو پارے میں ڈال دیا جاتا ہے لیکن پھر بھی مستحکم ہی رہتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۝ (مزمل)

"بیشک ہم جلد ہی القا کریں گے آپ پر ایک بھاری کلام۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

"بروز حشر اہل حق کے ترازو کے پلڑے جھک جائیں گے کیونکہ وہ حق کی اتباع کرتے رہے ہوں گے۔ وہ میزان (پلڑا) جس پر حق رکھا جائے اس کے لئے جھک جانا ضروری ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے اہل باطل کے لئے اس کے برعکس فرمایا۔

روایت کیا جاتا ہے کہ جب آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوتا اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے تو وہ بہت زیادہ بوجھ محسوس کرتی حتیٰ کہ اس کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے۔

اس طرح سونے کی صفت معقولہ اور صفت محسوسہ دونوں کی مطابقت حضور ﷺ کے ساتھ قائم ہوگئی۔ سونے کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کو آگ نہیں کھاتی۔ قرآن پاک کی بھی یہی خصوصیت ہے وہ دل جو قرآن پاک کا مسکن ہوگا روز حشر آگ اسے بھی نہ کھا سکے گی اور نہ ہی آگ اس جسم کو کوئی گزند پہنچائے گی جس نے قرآن پر عمل کیا ہوگا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اگر قرآن پاک کو چمڑے میں رکھ کر آگ میں پھینکا جائے تو آگ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اسی طرح سونے کا وہ وصف جو قرآن اور وحی سے مطابقت رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ زمین اس کو بوسیدہ نہیں کر سکتی۔ اسی طرح قرآن پاک بھی بار بار پڑھنے سے بوسیدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن ہے۔ سونے کے اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ ایک نفیس دھات ہے اور لوگوں کے نزدیک بڑی قابل قدر ہے۔ اسی طرح حق اور قرآن بھی گراں قدر ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ۝ (فصلت)

"بیشک یہ بڑی عزت (حرمت) والی کتاب ہے۔"

سونے کے یہ تمام اوصاف اس کی خصوصیات اس کے لفظ کے اعتبار سے تھے۔ جب تم اس کی ظاہری ذات پر غور و فکر کرو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ دنیا کی زیب و آرائش بھی ہے اسی طرح قرآن

پاک نے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لئے بادشاہوں کے خزانوں کو مغلوب کر دیا۔ ان کا تمام سونا چاندی اور زیب و آرائش ان کے پاس آ گئی پھر قرآن پاک کی اتباع کرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ جنت میں انہیں سونے اور چاندی کے محلات عطا کئے جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "سونے کے دو باغ ہوں گے جن کی ہر چیز سونے کی ہوگی"۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ (زخرف:۷۱)

"گردش میں ہوں گے ان پر سونے کے تھال۔"

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿۲۳﴾ (الحج)

"اور انہیں پہنائے جائیں گے جنت میں سونے کے کنگن اور موتیوں کے ہار اور ان کی پوشاک وہاں ریشمی ہوگی"۔

اسی طرح یہ سونا (ذَھَبٌ) اس سونے کا شعور دلاتا ہے جو حق کی اتباع کرنے والے کو دیا جائے گا۔ قرآن اور اس کے اوصاف حق کے اوصاف کا شعور دلاتے ہیں قرآن اور اس کے الفاظ ناپاکی کے خاتمے کا شعور دلاتے ہیں۔ یہ بہت بڑی بڑی حکمتیں ہیں جو سونے کے طشت کے استعمال میں پنہاں ہیں۔ طشت (ٹرے) کے ذکر اور اس کے حروف میں بھی حکمت ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے عیاں ہے۔

طٰسٓ ۚ تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿۱﴾ (النمل)

"طا۔ سین یہ آیتیں ہیں قرآن (حکیم) اور روشن کتاب کی۔"

قلب انور کا طشت میں دھویا جانا کیا یہ حضور ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہے یا دیگر انبیاء کو بھی اس شرف سے نوازا گیا؟ تابوت اور سکینہ کی روایت میں نقل کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک ایسا طشت بھی تھا جس میں انبیائے کرام علیہم السلام کے قلوب دھوئے جاتے تھے۔ (الطبری)

بعض فقہاء نے اس واقعہ سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ قرآن پاک کو سونے سے آراستہ کرنا جائز ہے۔

مہر نبوت کی حکمت

مہر نبوت میں حکمت یہ تھی کہ جب آپ ﷺ کا قلب انور حکمت و یقین سے لبریز ہو گیا تو

اسی طرح مہر لگا دی جس طرح کسی تھیلی میں کستوری یا موتی بھر کر اوپر مہر لگا دی جاتی ہے کیونکہ آپ ﷺ شیطان کے وسوسہ سے معصوم تھے اس لئے یہ مہر آپ ﷺ کے مبارک شانے کی ہڈی پر لگائی گئی کیونکہ ابن آدم میں شیطان وسوسہ سازی اسی جگہ سے کرتا ہے۔

میمون بن مہران نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ ربوبیت میں التجا کی کہ اسے وہ جگہ دکھائی جائے جہاں سے شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔ اسے ایک صاف وشفاف انسانی جسم دکھایا گیا۔ وہ جسم اتنا شفاف تھا کہ وہ اندر سے بھی دکھائی دیتا تھا۔ شیطان مینڈک کی شکل میں کندھے کی ہڈی کے ساتھ تھا۔ مچھر کی سونڈ کی طرح اس کی سونڈ تھی وہ اسے اس شخص کے دل میں ڈال کر وسوسہ سازی کرتا تھا وہ بندہ جب اللہ کا ذکر کرتا تو وہ شیطان اس سے دور ہو جاتا تھا۔

حضور ﷺ آغوش مادر میں

جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لائیں اس وقت آپ ﷺ کی عمر پانچ سال اور ایک ماہ تھی۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دو مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ پہلی مرتبہ اس وقت حاضر خدمت ہوئیں جب آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح مبارک فرمالیا تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ سے قحط سالی کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم فرمایا انہوں نے بیس بھیڑیں اور کچھ بکریاں انہیں عطا کیں۔ دوسری دفعہ غزوۂ حنین کے وقت حاضر ہوئیں عنقریب اس کا تذکرہ آئے گا انشاء اللہ۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نظر آنے والے نور کی تاویل

حضور ﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک ایسا نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں انہی شہروں کو حضور ﷺ کے لئے مغلوب کر دیا حتیٰ کہ یہاں بنوامیہ کی خلافت قائم ہوئی۔ اسی طرح حضرت خالد بن سعید بن العاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی بعثت سے کچھ عرصہ قبل ایک نور دیکھا جو زمزم سے ظاہر ہوا۔ انہوں نے اس نور میں مدینہ منورہ کے نخلستان میں البسر کو دیکھا۔

انہوں نے یہ خواب اپنے بھائی عمرو سے بیان کیا۔ اس نے ان سے کہا ''یہ حضرت عبدالمطلب کا کنواں ہے۔ یہ نور ان میں سے ہی ہوگا''۔ اسی خواب کی وجہ سے وہ جلد اسلام لے آئے۔

حضور ﷺ کا گلہ بانی پر فخر

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے" ہر نبی نے گلہ بانی کی"۔ آپ ﷺ سے عرض کی گئی کیا آپ ﷺ نے بھی یہ مبارک کام کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا" ہاں"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آرہی تھیں تو آپ ﷺ راستہ میں کہیں گم ہو گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی بہت جستجو کی لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔ وہ حضرت عبدالمطلب کے پاس آئیں اور عرض کرنے لگیں" میں اس شب محمد مصطفیٰ ﷺ کو لے کر آرہی تھی جب میں مکہ مشرفہ کی بلند جگہ پہنچی تو وہ کہیں گم ہو گئے قسم بخدا! اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔" حضرت عبدالمطلب وہاں سے اٹھے اور بیت اللہ میں آکر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مبارک پوتا لوٹا دے۔ گمان کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ ورقہ بن نوفل اور ایک قریشی شخص کے پاس تھے وہ آپ ﷺ کو لے کر حضرت عبدالمطلب کے پاس آگئے اور عرض کرنے لگے" یہ ہے آپ کا بیٹا جو ہمیں مکہ مکرمہ کی بلند جگہ سے

بنو سعد اور مکہ معظّمہ میں حضور ﷺ کی گلہ بانی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں حضور ﷺ کی اس گلہ بانی کا تذکرہ ہے جو آپ ﷺ نے بنو سعد میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ فرمائی تھی۔ صحیح حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ معظمہ میں قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چرائیں (بخاری)۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا" میں نے بچپن میں صرف دو مرتبہ ایسے کام کرنے کا ارادہ کیا جو زمانہ جاہلیت کے لوگ عموماً کرتے تھے لیکن دونوں مرتبہ میرے رب کریم نے مجھے بچالیا"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک قریشی جوان کے ساتھ بکریاں چرا رہے تھے آپ ﷺ نے اس سے کہا" تم میری بکریوں کی دیکھ بھال کرو میں مکہ مکرمہ جا رہا ہوں"۔ آپ ﷺ مکہ معظمہ تشریف لے گئے وہاں شادی کا سماں تھا وہاں سے دف اور مزامیر کی آوازیں آرہی تھیں جب اس راگ رنگ کی محفل میں شرکت کرنے کیلئے آپ ﷺ اس گھر کے قریب گئے تو آپ ﷺ کو نیند نے آلیا۔ طلوع آفتاب تک آپ ﷺ وہاں محو استراحت رہے۔ اس طرح اللہ رب العزت نے آپ کو بچالیا۔ دوسری مرتبہ بھی آپ ﷺ نے

ملا ہے"۔ حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو پکڑا اور اپنے کندھے پر بٹھا لیا پھر طواف کعبہ میں مشغول ہو گئے۔ کچھ دیر تک وہاں شکرانے کے آنسو بہاتے رہے اپنے نور نظر کے مستقبل کے لئے دعائیں مانگتے رہے پھر حضور ﷺ کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کر دیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کا رسول مکرم ﷺ کو مکہ لے آنے کا دوسرا سبب:۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضور ﷺ کو واپس لے آنے کا سبب یہ واقعہ بھی ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کو شیر مبارک چھڑایا اور اپنے ہمراہ لے کر مکہ معظمہ آئیں تو راستہ میں انہیں حبشہ کے چند عیسائی ملے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور ﷺ کے متعلق پوچھا۔ حضور ﷺ کو بغور دیکھا پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہنے لگے "ہم اس بچے کو پکڑ لیں گے اور اس مبارک مولود کو اپنے ملک اور اپنے شہر لے جائیں گے۔ یہ مبارک بچہ عظیم شان کا مالک ہوگا۔ ہم اس کے امر سے خوب آشنا ہیں"۔

اپنے ساتھی سے اسی طرح فرمایا۔ مکہ مشرفہ پہنچ کر اسی طرح آپ ﷺ پر نیند کا غلبہ ہو گیا۔

قتبی کی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے وہ بھی گلہ بانی کرتے رہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی بکریاں چرائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "میں بھی مقام اجیاد پر اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے عظام علیہم السلام میں یہ وصف بطور تقدمہ رکھا ہے تاکہ وہ مخلوق کی نگہبانی کے فرائض سرانجام دے سکیں اور ان کی امتیں ان کی رعایا بن سکیں۔ نبی محترم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ ایک ایسے کنویں سے پانی نکال رہے ہیں جس کے اردگرد کالی اور خاکستری بھیڑیں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میرے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے انہوں نے بھی پانی نکالا لیکن ان میں ضعف اور کمزوری کے آثار پائے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے انہوں نے ڈول پکڑا اور قوت سے پانی نکالنے لگے میں نے ایسا جوان نہیں دیکھا جوان کے قائم مقام ہو سکے"۔

علماء نے اس خواب کی تعبیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت سے کی ہے۔ اگر اس خواب میں کالی اور خاکستری بھیڑوں کا تذکرہ نہ ہوتا تو پھر اس کی تعبیر خلافت سے کرنا ناممکن ہو جاتا کیونکہ کالی اور خاکستری بھیڑوں سے مراد اہل عرب وعجم ہیں لیکن اکثر محدثین نے اس

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مجھے یہ واقعہ سنایا ہے اس کے گمان کے مطابق اسی واقعہ کی وجہ سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ معظمہ لے کر آ گئیں تھیں۔

حدیث مبارک میں بھیڑوں کا ذکر نہیں کیا۔ اسے بزار نے اپنی مسند میں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور اسی سے معنی درست ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال
اور حضرت عبدالمطلب کی نگہداشت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اپنے جدامجد حضرت عبدالمطلب کی نگہداشت میں پروان چڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہِ لطف وعنایت میں بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ خود آپ ﷺ کی نگرانی فرمارہا تھا جب آپ ﷺ کی مبارک عمر چھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عالم آب وخاک کو خیرآباد کہہ گئیں۔

والدہ ماجدہ کے وصال کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن حزم نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ سال تھی۔ مقام ابواء پر انہوں نے دنیا کو خیرآباد کہا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کو لے کر حضور ﷺ کے ماموں بنوعدی بن نجار کے پاس گئیں تھیں۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں سے واپس آ رہی

حضرت ابوطالب کی کفالت

آپ ﷺ اپنے محترم چچا خواجہ ابوطالب کی کفالت میں بھی رہے وہ آپ ﷺ کی نگرانی ونگہبانی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ لطف وکرم بھی ہمیشہ آپ ﷺ کے شامل حال رہی۔ والد محترم کا سایہ رحمت سر پر نہ تھا جو آپ ﷺ پر شفقتیں لٹاتا۔ والدہ محترمہ بھی پردہ فرما ہوگئیں جو سو جان سے فدا ہوتیں۔ خواجہ ابوطالب کے اہل وعیال کثیر تھے ان کی معیشت بھی کچھ اچھی نہ تھی جب حضور ﷺ کے لئے اور اولاد ابی طالب کے لئے کھانا رکھا جاتا تو حضرت ابوطالب کی اولاد کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتی لیکن حضور ﷺ عزت وکرامت، حیاء پاکیزگی نفس اور دل کی قناعت کی وجہ سے کھانے کی طرف اس طرح ہاتھ نہ بڑھاتے۔ جب آپ ﷺ صبح بیدار ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرۂ انور ہشاش بشاش اور آئینہ کی مانند صاف ہوتا جبکہ دیگر اولاد ابی طالب کی کیفیت یہ نہ ہوتی تھی ایسے مخصوص ہوتا تھا

تھیں تو راستہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہو گیا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ سلمٰی بنت عمرو النجاریہ تھی۔ یہی حضور ﷺ کا وہ ننھالی رشتہ تھا جس کا تذکرہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

عبدالمطلب کا جلال

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سایہ میں ایک چٹائی بچھائی جاتی تھی۔ ان کی تمام اولاد اس چٹائی کے ارد گرد بیٹھا کرتی تھی ان کے جلال و رعب کی وجہ سے اس چٹائی پر بیٹھنے کی کوئی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ اس وقت حضور ﷺ نو عمر تھے۔ جب آپ ﷺ تشریف لاتے تو بلا جھجک اس چٹائی پر تشریف فرما ہو جاتے۔ آپ ﷺ کے چچا آپ کو ہٹانے کی کوشش کرتے اس وقت حضرت عبدالمطلب فرماتے "میرے بچے کو نہ روکو۔ اس کو آگے آنے دو بخدا اس کی بڑی شان ہو گی"۔ ہمیشہ حضور ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھاتے ، آپ ﷺ کی پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرتے۔ حضور ﷺ کی معصوم ادائیں دیکھتے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے۔

کہ حضور ﷺ کی پرورش خصوصی عیش و نعم میں ہو رہی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ ﷺ پر ایک خصوصی کرم نوازی تھی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال "الأبواء" کے مقام پر ہوا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان یہ ایک معروف مقام ہے لیکن یہ جگہ مدینہ منورہ کے قریب تر ہے۔ "ابواء" بَوَ کی جمع ہے۔ "بَوَ" اونٹنی کے بچے کی اس کھال کو کہا جاتا ہے جس میں بھوسہ وغیرہ بھرا جاتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کیونکہ اس جگہ بہت زیادہ سیلاب آتے تھے اس لئے اس مقام کو "ابواء" کہتے تھے۔

حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور پر

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور کی زیارت کی۔ آپ ﷺ اس وقت مسلح تھے آپ ﷺ خود بھی گریہ بار ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی رونے لگے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور کی زیارت کی اجازت طلب کی۔ مجھے اجازت مل گئی جب میں نے ان کے لئے استغفار کرنے کی اجازت

طلب کی لیکن مجھے اجازت نہ ملی"۔

مسند البزار میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کے لئے استغفار کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی مشرک کے لئے مغفرت طلب نہ کریں۔ آپ ﷺ غمگین وحزین واپس آ گئے۔ ایک حدیث میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ سے گریہ وزاری کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ان کی کمزوری اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شدت یاد آ گئی۔ (اگر یہ صحیح ہے)

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وہ آگ میں ہے۔" جب وہ شخص جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا "میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔" لیکن ہمیں حضور ﷺ کے والدین کریمین کے متعلق اس طرح نہیں کہنا چاہئے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا مردوں کا تذکرہ کر کے زندوں کو تکلیف نہ دیا کرو۔

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (احزاب: ۵۷)

"بیشک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو۔"

حضور ﷺ نے یہ گفتگو اس لئے فرمائی تھی۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کے والد کہاں ہیں؟ اس وقت آپ ﷺ نے یہ جواب ارشاد فرمایا تھا۔ معمر بن راشد نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے لیکن اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں "میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔" لیکن وہاں مکتوب ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "تم جب کسی مشرک کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے آگ کی بشارت سناؤ۔" غریب حدیث (شاید صحیح ہو) میں ہے۔ میں نے اسے اپنے دادا ابوعمران احمد بن ابی الحسن قاضی کے خط میں پایا ہے۔ اس کی سند میں کچھ راوی مجہول ہیں۔ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس روایت کو اس کتاب سے نقل کیا ہے جس میں معوذ بن داؤد بن معوذ الزاہد کی کتاب سے منقول تھا وہاں ابوالزناد سے انہوں نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب سے التجاء کی کہ وہ آپ ﷺ کے والدین کریمین کو زندہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لئے آپ کے والدین کریمین کو زندہ کیا وہ آپ ﷺ پر

ایمان لائے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری فرمادی۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس کی رحمت اور قدرت سے کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔ حضور ﷺ عزت و کرامت کے اس مقام رفیع پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو فضل و کرم چاہے آپ ﷺ کے ساتھ خاص کر دے اور اپنی مرضی کے مطابق آپ ﷺ پر انعام و اکرام کا ابر برسا دے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ''تذکرۃ'' میں، ابوبکر الخطیب نے ''السابق اللاحق'' میں اور ابوحفص عمر بن شاہین نے اپنی کتاب ''ناسخ و منسوخ'' میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ حج ادا فرمایا۔ جب آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور سے گزرے تو آپ ﷺ انتہائی غمگین، گریہ بار اور پریشان تھے۔ آپ ﷺ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے لگی پھر آپ ﷺ اپنی سواری سے نیچے تشریف لے آئے اور فرمایا ''اے حمیراء! تم ادھر ہی ٹھہرو''۔ میں اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ کہیں تشریف لے گئے کافی دیر بعد آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ آپ ﷺ انتہائی مسرور اور تبسم کناں تھے۔ میں نے عرض کی ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرے والدین آپ ﷺ پر فدا۔ جب آپ ﷺ یہاں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ انتہائی غمگین اور ملول تھے۔ آپ ﷺ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے لگی۔ جب آپ ﷺ وہاں سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ انتہائی شاداں و فرحاں تھے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور پر گیا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ انہیں زندہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض فرما لیا''۔

حضرت عبدالمطلب کی وفات اور مرثیے

جب حضور ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب دارِفانی کو الوداع کہہ گئے۔ اس وقت عام الفیل کو بھی آٹھ سال گزر چکے تھے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے عباس بن عبداللہ بن معبد بن عباس نے بعض اہل علم سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کا انتقال ہوا اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے محمد بن سعید بن المسیب نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کی وفات کا وقت قریب آیا اور انہیں معلوم ہوا کہ اب اس عالم فانی کو چھوڑنے کا وقت قریب آچکا ہے تو انہوں نے اپنی بیٹیوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ ان کی چھ بیٹیاں تھیں:

1۔صفیہ، 2۔برۃ، 3۔عاتکہ، 4۔ام حکیم البیضاء، 5۔امیمہ، 6۔اروی۔

حضرت عبدالمطلب نے ان سے فرمایا مجھ پر روؤ میں مرنے سے پہلے سننا چاہتا ہوں کہ تم کیا کہتی ہو؟

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے تمام علماء کا جائزہ لیا ہے وہ ان اشعار سے آگاہ نہ تھے مگر راویوں نے انہیں محمد بن سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے ہم نے بھی یہ اشعار اسی طرح لکھ دیئے ہیں

صفیہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ

أَرِقْتُ لِصَوْتِ نَائِحَةٍ بِلَيْلٍ عَلٰى رَجُلٍ بِقَارِعَةِ الصَّعِيْدِ

"رات کے وقت ایک نوحہ کناں عورت کی دردناک آواز سے میری نیند اُڑ گئی وہ مٹی کے ایک ٹیلے پر کھڑی ایک شخص پر آہ وزاری کر رہی تھی"۔

فَفَاضَتْ عِنْدَ ذَالِكُمْ دُمُوْعِي عَلٰى خَدِّي كَمُنْحَدِرِ الْفَرِيْدِ

"اس وقت میرے آنسو بھی میرے رخساروں پر اس طرح گرنے لگے جس طرح کوئی سخی

حضرت عبدالمطلب کی وفات

اَلْمُنْحَدِرُ۔ یہ دال کسرہ کے ساتھ ہے جیسا کہ دُرٌّ مُنْحَدِرٌ ہے یہ تشبیہ سخاوت اور جود وسخا کے لئے

موتی لٹاتا ہے''۔

عَلٰی رَجُلٍ کَرِیْمٍ غَیْرِ وَغْلٍ لَهُ الفَضْلُ المُبِیْنُ عَلَی العَبِیْدِ

''وہ خاتون ایک ایسے کریم شخص پر گریہ بار ہے جس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں اسے اللہ تعالیٰ کے بندوں پر نمایاں فضیلت حاصل ہے''۔

عَلَی الفَیَّاضِ شَیْبَةَ ذِی المَعَالِی اَبِیْكِ الخَیْرِ وَارِثِ کُلِّ جُوْدِ

''وہ عورت اس شیبہ پر نوحہ زن تھی جو سراپا جودوکرم اور ذی مرتبت تھا (اے صفیہ) وہ تیرا والد گرامی تھا جو ہر قسم کی جودوسخا کا وارث تھا''۔

صَدُوْقٍ فِی المَوَاطِنِ غَیْرِ نِکْسٍ وَلَاشَخْتِ المَقَامِ وَلَاسَنِیْدِ

''وہ جنگوں میں بغیر کسی کمزوری کے نبرد آزما ہونے والا تھا وہ نہ تو اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہنے والا تھا اور نہ ہی کسی دوسری قوم کے نسب میں ملنے والا تھا''۔

طَوِیْلِ البَاعِ اَرْوَعَ شَیْظَمِیٍّ مُطَاعٍ فِی عَشِیْرَتِهٖ حَمِیْدِ

''وہ بہت کشادہ دست، عجیب جنگجو اور قابل ستائش تھا اپنے قبیلے میں اس کی اطاعت کی جاتی تھی''۔

ہے اگر کسرہ سے پڑھا جائے تو آنسو کو موتیوں سے تشبیہ دی گئی ہوگی اور اگر فتح سے پڑھا جائے تو اس سے مراد جودوکرم ہوگا۔

اَبِیْکِ الخَیْرِ۔ یہ اصل لفظ الخَیِّرْ ہے لیکن اس میں تخفیف کی گئی ہے جس طرح هَیْن اور هیِّن میں ہے۔ الدرداء کی ماں کا نام خیرہ بنت ابی حدرد تھا۔ حضرت حسن بصری کی والدہ ماجدہ کا بھی یہی نام تھا خیرہ مخفف ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اس خَیْر سے مراد وہ خیر ہو جو شر کی ضد ہوتا ہے اور یہ مبالغہ کا اظہار کرتے ہوئے انہیں سراپا خیر کہا گیا ہے کس طرح کہا جاتا ہے مَازَیْدٌ اِلاَّ عِلْمٌ اَوْ حُسْنٌ زید تو سراپا علم یا مجسمہ حسن ہے۔ ایسا مجازاً کہا جاتا ہے اسی لئے اس کے تثنیہ، جمع اور مؤنث کے صیغے نہیں آتے۔

وَلَا شَخْتُ المَقَامِ وَلَاسَنِیْدٌ۔ الشَّخْت یہ الضَّخْم (موٹاپا) کی ضد ہے۔ سَنِید اس شخص کو کہا جاتا ہے جو مستقل مزاج نہ ہو۔ وہ اپنی رائے پر برقرار نہ رہ سکتا ہو۔

خَضَارِمَةٌ مَلَاوِثَةٌ۔ مَلَاوِثَةٌ مِلْوَاث کی جمع ہے یہ اللَّوْثَة سے مشتق ہے اس کا معنی قوت ہے جیسا کہ مُکَعْبَر کا قول ہے عِنْدَ الحَفِیْظَةِ اِنْ ذُوْلَوْثَةٍ لَاثَا۔ ''کسی قابل حفاظت چیز کی نگہبانی کے وقت ہی طاقت ور اپنی توانائی کا اظہار کرتا ہے۔''

رَفِيْعِ الْبَيْتِ اَبْلَجَ ذِىْ فُضُوْلٍ وَغَيْثِ النَّاسِ فِي الزَّمَنِ الحَرُوْدِ

"وہ بلند و بالا مکان والا، روشن جبیں، مختلف فضائل کا حامل اور قحط سالی کے زمانہ میں لوگوں کا فریادرس تھا۔"

كَرِيْمِ الجَدِّ لَيْسَ بِذِىْ وُصُوْمٍ يَرُوْقُ عَلَى الْمُسَوَّدِ وَالْمَسُوْدِ

"وہ عمدہ نسب والا، ننگ و عار سے بری وہ خادم و مخدوم پر فضل و احسان کرنے والا تھا۔"

عَظِيْمِ الحِلْمِ مِنْ نَفَرٍ كِرَامٍ خَضَارِمَةٍ مَلَاوِثَةٍ اُسُوْدِ

"وہ بہت حلم والا صاحب شرف قبیلہ میں سے تھا وہ لوگوں کا بوجھ اٹھانے والا سردار اور شیروں کی پناہ گاہ تھا۔"

فَلَوْ خَلَدَ امْرَءٌ لِقَدِيْمِ مَجْدٍ وَلٰكِنْ لَاسَبِيْلَ اِلَى الخُلُوْدِ

"اگر کوئی شخص اپنی سرمدی بزرگی کی وجہ سے زندہ رہ سکتا۔ لیکن موت سے کوئی راہِ فرار نہیں ہے۔"

لَكَانَ مُخَلَّدًا اُخْرَى اللَّيَالِي لِفَضْلِ المَجْدِ وَالحَسَبِ التَّلِيْدِ

"تو پھر وہ اپنی بزرگی کی فضیلت اور عمدہ حسب و نسب کی وجہ سے آخری رات تک زندہ رہتا۔"

برہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ

أَعَيْنَيَّ جُوْدَا بِدَمْعٍ دِرَرٍ عَلَى طَيِّبِ الخِيْمِ وَالمُعْتَصَرْ

"اے میری آنکھوں! پاکباز اور پیکر جود و سخا پر موتیوں جیسے آنسوؤں کی سخاوت کرو۔"

عَلَى مَاجِدِ الجَدِّ وَارِى الزِّنَادِ جَمِيْلِ المُحَيَّا عَظِيْمِ الخَطَرِ

"اے میری آنکھوں اس شخص پر گریہ باری کرو جو صاحب فضیلت، لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے والا، حسین و جمیل اور بڑے رتبے والا ہے۔"

عَلَى شَيْبَةِ الحَمْدِ ذِى المَكْرُمَاتِ وَذِى المَجْدِ وَالعِزِّ وَالمُفْتَخَرْ

"اس شیبہ پر رو جو فضیلتوں والا، عزتوں والا، باعظمت اور قابل فخر ہے۔"

کہا جاتا ہے کہ اللَّيْث (شیر) بھی اسی سے مشتق ہے۔ لیکن اس کی واؤ کو ی میں تبدیل کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ فَعْيَلٌ کے وزن پر ہے تا کہ اس میں تخفیف پیدا ہو جس طرح هَيِّنٌ۔ هَيْنٌ۔ لَيْن لَيِّن میں تخفیف کی گئی ہے۔

وَذِي الحِلْمِ والفضلِ وَالنَّائِبَاتِ كَثِيرِ المَكَارِمِ جَمِّ الفَجَرْ

''وہ جو مصائب میں بردبار اور فضل و کرم کرنے والا ہے جو عمدہ اخلاق والا اور جودو سخا کرنے والا ہے''۔

لَهُ فضلُ مجدٍ عَلَى قَوْمِهِ مُنِيرٌ يَلُوحُ كَضَوْءِ القَمَرْ

''وہ قوم میں فضیلت والا ہے، وہ ہمیشہ چاند کی طرح ضوفشاں رہتا تھا''

أتته المنايا فلم تُشوِهِ بِصَرْفِ اللَّيَالِي وَرَيْبِ القَدَرْ

اموات اس کے پاس حوادثات زمانہ اور تکالیف تقدیر لے کر آئیں اور اس پر کاری وار کیا''۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ

أعَيْنَيَّ جُودَا ولَا تَبْخلا بِدَمْعِكُمَا بَعْدَ نَومِ النِّيَامِ

''اے میری آنکھوں! سونے والے کے سو جانے کے بعد مجسمۂ جود و سخا پر آنسو بہاؤ اور بخل سے کام نہ لو''۔

أعَيْنَيَّ واسْحَنْفِرَا واسْكُبَا وَشُوبَا بُكَاءَكُمَا بِالْتِدَامِ

''اے میری چشم گریہ بار! ساون کی طرح جھڑی لگاؤ۔ خوب آنسو بہاؤ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی رخساروں پر طمانچے بھی مارو''۔

أعَيْنَيَّ وَاسْتَخْرِطَا وَاسْجُمَا عَلَى رَجُلٍ غَيْرِ نِكْسٍ كَهَامْ

''اے میری آنکھوں خوب جی بھر کر رو، خوب آہ و زاری کرو اس شخص پر جو نہ پیچھے رہنے والا اور نہ ہی کمزوری کا اظہار کرنے والا تھا''۔

عَلَى الجَحْفَلِ الغَمْرِ فِي النَّائِبَاتِ كَرِيمِ المَسَاعِي وَفِيِّ الذِّمَامْ

''اس عظیم سردار پر، اس باعظمت شخص پر گریہ زاری کرو وہ مصائب میں جود و سخا کرتا تھا وہ عمدہ کوششوں والا اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والا تھا''۔

عَلَى شَيْبَةِ الحَمْدِ وَارِي الزِّنَادِ وَذِي مَصْدَقٍ بَعْدُ ثَبْتِ المَقَامِ

فَلَمْ تُشْوِهِ۔ شوی کا معنی ہے جسم کے ایسے حصہ پر زخم لگانا جس سے موت واقع نہ ہو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حوادثات زمانہ نے ان پر کاری ضرب لگائی۔ عبدالمطلب کا قول پیچھے گزر چکا ہے کہ جب تیر حضرت عبداللہ کے نام نہ نکلتا تو وہ کہتے قَدْ اَشْوی۔ اس تیر نے غلطی کی ہے۔

''اے چشم اشک فشاں! قابل ستائش شیبہ پر رو، جو بڑا مہمان نواز، راست گو اور ثابت قدم تھا۔''

وَسَيْفٍ لَدَى الْحَرْبِ صَمْصَامَةٍ وَمِرْدِى الْمُخَاصِمِ عِنْدَ الْخِصَامِ

''وہ جنگ کے وقت شمشیر بے نیام تھا اور جھگڑے کے وقت دشمن کو ہلاک کرنے والا تھا۔''

وَسَهْلُ الْخَلِيْقَةِ طَلْقُ الْيَدَيْنِ وَفٍ عُذَمِلِيٍّ صَمِيْمٌ لُهَامٌ

''وہ نرم خو اور کشادہ دست تھا وہ باوفا، مضبوط اور بہت بابرکت تھا۔''

تَبَنَّكَ فِي بَاذِخٍ بَيْتَهُ رَفِيْعُ الذُّؤَابَةِ صَعْبُ الْمَرَامِ

''اس کے گھر کی بنیادیں عظمت و کرامت میں مستحکم ہیں وہ بلند منصب اور عظیم ارادوں والا تھا''۔

اُم حکیم البیضاء کا مرثیہ

أَلَا يَاعَيْنُ جُوْدِى وَاسْتَهِلِّي وَبَكِّي ذَا النَّدَى وَالْمَكْرُمَاتِ

''اے میری آنکھ آنسو سے سخاوت کر خوب گریہ بار ہو پیہم آہ و فغاں کر اس شخص پر جو پیکر سخا اور معزز و محترم تھا۔''

أَلَا يَاعَيْنُ وَيْحَكِ أَسْعِفِيْنِي بِدَمْعٍ مِنْ دُمُوْعٍ هَاطِلَاتِ

''اے میری آنکھ! تیرے لئے ہلاکت ہو تو گریہ پیہم کے ساتھ میری مدد کر۔''

وَبَكِّي خَيْرَ مَنْ رَكِبَ الْمَطَايَا أَبَاكِ الْخَيْرَ تَيَّارَ الْفُرَاتِ

''اس شخص پر رو جو سواریوں پر سوار ہونے والوں میں سے بہترین تھا اپنے اس باپ پر رو جو

مِرْدَى الْمُخَاصِمِ۔ مِرْدِى الرَّدى سے مِفْعَلُ کے وزن پر ہے اس پتھر کو مِرْدی کہا جاتا ہے جو ہر اس شخص کو ہلاک کر دیتا ہے جس کو مارا جاتا ہے۔ ضرب المثل ہے کُلُّ ضَبٍّ عِنْدَهُ مِرْدَاتُه۔

وَفٍ یہ اصل میں وفِیٌّ تھا ضرورت کے لئے اس میں تخفیف کی گئی ہے۔ عُذَمِلِيٌّ اس کا معنی ''شدید'' ہے۔

اللُّهَام یہ لَهِمْتُ الشَّيْئَ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے کسی چیز کو نگل لینا۔ زاجر کہتا ہے

كَالْحُوْتِ لَايُرْوِيهِ شَيْءٌ يَلْهَمُهُ يُصْبِحُ عَطْشَانًا وَفِي الْبَحْرِ فَمُهُ

''وہ اس مچھلی کی طرح ہے جسے وہ چیز سیراب نہیں کرتی جسے وہ نگلتی ہے وہ پیاسے صبح کرتی ہے حالانکہ سمندر میں اس کا منہ ہوتا ہے''۔

مجسمہ خیر و برکت تھا جو میٹھے پانی کا رواں چشمہ تھا۔"

طَوِيْلَ الْبَاعِ شَيْبَةَ ذَا الْمَعَالِي كَرِيْمَ الْخِيْمِ مَحْمُوْدِ الْهِبَاتِ

"اے میری چشم اشک بار! شیبہ پررو جو کشادہ دست، بلند منصب، عمدہ خصال اور قابل ستائش تھا۔"

وَصُوْلًا لِلْقَرَابَةِ هِبْرِزِيًّا وَغَيْثًا فِي السِّنِيْنَ الْمُمْحِلَاتِ

"وہ صلہ رحمی کرنے والا حسین و شکیل تھا اور قحط سالی میں وہ ابر جود و عطا تھا۔"

وَلَيْثًا حِيْنَ تَشْتَجِرُ الْعَوَالِي تَرُوْقُ لَهُ عُيُوْنُ النَّاظِرَاتِ

"وہ اس وقت کا شیر تھا جب نیزے باہم نبرد آما ہوتے تھے اور دیکھنے والوں کی آنکھیں اس سے فرحت و انبساط حاصل کرتی تھیں۔"

وَعَقِيْلُ بَنِي كِنَانَةَ وَالْمُرَجَّى إِذَا مَاالدَّهْرُ أَقْبَلَ بِالْهَنَاتِ

"وہ بنو کنانہ کا سردار تھا جب زمانہ اپنے تمام تر حوادثات کے ساتھ حملہ آور ہوتا تو وہ ان کی پناہ گاہ بھی تھا۔"

وَمَضْرَعُهَا إِذَامَا هَاجَ هَيْجٌ بِدَاهِيَةٍ وَخَصْمُ الْمُعْضِلَاتِ

"جب بنو کنانہ پر کوئی عجیب مصیبت نازل ہوئی تو وہ ان کا ملجا و ماویٰ بھی تھا اور تمام مشکلات کا مقابلہ کرنے والا بھی وہی تھا"۔

فَبَكِّيْهِ وَلَا تَسَمِي بِحُزْنٍ وَبَكِّي، مَابَقِيْتِ، الْبَاكِيَاتِ

"اے چشم اشک فشاں! اس شخص پر گریہ زاری کر اس کے غم و اندوہ میں سستی نہ کر اور جب تک تو زندہ ہے اس وقت دوسروں کو بھی اس کے غم میں رلاتی رہ"۔

اَلْجَحْفَل: انہوں نے عبدالمطلب کو جحفل کی مانند بنایا ہے۔ یعنی صرف یہی ان کے قائمقام ہوسکتا ہے۔ جحفل کا لفظ دو الفاظ سے بنا ہے۔ 1۔ جحف 2۔ جفل۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جس پر گزرتا ہے اس کو برباد کر دیتا ہے اور اسے جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے اسی طرح نہشل بھی دو کلمات سے بنا ہے۔ 1۔ نَهَشْتُ اللَّحْمَ۔ 2۔ نَشَلْتُهُ۔

عاتکة صفات سے اسم منقول ہے کہا جاتا ہے اِمْرَاَةٌ عَاتِكَةٌ۔ اس سے مراد وہ عورت ہے جو زعفران وغیرہ سے خود کو رنگ لیتی ہے۔ علامہ قتبی نے اسے عَتَكَتِ الْقَوْسُ سے مشتق مانا ہے۔ جبکہ کمان پرانی ہو جائے۔

امیمہ بنت عبدالمطلب کا مرثیہ

أَلَا هَلَكَ الرَّاعِي الْعَشِيْرَةَ ذُوالْفَقْدِ وَسَاقِي الْحَجِيْجِ وَالْمحَامِي عَنِ الْمَجْدِ

''ارے سنو! خاندان کا نگہبان، خاندان کی جستجو کرنے والا، ساقی حجاج اور عظمت وفضیلت کا حامی اس عالم رنگ و بو کو الوداع کہہ چکا ہے''۔

وَمَنْ يُؤْلِفُ الضَّيْفَ الْغَرِيْبَ بُيُوْتَهُ إِذَا مَاسَمَاءُ النَّاسِ تَبْخَلُ بِالرَّعْدِ

''وہ عظیم سردار اجنبی مسافروں کو اپنے گھر میں اس وقت جمع کر لیتا تھا جب لوگوں کا آسمان گرج وچمک کے باوجود بخل سے کام لیتا تھا''۔

كَسَبْتَ وَلِيْدًا خَيْرَ مَا يَكْسِبُ الْفَتٰى فَلَمْ تَنْفَكِكْ تَزْدَادُ يَاشَيْبَةَ الْحَمْدِ

''اے قابل ستائش شیبہ! تو نے بہترین خصائل کو اپنے بچپن میں ہی حاصل کر لیا تھا پھر تو ان اوصاف میں روز بروز ترقی کی طرف ہی گامزن رہا''۔

أَبُو الْحَارِثِ الْفَيَّاضُ خَلّٰى مَكَانَهُ فَلَا تَبْعُدَنْ فَكُلُّ حَيٍّ إِلٰى بُعْدِ

''فیاض ابوالحارث نے اپنا مکان خالی کر دیا تو اسے دور نہ کر، ہر زندہ دور جانے والا ہے''۔

فَإِنِّي لَبَاكٍ، مَابَقِيْتُ وَمُوْجَعٌ وَكَانَ لَهُ أَهْلًا لِمَا كَانَ مِنْ وَجْدِي

''میں جب تک باحیات رہوں گی میں گریہ زار اور غمگین ہی رہوں گی اور وہ میرے اس غم واندوہ کا ہی سزاوار ہے''۔

سَقَاكَ وَلِيُّ النَّاسِ فِي الْقَبْرِ مُمْطِرًا فَسُوْفَ أُبَكِّيْهِ وَإِنْ كَانَ فِي اللَّحْدِ

''اے شیبہ! تجھے لوگوں کا والی قبر میں بارانِ رحمت سے سرفراز فرمائے۔ میں عنقریب اس پر خوب گریہ کروں گی اگرچہ وہ قبر میں ہی ہوگا''۔

فَقَدْ كَانَ زَيْنًا لِلْعَشِيْرَةِ كُلِّهَا كَانَ حَمِيْدًا حَيْثُمَا كَانَ مِنْ حَمْدِ

وہ اپنے پورے قبیلے کی زیب وآرائش تھا وہ قابل تعریف تھا خواہ تعریف جہاں کہیں بھی ہو''۔

اروی بنت عبدالمطلب کا مرثیہ

بَكَتْ عَيْنِي وَحُقَّ لَهَا. الْبَكَاءُ عَلٰى سَمْحٍ سَجِيَّتُهُ الْحَيَاءُ

''میری آنکھ رو رہی ہے۔ اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اس پیکر سخا پر گریہ زار رہے اس پر روتی رہے جس کی طبیعت ہی شرم وحیاء ہے''۔

عَلٰى سَهْلِ الْخَلِيْقَةِ أَبْطَحِيٍّ كَرِيْمِ الْخِيْمِ نِيَّتُهُ الْعَلَاءُ

''وہ نرم خو، ابطحی اور کریم النفس تھا اور اس کا مقصد بلندی پر آشیاں بند ہونا تھا''۔

عَلَی الفَیَّاضِ شَیْبَۃَ ذِی المَعَالِی اَبِیْكِ الخَیْرِ لَیْسَ لَهٗ کِفَاءٌ

''اے چشم! اس شیبہ پر رو جو پیکر سخا اور بلند مرتبت تھا وہ تیرا ایسا باپ تھا جو سراپا خیر و برکت تھا۔ اس کی نظیر و مثیل ناممکن ہے''۔

طَوِیْلِ البَاعِ اَمْلَسَ شَیْظَمِیٍّ اَعَزَّ کَاَنَّ غُرَّتَهٗ ضِیَاءٌ

''وہ کشادہ دست، نرم خو اور فصیح و بلیغ تھا۔ وہ معزز و محترم جس کی پیشانی نور افشاں تھی''۔

اَقَبِّ الکَشْحِ اَرْوَعَ ذِی فُضُوْلٍ لَهُ المَجْدُ المُقَدَّمُ وَالسَّنَاءُ

''وہ پتلی کمر والا، عجیب تر حسن و جمال والا اور بہت سی فضیلتوں کا مالک تھا۔ ازل سے ہی بزرگی اور اجالے کا مستحق تھا''۔

اَبِیِّ الضَّیْمِ اَبْلَجَ هِبْرِزِیٍّ قَدِیْمِ المَجْدِ لَیْسَ بِهٖ خَفَاءٌ

''وہ ظلم کا انکار کرنے والا، رخ زیبا والا، امور میں محتاط اور ازل سے فضیلت کا مالک تھا اس کی کوئی خوبی بھی مخفی نہ تھی''۔

وَمَعْقِلِ مَالِكٍ وَرَبِیْعِ فِهْرٍ وَفَاصِلِهَا اِذَا التُمِسَ القَضَاءُ

''وہ مالک کی پناہ گاہ اور فہر کی بہار تھا۔ وہ ان کا اس وقت جج ہوتا تھا جب فیصلوں کے لئے کسی ثالث کو تلاش کیا جاتا تھا''۔

وَکَانَ هُوَ الفَتٰی کَرَمًا وَجُوْدًا وَبَاْسًا حِیْنَ تَنْسَکِبُ الدِّمَاءُ

''وہ جود و عطا کا پیکر تھا۔ جب خون رواں دواں ہوتا تھا وہ اس وقت بھی جری اور بہادر تھا''۔

اِذَا هَابَ الکُمَاۃُ المَوْتَ حَتّٰی کَاَنَّ قُلُوْبَ اَکْثَرِهِمْ هَوَاءٌ

''جب بہادر انسان موت سے خوفزدہ ہو جاتے اور ان کے دلوں کی دھڑکنیں رکتی ہوئی محسوس ہوتیں''۔

مَضٰی قُدُمًا بِذِی رُبَدٍ خَشِیْبٍ عَلَیْهِ حِیْنَ تُبْصِرُهُ البَهَاءُ

''لیکن اس کی پرانی عادت یہ ہے کہ جب وہ شمشیر براں کے ساتھ ہوتا ہے تو تو دیکھ سکتا ہے

معقل، مالک اور ربیع فہر سے مراد بنو مالک بن نضر بن کنانہ ہیں۔

ذی ربد: ربد سے مراد تلوار کا جوہر ہے صخر الغی کہتا ہے

وَصَارِمٍ اُخْلِصَتْ خَشِیْبَتُهٗ اَبْیَضَ مَهْوٍ فِی مَتْنِهٖ رُبَدُ

کہ اس پر رونق و جمال آ جاتا ہے"۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب نے اپنی بیٹیوں کی یہ نوحہ خوانی سنی اس وقت وہ موت کے قریب تر پہنچ چکے تھے انہوں نے اپنے سر سے اشارہ کیا ہاں! اسی طرح ہی مجھ پر رونا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسیّب کا نسب یہ ہے ابن حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم۔

حذیفہ کا مرثیہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بنو عدی بن کعب بن لوی کا بھائی خذیفہ بن غانم بھی عبدالمطلب پر روتا رہا وہ عبدالمطلب، قصی اور ان کی اولاد کے فضائل اور خصائل بیان کرتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کو چار ہزار درہم کے بدلے مکہ مکرمہ میں قید کر دیا گیا۔ ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب وہاں سے گزرا اور اسے آزاد کرایا۔

أَعَيْنِيَّ جُوْدَا بِالدُّمُوْعِ عَلَى الصَّدْرِ وَلَا تَسْأَمَا أُسْقِيْتُمَا سَبَلَ الْقَطْرِ

"اے میری آنکھوں! آنسوؤں کے ساتھ میرے سینے پر سخاوت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ابر کرم سے سیراب کرے اس میں ذرہ بھی سستی نہ کرو"۔

وہ ایسی تلوار ہے جس کی دھار صاف کی گئی ہے وہ سفید اور روشن ہے جس کے ظاہری حصہ میں دھار ہے۔ تَبَنَّكَ فِي بَاذِخِ بَيْتُهُ۔ اس کا گھر شرف کی چوٹیوں پر ہے البنك کا معنی جا گزیں ہونا ہے۔ خوشبو کی ایک قسم کو بھی البنك کہا جاتا ہے۔ سوس کی لکڑی کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے گھروں پر چھت ڈالا جاتا ہے۔ اس کا رس دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی رگوں میں حلاوت اور اس کی شاخوں میں کڑواہٹ ہوتی ہے۔

وَقَدْ أَصْمَتَ: کہا جاتا ہے کہ صَمَتَ اور اَصْمَتَ۔ سَكَتَ اور اَسْكَتَ ایک ہی معنی میں ہیں اسی طرح سَمَحَ، اَسْمَحَ، عَصَفَ، اَعْصَفَ، طَلَعَ، اَطْلَعَ ایک معنی میں ہیں۔ (ابن قتیبہ)

ابوجہم بن حذیفہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حذیفہ بن غانم نے اشعار ذکر کیے ہیں۔ حذیفہ ابوجہم کا والد تھا۔ ابوجہم کا نام "عبید" تھا۔ انہوں نے ہی حضور ﷺ کو ایک منقش چادر پیش کی تھی اور آپ ﷺ نے اس کے نشانات کو ملاحظہ فرمایا تھا۔ یہ حدیث ایک اور سند سے اس طرح روایت ہے کہ حضور ﷺ کی

وَجُوْدَا بِدَمْعٍ وَاسْفَحَا كُلَّ شَارِقٍ بُكَاءَ امْرِئٍ لَمْ يُشْوِهِ نَائِبُ الدَّهْرِ

"اپنے آنسوؤں کے ساتھ سخاوت کرو اور ہر روز طلوعِ آفتاب کے وقت اس شخص کی سی گریہ زاری کرو جسے حوادثاتِ زمانہ نے ضربِ کاری نہ لگائی ہو"۔

وَسُحَّا وَجُمَّا واسْجُمَا مَابَقِيتُمَا عَلٰى ذِي حَيَاءٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَذِي سِتْرِ

"اے آنکھوں! سخاوت کرو۔ مسلسل گریہ زاری کرو، پیہم برسو جب تک تم باقی رہو شرم وحیاء والے قریشی پر لگاتار آنسو بہاتی رہو"۔

عَلٰى رَجُلٍ جَلْدِ القَوٰى ذِي حَفِيظَةٍ جَمِيْلِ الْمُحَيَّا غَيْرِ نِكْسٍ وَلَا هَذْرِ

"ایسے شخص پر روؤ جو مضبوط اعصاب والا، لوگوں کا محافظ، زیبا طلعت والا ہے جس میں کوئی ضعف یا کمزوری نہیں ہے"۔

عَلَى المَاجِدِ البُهْلُوْلِ ذِي البَاعِ وَاللُّهَا رَبِيْعِ لُؤَيٍّ فِي القُحُوْطِ وَفِي العُسْرِ

"اس ہستی پر رو جو فضیلت والی، تمام بھلائیوں کی جامع، کشادہ دست، پیکر سخاوت اور قحط اور تنگ دستی میں بنولوی کے لئے ابر بہاراں ہے"۔

عَلٰى خَيْرِ حَافٍ مِنْ مَعَدٍّ وَنَاعِلٍ كَرِيْمِ المَسَاعِي طَيِّبِ الخَيمِ وَالنَّجْرِ

"اس شخص پر رو جو بنو معد کے عریاں پاؤں اور جوتے پہننے والوں میں سے بہترین ہے جو عمدہ کوششوں والا جو نیک سیرت اور پاکیزہ فطرت والا ہے"۔

وَخَيْرِهِمْ اَصْلًا وَفَرْعًا وَمَعْدِنًا وَاَحْظَاهُمْ بِالمَكْرُمَاتِ وَبِالذِّكْرِ

"وہ اصل، فرع اور معدن کے اعتبار سے ان تمام سے بہتر ہے عمدہ اخلاق اور شہرت میں بھی اس کا حصہ نمایاں ہے"۔

وَاَوْلَاهُمْ بِالمَجْدِ وَالحِلْمِ وَالنُّهٰى وَبَالفَضْلِ عِنْدَ المُجْحِفَاتِ مِنَ الغُبْرِ

بارگاہ میں دو منقش چادریں پیش کی گئیں۔ آپ ﷺ نے ایک ابوجہم کو عطا کر دی اور دوسری خود رکھ لی۔ اس پر کوئی تصویر تھی جب آپ ﷺ نے نماز میں اس تصویر کو ملاحظہ فرمایا تو اسے ابوجہم کی طرف بھیج دیا اور ان سے دوسری چادر منگوالی۔ (ابن الزبیر)

ابوجہم کی والدہ کا نام یسیرہ بنت عبداللہ بن اذاۃ بن ریاح تھا ابن اذاۃ ابوقحافہ کا ماما تھا عنقریب اس کی والدہ کے نسب کا تذکرہ ہوگا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ اشعار اس خذافہ بن غانم کے ہیں جو خارجہ بن حذافہ کے والد کا بھائی تھا۔

"بزرگی، حلم اور عقل و دانش میں بھی وہ برتر ہے اور جان لیوا قحطوں میں فضل و عطا کے اعتبار سے بھی وہی بڑھ کر ہے۔"

عَلٰى شَيْبَةَ الْحَمْدِ الَّذِيْ كَانَ وَجْهُهُ　　يُضِيْئُ سَوَادَ اللَّيْلِ كَالْقَمَرِ الْبَدْرِ

"اے چشم اشک فشاں! شیبہ پر اشک فشانی کر۔ ان کا درخشاں چہرہ رات کی ظلمت کو ماہ تمام کی طرح دور کرتا تھا۔"

وَسَاقِي الْحَجِيْجِ ثُمَّ لِلْخُبْزِ هَاشِمٌ　　وَعَبْدِ مَنَافٍ ذَالِكَ السَّيِّدُ الْفِهْرِي

"وہ حجاج کو پانی پلانے والا پھر روٹی کی ثرید بنانے والا تھا۔ وہ عبد مناف جو قبیلہ قریش کا سردار تھا۔"

طَوٰى زَمْزَمًا عِنْدَ الْمَقَامِ فَاَصْبَحَتْ　　سِقَايَتُهٗ فَخْرًا عَلٰى كُلِّ ذِيْ فَخْرٍ

"وہ وہی پاکیزہ ہستی ہے جس نے مقام ابراہیم کے پاس چاہِ زمزم کو کھودا اس طرح اس کا سقایہ ہر فخر کرنے والے پر فخر ہو گیا۔"

لِيَبْكِ عَلَيْهِ كُلُّ عَانٍ بِكُرْبَةٍ　　وَآلُ قُصَيٍّ مِنْ مُقِلٍّ وَذِيْ وَفْرٍ

"ہر مصیبت زدہ اور آل قصی میں سے ہر مفلس اور مالدار کو اس پر رونا چاہئے۔"

بَنُوْهُ سَرَاةٌ كَهْلُهُمْ وَشَبَابُهُمْ　　تَفَلَّقَ عَنْهُمْ بَيْضَةُ الطَّائِرِ الصَّقْرِ

"ان کی اولاد خواہ نوعمر ہو یا عمر رسیدہ ہو وہ سب کے سب اس طرح جوانمرد ہیں کہ گویا شہباز کا انڈا پھٹا اور تمام باہر نکل آئے ہیں۔"

قُصَيٌّ الَّذِيْ عَادٰى كِنَانَةَ كُلَّهَا　　وَرَابَطَ بَيْتَ اللّٰهِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ

"قصی وہ شخص ہے جس نے تمام بنو کنانہ سے عداوت کی اور غربت و ثروت ہر حالت میں بیت اللہ سے رابطہ رکھا۔"

وَاِنْ تَكُ غَالَتْهُ الْمَنَايَا وَصَرْفُهَا　　فَقَدْ عَاشَ مَيْمُوْنَ النَّقِيْبَةِ وَالْاَمْرِ

"اگر اموات اور ان کی گردش نے اسے مغلوب کر لیا ہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس نے

غَيْرِ نِكْسٍ وَلَا هَذْرٍ۔ تیروں میں سے نِکس اس تیر کو کہا جاتا ہے جس کو ترکش میں اوندھا رکھا جاتا ہے تاکہ تیرانداز اس کو پہچان لے اور اس سے تیراندازی نہ کرے بعض اہل لغت کہتے ہیں یہ وہ تیر ہوتا ہے جس کا اوپر والا حصہ ٹوٹ چکا ہوتا ہے پھر اس کو الٹ کر دیا جاتا ہے اس کا اوپر والا حصہ نیچے کیا جاتا ہے ایسے تیر کو چلایا نہیں جاتا۔

عزائم میں کامیاب ہو کر اطمینان قلب کے ساتھ زندگی بسر کی ہے۔"

وَاَبْقٰی رِجَالاً سَادَةً غَیْرَ عُزَّلٍ مَصَالِیتَ اَمْثَالَ الرُّدَیْنِیَّةِ السُّمْرِ

"اس نے ایسے جوانمرد سردار باقی چھوڑے ہیں جو نہتے نہیں ہیں بلکہ وہ تمام معاملات میں گندم گوں رُدَیْنی نیزوں کی طرح گھس جانے والے ہیں۔"

اَبُو عُتْبَةَ الْمُلْقِی اِلَیَّ حِبَاءَهٗ اَغَرُّ هِجَانُ اللَّوْنِ مِنْ نَفَرٍ غُرٍّ

"وہ ابوعتبہ جس کی طرف سے مجھے بخشش وعطا ہوئی ہے وہ درخشاں پیشانی والا، سرخ وسفید رنگ والا نیک لوگوں میں سے ہے۔"

وَحَمْزَةُ مِثْلُ الْبَدْرِ یَهْتَزُّ لِلنَّدٰی نَقِیُّ الثِّیَابِ وَالذِّمَامِ مِنَ الْغَدْرِ

"اور حمزہ ماہ کامل کی طرح روشن جبیں والا ہے وہ سخاوت میں جھومتا ہے وہ صاف کپڑوں والا اور اس کے وعدے فریب سے پاک ہیں"۔

وَعَبْدُ مُنَافٍ مَاجِدٌ ذُوْحَفِیْظَةٍ وَصُوْلٌ لِذِی الْقُرْبٰی رَحِیْمٌ بِذِی الصِّهْرِ

"عبد مناف باعظمت اور محافظ ہے وہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے والا اور سسرالی عزیزوں کے ساتھ رحمدل ہے"۔

کُهُوْلُهُمْ خَیْرُ الْکُهُوْلِ وَنَسْلُهُمْ کَنَسْلِ الْمُلُوْكِ لَاتَبُوْرُ وَلَا تَحْرِی

"ان کے عمر رسیدہ بہترین عمر رسیدہ ہیں اور ان کی نسل بادشاہوں کی نسل کی طرح ہے جو نہ کم ہوتی ہے اور نہ ہی ہلاک ہوتی ہے"۔

مَتٰی مَاتُلَاقِی مِنْهُمُ الدَّهْرَ نَاشِئًا تَجِدْهُ بِاِجْرِیَّا اَوَائِلِهٖ یَجْرِی

"جب تو زمانہ بھر ان میں سے کسی نوعمر سے ملاقات کرے گا تو تو پائے گا کہ اس میں بھی اپنے اجداد کے اوصاف حمیدہ ہی پائے جاتے ہیں۔"

هُمْ مَلَأُوا الْبَطْحَاءَ مَجْدًا وَّعِزَّةً اِذَا اسْتُبِقَ الْخَیْرَاتُ فِی سَالِفِ الْعَصْرِ

"جب گزشتہ زمانہ میں بھلائیوں کا مقابلہ کرایا گیا تو یہی لوگ تھے جنہوں نے وادی بطحاء کو

غَیْرُ عُزَّلٍ یہ اَعْزَل کی جمع ہے اَفْعَل کی جمع فُعَّل کے وزن پر نہیں آتی لیکن یہ جمع اس لئے آئی ہے کیونکہ اس جگہ رامح کے مقابلہ میں ہے۔ بعض اوقات صفت کو اس کی ضد پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ عَدُوَّة کو دوستی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ حُسَّر حَاسِر کی جمع ہے کیونکہ یہ اس کے معنی کے قریب ہے۔

عزت و ناموس سے بھر دیا تھا۔"

وَفِيهِمْ بُنَاةٌ لِلْعَلَا وَعِمَارَةٌ وَعَبْدُ مُنَافٍ جَدُّهُمْ جَابِرُ الْكَسْرِ

"رفعتوں کے بانی بھی ان میں سے ہی تھے اور بستیوں کو بسانے والے بھی انہی میں سے تھے جبکہ ان کا دادا عبد مناف شکستہ دلوں کو جوڑنے والا تھا۔"

بِإِنْكَاحِ عَوْفٍ بِنْتَهُ لِيُجِيرَنَا مِنْ أَعْدَائِنَا إِذَا أَسْلَمَتْنَا بَنُو فِهْرِ

"اس نے اپنی لخت جگر عوف کو دے کر دلوں کو جوڑا تھا تا کہ وہ ہمیں اس وقت پناہ میں لے جب بنو فہر ہمیں تنہا چھوڑ دیں"۔

فَسِرْنَا تِهَامِيَّ الْبِلَادِ وَنَجْدَهَا بِأَمْنِهِ حَتّٰى خَاضَتِ الْعِيرُ فِي الْبَحْرِ

"ہم تہامہ اور نجد کے شہروں میں امن آشتی سے سفر کرنے لگے حتیٰ کہ قافلے سمندر میں رواں دواں ہو گئے۔"

وَهُمْ حَضَرُوا وَالنَّاسُ بَادٍ فَرِيقُهُمْ وَلَيْسَ بِهَا إِلَّا شُيُوخُ بَنِي عَمْرِو

"انہوں نے شہری زندگی کو اختیار کیا جبکہ ان میں سے ایک گروہ نے بدوی زندگی کو ہی اختیار کیا اور وہاں بنو عمرو کے چند شیوخ کے علاوہ اور کوئی نہ رہا۔"

بَنَوْهَا دِيَارًا جَمَّةً وَطَوَوْا بِهَا بِئَارًا تَسُحُّ الْمَاءَ مِنْ ثَبَجِ الْبَحْرِ

"انہوں نے عظیم الشان شہروں کی بنیاد ڈالی وہاں پختہ کنویں کھودے ان سے پانی اس طرح رواں ہوتا تھا گویا کہ سمندر ان کا سرچشمہ تھا۔"

لِكَيْ يَشْرَبَ الْحُجَّاجُ مِنْهَا وَغَيْرُهُمْ إِذَا ابْتَدَرُوهَا صُبْحَ تَابِعَةِ النَّحْرِ

"تا کہ جب حاجی قربانی سے دوسری صبح وہاں آئیں تو وہ اور دیگر لوگ آسانی سے پانی پی سکیں۔"

تَهَامِيَّ الْبِلَادِ۔ تَهَامِيَا میں یَمَانِيَا کی طرح تخفیف کی گئی ہے۔ یَمَان کی نسبت یَمَنِي ہے ی میں تخفیف کر کے اس کے عوض الف لگا دیتے ہیں۔ تِهَام کی نسبت تِهَامِي ہے کیونکہ یہ تِهَامَه کی طرف منسوب ہے لیکن اہل لغت دونوں "ی" میں سے ایک کو حذف کر دیتے ہیں جس طرح وہ یَمَان میں کرتے ہیں اور تَهَام کی "ت" کو فتح دیتے ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ اس کے آخر سے "تاء" حذف ہوئی ہے گویا کہ فتح یاء کا عوض ہے۔ یَمَان میں الف بھی اسی طرح ہے۔ شَآم میں الف بھی اسی طرح ہے اس کے بعد الف یاء محذوفہ کا عوض ہے۔ اگر یاء کو شد دی جائے اور شَآمِيّ کہا جائے تو پھر یاء

ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ تَظَلُّ رِکَابُھُمْ مُخَیَّسَةً بَیْنَ الْاَخَاشِبِ وَالْحِجْرِ

''تا کہ ان کے سدھائے ہوئے اونٹ تین روز تک پہاڑوں اور حجر کے درمیان چلتے رہیں۔''

وَقِدْمًا عَنِیْنَا قَبْلَ ذٰلِكَ حِقْبَةً وَلَا نَسْتَقِی اِلَّا بِخُمٍّ اَوِالْحَفْرِ

''گزشتہ زمانہ میں ہم عرصہ دراز تک کنویں سے مستغنی رہے ہم یا تو ''خم'' یا حفر سے پانی پیتے تھے۔''

وَھُمْ یَغْفِرُوْنَ الذَّنْبَ یُنْقَمُ دُوْنَهٗ وَیَعْفُوْنَ عَنْ قَوْلِ السَّفَاھَةِ وَالْھُجْرِ

''وہ ایسے گناہوں کو بھی معاف کر دیتے تھے جن کی وجہ سے لوگوں سے انتقام لیا جاتا تھا وہ بے حیائی اور بے وقوفی کی باتوں سے بھی درگزر کرتے تھے۔''

وَھُمْ جَمَعُوْا حِلْفَ الْاَحَابِیْشِ کُلِّھَا وَھُمْ نَکَّلُوْا عَنَّا غُوَاةَ بَنِی بَکْرِ

''یہ وہی باعظمت لوگ ہیں جنہوں نے مختلف حلیفوں کو جمع کیا۔ یہ وہی بلند منصب لوگ ہیں جنہوں نے بنو بکر کے گمراہوں کو ہم سے دور کیا۔''

فَخَارِجَ، اِمَّا اَھْلِکَنَّ فَلَا تَزَلْ لَھُمْ شَاکِرًا حَتّٰی تُغَیَّبَ فِی الْقَبْرِ

''اے خارجہ! اگر میں ہلاک بھی ہو جاؤں تو پھر بھی ان کا شکر گزار رہ حتیٰ کہ تو بھی قبر میں غائب ہو جائے۔''

وَلَا تَنْسَ مَا اَسْدٰی اِبْنُ لُبْنٰی فَاِنَّهٗ قَدْ اَسْدٰی یَدًا مَحْقُوْقَةً مِنْكَ بِالشُّکْرِ

''ابن لبنیٰ نے جو احسان کیا ہے اس کو ہر گز نہ بھولنا کیونکہ اس نے ایسا احسان کیا ہے جو تیری طرف سے شکر کا مستحق ہے۔''

محذوفہ کے واپس آ جانے کی وجہ سے الف ختم ہو جائے گا۔ نسب کے علاوہ اسے شَآم فتح اور ہمزہ کے ساتھ پڑھا جائے گا نسب میں جب یاء کو مشدد پڑھا جائے تو پھر بھی شَآم نہیں پڑھا جائے گا۔

تَبَجُّ الْبَحْرِ۔ سمندر کا سرچشمہ۔ مُخَیَّسَةٌ۔ سدھائے ہوئے۔ الْاَخَاشِبُ۔ مکہ کے پہاڑوں کا نام۔ خُمُّ والْحَفْرُ۔ دو کنویں۔ الْھُجْرِ۔ قبیح کلام۔

ابو شمر میں شَمِر سے مراد وہ شخص ہے جس نے سمرقند بنایا تھا اس کے باپ کا نام مالک تھا اس کو الْاَمْلُوک کہا جاتا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں وہ ابو شمر مراد ہو جو حارث بن ابی شمر کا والد تھا۔

عمرو بن مالک سے مراد عمرو ذُوالاذعار ہے یہ یمن کا بادشاہ تھا اور یہ ابولہب کے لئے

وَاَنْتَ اِبْنُ لُبْنٰى مِنْ قُصَيٍّ اِذَا انْتَمَوْا بِحَيْثُ اِنْتَهٰى قَصْدًا الْفُوَادِ مِنَ الصَّدْرِ

"اے ابن لبنیٰ جب لوگ اپنے اپنے آباء کی طرف منسوب ہوں تو تو قصی کی طرف منسوب ہوگا جہاں سینوں میں دھڑکنوں والے دلوں کے عزائم ختم ہوتے ہیں۔"

وَاَنْتَ تَنَاوَلْتَ الْعُلَا فَجَمَعْتَهَا اِلٰى مُحْتِدٍ لِلْمَجْدِ ذِی ثَبَجٍ جَسْرِ

"اور تو نے رفعت کو پالیا ہے پھر اس رفعت وعظمت کو بزرگی کے عظیم سرچشمہ کے ساتھ ملا دیا ہے۔"

سَبَقْتَ وَفُتَّ الْقَوْمَ بَذْلًا وَنَائِلًا وَسُدْتَ وَلِيْدًا كُلَّ ذِی سُؤْدَدٍ غَمْرِ

"تو انعام واکرام اور جود وعطا میں قوم سے سبقت لے گیا ہے اور تو صغر سنی میں ہی سرداروں کا بھی سردار بن گیا ہے۔"

وَاُمُّكَ سِرٌّ مِنْ خُزَاعَةَ جَوْهَرٌ اِذَا حَصَّلَ الْاَنْسَابَ يَوْمًا ذَوُو الْخُبْرِ

"جب اہل نسب نے نسب معلوم کیا تو انہیں علم ہوا کہ تیری ماں بنو خزاعہ کا گوہر یک دانہ تھی۔"

اِلٰى سَبَاِ الْاَبْطَالِ تُنْمٰى وَتَنْتَمِی فَاَكْرِمْ بِهَا مَنْسُوْبَةً فِی ذُرَا الزُّهْرِ

"اسے سبا کے عظیم لوگوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور وہ حقیقت میں وہ نسب بھی رکھتی ہے وہ کتنی محترمہ ہے جو نسب کی انتہائی چوٹیوں سے تعلق رکھتی ہے۔"

اَبُوْشَمِرٍ مِنْهُمْ وَعَمْرُو بْنُ مَالِكٍ وَذُوْ جَدَنٍ مِنْ قَوْمِهَا وَاَبُوْا الْجَبْرِ

"ابوشمر، عمرو بن مالک، ذوجدن اور ابوالجبر کا تعلق بھی اسی قوم سے ہے۔"

وَاَسْعَدُ قَادَ النَّاسَ عِشْرِيْنَ حِجَّةً يُؤَيَّدُ فِی تِلْكَ الْمَوَاطِنِ بِالنَّصْرِ

قابل فخر اس لئے تھا کیونکہ اس کی ماں خزاعیہ سبأ سے تھی تمام تبع بادشاہ حمیر بن سبأ سے تھے۔

ابو جبر۔ یہ بھی ایک یمن کا بادشاہ تھا۔ اَسْعَدُ قَادَ النَّاس۔ اَسْعَد سے مراد ابوحسان بن اسعد ہے اس کا ذکر بھی پہلے گزر چکا ہے۔

وَمِنْ اِقْرَافٍ۔ وہ تجھے روکیں گے کہ تو اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی شادی کسی کمینے شخص سے کرے اور پھر ایسا بچہ ہو جو باپ کی جانب سے لئیم اور ماں کی جانب سے کریم ہو۔

فِی الرَّجَافِ۔ اس سے مراد سمندر ہے کیونکہ وہ ہمیشہ موجزن رہتا ہے اور اس کا معنی آسمان بھی کیا جاتا ہے۔

''اور وہ اسعد بھی اسی خاندان سے ہے جس نے بیس سال لوگوں کی قیادت کی اور ان مقامات پر اس کی مدد کی جاتی رہی''۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اُمُّکَ سِرٌّ مِنْ خُزَاعَةَ میں ابولہب مراد ہے۔ اس کی والدہ کا نام لبنی بنت ہاجر الخزاعی تھا۔

مطرود الخزاعی کا مرثیہ

يَاأَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُحَوِّلُ رِحْلَهُ ۔۔۔ هَلَّا سَأَلْتَ عَنْ آلِ عَبْدِ مَنَافِ

''وہ شخص جو عازم سفر ہونا چاہتا ہے کیا تو عبد مناف کے متعلق سوال نہیں کرے گا''۔

هَبِلَتْكَ أُمُّكَ لَوْحَلَلْتَ بِدَارِهِمْ ۔۔۔ ضَمِنُوكَ مِنْ جُرْمٍ وَمِنْ إِقْرَافِ

''تیری ماں تجھے روئے اگر تو ان کے ہاں قیام کر لیتا تو پھر وہ تیرے جرموں کی ضمانت بھی اٹھاتے اور تیری بیٹیوں کی شادیاں کمینے لوگوں سے بھی نہ ہونے دیتے''۔

الْمُنْعِمِينَ إِذَا النُّجُومُ تَغَيَّرَتْ ۔۔۔ وَالظَّاعِنِينَ لِرِحْلَةِ الْإِيلَافِ

''وہ اس وقت بھی نعمتیں لوٹاتے ہیں جب ستارے گردش میں ہو جاتے ہیں اور وہ قریشی قافلوں کے ساتھ سفر پر جاتے ہیں''۔

وَالْمُطْعِمِينَ إِذَا الرِّيَاحُ تَنَاوَحَتْ ۔۔۔ حَتّٰى تَغِيبَ الشَّمْسُ فِي الرَّجَّافِ

''یہ اس وقت بھی کھانا کھلاتے ہیں جب ہوائیں تند و تیز ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ سورج بھی بحر بے کراں میں غائب ہو جاتا ہے''۔

إِمَّا هَلَكْتَ أَبَا الْفَعَالِ فَمَا جَرٰى ۔۔۔ مِنْ فَوْقِ مِثْلِكَ عِقْدُ ذَاتِ نِطَافِ

''اے عمدہ خصائل کے مالک! تو مر گیا پھر تجھ سے عمدہ شخص پیدا نہ ہو سکا''۔

اَفْعَلُ تَفْضِیل کے متعلق امام سہیلی کی رائے

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سقایۃ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے كَانَ مِنْ اَحْدَثِ اِخْوَتِهِ سِنًّا۔ اسی طرح انہوں نے حضور ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: كَانَ مِنْ اَفْضَلِ قَوْمِهِ مُرُوَّةً۔ علمائے نحو نے منع کیا ہے کہ اس طرح نہ کہا جائے زَيْدٌ اَفْضَلُ اِخْوَتِهِ۔ لیکن یہ منع نہیں ہے۔ یہ ترکیب اس کتاب میں کئی جگہ استعمال ہوئی ہے کیونکہ اس کا معنی ہے زَيْدٌ يَفْضُلُ اِخْوَتَهُ اَوْ يَفْضُلُ قَوْمَهُ۔ لیکن اَفْعَلُ تَفْضِيل کی اضافت تثنیہ کی طرف کرنا

اِلَّا اَبِيْكَ اَخِي الْمَكَارِمِ وَحْدَهٗ   وَالْفَيْضِ مُطَّلِبٍ اَبِي الْاَضْيَافِ

''مگر تیرے والد محترم ایسے ہی یکتائے روزگار انسانوں میں سے ہیں جو کریمانہ صفات میں یگانہ اور پیکر جود وعطا اور مہمان نواز ہیں''۔

جب حضرت عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا تو ان کے بعد زمزم اور سقایہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی گئی۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائیوں میں سے سب سے کم عمر تھے پھر یہ منصب طلوع اسلام تک ان کے پاس ہی رہا پھر حضور ﷺ نے بھی یہ سعادت انہی کے پاس ہی رہنے دی اور آج تک یہ سعادت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے پاس ہی ہے۔

بالاجماع ممنوع ہے یہ کہنا هُوَ اَكْرَمُ اَخَوَيْهِ غلط ہے لیکن اگر تثنیہ کو اضافت کے بغیر استعمال کیا جائے تو پھر درست ہے مثلاً اس طرح کہا جائے هُوَ اَكْرَمُ الْاَخَوَيْنِ۔

مَنَعُوْكَ مِنْ جَوْرٍ: وہ لوگ تجھے منع کرتے کہ تم اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا نکاح کمینے شخص سے کرتے۔ اس طرح ماں کی طرف سے اولاد کو عمدہ مگر باپ کی طرف سے کمینہ سمجھا جاتا۔ مہلہل کا یہ شعر بھی اسی طرح ہے:

اَنْكَحَهَا فَقْدُهَا الْاَرَاقِمَ فِي   جَنْبٍ وَكَانَ الْحِبَاءُ مِنْ آدَمِ

اس کی غریب الوطنی نے اس کا نکاح جنب کے سانپوں کے ساتھ کر دیا حق مہر بھی چمڑے تھے۔

مبرمان نے کہا ہے کہ ابو بکر بن درید نے الخباء من ادم پڑھا ہے مگر یہ لغزش ہے اسی طرح مفجع ابن درید کا رد کرتے ہوئے کہتا ہے:

اَلَسْتَ قِدْمًا جَعَلْتَ تَعْتَرِقُ   الطَّرْفَ بِجَهْلٍ مَكَانَ تَغْتَرِقُ

وَقُلْتَ: كَانَ الْخِبَاءُ مِنْ اَدَمٍ   وَهُوَ حِبَاءٌ يُهْدٰى وَيُصْطَدَقُ

کیا تو وہ نہیں جس نے پرانے زمانے میں ''یغترق'' کی جگہ جہالت سے ''تعترق'' رکھ دیا تھا اور تو نے ''كَانَ الْخِبَاءُ مِنْ اَدَمٍ'' کہا تھا حالانکہ وہ حباء (حق مہر) تھا جو دیا جاتا تھا اور جسے مقرر کیا جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مہلہل ایک جگہ ''جنب'' میں فروکش ہوا۔ وہاں مذحج کا ایک قبیلہ آباد تھا۔ اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا گیا جسے یہ روک نہ سکا اس نے اپنی نور نظر کی شادی وہاں کر دی اس کا حق مہر چمڑے تھے اس وقت اس نے یہ شعر پڑھا

لَوْ بِاَبَانَيْنِ جَاءَ خَاطِبُهَا   ضُرِّجَ مَا اَنْفُ خَاطِبٍ بِدَمِ

''اگر وہ ابا نان کے پاس ہوتی پھر اس کا رشتہ مانگنے والا آتا تو اس کی ناک خون آلود کر دی جاتی''۔

عِقْدٌ ذَاتُ نطافٍ: صاف موتی کو نطف کہا جاتا ہے۔ وَصِنْفَةٌ مُنَطَّفَةٌ۔ اس عورت کو کہا جاتا ہے جسے دو موتیوں کی بالی پہنائی جائے یا اس سے مراد وہ موتی ہے جو چاندی سے بنایا جاتا ہے۔ النَّطف کا معنی ہے کسی پر عیب لگانا ان دونوں کی اصل ایک ہے اگرچہ یہ معنی میں متضاد نظر آتے ہیں۔ کیونکہ نطفہ کا معنی قلیل پانی ہے کبھی اس کا اطلاق کثیر پانی پر بھی ہوتا ہے گویا کہ آبدار موتی نطفہ کی شفافی سے لیا گیا ہے النطف سے مراد عیب ہے۔ یہ انسان کے نطفہ سے اخذ کیا گیا ہے۔

ابو الاضیاف: اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا کہ وہ اپنے مہمانوں کے لئے باپ کی طرح ہے عربی ہر سخی کو ابو الاضیاف کہتے ہیں۔ جیسا کہ مرہ بن محکان نے کہا ہے: اُدْعٰی اَبَاھُمْ............

حضرت ابوطالب کی کفالت

حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضور ﷺ اپنے عم محترم حضرت ابوطالب کی کفالت میں رہے۔ حضرت عبدالمطلب نے حضرت ابوطالب کو وصیت کی تھی کہ وہ حضور ﷺ کی کفالت کریں کیونکہ حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب سگے بھائی تھے ان کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عائذ بن عمران بن مخزوم ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضور ﷺ کی کفالت حضرت ابوطالب نے کی حضور ﷺ ان کے گھر میں ان کی معیت میں رہے۔

ایک قیافہ شناس

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یحیٰی بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ان کے والد گرامی نے انہیں بتایا ہے کہ لہب کا ایک قیافہ شناس تھا لہب بنواز دشنوءۃ کا ایک خاندان تھا۔ وہ جب مکہ آتا تو لوگ اپنے بچے لے کر اس کے پاس آتے تا کہ وہ ان کے مستقبل کے متعلق کچھ بتائے۔ حضرت ابوطالب بھی حضور ﷺ کو اس کے پاس لے کر آئے اس نے بنظر غائر حضور ﷺ کی طرف دیکھا پھر دوسرے بچوں کو دیکھنے میں مشغول ہو گیا جب وہ

لہبی قیافہ شناس

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے لہبی قیافہ شناس کا ذکر کیا ہے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لہب قبیلہ ازد کی ایک شاخ ہے۔ ایک اور سیرت نگار لکھتا ہے کہ اس کا نام لہب بن احجن بن کعب بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن ازد تھا۔ یہ قبیلہ قیافہ شناسی میں بڑی شہرت رکھتا تھا وہ شخص خاندان لہبی سے ہی تھا جس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق قیافہ شناسی کی تھی۔ جب حج ادا کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر سنگریزہ لگا تو اس نے کہا" اللہ کی قسم! میرا گمان ہے کہ اس سال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج ادا نہیں کر سکیں گے"۔ پھر اسی طرح ہوا آئندہ سال ایام حج سے پہلے ہی آپ ﷺ شہادت سے سرخرو ہو گئے۔

فارغ ہوا تو کہنے لگا جو بچہ ابھی میں نے دیکھا ہے اسے دوبارہ میرے پاس لاؤ۔ جب حضرت ابوطالب نے حضور ﷺ کے بارے میں اس کی شدید حرص کو دیکھا تو انہوں نے حضور ﷺ کو چھپا دیا۔ وہ کہنے لگا "تمہارے لئے ہلاکت ہو مجھے وہ بچہ دکھاؤ جو ابھی میں نے دیکھا ہے قسم بخدا اس کی بہت شان ہوگی"۔ حضرت ابوطالب آپ ﷺ کو لے کر گھر واپس آ گئے۔

قصہ بحیریٰ

حضور ﷺ کا سفر شام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوطالب نے تجارت کے لئے شام جانے کا ارادہ کیا۔ جب انہوں نے سفر کی تیاری مکمل کر لی تو حضور ﷺ نے بھی ساتھ چلنے کے لئے اصرار کیا۔ حضرت ابوطالب نے بھی جدا ہونا پسند نہ کیا انہوں نے کہا "اللہ کی قسم میں انہیں ضرور اپنے ساتھ لے جاؤں گا نہ تو یہ مجھ سے جدا ہوں گے اور نہ میں ان کے فراق کو پسند کروں گا"۔ حضرت ابوطالب حضور ﷺ کو ساتھ لے کر شام کی طرف عازم سفر ہوئے۔

قریش کا قافلہ سرزمین شام میں بصریٰ کے مقام پر پہنچا وہاں بحیریٰ نامی راہب رہتا تھا۔ گرجا کی چار دیواری ہی اس کا مسکن تھی وہ عیسائیت کا عالم تھا۔ جب سے اس نے رہبانیت اختیار کی تھی وہ اسی گرجا میں مقیم تھا۔ اس راہب کے پاس ایک مقدس کتاب تھی جس میں عیسائیوں کا تمام علم تھا وہ کتاب نسل درنسل اس کی وارثت میں چلی آ رہی تھی۔ قریش کے قافلے اکثر وہاں سے گزرتے رہتے تھے لیکن بحیریٰ نہ تو ان سے کوئی کلام کرتا اور نہ ہی ان سے کوئی تعرض کرتا لیکن جب اس سال ان کا قافلہ بحیریٰ کے قریب خیمہ زن ہوا تو اس نے ان کے لئے بہت

بحیریٰ کی داستان

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "سِیَر الزُّھری" میں ہے کہ بَحِیْریٰ تَیْماء کے یہودیوں کا ایک متبحر عالم تھا۔ مسعودی میں ہے کہ اس کا تعلق بنو عبدالقیس سے تھا۔ اس کا نام سرجس تھا۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "معارف" میں ہے طلوع آفتاب اسلام سے پہلے ایک آواز سنی گئی کہ تین افراد ایسے ہیں جو پوری زمین کے ساکنین سے افضل ہیں: 1۔ بحیریٰ، 2۔ رباب بن البراء الشنی، 3۔ المستظر۔ منتظر سے مراد حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ امام قتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رباب الشنبیؔ اور اس کے بعد اس کے فرزند کی قبر پر ابر کرم برستا رہا۔

سا کھانا تیار کیا۔گمان کیا جاتا ہے کہ اس کا یہ اہتمام اس خاص چیز کی وجہ سے تھا جو اس نے اپنے گرجا میں دیکھی تھی۔ جب قریش کا قافلہ آ رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ بادلوں کا ایک ٹکڑا حضور ﷺ پر سایہ فگن تھا۔ جب قافلہ قریب پہنچ کر ایک درخت کے نیچے قیام پذیر ہوا تو اس نے دیکھا کہ بادل کے ٹکڑے نے پورے درخت کو گھیر لیا تھا اور درخت کی شاخیں جھک کر حضور ﷺ پر سایہ کناں تھیں جب بحیریٰ نے یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا تو وہ اپنے گرجا سے نیچے اتر آیا اور قافلہ کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا پھر قافلہ کی طرف پیام بھیجا۔" اے قافلہ قریش! میں نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے میری خواہش ہے کہ میری اس دعوت میں تمہارے چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام تمام شریک ہوں"۔قافلہ میں سے ایک شخص نے بحیریٰ سے کہا "اے بحیریٰ قسم بخدا! آج تمہاری عجیب شان عیاں ہے اس سے پیشتر تم ہمارے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے تھے حالانکہ ہم کئی بار یہاں سے گزرے ہیں۔ آج یہ حسن سلوک کس لئے ہے؟" بحیریٰ نے کہا اے جوان! تو نے سچ کہا ہے یہ حقیقت ہے لیکن تم مہمان ہو میں پسند کرتا ہوں کہ میں تمہاری عزت وتوقیر کروں۔تمہارے لئے کھانے کا اہتمام کروں اور تم تمام وہ کھانا تناول کرو۔حضور ﷺ کے علاوہ تمام قافلہ کھانا کھانے کے لئے چلا گیا آپ ﷺ صغرسنی کی وجہ سے درخت کے نیچے ہی قیام فرما رہے جب بحیریٰ نے اہل قافلہ کو دیکھا تو اسے گوہر مقصود نظر نہ آیا اس کی نگاہیں جس کی متلاشی تھیں وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے کہا اے گروہ قریش! کوئی شخص میرا کھانا کھانے سے رہ نہ جائے۔قریش نے کہا اے بحیریٰ! ہم سب تمہارے کھانے میں شرکت کے لئے آ گئے ہیں صرف ایک بچہ درخت کے نیچے رہ گیا ہے وہ سب سے کم عمر ہے اس لئے وہ ہمارے ساز وسامان کے پاس ہے۔بحیریٰ نے کہا یہ رویہ اچھا نہیں ہے اسے بھی بلاؤ

فَصَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔صَبٌّ، صَبَابَةٌ سے مشتق ہے اس کا معنی دل کا پسیج جانا ہے۔بعض قراء سے روایت ہے کہ انہوں نے اَصَبُّ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجَاهِلِيْنَ پڑھا ہے۔ابو بحر کی روایت کے مطابق اس جگہ ضَبَثَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کے الفاظ ہیں۔ضَبَثَ کا معنی ہے لازم پکڑنا۔شاعر کہتا ہے

كَاَنَّ فُؤَادِيْ فِيْ يَدٍ ضَبَثَتْ بِهٖ　　مُحَاذِرَةً اَنْ يَّقْضِبَ الْحَبْلَ قَاضِبُهٗ

"گویا کہ میرا دل اس ہاتھ میں ہے جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اس خوف سے کہ کوئی کاٹنے والا رسی کو کاٹ نہ دے۔"

وہ بھی تمہارے ساتھ کھانے میں شرکت کرے۔ ایک قریشی شخص نے کہا ''لات وعزیٰ کی قسم! یہ کتنی بری بات ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کا نورِنظر ہمارے ساتھ کھانا کھانے سے رہ جائے''۔ وہ شخص اٹھا حضور ﷺ کو اٹھایا اور قافلہ کے ساتھ بٹھا دیا۔

بحیریٰ اور نبوت مصطفیٰ ﷺ کی علامات

جب بحیریٰ نے سرورِ دوعالم ﷺ کا حسین سراپا دیکھا تو وہ حضور ﷺ کے مختلف اعضاء کا دیدار کرنے لگا۔ اس نے حضور ﷺ میں نبوت کے تمام اوصاف پا لیے۔ جب قریش کھانا کھا کر اٹھنے لگے تو بحیریٰ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا ''اے مبارک بچے! میں تجھے لات و عزیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں تم سے جو بھی سوال کروں مجھے اس کا صحیح جواب دینا''۔ بحیریٰ نے لات وعزیٰ کی قسم اس لئے اٹھائی تھی کیونکہ آپ ﷺ کی قوم ان معبودانِ باطلہ کی قسم اٹھایا کرتی تھی۔ جب بحیریٰ نے یہ کہا تو حضور ﷺ نے فوراً فرمایا ''لات وعزیٰ کی قسم اٹھا کر مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا جتنی مجھے ان سے نفرت ہے اتنی اور کسی چیز سے نہیں''۔ پھر بحیریٰ نے کہا ''تو پھر میں

اس واقعہ کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک

بعض سیرت نگاروں کے مطابق اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک نو سال تھی۔ الطبری کے مطابق اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال تھی۔

ختم النبوۃ

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں خَاتَمُ النُّبوۃ سینگی کے اثرات کی طرح تھی حتیٰ کہ وہ جگہ سوجھ جائے۔ حدیث میں ہے کہ وہ شکل میں گول تھی جس کے اردگرد کالے بال تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سیب کی طرح تھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حَجَلَہ کے بٹن کی مانند تھی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کی ہے اس میں ان کو وہم ہوا ہے وہ کہتے ہیں ''وہ چکور کے انڈے کی طرح تھی''۔ حَجَلَۃ سے انہوں نے چکور مراد لیا ہے لیکن اس سے مراد حجلہ عروسی کا بٹن ہے اس کی گرہ میں جو بٹن داخل کیا جاتا ہے اس کو ''زِرّ'' کہا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ عراق سے فرمایا:

یَااَشْبَاہَ الرِّجَالِ وَلَا رِجَالَ وَیَاطَغَامَ الْاَحْلَامِ وَیَاعَقُوْلَ رَبَّاتِ الْحِجَالِ۔

اے لوگو! جو مردوں کے مشابہ ہو مرد نہیں ہو۔ اے بے وقوفو! اور اے چکور کے پالے ہوئے کی عقل والو''۔

آپ ﷺ کو اللہ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ میں آپ ﷺ سے پوچھوں آپ ﷺ مجھے اس کا جواب مرحمت فرمائیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اب مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو میں ہر سوال کا صحیح صحیح جواب دوں گا"۔ بحیریٰ نے آپ ﷺ کی نیند اور دیگر معمولات کے متعلق مختلف سوالات کیے۔ حضور ﷺ اسے جوابات ارشاد فرمانے لگے جب بحیریٰ نے نبوت کی تمام صفات حضور ﷺ میں پالیں تو آپ ﷺ کی پشت انور کو دیکھا اس نے مہر نبوت کو آپ ﷺ کے شانوں کے مابین اسی جگہ دیکھا جس جگہ کے متعلق اس نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مہر نبوت سینگی کے نشان کی طرح تھی۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ختم نبوت کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔ عیاذ بن عبد عمرو فرماتے ہیں میں نے مہر نبوت کا دیدار کیا تھا وہ بکری کے گھٹنے کی طرح تھی اس روایت کو علامہ النمری نے کتاب الاستیعاب میں بیان کیا ہے۔

اس طرح مہر نبوت کے اوصاف کے بارے میں پانچ روایات ملتی ہیں: 1۔ سیب کی طرح، 2۔ کبوتری کے انڈے کی طرح، 3۔ حجلہ عروسی کے بٹن کی طرح، 4۔ سینگی کے اثر کی طرح، 5۔ بکری کے گھٹنے کی طرح۔

ایک چھٹی روایت بھی ہے جو حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے مہر نبوت کا دیدار کیا تھا وہ اس آلے کی طرح تھی جس میں حجام پچھنے لگا کر خون جمع کرتا ہے۔ ایک ساتویں روایت بھی ہے جو حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ان سے ختم نبوت کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے شہادت کی انگلی کو انگوٹھے کے جوڑ پر رکھا یا اس سے نیچے رکھا اور یوں اشارہ کیا۔ اس کے متعلق ایک آٹھویں روایت بھی ہے جس میں اسے پھولے ہوئے جسم سے تشبیہ دی گئی ہے لیکن یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

امام ترمذی کی روایت

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مصنف" میں روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں ہم سے فضل بن سہل ابوالعباس الاعرج البغدادی نے، وہ فرماتے ہیں ہم سے عبدالرحمٰن بن غزوان ابونوح نے، وہ فرماتے ہیں ہم کو یونس نے ابواسحاق سے اور وہ ابوبکر بن ابی موسیٰ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب شام کی طرف عازم سفر ہوئے۔ حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے جب وہ راہب کے پاس پہنچے تو وہاں خیمہ زن ہوئے انہوں نے اپنا سامان اتار لیا۔ راہب ان کے

حضرت ابوطالب کو بحیریٰ کی وصیت :۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب بحیریٰ حضور ﷺ سے مختلف سوالات کر چکا تو اس نے حضرت ابوطالب سے پوچھا۔اس بچے کا آپ کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ حضرت ابوطالب نے کہا ''یہ میرا بیٹا ہے''۔بحیریٰ نے کہا ''یہ آپ کا بیٹا نہیں ہوسکتا اس بچے کے باپ کو زندہ نہیں ہونا چاہیے''۔حضرت ابوطالب نے کہا ''یہ میرا بھتیجا ہے''۔بحیری نے پوچھا اس کا باپ کہاں ہے؟ حضرت ابوطالب نے کہا ''جب یہ ابھی شکم مادر میں تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا''۔یہ سن کر بحیریٰ نے کہا ''آپ نے سچ کہا ہے اپنے بھتیجے کو لے کر اپنے وطن لوٹ جائیں اور ہمہ وقت یہودیوں سے ہوشیار رہیں۔اللہ کی قسم! اگر انہوں نے انہیں دیکھ

پاس آیا۔وہ پہلے بھی اسی شاہراہ سے گزرتے رہتے تھے لیکن راہب نے کبھی ان کی طرف توجہ نہ دی تھی۔وہ ایک ایک چہرے کو غور سے دیکھنے لگا جب وہ نبی محترم ﷺ کے پاس پہنچا تو اس نے حضور اکرم ﷺ کا دست مبارک پکڑ لیا اور کہنے لگا ''یہ سارے جہانوں کے سردار ہیں۔یہ رب العالمین کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ انہیں رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔'' قریش کے بزرگوں نے یہ سن کر کہا ''اے راہب! تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا''۔اس نے کہا ''اے سردارانِ قریش! جب تم گھاٹی سے اتر رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ ہر پتھر اور ہر درخت سجدہ ریز تھا۔یہ شجر و حجر صرف انبیاء کے لئے ہی سجدہ بجالاتے ہیں۔میں نے انہیں اس مہر نبوت سے بھی پہچانا ہے جو ان کے شانے کی ہڈی کے نیچے ہے''۔پھر راہب اپنے گرجا میں واپس آیا۔کھانا تیار کروایا اور اسے لے کر قافلہ کے پاس آیا۔اس وقت حضور ﷺ اونٹوں کی نگرانی میں مشغول تھے۔راہب نے کہا اس مبارک بچے کو بھی بلا لو جب حضور ﷺ تشریف لا رہے تھے تو راہب نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ فگن تھا۔جب حضور ﷺ اپنی قوم کے قریب پہنچے تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ درخت کے سائے کے نیچے جگہ خالی نہ تھی۔جب حضور ﷺ وہاں تشریف فرما ہوئے تو درخت آپ ﷺ پر سایہ کناں ہوگیا۔راہب نے کہا، اے گروہِ قریش! ذرا درخت کے سائے کو دیکھو وہ خود بخود حضور ﷺ کی طرف بڑھ رہا ہے''۔پھر راہب نے قریش کے سرداروں سے کہا انہیں سرزمین روم کی طرف ہرگز نہ لے جانا اہل روم ان کے اوصافِ نبوت پہچان لیں گے۔وہ انہیں شہید کرنے کی کوشش کریں گے۔جب راہب نے یہ بات ختم کی تو انہوں نے اچانک سات افراد کو دیکھا وہ تمام کے تمام رومی تھے۔راہب نے انہیں روک لیا اور پوچھا تم یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ اس شہر سے باہر نکلنے والے ہیں۔اس لئے تمام راہوں پر لوگوں کے دستے بھیج دیئے گئے ہیں ہم نے

لیا اور ان کو ان علامات کا علم ہو گیا جن سے میں آگاہ ہوا ہوں تو وہ انہیں ضرر پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ کے اس بھتیجے کی بڑی شان ہو گی انہیں لے کر جلدی وطن لوٹ جائیں''۔

بعض اہل کتاب کی شرارت

جب حضرت ابو طالب شام میں تجارت سے فارغ ہوئے تو جلدی جلدی حضور ﷺ کو مکہ معظمہ واپس لے آئے۔ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ زریر، تمام اور دریس نے حضور ﷺ کی زیارت کی انہوں نے بھی وہی علامات نبوت دیکھ لیں جنہیں بحیریٰ نے ملاحظہ کیا تھا انہوں نے حضور ﷺ کو نقصان پہنچانا چاہا لیکن بحیریٰ نے انہیں روک دیا انہیں آپ ﷺ کے وہ

عمدہ راستہ اختیار کیا ہے اور اس راستے پر آئے ہیں جو سب سے بہتر ہے۔ راہب نے پوچھا کیا تمہارے پیچھے ایسے دشمن بھی ہیں جو تم سے بہتر ہوں؟ انہوں نے کہا'' ہم نے ہی بہتر راستہ اختیار کیا ہے''۔ راہب نے ان سے پوچھا'' اس امر کے بارے تمہارا کیا خیال ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہو کیا کوئی شخص اس فیصلے کو رد کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا''نہیں''۔ ان رومیوں نے اس راہب کی بیعت کی اور اسی کے ساتھ ہی رہنے لگے۔ راہب سردارانِ قریش سے مخاطب ہو کر کہنے لگا'' تجھے اللہ کا واسطہ سچ بتاؤ کہ اس مبارک بچے کا ولی کون ہے؟ انہوں نے حضرت ابو طالب کی طرف اشارہ کیا۔ راہب برابر اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ حضرت ابو طالب نے حضور ﷺ کو واپس لوٹا دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ ﷺ کے ہمراہ بھیجا۔ راہب نے آپ ﷺ کو کیک اور زیتون پیش کیے۔

حضرت ابو عیسیٰ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس کی صرف ایک ہی سند جانتے ہیں۔ حضرت ابو طالب نے یہ اشعار اسی واقعہ کے متعلق کہے ہیں ۔

اَلَمْ تَرَنِی مِنْ بَعْدِھَمٍّ ھَمَمْتُهٗ بِفُرْقَةِ حُرِّ الْوَالِدَیْنِ کِرَامِ

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب میں نے سفر کا پختہ ارادہ کر لیا تو کریم اور والدین کی طرف سے شریف کی جدائی میں میری کیفیت کیا ہوئی''۔

بِاَحْمَدَ لَمَّا اَنْ شَدَدْتُ مَطِیَّتِی لِتَرْحَلَ اِذْ وَدَّعْتُهٗ بِسَلَامِ

''یعنی احمد مجتبیٰ (ﷺ) کے فراق میں میری حالت کیا تھی جب میں نے روانگی کے لئے اپنی سواری کو بھی کس لیا اور جب میں نے آپ ﷺ کو الوداعی سلام کیا''۔

بَکٰی حَزَنًا وَالْعِیْسُ قَدْ فَصَلَتْ بِنَا وَاَمْسَکْتُ بِالْکَفَّیْنِ فَضْلَ زِمَامِ

اوصاف اور خصائص یاد کرائے جو ان کی کتاب میں تھے۔ بحیریٰ نے انہیں یہ بھی بتایا کہ اگر وہ سب اس برے فعل پر متفق بھی ہو جائیں پھر بھی وہ اس قبیح عمل پر قدرت نہ پا سکیں گے۔ بحیریٰ ان سے برابر اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے راہب کی بات کا یقین کر لیا اور حضور ﷺ کو چھوڑ کر اپنے شہر کی طرف لوٹ گئے۔

حضور ﷺ اخلاق حسنہ پر پروان چڑھتے رہے

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور حفاظت میں پروان چڑھتے رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو انتہائی کرامت اور رسالت سے نوازنا چاہتا تھا اس لئے اس نے آپ ﷺ کو ہر

''آپ ﷺ غم واندوہ سے رونے لگے۔ وہ اونٹ ہمارے درمیان جدائی ڈال رہا تھا اور میں نے دونوں ہاتھوں سے نکیل کا کنارہ پکڑ رکھا تھا۔''

ذَكَرْتُ اَبَاهُ ثُمَّ اَقْرَقَتْ عَبْرَةٌ تَجُوْدُ مِنَ الْعَيْنَيْنِ ذَاتَ سِجَامِ

''میں نے آپ ﷺ کے والد محترم کو یاد کیا پھر میری آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے پھر دونوں آنکھوں سے لگاتار آنسو گرنے لگے۔''

فَقُلْتُ: تَرَوَّحْ رَاشِدًا فِي عُمُوْمَةٍ مُوَاسِيْنَ فِي الْبَاْسَاءِ غَيْرِ لِئَامِ

''میں نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ ایسے چچاؤں کی ہمراہی میں عازم سفر ہوں جو مشکل گھڑی میں مدد کرنے والے ہیں جو کمینے نہیں ہے۔''

فَرُحْنَا مَعَ الْعِيْرِ الَّتِيْ رَاحَ اَهْلُهَا شَاٰمِي الْهَوٰى وَالْاَصْلُ غَيْرُ شَاٰمِي

''ہم اس قافلہ کے ساتھ عازم سفر ہوئے جو شام کی طرف رواں دواں تھا اور شامی قافلہ ہی اصل ہے۔''

فَلَمَّا هَبَطْنَا اَرْضَ بُصْرٰى تَشَرَّفُوْا لَنَا فَوْقَ دُوْرٍ يَنْظُرُوْنَ جِسَامِ

''جب ہم بصریٰ کی زمین پر خیمہ زن ہوئے تو لوگ اپنی چھتوں پر چڑھ کر ہمیں دیکھنے لگے۔''

فَجَاءَ بَحِيْرٰى عِنْدَ ذَالِكَ حَاشِدًا لَنَا بِشَرَابٍ طَيِّبٍ وَطَعَامِ

''اس وقت بحیریٰ راہب بہترین کھانا اور عمدہ پانی لے کر حاضر ہوا۔''

فَقَالَ: اجْمَعُوْا اَصْحَابَكُمْ لِطَعَامِنَا فَقُلْنَا: جَمَعْنَا الْقَوْمَ غَيْرَ غُلَامِ

''بحیریٰ نے کہا اپنے ساتھیوں کو جمع کریں تاکہ وہ ہمارے کھانے کو کھا لیں ہم نے کہا ہم ایک بچے کے علاوہ تمام اہل قافلہ جمع ہیں۔''

قسم کی گندگی سے بچایا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ اس حالت میں عالم شباب کو پہنچے کہ آپ اپنی قوم میں مروءت کے لحاظ سے افضل، خلق کے اعتبار سے احسن تھے۔ نسب کے اعتبار سے سب سے شریف اور ہمسائیگی کے اعتبار سے سب سے بہتر تھے۔ آپ ﷺ حلم کا پیکر اور صداقت و امانت کا مجسمہ تھے۔ آپ ﷺ فحش گوئی اور برے اخلاق سے پاکیزہ تھے۔ آپ ﷺ انتہائی کریم اور پاکباز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بھلائیاں آپ ﷺ میں جمع فرما دیں حتیٰ کہ آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو امین کے لقب سے پکارنے لگی۔

عصمت ربانی

حضور ﷺ خود فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح صغر سنی میں آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی اور جاہلیت کی گندگی سے بچائے رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

عصمت ربانی

آپ ﷺ کے ساتھ بالکل اسی طرح کا ایک واقعہ اس وقت بھی رونما ہوا تھا جب کعبہ مشرفہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ حضور ﷺ اپنی قوم کے ہمراہ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے تمام لوگوں نے اپنے تہبند اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لئے تھے تاکہ انہیں پتھروں سے تکلیف نہ پہنچے۔ حضور ﷺ کا تہبند آپ ﷺ کے جسد اطہر کے اردگرد لپٹا ہوا تھا۔ آپ ﷺ اپنے شانہ اقدس پر پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کی "اے محترم بھتیجے! آپ ﷺ بھی اپنا تہبند اپنے کندھے پر رکھ لیں"۔ جونہی نبی اکرم ﷺ نے اپنا تہبند اپنے کندھے پر رکھا آپ ﷺ بے ہوش کر گر پڑے پھر فرمانے لگے میرا تہبند! میرا تہبند! جب آپ ﷺ کے اردگرد تہبند باندھ دیا گیا تو آپ ﷺ دوبارہ پتھر اٹھانے لگے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ گر پڑے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور حضور ﷺ کی حالت کے متعلق دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اے عم محترم! آسمان سے مجھے یہ آواز سنائی دی اے محمد (ﷺ) اپنا تہبند باندھ لو۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلی آسمانی آواز تھی جو آپ ﷺ کو سنائی دی۔ جو روایت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے اگر وہ صحیح ہو تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ ایسا واقعہ دوبارہ پیش آیا تھا:

1۔ صغر سنی میں، 2۔ تعمیر کعبہ کے وقت۔

''میں بھی ان قریشی بچوں میں شامل تھا جو اپنے کسی کھیل کے لئے پتھر اٹھا کر لا رہے تھے ہم نے اپنے تہبند اتار کر اپنے کندھوں پر رکھ لئے تھے اور انہی پر ہی پتھر لے کر آ رہے تھے۔ میں بھی اسی کیفیت میں تھا کہ اچانک کسی مارنے والے نے مجھے مکا مارا وہ مارنے والا مجھے نظر نہیں آ رہا تھا پھر اس نے مجھ سے کہا اپنا تہبند باندھ لو۔ میں نے اپنا تہبند لیا اور اپنے اردگرد باندھ لیا پھر میں اپنے کندھوں پر پتھر اٹھانے لگا۔ اس وقت اپنے ساتھیوں میں صرف میں ہی تھا جس نے تہبند باندھ رکھا تھا۔

جنگ فجار

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک چودہ سال یا پندرہ سال ہوئی تو قریش اور بنو قیس عیلان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔

حرب فجار کی وجہ

عروۃ الرحال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن نے نعمان بن منذر کے عطر اور ریشم کے قافلہ کو پناہ دی تھی۔ بنو ضمرہ کے ایک شخص براض بن قیس نے اس سے کہا'' کیا تو بنو کنانہ کے مقابلہ میں بھی اس قافلہ کو پناہ دیتا ہے''۔ اس نے کہا ''ہاں میں تمام لوگوں کے مقابلہ میں اسے پناہ دیتا ہوں''۔ عُرْوَۃُ الرَّحَّال اس قافلہ کے ہمراہ نکلا

حرف فجار

فِجار فاء کے کسرہ کے ساتھ ہے یہ مُفَاجَرَۃٌ کے معنی میں ہے جس طرح قتال اور مقاتلہ ہم معنی ہیں کیونکہ یہ جنگ ماہِ حرام میں وقوع پذیر ہوئی تھی اور تمام لوگ جنگ کرنے کے گناہ میں شامل تھے اس لئے اس کا نام فجار رکھا گیا۔

اہل عرب کی وہ جنگیں جو فجار کے نام سے موسوم ہیں

اہل عرب کی چار جنگیں فجار سے موسوم ہیں۔ مسعودی نے ان تمام کا تذکرہ کیا ہے۔ آخری جنگ فِجَارُ البَرَّاض کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جنگ بنو کنانہ اور بنو قیس کے مابین ہوئی تھی۔ اس جنگ کے چار دن قابل ذکر ہیں:

1۔ یوم شَمْطَة، 2۔ یوم العَبْلاء، 3۔ یوم الشَّرب۔ اس دن شدید جنگ ہوئی تھی اس دن حرب، سفیان اور ابوسفیان نے اپنے آپ کو جکڑ لیا تھا تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ اسی وجہ سے وہ عنابیس

براض بھی اس کے تعاقب میں نکلا جب قافلہ ذی طلال میں مقام تَیمن پر پہنچا تو عروۃ غافل ہو گیا۔ براض نے اس پر اچانک حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا کیونکہ یہ قتل ماہِ حرام میں ہوا تھا اسی وجہ سے اس جنگ کا نام "الفِجار" پڑ گیا۔ بَرَّاض کے یہ اشعار اسی جنگ کے متعلق ہیں ۔

وَدَاهِيَةٍ تُهِمُّ النَّاسَ قَبْلِي ... شَدَدْتُ لَهَا بَنِي بَكْرٍ ضُلُوْعِي
هَدَمْتُ بِهَا بُيُوْتَ بَنِي كِلَابٍ ... وَاَرْضَعْتُ الْمَوَالِيَ بِالضُّرُوْعِ
رَفَعْتُ لَهٗ بِذِيْ طَلَّالَ كَفِّي ... فَخَرَّ يَمِيْدُ كَالْجِذْعِ الصَّرِيْعِ

"اے بنو بکر! میں نے اس مصیبت کے لئے کمر ہمت باندھ لی ہے جو مجھ سے پہلے لوگ بڑی گراں سمجھتے تھے میں نے اس ہمت کو بروئے کار لاتے ہوئے بنو کلاب کے گھروں کو ملیا میٹ کر دیا اور ان کے حلیفوں کو بھی ان جگہوں تک پہنچا دیا جو ان کے لئے موزوں تھیں۔ میں نے ذی طلال کے مقام پر اس کے لئے اپنا ہاتھ اٹھایا تو وہ ایک شہتیر کی طرح زمین پر گر پڑا۔"

لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب کے اشعار

اَبْلِغْ اِنْ عَرَضْتَ بَنِي كِلَابٍ ... وَعَامِرَ وَالْخُطُوْبُ لَهَا مَوَالِي
وَبَلِّغْ اِنْ عَرَضْتَ بَنِي نُمَيْرٍ ... وَاَخْوَالَ الْقَتِيْلِ بَنِي هِلَالِ
بِاَنَّ الْوَافِدَ الرَّحَّالَ اَمْسٰى ... مُقِيْمًا عِنْدَ تَيْمَنَ ذِي طَلَالِ

کے نام سے مشہور ہوئے۔ 4۔یوم الحُرَیْرَۃ۔ یوم الشرب کو بنو قیس مغلوب ہو گئے تھے لیکن ان میں سے بنو نضر ثابت قدم رہے۔ اس جنگ میں حضور ﷺ نے اپنے چچاؤں کے ساتھ جنگ میں شرکت نہیں کی تھی آپ ﷺ صرف اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے تھے اس جنگ کے وقت حضور ﷺ قتال کی عمر کو پہنچ چکے تھے لیکن یہ جنگ اشہر حرم میں رونما ہوئی تھی اور دونوں فریق کافر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مومن کو صرف اس جنگ کا حکم دیا ہے جس میں کلمہ علیا کو رفعت نصیب ہو۔

ذُو طَلَالٍ۔ طَلَّالُ لام کی شد کے ساتھ ہے۔ لبید نے اس کو شعر میں ضرورت کی وجہ سے مخفف پڑھا ہے۔ براض کے اس شعر میں یہ غیر منصرف ہے ممکن ہے کہ اس نے اس سے کوئی مخصوص جگہ مراد لی ہو۔ مؤنث اور علم ہونے کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہو۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اسے ذو طلال کی جگہ ذات طلال کہنا چاہئے تھا یعنی وہ جگہ جو اس مونث کا اسم ہے جیسا کہ ذو عمر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا عمرو نام ہو اسی طرح ذات ہند کہا جاتا ہے تو اس شخص کو یہ جواب دیا جائے گا کہ ممکن ہے کہ ذی

''اگر تو بنو کلاب، بنو عامر اور ان کے حلیف بنو خطوب سے ملاقات کرے اور اگر تو بنو نمیر اور مقتولوں کے ماموں بنو ہلال سے ملے تو ان کو پیام دینا کہ وافد الرحال ذی طلال کے مقام تیمن کے پاس قیام پذیر ہے۔''

ھوازن قریش کے تعاقب میں

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش کے پاس ایک پیغام بر آیا اس نے کہا کہ براض نے عروۃ کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس وقت ماہ حرام تھا اور قریش عکاظ میں مقیم تھے۔ ھوازن کو ابھی تک عروۃ کی ہلاکت کی کوئی خبر نہ تھی جب انہیں یہ خبر ملی تو انہوں نے قریش کا تعاقب کیا اور حرم میں داخل ہونے سے پہلے انہیں جالیا اور رات تک ان کے ساتھ نبرد آزما رہے پھر قریش حرم میں داخل ہو گئے اور بنو ھوازن نے مزید تعاقب نہ کیا۔ پھر اس دن کے بعد فریقین میں کئی جھڑپیں ہوئیں۔ قریش اور اس کے حلیف شیرازہ بند نہ تھے۔ قریش اور کنانہ کے ہر قبیلے میں سے ان کا ایک ایک سردار تھا اسی طرح بنو قیس کے ہر قبیلے میں سے بھی ان کا ایک ایک سردار تھا۔

اس جنگ میں حضور ﷺ نے اپنے چچاؤں کی معاونت فرمائی۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

كُنْتُ أُنَبِّلُ عَلٰى أَعْمَامِي

''میں اس جنگ میں اپنے چچاؤں کو تیر پکڑایا کرتا تھا''۔

یعنی آپ ﷺ اپنے چچاؤں کو وہ تیر پکڑاتے تھے جو دشمن ان کی طرف پھینکتے تھے۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی۔

سے شاعر نے راستہ کی صفت بیان کی ہو یا یہ اس طلال کی طرف مضاف ہو جو جگہ کا اسم ہے لیکن اس سوال کا احسن جواب یہ ہے کہ طلال مذکر علم ہے اور اشعار میں کثیر مقامات پر اسم علم غیر منصرف ہے۔ عنقریب ہم ایسے دلائل پیش کریں گے جس سے یہ حقیقت مزید عیاں ہو گی۔ طلال براض کے اشعار میں مشدد اور لبید کے اشعار میں مخفف ہے۔ لبید نے اس کو ضرورت کے لئے مخفف کیا ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ براض نے اس کو ضرورت کے لئے مشدد کیا ہے کیونکہ اصل میں تخفیف ہے کیونکہ یہ الطَلّ سے فعال کے وزن پر ہے یعنی وہ جگہ جہاں بہت زیادہ ٹیلے ہوں لیکن اگر طلال تخفیف کے ساتھ ہو تو اس کا کوئی معنی نہیں۔ منثور کلام میں بھی یہ مشدد ہی استعمال ہوتا ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

اس جنگ میں قریش اور کنانہ کا قائد حرب بن امیہ بن عبد شمس تھا۔ دن کے آغاز میں بنو قیس کو کنانہ پر برتری حاصل رہی جب کہ دن کے وسط میں کنانہ کو فتح حاصل ہو گئی۔

تَیْمِن۔ میم کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ یہ غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں وزن فعل اور علم دو اسباب پائے جاتے ہیں۔

حرب الفجار کا نتیجہ

بنو ہوازن اور بنو کنانہ نے آئندہ سال بھی نبرد آزما ہونے کا وعدہ کیا۔ فریقین اپنے وعدہ کے مطابق میدان جنگ میں اتر آئے۔ حرب بن امیہ قریش اور کنانہ کا رئیس تھا۔ عتبہ بن ربیعہ یتیم تھا حرب اس کا نگہبان تھا۔ عتبہ نے جنگ میں شرکت کرنا چاہی لیکن حرب نے اس کو اجازت نہ دی۔ عتبہ حرب کی اجازت کے بغیر ہی میدان میں چلا گیا۔ لوگوں کو اس وقت اس کا علم ہوا جب وہ فریقین کے درمیان یہ اعلان کر رہا تھا "اے گروہ معشر! تم کس لئے باہم نبرد آزما ہو۔" ہوازن نے عتبہ سے کہا "تو ہمیں کس کی دعوت دیتا ہے"۔ عتبہ نے کہا "میں تمہیں صلح کی دعوت دیتا ہوں اس شرط پر کہ ہم تمہیں تمہارے مقتولوں کی دیت ادا کر دیں گے اور اپنے مقتولوں کا خون بہا تمہیں معاف کر دیں گے۔ لوگوں نے کہا "یہ کیسے ممکن ہے؟" عتبہ نے کہا "ہم تمہیں ضامن دیں گے"۔ لوگوں نے پوچھا ضامن کون ہے؟ عتبہ نے کہا "میں ضمانت اٹھاتا ہوں"۔ انہوں نے پوچھا "تو کون ہے؟" اس نے کہا "میں عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہوں"۔ وہ بھی راضی ہو گئے اور بنو کنانہ نے بھی اتفاق کیا انہوں نے بنو ہوازن کو چالیس افراد بطور ضمانت دیئے جن میں حکیم بن حزام جیسی قابل احترام شخصیت تھی۔ جب بنو عامر بن صعصعہ نے اپنے ہاتھوں میں ضمانت دیکھی تو انہوں نے بھی خون بہا معاف کر دیا اور چالیس افراد کو آزاد کر دیا۔ اس طرح حرب الفجار اختتام پذیر ہو گئی۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ قریش میں سے عتبہ اور ابو طالب کے علاوہ اور کوئی شخص چاپلوسی کے بغیر سردار نہ بن سکا۔ یہ دونوں مال کے بغیر سردار بن گئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد مبارک

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک پچیس برس ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب سے عقد نکاح فرمالیا۔ کئی اہل علم نے مجھے حضرت ابوعمر والمدنی سے یہی روایت بیان کی ہے۔

حضور ﷺ کا دوسری مرتبہ سفر شام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک تاجر پیشہ خاتون تھی وہ ذی شرف اور صاحب ثروت تھیں۔ وہ لوگوں کو اپنا مال دے کر اجرت پر بھیجا کرتیں تھیں۔ قریش بھی ایک تاجر پیشہ قوم تھی۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کی صداقت، امانت اور کریمانہ اخلاق کے متعلق سنا تو انہوں نے آپ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا اور یہ پیشکش کی کہ اگر آپ ﷺ میرا مال لے کر شام جائیں تو میں آپ ﷺ کو دیگر تاجروں

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد زواج

راہب نے میسرہ سے کہا ''اس درخت کے سایہ میں نبی کے علاوہ اور کوئی شخص آرام فرما نہیں ہوا۔'' راہب کے اس فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ اس مبارک ساعت میں اس درخت کے نیچے ایک نبی آرام فرما ہیں۔ اس فقرے کا مفہوم یہ نہیں کہ اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ اور کوئی شخص قیام پذیر ہوا ہی نہیں۔ اگرچہ اس فقرہ میں ''قَطُّ'' کا لفظ نفی میں تاکید پیدا کرنے کے لئے ہے کیونکہ عموماً کسی درخت کی اتنی عمر نہیں ہوتی کہ اس کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کوئی اور نبی آرام فرما رہے ہوں پھر نبی اکرم ﷺ نے بعینہٖ اسی درخت کے نیچے آرام فرمایا ہوں اور عادۃً بھی بعید ہے کہ درخت کی یہ کیفیت رہے کہ عرصہ دراز تک اس کے نیچے کوئی شخص سایہ حاصل کرنے کے لئے نہ آیا ہو حتیٰ کہ حضور ﷺ نے اس کے نیچے آرام کیا ہو لیکن ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی اور شخص نے اس درخت کے نیچے آرام نہیں کیا اگر یہ روایت صحیح ہو تو پھر وہ درخت اللہ تعالیٰ کی مخصوص نشانیوں میں سے ہوگا۔ اس راہب کا نام نسطورا تھا اس کا نام بحیریٰ نہیں تھا۔

سے زیادہ منافع دوں گی۔ حضور ﷺ نے یہ پیشکش قبول کر لی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال لے کر ملک شام تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام میسرہ بھی تھا حتیٰ کہ آپ ﷺ شام پہنچ گئے۔

نسطورا کے ساتھ ملاقات

دوران سفر حضور ﷺ نے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ اس درخت کے پاس ہی ایک راہب کا گرجا تھا۔ راہب نے میسرہ سے پوچھا "اس درخت کے سایہ میں آرام فرما ہونے والا شخص کون ہے؟" میسرہ نے جواب دیا "یہ اہل حرم سے ہیں اور ان کا تعلق قبیلہ قریش سے ہے"۔ راہب نے کہا "اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ اور کوئی شخص کبھی بھی قیام پذیر نہیں ہوا"۔

پھر حضور ﷺ نے اپنا سامان تجارت فروخت کیا اور جو کچھ خریدنا چاہتے تھے خریدا پھر مکہ معظمہ واپس تشریف لے آئے۔ جب دوپہر کا وقت ہوتا اور بلا کی گرمی ہوتی تو اس وقت میسرہ دیکھتا کہ دو فرشتے حضور ﷺ پر سایہ فگن ہو جاتے۔ اس اثناء میں آپ ﷺ اپنے اونٹ پر ہی سوار رہتے۔ حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال لے کر مکہ معظمہ تشریف لائے

السِطَةُ اور الوَسْطُ کا مفہوم

وَوَسِطَتِکَ فِی قَوْمِکَ. سِطَةٌ یہ وسط سے ہے یہ مصدر ہے جس طرح عِدَةٌ اور زِنَةٌ مصدر ہیں۔ وسط مدح اور ستائش کے مقام پر بولا جاتا ہے لیکن یہ نسب اور شہادت میں ہی مدح کے لئے آتا ہے۔ نسب میں وَسِطَةٌ اس لئے بطور مدح استعمال ہوتا ہے کیونکہ اوسط قبیلہ وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ معروف ہو جو خالص ہو اور قطع و برید سے دور ہو اور نسب ملانے والے اپنے آپ کو اس قبیلہ میں شامل نہ کر سکیں اس قبیلہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ ماؤں اور باپوں نے جمیع اطراف سے اس کا احاطہ کیا ہوتا ہے اسی وجہ سے نسب میں یہ لفظ مدح کے لئے آتا ہے شہادت میں بھی یہ لفظ ستائش کے لئے ہی مستعمل ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

قَالَ اَوْسَطُهُمْ (قلم:۲۸)

"ان میں سے جو زیرک تھا بول اٹھا"۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (بقرہ:۱۴۳)

"اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت تا کہ تم گواہ بنو لوگوں پر"۔

آپ نے اس مال کو دوگنے منافع پر فروخت کیا۔ میسرہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راہب کی بات بھی بتائی اور انہیں یہ بھی بتایا کہ فرشتے کس طرح آپ ﷺ پر سایہ کناں رہتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک دانشمند، شریف اور باعزم خاتون تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں عزت وکرامت سے نوازنے کا ارادہ فرمالیا تھا جب میسرہ نے انہیں دوران سفر رونما ہونے والے عجیب واقعات بتائے تو انہوں نے حضور ﷺ کی طرف یہ پیام بھیجا۔ اے میرے چچازاد!

اِنِّی قَدْ رَغِبْتُ فِیْكَ لِقَرَابَتِكَ وَسِطَتِكَ فِی قَوْمِكَ وَاَمَانَتِكَ وَحُسْنِ خُلُقِكَ وَصِدْقِ حَدِیْثِكَ۔

''میں آپ کی قرابت، قوم میں آپ کی فضیلت، امانت، آپ کے حسن خلق اور صداقت کی وجہ سے آپ میں میلان اور رغبت رکھتی ہوں۔''

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے نکاح کی درخواست کی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نسب کے اعتبار سے تمام قریشی خواتین سے افضل تھیں۔ شرف وقدر میں بھی ان سے عظیم تھیں۔ آپ سب سے زیادہ ثروت مند تھیں قوم کے تمام روساء آپ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے خواہاں تھے۔

شہادت میں یہ لفظ بطور مدح اس لئے آتا ہے کیونکہ شاہد کے لئے میزان کی طرح عادل ہونا ضروری ہوتا ہے کہ وہ فریقین میں سے کسی کی جانب بھی جھکاؤ نہ رکھتا ہو بلکہ وہ راہِ حق پر گامزن ہو نہ تو کوئی خواہش اس کو ہٹا سکے اور نہ ہی کوئی رغبت اس کو مائل کر سکے اور نہ ہی کوئی خوف اس میں کسی قسم کی لچک پیدا کر سکے گویا کہ وسط اس کے لئے انتہائی عادل اور پاکباز ہونے کی علامت ہے۔ اکثر لوگوں کا گمان ہے کہ اوسط کا معنیٰ مطلق افضل ہے۔ اسی لئے وہ الصَّلٰوۃُ الْوُسْطٰی کا معنیٰ الفُضْلٰی کرتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے بلکہ یہ اسی طرح ہے جس طرح لفظ تَوَسُّط کا تقاضا ہے۔ مثلاً جانور کے متوسط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو موٹا ہو اور نہ ہی کمزور ہو۔ اسی طرح جمال میں وسط یہ ہے کہ انسان نہ حسین ہو اور نہ ہی بدصورت ہو یعنی یہ لفظ ایسے اوصاف پر بولا جاتا ہے جہاں مدح اور مذمت نہ ہو۔ اس لئے حضور ﷺ کو اَوْسَطُ النَّاسِ ای اَفْضَلُهُمْ کہنا درست نہیں اور نہ ہی آپ ﷺ کے متعلق یہ کہنا درست ہے اَنَّهٗ وَسَطٌ فِی العِلْمِ وَلَا فِی الْجُوْدِ مگر یہ لفظ صرف نسب اور شہادت میں ہی مستعمل ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ وَاللّٰهُ الْمَحْمُوْدُ۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب

آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر۔ فاطمہ کی والدہ کا نام ہالہ بنت عبد مناف بن حارث بن عمرو بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔ ہالہ کی والدہ کا نام قلابۃ بنت سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ولی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول تو یہ ہے حضور ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ خویلد بن اسد کے پاس گئے لیکن ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں کا قول یہ ہے کہ اس وقت خویلد دارِ فانی کو الوداع کہہ چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح کیا۔

خطبۂ نکاح

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابو طالب حضور ﷺ کے ساتھ گئے تھے اور انہوں نے ہی خطبہ نکاح دیا تھا۔ انہوں نے اپنے خطبہ میں کہا:

"محمد عربی ﷺ وہ بلند مرتبت جوان ہیں کہ قریش کا کوئی جوان شرف و قدر اور فضل و عقل میں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اگرچہ یہ قلیل المال ہیں لیکن مال تو ایک ڈھل جانے والا سایہ ہے واپس لوٹائی جانے والی امانت ہے۔ یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں اور وہ ان میں رغبت رکھتی ہیں۔" عمرو نے کہا "میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح محمد مصطفیٰ ﷺ سے کرتا ہوں"۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ الفاظ ورقہ بن نوفل نے کہے تھے یہ مبرد کا قول ہے۔ الطبری نے حضرت جبیر بن مطعم، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے کہ عمرو بن اسد نے حضور ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا تھا خویلد جنگ فجار سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ خویلد بن اسد ہی وہ شخص تھا جس نے تبع الآخر سے اس وقت جھگڑا کیا تھا جب وہ حجر اسود کو اپنے ساتھ یمن لے جانا چاہتا تھا۔ اس وقت خویلد نے اس کو للکارا اس کے ساتھ اس کی قوم بھی تھی۔ تبع کو خواب میں بھی ڈرایا گیا حتیٰ کہ وہ اپنے اس برے ارادہ سے باز آ گیا اور یمن واپس چلا گیا۔

حضور علیہ وآلہ وسلم کا عقد مبارک

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کو اپنا آپ پیش کیا تو آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں سے مشاورت کی۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ خویلد بن اسد کے پاس آئے انہوں نے حضور ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رشتہ طے کروایا اس طرح آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد مبارک فرمالیا۔

نکاح کا قصہ

امام الزہری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیرت کی کتاب میں لکھتے ہیں۔ علامہ دراوردی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے شریک سفر سے کہا ''آؤ ہم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بات چیت کرتے ہیں''۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ اور آپ کے شریک فرد کی از حد تکریم کرتی تھیں اور گاہے بگاہے انہیں تحائف بھی بھیجا کرتی تھیں۔ جب حضور ﷺ اور آپ کا ساتھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے واپس جانے لگے تو وہاں ایک کاہنہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا ''اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیام نکاح دینے کے لئے آئے ہیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''نہیں''۔ اس خاتون نے کہا ''اللہ کی قسم! قریش کی تمام خواتین خواہ وہ خدیجہ ہی ہو خواہش کرتی ہیں کہ کاش وہ آپ ﷺ کے عقد نکاح میں آجائیں؟'' اس وقت حضور ﷺ مجسمۂ شرم وحیا بن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیام دینے کے لئے واپس آئے۔ اس وقت حضرت خدیجہ کا والد نشے کی حالت میں تھا جب اسے کچھ افاقہ ہوا تو اس نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضور ﷺ سے کردیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے باپ کو خوشبو لگادی اور اسے حلہ پہنادیا۔ جب اس کی حالت درست ہوئی تو اس نے کہا ''یہ حلہ اور یہ خوشبو کیسی ہے؟'' اس سے کہا گیا ''تو نے محمد مصطفیٰ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کردیا ہے'' لیکن اس نے انکار کردیا اور سخت رنج وغم کا اظہار کیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد خود ہی راضی ہوگیا۔

اس حدیث سے عیاں ہوتا ہے کہ وقت نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باپ زندہ تھا اور اسی نے ہی ان کا نکاح کیا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل مکہ کا ایک شاعر اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

حضور ﷺ نے بیس جوان اونٹنیاں بطورِ حق مہر دیں یہ وہ پہلی عظیم خاتون تھیں جن کے ساتھ آپ ﷺ نے عقد ازدواج فرمایا تھا جب تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باحیات رہیں حضور ﷺ نے دوسری شادی نہیں فرمائی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کی اولاد امجاد

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور کی حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ تمام اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھی۔ حضور ﷺ کی درج ذیل اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم اقدس سے تھی:

1۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انہی کے نام پر آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی، 2۔ حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، 3۔ حضرت طیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، 4۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، 5۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، 6۔ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، 7۔ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑے تھے پھر حضرت طیب اور پھر حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت ہوئی۔ صاحبزادیوں میں سے

لَا تَزْهَدِی خُدَیْجَ فِی مُحَمَّدٍ   نَجْمٌ یُضِیْئُ کَاِضَاءِ الفَرْقَدِ

''اے خدیجہ! محمد ﷺ کو کم مایہ نہ سمجھنا یہ وہ نجم ہیں جو روشن ستارے کی طرح ضوفشاں ہیں۔''

نکاح کے ولی کے متعلق حتمی رائے

حتمی رائے یہی ہے کہ عمرو بن خویلد نے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کیا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول کتاب کے آخر میں بیان کیا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کی اولاد اطہار

حضرت علامہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے۔ طاہر اور طیب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی القاب ہیں۔ ان کے القاب طاہر اور طیب اسی لئے رکھے گئے تھے کیونکہ ان کی ولادت بعثت کے بعد ہوئی تھی۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی رضاعت مکمل کئے بغیر ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مسند فریابی میں ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد ایک دفعہ

سب سے بڑی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں پھر حضرت زینب پھر حضرت اُم کلثوم پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ولادت ہوئی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت طیب اور حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زمانہ جاہلیت میں ہی وصال فرما گئے تھے لیکن دختران مصطفیٰ ﷺ تمام نے اسلام کے زمانے کو پایا۔ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئیں اور حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔

حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے وہ اپنے نور نظر کے فراق میں گریہ بار تھیں۔ انہوں نے عرض کیا'' یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ قاسم کو جنت عطا کرے کاش اِن کا وصال رضاعت کی تکمیل کے بعد ہوتا۔ اس طرح ان کی جدائی برداشت کرنا میرے لئے آسان ہوتا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' جنت میں ایک حور ہے جو قاسم کی رضاعت کو مکمل کرے گی''۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی'' کاش! مجھے یہ پہلے علم ہوتا تو غم برداشت کرنا میرے لئے آسان ہوتا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' اے خدیجہ! اگر تم پسند کرو میں تمہیں حضرت قاسم کی آواز جنت میں سے سنا سکتا ہوں''۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی'' میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی تصدیق کرتی ہوں''۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس امر کا معائنہ کر کے ایمان لانے کو ناپسند کیا کہ اس طرح آپ ایمان بالغیب اور تصدیق کے اجر سے محروم نہ رہ جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی توصیف فرمائی ہے جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔'' یہ حدیث مبارک اس امر پر بھی دلالت کرتی ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال زمانہ جاہلیت میں نہیں ہوا تھا۔

آپ ﷺ کی دختران فرخندہ فال کی عمر میں بھی علماء کا اختلاف ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی دوسری بہنوں سے بڑی نہ تھیں اسی طرح حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے بہنوں سے عمر میں زیادہ نہ تھیں۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھوٹی تھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے القاب اور رسالت کی تصدیق

زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' الطاھرۃ'' کے لقب سے موسوم تھیں۔ سیرت تیمی میں ہے کہ ان کا لقب'' سیدہ نساء قریش'' تھا۔ جب حضور ﷺ نے

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت جبرائیل کے متعلق خبر دی تو اس سے قبل انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام نہیں سنا تھا۔ اس وقت وہ بحیریٰ راہب کے پاس گئیں۔ بحیریٰ کا نام سرجس تھا (المسعودی) اور اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق پوچھا اس نے کہا "قدوس، قدوس۔ اے قریش کی خواتین کی سردار! آپ نے یہ نام کہاں سے سنا ہے"۔ انہوں نے فرمایا "میرے خاوند محترم اور میرے چچازاد محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں"۔ بحیریٰ نے کہا "قدوس، قدوس۔ جبرائیل کے متعلق صرف نبی مقرب ہی کو علم ہو سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے درمیان سفیر ہے شیطان اس کی شکل میں متشکل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اسے اس نام سے پکارا جا سکتا ہے"۔

مکہ معظمہ میں عتبہ بن ربیعہ کا ایک غلام تھا اس کا نام عداس تھا اس کے پاس سابقہ کتاب کا علم تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔ عداس نے یہ نام سن کر کہا "قدوس، قدوس اے قریشی خواتین کی سردار! ان شہروں میں جبرائیل کا نام کیوں لیا جاتا ہے؟" حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عداس کو بھی وہ بات بتائی جو وہ بحیریٰ سے کہہ چکی تھیں۔ عداس نے بھی بعینہ وہی جواب دیا جو پہلے راہب دے چکا تھا۔ عداس ان لوگوں میں سے تھا جن کے ایمان اور یقین میں اللہ تعالیٰ نے اضافہ فرمایا تھا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی امہات

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا والدہ کی جانب سے نسب رقم کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ کا نام فاطمۃ بنت زائدہ بن الاصم تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اصم کا نام ذکر نہیں کیا لیکن ابن زبیر نے اس کا نام جندب بن ہدم بن حجر ذکر کیا ہے۔ اس کے بھائی کا نام حجیر بن عبد بن معیص بن عامر تھا۔ حَجر حاء اور جیم کے فتح کے ساتھ ہے۔ حَجر جیم کے سکون کے ساتھ ذی رُعین کے قبیلہ میں ایک شخص تھا۔ حَجرِیُوْن اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ حِجر (حاء کے کسرہ کے ساتھ) اس کا نام عبد الحجر بن عبد المدان تھا۔ بنو دیان کا تعلق بنو حارث بن کعب بن مذحج سے تھا۔ یونس نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا والدہ کی جانب سے نسب بیان کیا ہے۔ یہ نسب اسی طرح ہے جس طرح ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے:

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک حضرت ماریہ القبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا ہمیں عبداللہ بن وہب نے ابن لہیعہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام ''ماریہ قبطیہ'' تھا انہیں حضور ﷺ کی باندی ہونے کا شرف حاصل تھا انہیں مقوقس نے بطور تحفہ بارگاہِ رسالت میں پیش کیا تھا۔

'' فاطمۃ بنت زائدہ کی والدہ کا نام ہالہ بنت عبد مناف بن حارث بن عبد بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوی تھا۔ اس کی والدہ کا نام قلابۃ تھا وہ عرقۃ بنت سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی تھی اور اس کی والدہ کا نام امیمہ بنت عامر بن حارث بن فہر تھا''۔

حضور ﷺ سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند اور اولاد

حضور ﷺ سے نکاح سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابو ہالہ کی زوجیت میں تھیں۔ ابو ہالہ کا نام ہند بن زرارہ تھا۔ ایک قول کے مطابق اس کا نام زرارۃ تھا۔ اس کے بیٹے کا نام ہند تھا (ابن النباش)۔ اس کا تعلق بنو عدی بن جروۃ بن اسید بن عمرو بن تمیم تھا۔ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عدی بن جروہ دراصل عذی بن جروہ ہے۔ ابو ہالہ سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم سے ہوا تھا۔ اس سے ایک بیٹا عبد مناف بن عتیق بھی تھا۔ یہ ابن ابی خیثمہ کا قول ہے علامہ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عتیق سے آپ کی ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی اس کا نام ہند تھا۔ اسی طرح ہند ابی ہالۃ سے ایک بچہ ہوا تھا اس کا نام بھی ہند تھا یہ بیٹا طاعون بصرہ میں انتقال کر گیا۔ جس دن یہ فوت ہوا اس دن ستر ہزار افراد لقمہ اجل بنے تھے۔ لوگ ان کے جنازوں کی وجہ سے ہند کے جنازے کی طرف توجہ نہ دے سکے اور نہ ہی اسے اٹھا کر قبرستان لے گئے۔ اس وقت ایک نوحہ خواں عورت نے کہا وَاھِنْد بن ھِنْداہٗ وَ رَبِیْبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ! اب صرف تیرا جنازہ رہ گیا ہے کیونکہ یہ پروردۂ رسول اللہ ﷺ تھا اس لئے احتراماً اس کا جنازہ انگلیوں کے پوروں پر اٹھایا گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ابو ہالہ سے دو اور بھی بیٹے تھے ان میں سے ایک کا نام طاہر اور دوسرے کا نام ہالۃ تھا۔

پہلی شادی مبارک کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے بعض

نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کرتے ہوئے اس وقت عمر مبارک پچیس برس بتائی ہے۔ بعض مورخین نے اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک اکیس سال لکھی ہے۔

حضرت ماریہ قبطیہ، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما اور مقوقس کے دیگر تحائف

مقوقس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اس کا نام جریج بن میناء تھا۔ اس نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بارگاہِ رسالت کے لئے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حضرت ابورہم الغفاری کے غلام بھی تھے ابورہم کا نام کلثوم بن الحصین تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں شاہ مقوقس کے پاس دعوت اسلام دے کر بھیجا۔ شاہ مقوقس نے حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ان کی بہن شیریں کو بھی بارگاہِ رسالت میں بطور تحفہ بھیجا۔

حضور ﷺ نے حضرت شیریں، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کر دی۔ ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت ہوئی۔ شاہِ مقوقس نے ایک خصی غلام بھی بارگاہِ رسالت میں تحفۃً بھیجا اس کا نام ''مابور'' تھا اس نے ایک خچر اور ایک چاندی کا پیالہ بھی پیش کیا۔ خچر کا نام دُلدُل تھا۔ حضور ﷺ اس پیالے سے پانی نوش فرماتے تھے۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے سولہویں سال انتقال فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازے کا اعلان فرمایا تھا۔ آپ کا اسم گرامی ماریہ بنت شمعون القبطیہ تھا۔ کُورَہ حَفن آپ کا مسکن تھا'' رضی اللہ تعالیٰ عنہا''۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دائی، مرضعۃ اور تاریخ وصال

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھارہ ماہ کی عمر میں 10ھ کو وصال فرمایا۔ اس روز سورج گرہن ہوا تھا ان کی دائی کا نام سلمٰی تھا جو ابورافع کی زوجہ تھیں۔ ان کی مرضعہ کا نام بردہ بنت المنذر النجاریہ تھا۔ یہ حضرت براء بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں۔ حضور ﷺ کی خادمہ حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تمام اولاد اطہار کی دائی تھیں۔ اسی نے ہی حضرت اسماء بنت عمیس الخثعمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ مل کر حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی ان کی معاونت کی تھی۔ مسند میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضور ﷺ کے دل میں کچھ خیال پیدا ہوا حتیٰ کہ حضرت جبرائیل علیہ

السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا اِبْرَاھِیْمَ ﷺ۔

ورقہ بن نوفل

ورقہ بن نوفل کی والدہ کا نام ہند بنت ابی کبیر بن عبد بن قصی تھا۔ ان کا سلسلہ نسل آگے نہیں چلا یہ ان سعادت مند لوگوں میں ایک ہیں جو حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی آپ پر ایمان لے آئے تھے۔

ورقہ کے متعلق حدیث مصطفیٰ ﷺ

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ورقہ کو خواب میں دیکھا انہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اگر وہ اہل آتش میں سے ہوتے تو ان پر سفید کپڑے نہ ہوتے۔ لیکن یہ حدیث مبارک ضعیف ہے۔ ایک دوسری حدیث مبارک اس کو قوت دیتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

''میں نے ورقہ کو خواب میں دیکھا انہوں نے ریشم کا لباس پہن رکھا تھا کیونکہ وہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی۔''

میں نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا روایت کو ایک اور سند سے بھی پڑھا ہے جو اس سند سے زیادہ قوی ہے وہ یہ کہ زبیر نے عبداللہ بن معاذ الصنعانی سے انہوں نے معمر سے انہوں نے زہری سے اور انہوں نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ سے ورقہ بن نوفل کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے انہیں خواب میں دیکھا ہے انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ مجھے گمان ہے کہ اگر وہ اہل نار میں سے ہوتے تو میں ان کے جسم پر سفید کپڑے نہ دیکھتا۔''

ورقہ بن نوفل زمانہ جاہلیت میں بھی دوران سفر اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید بیان کرتے تھے۔ وہ اپنے اشعار میں کہتے ہیں۔

لَقَدْ نَصَحْتُ لِاَقْوَامٍ وَقُلْتُ لَھُمْ اَنَا النَّذِیْرُ فَلَا یَغْرُرْکُمْ اَحَدُ

''میں نے مختلف اقوام کو نصیحت کی۔ میں نے کہا میں تمہیں ڈرانے والا ہوں۔ تمہیں کوئی دھوکے میں مبتلا نہ کر دے۔''

لَا تَعْبُدُنَّ اِلٰھًا غَیْرَ خَالِقِکُمْ فَاِنْ دَعَوْکُمْ فَقُوْلُوْا: بَیْنَنَا حَدَدُ

''اپنے خالق کے علاوہ کسی اور کی ہرگز عبادت نہ کرنا اور اگر لوگ تمہیں شرک کی دعوت دیں تو کہو

کہ ہمارا تمہارے ساتھ اختلاف ہے"۔

سُبْحَانَ ذِی الْعَرْشِ سُبْحَانًا یَدُوْمُ لَهُ   وَقَبْلَنَا سَبَّحَ الْجُوْدِیُّ وَالْجُمُدُ

"عرش کا مالک ہمیشہ سے پاک اور منزہ ہے اور ہم سے پہلے کوہ جودی اور زمین کے نشیب و فراز بھی اس کی ہی تسبیح بیان کرتے رہے"۔

مُسَخَّرٌ کُلُّ مَاتَحْتَ السَّمَاءِ لَهُ   لَایَنْبَغِی اَنْ یُنَاوِیَ مُلْکَهُ اَحَدُ

"آسمان کے نیچے ہر چیز اس ذات بابرکات کے لئے مسخر ہے کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اس کی سلطنت میں جھگڑا کرے"۔

لَاشَیْءَ مِمَّا تَرٰی تَبْقٰی بَشَاشَتُهُ   یَبْقَی الْاِلٰهُ وَیُوْدِی الْمَالُ وَالْوَلَدُ

"جو اشیاء تمہیں نظر آ رہی ہیں ان میں سے کسی کی بھی تر و تازگی باقی نہیں رہے گی اللہ رب العزت کی ذات باقی رہے گی مال اور اولاد ہلاک ہو جائے گی"۔

لَمْ تُغْنِ عَنْ هُرْمُزَ یَوْمًا خَزَائِنُهُ   وَالْخُلْدُ قَدْ حَاوَلَتْ عَادٌ فَمَا خَلَدُوْا

"ہرمز کو اس کے خزانے ایک دن کے لئے بھی نہ بچا سکے عاد نے ہمیشہ زندہ رہنے کی کوشش کی لیکن ابدی زندگی نہ مل سکی"۔

وَلَا سُلَیْمَانُ اِذْ تَجْرِی الرِّیَاحُ بِهِ   وَالْاِنْسُ وَالْجِنُّ فِیْمَا بَیْنَهَا مَرَدُ

"اور نہ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام موت سے بچ سکے حالانکہ ہوائیں ان کے ساتھ چلتی تھیں اور ان کے ہمراہ ایسے انسان اور جن تھے جو بڑے سرکش تھے"۔

اَیْنَ الْمُلُوْكُ الَّتِی کَانَتْ لِعِزَّتِهَا   مِنْ کُلِّ اَوْبٍ اِلَیْهَا وَافِدٌ یَفِدُ

"وہ بادشاہ کہاں ہیں جن کا احترام اتنا تھا کہ ہر جہت سے ان کے پاس لوگ وفدوں کی شکل میں آیا کرتے تھے"۔

حَوْضٌ هُنَالِكَ مَوْرُوْدٌ بِلَا کَذِبٍ   لَابُدَّ مِنْ وِرْدِهٖ یَوْمًا کَمَا وَرَدُوْا

"وہاں ایسا حوض ہے جس پر جانا ہر ایک کے لئے ناگزیر ہے۔ جس طرح لوگ دنیا کے حوض پر جایا کرتے تھے"۔

ابوالفرج نے یہ اشعار ورقہ کی طرف منسوب کئے ہیں لیکن ان میں سے بعض اشعار امیہ بن ابی الصلت کی طرف بھی منسوب کئے جاتے ہیں۔

يَالِلرِّجَالِ وَلِصَرْفِ الدَّهْرِ وَالْقَدَرِ وَمَا لِشَيْءٍ قَضَاهُ اللّٰهُ مِنْ غِيَرِ

''اے لوگو! گردش زمانہ اور قضا وقدر کے انقلاب پر تعجب کرو۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں کوئی تبدیلی نہیں۔''

حَتّٰى خَدِيْجَةَ تَدْعُوْنِي لِاُخْبِرَهَا وَمَا لَهَا بِخَفِيِّ الْغَيْبِ مِنْ خَبَرِ

''حتیٰ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے بلایا تا کہ میں اسے کچھ بتاؤں اسے پوشیدہ بات کی کوئی خبر نہیں۔''

فَخَبَّرَتْنِي بِاَمْرٍ قَدْ سَمِعْتُ بِهٖ فِيْمَا مَضٰى مِنْ قَدِيْمِ الدَّهْرِ وَالْعُصُرِ

''اس نے مجھے وہ بات بتائی جس سے میں قدیم زمانے سے ہی آشنا تھا۔''

بِاَنَّ اَحْمَدَ يَاْتِيْهِ فَيُخْبِرُهٗ جِبْرِيْلُ: اِنَّكَ مَبْعُوْثٌ اِلَى الْبَشَرِ

''کہ احمد مجتبیٰ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل آتے ہیں اور انہیں عرض کرتے ہیں آپ ﷺ کو نوع انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔''

فَقُلْتُ عَلَّ الَّذِي تَرْجِيْنَ يُنْجِزُهٗ لَكِ الْاِلٰهُ فَرَجِّيِ الْخَيْرَ وَانْتَظِرِي

''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری امید بر لائے گا۔ بھلائی کی امید رکھو اور انتظار کرو۔''

وَاَرْسِلِيْهِ اِلَيْنَا كَيْ نُسَائِلَهٗ عَنْ اَمْرِهٖ مَا يَرٰى فِي النَّوْمِ وَالسَّهَرِ

''تم انہیں ہمارے پاس بھیج دو تا کہ ہم ان کے معاملہ کے متعلق پوچھ سکیں کہ وہ نیند اور بیداری میں کیا دیکھتے ہیں۔''

فَقَالَ حِيْنَ اَتَانَا مَنْطِقًا عَجَبًا يَقِفُّ مِنْهُ اَعَالِي الْجِلْدِ وَالشَّعَرُ

''جب آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ایسی بات بتائی جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔''

اِنِّي رَاَيْتُ اَمِيْنَ اللّٰهِ وَاجَهَنِي فِي صُوْرَةٍ اُكْمِلَتْ فِي اَهْيَبِ الصُّوَرِ

''آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اللہ کے امین کو دیکھا وہ میرے پاس اس صورت زیبا میں آئے جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بہترین صورتوں میں سے تھی۔''

ثُمَّ اسْتَمَرَّ فَكَانَ الْخَوْفُ يَذْعَرُنِي مِمَّا يُسَلِّمُ مِنْ حَوْلِي مِنَ الشَّجَرِ

''پھر جبرائیل چلے گئے اور ان درختوں کی وجہ سے جو میرے اردگرد مجھے سلام کر رہے تھے میں

ورقہ حضور ﷺ کی نبوت کا مژدۂ جانفزا سناتے ہیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ورقہ بن نوفل سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے چچازاد تھے۔ یہ عیسائیت اختیار کر چکے تھے۔ یہ بہت بڑے عالم تھے اور ہمیشہ کتب کی جستجو میں رہتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اپنے غلام میسرہ کا قول بتایا کہ دوران سفر دو فرشتے حضور ﷺ پر سایہ فگن رہتے تھے۔ ورقہ نے کہا اے خدیجہ! اگر یہ حق ہے تو پھر محمد مصطفیٰ ﷺ اس امت کے نبی ہیں کیونکہ علماء کہتے ہیں کہ اس امت کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ ورقہ خود بھی نبی کے ظہور کا انتظار کرتے رہے بالآخر انتظار کی شدت سے تنگ آ کر عیسائیت اختیار کر لی۔ یہ اشعار انہوں نے اپنی اس جستجو کے متعلق لکھے ہیں

لَجِجْتُ وَكُنْتُ فِي الذِّكْرٰى لَجُوْجًا   لِهَمٍّ طَالَمَا بَعَثَ النَّشِيْجَا

"میں ایک خیال میں منہمک تھا ایک اضطراب نے مجھے پریشان کر دیا اور رونے پر مجبور کر دیا"۔

وَوَصْفٍ مِنْ خَدِيْجَةَ بَعْدَ وَصْفٍ   فَقَدْ طَالَ انْتِظَارِي يَاخَدِيْجَا

"حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میں نے یکے بعد دیگر اوصاف سنے میں نے کہا اے خدیجہ! میرا انتظار بہت طویل ہو گیا ہے"۔

بِبَطْنِ الْمَكَّتَيْنِ عَلٰى رَجَائِي   حَدِيْثَكِ اَنْ اَرٰى مِنْهُ خُرُوْجَا

خوفزدہ ہو رہا تھا"۔

فَقُلْتُ: ظَنِّي وَمَا اَدْرِي اَيَصْدُقُنِي   اَنْ سَوْفَ تُبْعَثُ تَتْلُوْ مُنْزَلَ السُّوَرِ

"میں نے کہا ممکن ہے وہ میری تصدیق نہ کریں لیکن میرا غالب گمان ہے کہ عنقریب آپ ﷺ کو مبعوث کیا جائے گا اور عنقریب آپ ﷺ نازل شدہ سورتوں کی تلاوت فرمائیں گے"۔

سَوْفَ اُبْلِيْكَ اِنْ اَعْلَنْتَ دَعْوَتَهُمْ   مِنَ الْجِهَادِ بِلَا مَنٍّ وَلَا كَدَرِ

"اگر آپ ﷺ نے کفار کو اعلانیہ دعوت دی تو میں بغیر کسی منت اور احسان کے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کروں گا"۔

تثنیہ سے مفرد مراد لیا جا سکتا ہے

مَکَّتَیْن مکہ کا تثنیہ ہے لیکن اس سے مراد واحد ہے کیونکہ اس سے مراد مکہ کے نشیب و

''اے خدیجہ! تمہاری گفتگو سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ان کا ظہور مکہ معظمہ کے دو پہاڑوں کے درمیان سے ہوگا''۔

بِمَاخَبَّرْتِنَا مِنْ قَوْلِ قَسٍّ مِنَ الرُّهْبَانِ اَكْرَهُ اَنْ يَعُوْجَا

فراز ہیں۔ہم نے پیچھے ذکر کر دیا ہے کہ اہل بطاح کون تھے اور اہل ظواہر کون تھے۔شعراء عرب کا یہ دستور ہے کہ وہ تثنیہ سے ایک مقام مراد لیتے ہیں۔بعض اوقات وہ جمع سے بھی ایک مقام ہی مراد لیتے ہیں مثلاً کسی شاعر کا قول ہے وَمَيْتٌ بِغَزَّاتٍ۔ غَزَّاتٌ اگرچہ جمع ہے لیکن اس سے مراد واحد (غَزَّة) ہے اسی طرح شعراء بَغَادِيْنَ کہہ کر بغداد مراد لیتے ہیں۔تثنیہ سے واحد مراد لینا شعراء کے نزدیک اکثر ہے۔مثلاً:

بِالرَّقْمَتَيْنِ لَهُ اَجْرٌ وَّاَعْرَاسٌ وَالْحَمْتَيْنِ سَقَاكِ اللّٰهُ مِنْ دَارٍ

اس شعر میں رَقْمَتَيْنِ اور حَمْتَيْنِ اگرچہ تثنیہ ہیں لیکن ان سے مراد واحد ہے۔اسی طرح زہیر کا یہ قول بھی ہے دَارٌلَهَا بِالرَّقْمَتَيْنِ۔ورقہ بن نوفل کے اس قول ''بَبَطْنِ الْمَكَّتَيْنِ'' میں یہ احتمال نہیں کہ اہل ظواہر بھی اس لفظ میں شامل ہوں کیونکہ یہاں صرف مکہ کی وادیاں مراد ہیں۔اہل عرب ایسا لفظ بول کر کسی شہر کی دونوں اطراف مراد لیتے ہیں یا کسی شہر کے نشیب وفراز کی طرف اشارہ کرتے ہیں مثلاً اہل عرب کہتے تھے صِدْنَا بِقَنَوَيْنِ۔ہم قناء (پہاڑ) پر چڑھے۔

عنترہ کا قول ہے شَرِبَتْ بِمَاءِ الدُّحْرُضَيْنِ۔اس نے الدُّحْرُضَيْنِ سے پانی پیا۔

عنترہ ہی کا قول ہے بِعُنَيْزَتَيْنِ وَاَهْلُنَا بِالْعَيْلَمِ۔ عُنَيْزَة جگہ کا نام ہے۔تثنیہ سے مراد مفرد ہے۔

فرزدق کہتا ہے عَشِيَّةَ سَالَ الْمِرْبَدَانِ كِلَاهُمَا۔ مِرْبَدَانِ سے مراد بصرہ کا مربد ہے اسی طرح اہل عرب کا قول ہے تَسَأَلُنِى بِرَامَتَيْنِ سَلْجَمَا۔ رَامَتَيْن سے مراد وہ رامۃ منزل ہے جو مکہ معظمہ سے بصرہ جاتے ہوئے راستہ میں آتی ہے۔تثنیہ بول کر مفرد مراد لینا اہل عرب میں عام ہے بالخصوص جب جنّة اور بستان (باغات) کا ذکر ہو تو تثنیہ ہی بولا جاتا ہے۔فصیح کلام میں باغ کو ''جَنَّتَيْن'' کہا جاتا ہے اس کا اس صیغہ کے استعمال سے یہ شعور دلانا مقصود ہوتا ہے جب تو اس باغ میں داخل ہو اور اس کے دائیں بائیں دیکھے گا تو تجھے دونوں اطراف میں شادابی اور تروتازگی نظر آئے گی جو تیری آنکھوں کو راحت اور تیرے سینے کو مسرت سے بھر دے گا۔

"میں پسند نہیں کرتا کہ عیسائی راہب کی وہ بات جو تم نے مجھے بتائی ہے وہ غلط ہو"۔

بِاَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُوْدُ فِيْنَا وَيَخْصِمُ مَنْ يَكُوْنُ لَهٗ حَجِيْجًا

"کہ محمد مصطفیٰ ﷺ عنقریب ہم میں سردار بن جائیں گے اور جو شخص بھی دلیل باطل لے کر آئے گا آپ ﷺ اس کا مقابلہ کریں گے"۔

وَيَظْهَرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُوْرٍ تُقَامُ بِهِ الْبَرِيَّةُ اَنْ تَعُوْجَا

"شہروں میں نور کا اجالا پھیلے گا اور آپ ﷺ کی وجہ سے مخلوق کو کج روی کو بچا لیا جائے گا"۔

فَيَلْقٰى مَنْ يُحَارِبُهٗ خَسَارًا وَيَلْقٰى مَنْ يُسَالِمُهٗ فُلُوْجًا

"جو آپ ﷺ سے عداوت رکھے گا اس کو نقصان اٹھانا پڑے گا اور جو آپ ﷺ سے

ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ .... (سبا:۱۵)

"قوم سبا کے لئے ان کے مسکن میں نشانی موجود تھی (وہاں) دو باغ تھے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف"۔

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ (سبا:۱۶)

"اور ہم نے بدل دیا ان کے دو باغوں کو دو باغوں سے"۔

جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ (کہف:۳۲)

"ہم نے بنا دیئے تھے ان دونوں میں سے ایک کو دو باغ"۔

پھر تثنیہ کے بعد مفرد لفظ استعمال فرمایا وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ۔ "(اور ایک دن) وہ اپنے باغ میں گیا"۔ حالانکہ اس سے مراد بھی وہی باغ ہے۔ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ (الرحمٰن)

"اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے"۔

میں جنتان سے ایک باغ مراد لیا ہے۔

النُّوْرُ وَالضِّيَاءُ

ورقہ نے اپنے اشعار میں نور اور ضیاء کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ضیاء میں نور سے وسعت ہوتی ہے جبکہ نور روشنی کا منبع و مصدر ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

مصالحت کرے گا کامیابی اس کے قدم چومے گی"۔

فَيَالَيْتِي إِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ شَهِدْتُ فَكُنْتُ أَوَّلَهُمْ وُلُوْجًا

"کاش! جب حیرت انگیز واقعات تمہارے سامنے رونما ہوں میں آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دے سکوں اور سب سے پہلے آپ ﷺ کی صدا پر لبیک کہہ سکوں"۔

وُلُوْجًا فِي الَّذِي كَرِهَتْ قُرَيْشٌ وَلَوْ عَجَّتْ بِمَكَّتِهَا عَجِيْجًا

"میں اس دین میں ضرور شامل ہو جاتا خواہ قریش اسے ناپسند کرتے اور وہ مکہ مکرمہ میں

فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ (بقرہ:۱۷)

"پھر جب جگمگا اٹھا اس کا آس پاس تو لے گیا اللہ ان کا نور"۔

جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (یونس:۵)

"(وہی ہے) جس نے بنایا سورج کو درخشاں اور چاند کو نور"۔

چاند کی روشنی کو نور کہنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ اس کی روشنی سورج کے اجالے سے وسعت نہیں رکھتی۔ بالخصوص مہینے کے آغاز اور اختتام میں چاند کی روشنی بالکل کم ہوتی ہے۔ صحیح حدیث شریف ہے:

الصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ۔

"نماز نور ہے اور صبر ضیاء ہے"۔

نماز کو نور اور صبر کو ضیاء کہنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ نماز اسلام کا ستون ہے اور یہ ذکر اور قرآن پر مشتمل ہے یہ بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ برائی سے اجتناب پر اور طاعات پر صبر وہ ضیاء ہے جو اس نور سے خارج ہوتی ہے جو قرآن اور ذکر پر مشتمل ہے۔ نور اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک بھی ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:۳۵)

"اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا"۔

لیکن ضیاء اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے نہیں ہے۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنی دوسری تالیف میں اس موضوع پر تسلی بخش بحث کی ہے۔

اِنَّ اور اس کے اخوات میں نون وقایۃ

ورقہ کے اشعار میں ہے فَیَالَیْتِی اِذَا مَا کَانَ ذَاکُمْ میں نون وقایۃ کو حذف کیا گیا ہے لیکن لَیْتَ میں نون وقایۃ کو حذف کرنا احسن نہیں ہے لیکن لَعَلَّ میں اس کا حذف مستحسن ہے کیونکہ لام اور نون کا مخرج قریب قریب ہے کہا جاتا ہے کہ لَعَلَّ اور لَعَنَّ اور ان کا معنی بھی ایک ہی ہے۔ یعقوب کہتے ہیں

شور و غوغا مچاتے''۔

أَرْجِي بِالَّذِي كَرِهُوا جَمِيعًا إِلَى ذِي الْعَرْشِ إِنْ سَفَلُوا عُرُوجًا

''میں عرش کے مالک کے ہاں اسی چیز سے سرفرازی پاؤں گا جسے قریش ناپسند کریں گے اور انہیں ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا''۔

وَهَلْ أَمْرُ السَّفَالَةِ غَيْرُ كُفْرٍ بِمَنْ يَخْتَارُ مَنْ سَمَكَ الْبُرُوجَا

''جس ذات نے رفعت کے برجوں کو اپنے لئے منتخب فرمالیا ہو۔ اس کا انکار ذلت اور رسوائی کے علاوہ اور کیا دے سکتا ہے''۔

فَإِنْ يَبْقَوْا وَأَبْقَ تَكُنْ أُمُورٌ يَضِجُّ الْكَافِرُونَ لَهَا ضَجِيجًا

''اگر وہ بھی باقی رہے اور مجھے بھی زندگی ملی تو ایسے ایسے واقعات رونما ہوں گے جن سے

کہ بعض اہل عرب لعلّ کو کسرہ دیتے ہیں۔ یہ بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ لعلّنی میں نون حذف کی جاسکتی ہے۔ اِنَّ، اَنَّ، لٰکِنَّ اور کَاَنَّ میں نون وقایہ کو حذف کرنا بہتر ہے کیونکہ اس کے باقی رکھنے سے کئی نونیں جمع ہو جاتی ہیں۔ لعل میں نون وقایہ کا حذف کرنا بہتر ہے کیونکہ اس میں کلمہ کے حروف کی زیادتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

لَّعَلِّیٓ اَرۡجِعُ اِلَی النَّاسِ (یوسف:۴۶)

''تاکہ میں (آپ کا جواب لے کر) واپس جاؤں لوگوں کی طرف''۔

لَعَلِّی میں نون کو حذف کر دیا گیا ہے۔ لَیۡتِی میں نون کے بغیر یاء کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ ضَرَبَنِی میں اسم مضمر یاء ہے نون نہیں ہے۔ جس طرح یہ ضَرَبَکَ اور ضَرَبَهٗ میں ہے اور اگر نون یاء کے ساتھ مل کر اسم ہوتا جس طرح مِنِّی اور عَنِّی میں ہوتا ہے تو پھر نصبی اور کسری حالت میں صرف ی ہی اسم ہوتی۔

مصدر کے صلہ کا اس سے مقدم ہونا

ورقہ کے اشعار میں ہے حَدِیۡثُکَ اَنۡ اَرٰی مِنۡهُ خُرُوۡجًا. مِنۡهُ کی ہاء حدیث کی طرف راجع ہے اور حرف جر خُرُوۡج کے متعلق ہے۔ لیکن نحویوں نے یہ ناپسند کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک مصدر کا صلہ مصدر سے مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ مصدر سے پہلے اَنۡ اور فعل محذوف ہوتا ہے اور اس میں ان کا صلہ عمل نہیں کرتا اور نہ ہی اس سے مقدم ہو سکتا ہے جس نے اس اصل میں اپنے قول کو مطلق بیان کیا ہے اور کسی مصدر کو مخصوص نہیں کیا اس سے غلطی ہوئی ہے۔

کفار آہ و بکا کریں گے"۔

فَاِنْ اَهْلِكْ فَكُلُّ فَتًى سَيَلْقٰى مِنَ الْاَقْدَارِ مُتْلِفَةً عَرُوْجًا

"اگر میں دار فانی کو الوداع بھی کہہ دوں تو پھر ہر جوان تقدیر کے فیصلے پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے دارِفانی کو سدھارنے والا ہے"۔

قرآن پاک میں ہے:

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ (یونس:٢)

"کیا (یہ بات) لوگوں کے لئے باعث تعجب ہے کہ ہم نے وحی بھیجی ایک مرد (کامل) پر جوان میں سے ہے۔"

اس کا معنی اَكَانَ عَجَبًا لِلنَّاسِ اَنْ اَوْحَيْنَا۔ یہاں لام کا تعجب کے متعلق ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ صفت کی جگہ نہیں ہے اور اس کا کوئی عامل نہ ہونے کی وجہ سے یہ حال بھی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہیں:

لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۔ وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا (کہف:٥٣-١٠٨)

"اور نہ پائیں گے اس سے نجات پانے کی کوئی جگہ (اور) نہیں چاہیں گے کہ وہ اس جگہ کو بدل لیں۔"

لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا۔ (کہف:١٨) "تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو۔"

اسی طرح عربوں کا قول ہے لِيْ فِيْكَ رَغْبَةٌ وَمَا لِيْ عَنْكَ مُعَوَّلٌ۔ بلا اختلاف یہ مستحسن ہے۔ ابن سراج ابوبکر نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ مُبَرِّد کہتے ہیں "ضَرْبًا زَيْدًا" سے جب تم امر مراد لو پھر مفعول منصوب کو مصدر سے مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ یہاں ضَرْبًا اِضْرِبْ کے معنی میں ہے انہوں نے مصادر میں اسے ضَرْبًا کو اس کے معمول سے مقدم کرنے کا جواز پیدا کیا ہے اگرچہ وہ مصدر امر کے معنی میں ہو۔ اگر وہ نکرہ ہو تو مفعول سے اسے مقدم کرنا جائز نہیں ہے لیکن مجرور اور ظرف ہو تو اس سے مقدم ہو سکتا ہے۔

مصدر کے معمول کو مقدم کرنے کا جواز

ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ مصدر جو نکرہ ہو اور اپنے مابعد کی طرف مضاف نہ ہو تو اس کے معمول کو اس مصدر سے مقدم کرنا جائز ہے لیکن مفعول میں یہ جائز نہیں ہے کیونکہ نکرہ مصدر سے پہلے اَنْ اور فعل مقدر

نہیں ہوتا کیونکہ جب تو نے اَنْ اور فعل کو مقدر مانا اور فعل فاعل کے بغیر ہی رہ گیا وہ مصدر جو اپنے مابعد کی طرف مضاف ہوگا تو فی المعنی اس کی طرف یا تو فاعل مضاف ہوگا یا مفعول۔ اسی وجہ سے مصدر اَنْ اور فعل سے مقدر ہے۔ اس اعتبار سے ورقہ کا مذکور بالا قول عمدہ ہے اَنْ اریٰ مِنْهُ خُرُوْجًا اصل میں اَریٰ خُرُوْجًا مِنْهُ ہے اگر یہاں خروج کی بجائے دخول کا تذکرہ ہوتا ہے تو پھر بھی اس طرح ہونا تھا یعنی اَریٰ فِيْهِ دَخُوْلًا اسی طرح یہ دعا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مِنْ اَمْرِنَا فَرَجًا وَمَخْرَجًا۔ میں مِنْ اَمْرِنَا اپنے مابعد کے متعلق ہے اور اس کا مابعد مصدر ہے اس تقدیم میں جو حسن ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔

ورقہ بن نوفل کے اشعار

أَتُبْكِرُ اَمْ اَنْتَ العَشِيَّةَ رَائِحُ وَفِي الصَّدْرِ مِنْ اِضْمَارِكَ الحُزْنَ قَادِحُ

"کیا تو صبح کے وقت عازم سفر ہونے والا ہے یا وقت شام سفر پر روانہ ہونے والا ہے۔ تیرا سینہ غم چھپانے کی وجہ سے زخمی نظر آ رہا ہے"۔

لِفُرْقَةِ قَوْمٍ لَا اُحِبُّ فِرَاقَهُمْ كَاَنَّكَ عَنْهُمْ بَعْدَ يَوْمَيْنِ نَازِحُ

"یہ غم واندوہ اس قوم کے فراق میں ہے جس کا فراق میں پسند نہیں کرتا۔ ایسے لگتا ہے کہ دو روز بعد تو ان سے جدا ہونے والا ہے"۔

وَاَخْبَارِ صِدْقٍ خَبَّرَتْ عَنْ مُحَمَّدٍ يُخَبِّرُهَا عَنْهُ اِذَا غَابَ نَاصِحُ

"حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق ان سچی خبروں کے متعلق بتایا جن کے متعلق ناصح نے اس وقت بتایا جب حضور ﷺ ابھی کائنات میں جلوہ گر نہ ہوئے تھے"۔

فَتَاكِ الَّذِيْ وَجَّهْتِ يَاخَيْرَ حُرَّةٍ بِغَوْرٍ وَبِالنَّجْدَيْنِ حَيْثُ الصَّحَاصِحُ

"اے بہترین آزاد خاتون! وہ بہادر جس کو آپ نے غور اور نجدین کی طرف اس مقام پر بھیجا تھا جہاں بے آب وگیاہ میدان ہیں"۔

اِلٰى سُوْقِ بُصْرٰى فِي الرِّكَابِ الَّتِيْ غَدَتْ وَهُنَّ مِنَ الاَحْمَالِ قُعْصٌ دَوَالِحُ

"آپ نے اس جوان کو ان اونٹوں کے قافلہ کے ہمراہ بصریٰ کی طرف بھیجا تھا جو زیادہ بوجھ کی وجہ سے بیٹھے کی گردن توڑ بیماری میں مبتلا ہو چکے تھے"۔

فَخَبَّرَنَا عَنْ كُلِّ خَبْرٍ بِعِلْمِهِ وَلِلْحَقِّ اَبْوَابٌ لَهُنَّ مَفَاتِحُ

''اس نے اپنے علم سے ہمیں ہر بھلائی کی خبر دی اور حق کے لئے ایسے دروازے ہیں جن کی چابیاں بھی ہیں''۔

بِاَنَّ ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ اَحْمَدَ مُرْسَلٌ اِلٰی کُلِّ مَنْ ضُمَّتْ عَلَیْهِ الْاَبَاطِحُ

''اس نے ہمیں بتایا کہ ابن عبداللہ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ ہر اس شخص کی طرف مبعوث ہوں گے جس کو وادیوں نے گھیر رکھا ہے''۔

وَظَنِّیْ بِهٖ اَنْ سَوْفَ یُبْعَثُ صَادِقًا کَمَا اُرْسِلَ الْعَبْدَانِ هُوْدٌ وَصَالِحُ

''میرا آپ ﷺ کے متعلق گمان یہ ہے کہ آپ ﷺ عنقریب سچائی کے ساتھ اس طرح مبعوث ہوں گے جس طرح اللہ تعالیٰ کے دو برگزیدہ بندے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام مبعوث ہوئے''۔

وَمُوْسٰی وَاِبْرَاهِیْمُ حَتّٰی یُرٰی لَهٗ بَهَاءٌ وَمَنْشُوْرٌ مِنَ الذِّکْرِ وَاضِحُ

''اور جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام مبعوث ہوئے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے لئے حسن و جمال عیاں ہوگا آپ ﷺ ذکر کی رفعتوں پر فائز ہو جائیں گے''۔

وَیَتْبَعُهٗ حَیَّا لُؤَیٍّ جَمَاعَةٍ شَبَابُهُمْ وَالْاَشْیَبُوْنَ الْجَحَاجِحُ

''بنولوی آپ ﷺ کی اتباع کریں گے۔ ان کے بوڑھے اور عظیم سردار آپ ﷺ کی پیروی کریں گے''۔

فَاِنْ اَبْقَ حَتّٰی یُدْرِكَ النَّاسَ دَهْرُهٗ فَاِنِّیْ بِهٖ مُسْتَبْشِرُ الْوُدِّ فَارِحُ

''اگر میں اس وقت زندہ رہا حتیٰ کہ اس زمانے نے لوگوں کو پا لیا تو میں آپ ﷺ کی بعثت کی وجہ سے خوش و خرم ہوں گا''۔

اِلَّا فَاِنِّیْ یَاخُدَیْجَةُ فَاعْلَمِیْ عَنْ اَرْضِكِ فِی الْاَرْضِ الْعَرِیْضَةِ سَائِحُ

''ورنہ اے خدیجہ! جان لیں میں تمہاری سرزمین سے کسی اور جگہ چلا جاؤں گا یہ زمین بڑی وسیع ہے''۔

کعبہ مشرفہ کی تعمیر نو

تعمیر نو کا سبب

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضور ﷺ کی عمر مبارک پینتیس (35) برس ہوئی تو قریش مکہ نے کعبہ کی تعمیر نو پر اتفاق کیا۔ وہ اس کی نئی تعمیر کر کے اس پر چھت بھی ڈالنا چاہتے تھے کیونکہ پہلے اس پر چھت نہ تھی صرف پتھر جوڑ جوڑ کر چار دیواری بنائی گئی تھی جس کی اونچائی انسانی قد سے کچھ زیادہ تھی۔ پتھروں کو باہم ملانے کے لئے گارا استعمال کرنے کا تکلف بھی نہیں کیا تھا۔ قریش نے اس مبارک عمارت کو بلند کرنے اور اس پر چھت ڈالنے کا ارادہ کیا۔ تعمیر کعبہ کی دوسری وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ چند لوگوں نے خانہ کعبہ کے خزانے کو چوری کر لیا۔ یہ خزانہ ان زیورات، قیمتی اشیاء، نذرانے اور تحائف پر مشتمل تھا جو زائرین کعبہ، کعبہ معظمہ کے کنویں میں پھینک دیتے تھے یہ تمام اشیاء بنو ملیح بن عمرو کے غلام سے برآمد ہوئیں۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قریش نے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے۔ قریش کا خیال یہ تھا کہ چوری تو دوسرے لوگوں نے کی تھی لیکن انہوں نے چوری کا سامان دُوَیک کے پاس رکھا

تعمیر کعبہ

کعبہ معظمہ کی بلندی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کعبہ کی اونچائی انسانی قد سے کچھ زیادہ تھی لیکن یہ اندازا کعبہ کی اونچائی کو صحیح بیان نہیں کرتا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عہد میں اس کی اونچائی نو ہاتھ تھی اس وقت اس پر چھت بھی نہ تھی جبکہ ظہور اسلام سے قبل قریش نے اس کو تعمیر کیا تو انہوں نے اس کی اونچائی میں نو ہاتھ کا اضافہ کر دیا۔ اس طرح اس کی اونچائی اٹھارہ ہاتھ ہوگئی۔ انہوں نے اس کے دروازے کو بھی زمین سے بلند رکھا۔ سیڑھی کے بغیر کعبہ مشرفہ میں داخل ہونا ناممکن تھا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے تبع بادشاہ نے اس کا دروازہ بنایا پھر جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تعمیر کرنے کی سعادت حاصل کی تو انہوں نے اس کی اونچائی میں نو ہاتھ کا اور اضافہ کر دیا اس طرح اس کی اونچائی ستائیس ہاتھ ہوگئی اور

تھا۔ روم کے ایک تاجر کی کشتی جدہ کے ساحل کے ساتھ ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ قریش نے اس کشتی کے تختے خرید لئے تا کہ وہ اس سے بیت اللہ کی چھت بنا سکیں۔ مکہ معظمہ میں ایک قبطی شخص تھا جو بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ اس طرح قدرت نے ان کے اس تمام سامان کا انتظام کر دیا جس کی انہیں ضرورت تھی۔ اس کنویں میں ایک سانپ رہتا تھا جو خانہ کعبہ کی دیوار پر بیٹھ کر دھوپ تاپا کرتا تھا۔ قریش کے مقصد میں ایک یہ بھی رکاوٹ تھی۔ جو شخص بھی اس کے قریب جاتا وہ اسے پھنکارتا اور اپنا منہ کھول لیتا۔ قریش مکہ اس سے بھی خوفزدہ تھے اسی اثناء میں کہ وہ ایک روز کعبہ مقدسہ کی دیوار پر بیٹھ کر دھوپ تاپ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پرندہ بھیجا جس نے اسے اچک لیا۔ قریش نے یہ منظر دیکھ کر کہا ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس ارادہ سے راضی ہے۔ ہمارے پاس ایک ماہر بڑھئی بھی ہے، ہمارے پاس لکڑی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے سانپ کا کام بھی تمام کر دیا ہے۔

اب تک اس کی یہی اونچائی برقرار ہے۔

کعبہ کتنی مرتبہ تعمیر ہوا اور اس کے معمار

کعبہ معظمہ کو پانچ مرتبہ تعمیر کیا گیا: 1۔ حضرت شیث بن آدم علیہما السلام نے اس کو تعمیر کیا، 2۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی بنیادوں پر اس کی تعمیر نو کی، 3۔ قریش نے طلوع اسلام سے پانچ سال قبل اس کو تعمیر کیا، 4۔ چوتھی مرتبہ اس مقدس گھر کی تعمیر اس وقت ہوئی جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں کوہِ ابی قبیس سے ایک شرارہ اٹھا اور کعبہ مشرفہ کے پردوں پر گرا جس سے عمارت کو نقصان پہنچا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے خانہ کعبہ کو عود جلا کر دھونی دینا چاہی۔ آگ کا ایک شرارہ کعبہ معظمہ کے پردوں پر گر پڑا۔ جس سے عمارت کو نقصان پہنچا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے علماء سے مشاورت کی لیکن علماء نے انکار کرتے ہوئے کہا بہتر ہے کہ آپ اس کو گرائے بغیر ہی اس کی اصلاح کر دیں۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی کا گھر جل جائے اور وہ اپنے گھر کی مکمل اصلاح چاہتا ہو تو کیا اس گھر کو گرائے بغیر اس کی مکمل اصلاح ہو جائے گی"۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خانہ کعبہ کو منہدم کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیادوں تک کھدائی کی۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مزید کھدائی کرنے کا حکم دیا۔ جب لوگوں نے ایک پتھر کو حرکت دی تو نیچے سے آگ کے شعلے بلند ہوئے جس کی وجہ سے وہ خوفزدہ ہو گئے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

ابو وہب بیت اللہ کا ایک پتھر اکھیڑ تے ہیں

جب قریش مکہ نے بیت اللہ کو منہدم کرنے اور اسے نئے سرے سے تعمیر کرنے پر اتفاق کر لیا تو اس وقت ابو وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم اٹھے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نسب یہ بیان کیا ہے عائذ بن عمران بن مخزوم۔ انہوں نے کعبہ مشرفہ سے ایک پتھر اٹھایا جونہی انہوں نے پتھر اٹھایا وہ پتھر جھپٹ کر اسی جگہ چلا گیا جہاں سے اسے اٹھایا گیا تھا۔ انہوں نے کہا" اے گروہِ قریش! تعمیر کعبہ پر صرف اپنی حلال کمائی ہی صرف کرنا۔ اس میں کسی بدکارہ کی آمدنی، کوئی سودی رقم اور کسی آدمی سے ظلم سے حاصل کی ہوئی دولت خرچ نہ کرنا"۔ لوگ اس گفتگو کو ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام ﷺ کی ابو وہب سے قرابت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح المکی نے بیان کیا ہے وہ کہتے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیادوں پر تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ جب لوگ خانہ کعبہ کی کھدائی کرنے لگے تو انہوں نے اس کے اردگرد پردے لٹکا دیئے۔ لوگ ان پردوں کے اردگرد ہی طواف کرتے رہے۔ بیت اللہ کا ہر وقت طواف ہوتا رہتا ہے۔ جس دن حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہوئے اور لوگ خونریزی اور فساد کی وجہ سے طواف نہ کر سکے اس وقت انہوں نے ملاحظہ کیا کہ ایک اونٹ خانہ کعبہ کے اردگرد مصروف طواف تھا۔ جب خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل ہوئی تو انہوں نے دروازہ کو سطح زمین کے برابر رکھا۔ دوسری سمت مزید ایک دروازہ رکھا۔ حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کیا انہوں نے یہ تمام کام اس حدیث مبارک پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کیا جو انہوں نے اپنی خالہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سن رکھی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیا تمہیں علم نہیں کہ تمہاری قوم نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا آغاز کیا لیکن وہ سرمایہ کی قلت کی وجہ سے قواعد ابراہیمی پر اس کی تعمیر نہ کر سکے"۔

آپ ﷺ نے فرمایا" اگر تمہاری قوم جاہلیت سے نئی نئی تائب نہ ہوئی ہوتی تو میں کعبہ کو گرا دیتا اور اس کے شرقاً غرباً دو دروازے رکھتا اور حجر کو کعبہ میں داخل کر دیتا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا آج ہمارے پاس سرمائے کی قلت نہیں ہے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مبارک کے تقاضا کے مطابق خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل کی۔

ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن خذافہ بن جمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو کو دیکھا جو محوطواف تھے۔ ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو بتایا گیا کہ یہ جعدہ بن ہبیرہ کے فرزند ہیں اس وقت عبداللہ بن صفوان نے کہا "اس کے دادا ابووہب وہ شخص تھے جنہوں نے کعبہ مقدسہ سے اس وقت پتھر اکھیڑا جب قریش نے اس کے انہدام پر اتفاق کر لیا تھا۔ پھر ان کے ہاتھ سے اُچھل کر اپنی جگہ پر جا لگا۔ اس وقت انہوں نے کہا تھا "اے معشر قریش! تعمیر کعبہ میں صرف اپنی حلال کمائی خرچ کرنا۔ اس میں کسی بدکارہ کی کمائی، سودی رقم اور کسی سے ظلماً چھینی ہوئی رقم خرچ نہیں کرنا"۔

ابووہب کے متعلق اشعار

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابووہب حضور ﷺ کے ماموں تھے۔ وہ ایک شریف انسان تھے عرب کا ایک شاعر ان کے متعلق کہتا ہے۔

وَلَوْ بِاَبِیْ وَهْبٍ اَنَخْتُ مَطِیَّتِیْ غَدَتْ مِنْ نَدَاهُ رَحْلُهَا غَیْرُ خَائِبٍ

"اگر میں ابووہب کے پاس اپنی سواری بٹھاؤں تو اگلے دن میں ان کی محفل سے اس حالت میں عازم سفر ہوں گا کہ سواری کا کجاوہ خالی نہ ہوگا"۔

بِاَبْیَضَ مِنْ فَرْعَیْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ اِذَا حُصِّلَتْ اَنْسَابُهَا فِی الذَّوَائِبِ

"جب نسب کی شرافت کی جستجو کی جائے تو لوی بن غالب کی دونوں شاخوں سے وہ سب سے زیادہ شریف ثابت ہوں"۔

اَبِیٌّ لِاَخْذِ الضَّیْمِ یَرْتَاحُ لِلنَّدٰی تَوَسَّطَ جَدَّاهُ فُرُوْعَ الْاَطَایِبِ

جب عبدالملک بن مروان نے تخت شاہی سنبھالا تو اس نے کہا ہم ابن زبیر کی اس تعمیر کو پسند نہیں کرتے ہم اسے باقی نہیں رہنے دیں گے۔ اس نے بیت اللہ کو منہدم کرایا اور پھر اسی طرح اس کی تعمیر کی جس طرح حضور ﷺ کے عہد ہمایوں میں اس کی تعمیر ہوئی تھی۔ جب ابن مروان تعمیر کعبہ سے فارغ ہوا تو اس کے پاس حارث بن ابی ربیعہ آیا۔ حارث، عمر بن ابی ربیعہ کا بھائی تھا اس کے ہمراہ ایک اور شخص بھی تھا ان دونوں نے ابن مروان کو وہ حدیث شریف سنائی جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی تھی (وہ ابھی اوپر مذکور ہو چکی ہے) اس وقت ابن مروان بڑا نادم ہوا وہ سوچتے سوچتے اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگا پھر کہنے لگا کاش میں ابوخبیب (ابن زبیر) کی تعمیر کو باقی رہنے دیتا۔ خانہ کعبہ کی یہ پانچویں مرتبہ تعمیر تھی۔

"وہ انتقام لینے سے انکار کرنے والا، سخاوت سے راحت حاصل کرنے والا اور ان کا نانا اور دادا محاسن کی رفعتوں پر فائز ہیں"۔

عَظِيْمٌ رَمَادِ الْقِدْرِ يَمْلَأ جِفَانَهُ مِنَ الْخُبْزِ يَعْلُوْهُنَّ مِثْلُ السَّبَائِبِ

"اس کی دیگ کے نیچے بہت زیادہ راکھ ہوتی ہے وہ اس حالت میں روٹی سے پیالہ بھرتا ہے کہ روٹی کے اوپر سفید چربی کا غلبہ ہوتا ہے"۔

تعمیر کعبہ میں تقسیم کار کا اصول

تعمیر کعبہ کے لئے انہوں نے تقسیم کار کے اصول پر عمل کیا مختلف قبائل کو ایک ایک دیوار کی تعمیر کی ذمہ داری تفویض کی گئی۔ مشرقی دیوار جس میں خانہ کعبہ کا دروازہ شریف نصب ہے اس کی تعمیر بنو عبد مناف اور بنو زہرہ کے سپرد کی گئی۔ جنوبی دیوار حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک بنو مخزوم اور چند دوسرے قریشی قبائل کے حوالے کی گئی۔ مغربی دیوار کی تعمیر بنو جمح، بنو سہم جو عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی کے بیٹے تھے کی ذمہ دار قرار پائی۔ شمالی دیوار، جس طرف حطیم ہے اس کو تعمیر کرنے کا کام بنو عبد الدار، بنو اسد اور بنو عدی کے سپرد ہوا۔

جب عبد الملک بن مروان نے تخت شاہی سنبھالا تو اس نے کہا" ہم ابن زبیر کی اس تعمیر کو پسند نہیں کرتے ہم اسے باقی نہیں رہنے دیں گے"۔ اس نے بیت اللہ کو منہدم کرایا اور پھر اسی طرح اس کی تعمیر کی جس طرح حضور ﷺ کے عہد ہمایوں میں اس کی تعمیر ہوئی تھی۔ جب ابن مروان تعمیر کعبہ سے فارغ ہوا تو اس کے پاس حارث بن ابی ربیعہ آیا۔ حارث، عمر بن ابی ربیعہ کا بھائی تھا اس کے ہمراہ ایک اور شخص بھی تھا ان دونوں نے ابن مروان کو وہ حدیث شریف سنائی جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی تھی (وہ ابھی اوپر مذکور ہو چکی ہے) اس وقت ابن مروان بڑا نادم ہوا وہ سوچتے سوچتے اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگا پھر کہنے لگا" کاش میں ابو خبیب (ابن زبیر) کی تعمیر کو باقی رہنے دیتا"۔ خانہ کعبہ کی یہ پانچویں مرتبہ تعمیر تھی۔

جب ابو جعفر نے زمام اقتدار سنبھالی تو اس نے خانہ کعبہ کو ان بنیادوں پر تعمیر کرنا چاہا جن بنیادوں پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تعمیر کیا تھا۔ اس نے اس کے لئے علماء سے مشاورت کی۔ حضرت مالک ابن انس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! اس کعبہ مقدسہ کو بادشاہوں کا کھلونا بننے سے بچاؤ، جس کا جی چاہے گا پہلی عمارت کو گرا کر اپنے نام سے نیا کعبہ بنانے لگے گا۔ اس طرح

ولید بن مغیرہ کا کردار

لوگ بیت اللہ کو منہدم کرنے سے خوفزدہ تھے۔ ان کا یہ ڈر دیکھ کر ولید بن مغیرہ نے کہا "میں اسے گرانے کا آغاز کرتا ہوں"۔ اس نے کدال تھامی پھر بیت اللہ کے اوپر چڑھ کر کہنے لگا "مولا! ہمیں خوفزدہ نہ کرنا ہم صرف اور صرف بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں" پھر دو رکنوں کا کنارہ گرانے لگا۔ اس رات لوگ منتظر رہے انہوں نے کہا "ہم انتظار کرتے ہیں۔ اگر اس کی وجہ سے ولید کو کوئی نقصان پہنچا تو ہمیں خانہ کعبہ کو اسی حالت پر چھوڑ دیں گے، اس کو گرانا ترک کر دیں گے، اگر اسے کوئی نقصان نہ پہنچا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہے ہم اس کو منہدم کر دیں گے"، لیکن ولید کی وہ شب خیر و عافیت سے گزر گئی۔ صبح لوگوں نے بیت اللہ کو منہدم کرنا شروع کیا انہوں نے ابراہیمی بنیاد تک اس کو گرا دیا۔ جب وہ بنیاد ابراہیمی تک پہنچے تو انہوں نے وہاں اونٹ کی کوہان کی مانند بڑے بڑے پتھر دیکھے جو ایک دوسرے میں جکڑے ہوئے تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک محدث نے بیان کیا ہے کہ قریش کے ایک شخص نے ان پتھروں کو جدا کرنے کے لئے اپنا کدال ان کے درمیان مارا۔ جونہی پتھروں میں تھوڑی سی حرکت پیدا ہوئی تو ایسے محسوس ہوا کہ پورا مکہ معظمہ زلزلے کے جھٹکوں سے لرز اٹھا ہے۔ اس طرح لوگ ان بنیادوں کو کھودنے سے رک گئے۔

اس کا تقدس مجروح ہوگا اور لوگوں کے دلوں سے اس کی ہیبت ختم ہو جائے گی"۔ ابو جعفر المنصور نے امام مالک کی رائے کے سامنے سر جھکا دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بنو جرہم کے دور میں بھی اس کو ایک یا دو مرتبہ تعمیر کیا گیا کیونکہ سیلاب نے اس کی دیواروں کو شکستہ کر دیا تھا لیکن درست بات یہ ہے کہ بنو جرہم نے اس کو نئے سرے سے تعمیر نہیں کیا تھا بلکہ اس کی اصلاح کی تھی اور خانہ کعبہ اور سیلاب کے مابین ایک دیوار تعمیر کر دی تھی یہ دیوار عامر الجارود نے بنائی تھی۔

حضرت شیث علیہ السلام کی تعمیر سے پہلے کعبہ مقدسہ سرخ یاقوت کا ایک خیمہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام اس کا طواف فرمایا کرتے تھے اور اسی سے انس فرماتے تھے کیونکہ یہ ان کے ساتھ جنت سے آیا تھا وہ ہندوستان سے اس کا حج ادا کرنے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ ایک قول کے مطابق سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ہی اس کی تعمیر کی تھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے پانی پر اس مقام پر جھاگ نمودار ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اشیاء کی تخلیق کا آغاز فرمایا تو

آسمانوں سے پہلے زمین کو تخلیق کیا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق کیا تو انہیں تعداد میں سات بنایا پھر زمین کو بچھایا۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا (نازعات)

"اور زمین کو بعد ازاں بچھا دیا۔"

مکہ معظمہ سے اس کی وسعت کا آغاز ہوا۔ اسی وجہ سے اس کو اُمُّ الْقُرٰی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ تفسیر میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین سے فرمایا:

ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ (فصلت)

"آ جاؤ (تعمیل حکم اور ادائے فرض کے لئے) خوشی سے یا مجبوراً دونوں نے عرض کی ہم خوشی خوشی (دست بستہ) حاضر ہیں۔"

یہ ایمان افزا جواب صرف سرزمین حرم نے ہی دیا تھا اسی وجہ سے اس کو حرم قرار دیا گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے قبل ہی مکہ معظمہ کو حرم قرار دے دیا تھا اس کی حرمت مؤمن کی حرمت کی مانند ہے کیونکہ مؤمن کی اطاعت ربانیہ کی وجہ سے اس کا خون، عزت اور مال حرام قرار دیے گئے جب سرزمین حرم نے عرض کی:

اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ۔ "ہم خوشی خوشی (دست بستہ) حاضر ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اس کے شکار اور درختوں کو حرام کر دیا مگر سبز گھاس کاٹنا حلال ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حرمت صرف اس کے لئے ہوتی ہے جو اطاعت شعار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے کرے جو اطاعت کرتے ہیں، آمین۔

ملائکہ کی بیت اللہ کی تعمیر اور اس کا سبب

تعمیر کعبہ کے متعلق ایک اور خبر بھی بیان کی گئی ہے جو سابقہ تفصیل کے معارض نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (بقرہ: ۳۰)

"میں مقرر کرنے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔"

انہوں نے جواب میں عرض کی:

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا (بقرہ: ۳۰)

’’کیا تو مقرر کرتا ہے زمین میں جو فساد برپا کرے گا اس میں۔‘‘

جب ملائکہ نے یہ بات کر لی تو بہت خوفزدہ ہو گئے کہ کہیں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اُن پر ناراض نہ ہو جائے۔ انہوں نے سات مرتبہ عرش الٰہی کا طواف کیا۔ اپنے رب سے اس کی رضا طلب کی اور اس کی بارگاہ میں گڑگڑاتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ساتویں آسمان میں بیت المعمور تعمیر کریں اور اس کے اردگرد طواف کریں۔ بیت المعمور کا طواف کرنا عرش الٰہی کے طواف سے آسان تر تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ ہر آسمان پر اور ہر زمین پر ایک ایک گھر تعمیر کریں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے چودہ گھر بنائے گئے۔ ان میں سے ہر گھر دوسرے سے اس طرح اوپر تھا کہ اگر وہ گر جاتا تو وہ بالکل نچلے گھر کے اوپر گرتا۔

روایت ہے کہ جب ملائکہ نے کعبہ کی بنیاد رکھی تو زمین کو منتہی تک کھودا گیا اور اس میں اونٹوں کی طرح بڑے بڑے پتھر پھینکے گئے یہی وہ بنیادیں تھیں جن پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی دیواروں کو بلند کیا جب طوفانِ نوح آیا تو ان بنیادوں کو اٹھالیا گیا اور حجرِ اسود کو کوہِ ابی قبیس پر رکھا گیا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وقتِ طوفان پانی خانہ کعبہ پر نہیں آیا تھا بلکہ پانی اس کے اردگرد کھڑا رہا۔ خانہ کعبہ ہوا میں معلق ہو کر کھڑا رہا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا کہ ان کی کشتی بیت اللہ کے گرد محوِ طواف ہے تم اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے گھر کے اردگرد ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے احرام باندھ لو اور کوئی اپنی بیوی کو نہ چھوئے۔ ان کے اور آسمان کے مابین ایک آڑ بنا دی گئی۔ حام نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات نہ مانی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کی اولاد کے سیاہ ہونے کی بددعا کی۔ کوش بن حام اور اس کی اولاد سیاہ پیدا ہوئی اور اس بددعا کی وجہ سے ان کی اولاد تاقیامت سیاہ ہی پیدا ہوتی رہے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جس مخلوق نے بیت اللہ میں پناہ لی وہ ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جس نے ایک بڑی مچھلی سے ڈر کر اس میں پناہ لی۔ یحییٰ بن سلام نے اس روایت کا تذکرہ کیا وہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ طوفانِ نوح کے ایام کا ہے۔ جب پانی خشک ہو گیا تو بیت اللہ کی جگہ خشک مٹی کا ٹیلہ نمودار ہوا۔ حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام نے اسی کا حج کیا۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی حج کیا جو ان کے ہمراہ تھے۔

تعمیر ابراہیمی

بیان کیا جاتا ہے کہ یعرب نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا'' کیا ہم بیت اللہ کو تعمیر نہ کریں؟'' انہوں نے فرمایا'' اسے ایک کریم نبی تعمیر کریں گے جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنا خلیل بنائے گا'' جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ مقدسہ کی تعمیر کا حکم دیا۔'' سکینہ'' نے آپ علیہ السلام کی راہ نمائی کی اور وہ اس مقام پر سایہ کناں ہوگئی جہاں بیت اللہ موجود تھا۔ اسی لئے ''سکینہ'' نماز کی خصوصی شان میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پانچ پہاڑوں سے اس کی تعمیر مکمل فرمائی:

1۔ طور سیناء۔ 2۔ جودی۔ 3۔ طور زیت 4۔ لبنان۔ 5۔ حراء۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت سے انہیں آگاہی ہوگئی کہ وہ ان پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے کیسے بیت اللہ کی بنیاد رکھیں۔ اسی لئے مسلمانوں پر پانچ نمازیں ہی فرض ہیں اور اسلام کے رکن بھی پانچ ہیں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کو تعمیر کرتے کرتے رکن تک پہنچے تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کوہ ابی قبیس سے حجر اسود کو اٹھا کر لے آئے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

'' حجر اسود ایک جنتی پتھر ہے وقت نزول یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا اولاد آدم کی خطاؤں نے اسے سیاہ کردیا ہے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رکن اسود اور رکن یمانی جنت کے دو یاقوت ہیں۔ اگر خطا کار اور عصیاں شعار اس کو مس نہ کرتے تو یہ مشرق و مغرب کو منور کردیتے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان کو چومنے والا گنگ، برص اور کوڑھ کے امراض میں مبتلا نہیں ہوتا۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ایک اور محدث نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم سے عہد لیا کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اس عہد کو اقرار نامہ کی صورت میں لکھا گیا اور اسے حجر اسود میں رکھ دیا۔ اسی وجہ سے اس کو چومنے والا کہتا ہے:

اِیْمَانًا بِکَ وَفَاءً بِعَھْدِکَ۔ '' تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیرے عہد کی پاسداری کرتے

ہوئے''۔

علامہ زبیر نے یہ اضافہ کیا ہے ''اللہ تعالیٰ نے ایک نہر رواں فرمائی جو مکھن سے زیادہ نرم اور دودھ سے عمدہ تر تھی۔ قلم نے یہ اقرار نامہ لکھتے وقت اس نہر سے مدد لی۔ ابو قبیس حجر اسود کو امین کہا کرتے تھے کیونکہ اس میں عہد نامہ رکھا گیا ہے۔'' جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کو تعمیر فرماتے ہوئے اس مقام تک پہنچے جہاں حجر اسود رکھا جانا تھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں آواز دی اور حجر اسود کو وہاں رکھنے کے لئے کہا۔ اس سے یہی حکمت آشکارہ ہوتی ہے کہ اس کو اولادِ آدم کی خطاؤں نے سیاہ کر دیا تھا۔ لیکن یہ خصوصیت خانہ کعبہ کے کسی اور پتھر یا اس کے پردوں میں نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اس میں اقرار نامہ رکھا گیا ہے وہ عہد وہی فطرت ہے جس پر لوگوں کی تخلیق ہوئی ہے یعنی توحید باری تعالیٰ۔ ہر بچہ اسی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ وہ عہد بھی اسی توحید پر ہی لیا گیا تھا لیکن اس بچے کے والدین اس کو یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جب وہ اس عہد نامے سے انحراف کرتا ہے تو شرک کی وجہ سے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح اولاد آدم کا دل اس عہد اور میثاق کا محل ہے اسی طرح حجر اسود بھی اس عہد اور میثاق کا محل ہے۔ اس طرح دونوں (قلب اور حجر اسود) میں مناسبت قائم ہو گئی۔ جس طرح انسانی دل گناہوں کی وجہ سے سیاہ ہو جاتا ہے اسی طرح حجر اسود بھی انتہائی سفیدی کے بعد سیاہ ہو گیا۔ (الماوردی، الطبری، کتاب تمہید، فضائل مکہ، اخبار مکہ)

رکن یمانی کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کیونکہ یمن کے ایک شخص نے اسے بنایا تھا اس کا نام ابی بن سالم تھا۔ کسی شاعر کا شعر ہے ۔

لَنَا الرُّكْنُ مِنْ بَيْتِ الحَرَامِ وِرَاثَةً   بَقِيَّةَ مَا اَبْقَى اُبَيُّ بْنُ سَالِمِ

''بیت الحرام کا ایک رکن وراثتاً ہمارے لئے مختص ہے۔ یہ وہ بقیہ وراثت ہے جسے ابی بن سالم نے باقی رکھا''۔

مسجد حرام کی تعمیر

سب سے پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد حرام کی تعمیر کی اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کعبہ مقدسہ میں لوگوں کا ہجوم زیادہ ہو گیا ہو گیا جس کی وجہ سے وہ تنگ ہو گیا۔ لوگوں نے اس کے ساتھ اپنے گھروں کو ملا دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کعبہ اللہ کا گھر ہے ہر گھر کے لئے صحن ضرور ہوتا ہے انہوں نے لوگوں سے کہا ''تم بیت اللہ کی زیارت کرنے کے لئے آتے ہو یہ

تمہاری زیارت کے لئے نہیں جاتا"۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے وہ گھر خریدے انہیں گرا کر بیت اللہ کے اردگرد مسجد تعمیر کر دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں مزید گھروں کو بڑی گراں قیمت پر خریدا اور مسجد حرام کو مزید وسیع کر دیا۔ جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور حکومت آیا تو انہوں نے مسجد حرام کو مضبوط تو کیا لیکن اس کی وسعت میں کوئی اضافہ نہ کیا انہوں نے اس میں سنگ مرمر کے ستون بنائے، اس کے دروازوں میں اضافہ کیا انہوں نے مسجد حرام کو آراستہ و پیراستہ کیا۔ جب عبدالملک بن مروان کا دور آیا تو اس نے مسجد کی دیواروں کو بلند کیا۔ اس نے اس کے لئے عمارتی سامان سمندری راستے سے جدہ تک پہنچایا پھر وہاں سے انہیں چھکڑے پر لاد کر مکہ معظمہ لایا گیا۔ ابن مروان نے حجاج بن یوسف کو حکم دیا کہ بیت اللہ پر خلاف چڑھایا جائے۔ اس نے دیباج کا غلاف چڑھایا لیکن ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجاج سے پہلے اس کو دیباج کا غلاف چڑھایا تھا۔ ہم نے یہ بھی تذکرہ کیا ہے کہ خالد بن جعفر ابن کلاب نے اسلام سے قبل بیت اللہ پر دیباج کا خلاف چڑھایا تھا جب ولید بن عبدالملک کا دورِ حکومت آیا تو اس نے کعبہ معظمہ کے حسن و جمال میں اضافہ کیا۔ اس نے اس کے میزاب میں وہ سونا اور چاندی استعمال کیا جو حضرت سلیمان بن داؤد علیہما اسلام کے دستر خوان میں تھا یہ دستر خوان طُلَیْطِلَه (اندلس) سے منگوایا گیا تھا۔ اس کے طوق یاقوت اور زبرجد کے تھے۔ اسے ایک طاقتور خچر پر لاد کر لایا گیا تھا لیکن خچر اس کا بوجھ برداشت کرنے سے عاجز آ گئی۔ ولید نے اس دستر خوان سے خانہ کعبہ کی زیبائش کے لئے سامان بنوایا۔ ابوجعفر اور محمد المہدی نے بھی مسجد حرام کی پختگی میں اضافہ کیا۔ انہوں نے اس کے حسن و جمال میں اضافہ کیا اس کے بعد تاہنوز کسی تعمیر کا اضافہ نہیں ہوا۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا لوگوں کے گھروں کو خریدنے میں دلیل ہے کہ مکہ معظمہ کی زمین وہاں کے لوگوں کی ملکیت میں ہے وہ اس کی بیع و شراء میں تصرف کر سکتے ہیں۔

کعبہ معظمہ کے خزانے کی چوری

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے دُوَیْک کا ذکر کیا ہے جس نے کعبہ معظمہ میں چوری کی تھی۔ اس سے قبل بنو جرہم کے زمانہ میں بھی بیت اللہ میں چوری ہوئی تھی۔ ایک شخص کنویں میں چوری کی نیت سے داخل ہوا۔ اچانک اس پر ایک پتھر گر پڑا جس سے وہ وہیں محبوس ہو گیا پھر اسے پکڑ کر اس سے مال چھین لیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک سانپ بھیج دیا جس کا سر مینڈھے کے سر کی طرح تھا۔ اس کا پیٹ سفید اور

ظاہری حصہ کالا تھا۔علامہ رزین کے مطابق وہ اس کنویں میں پانچ سو سال تک رہا جو شخص بھی اس کنویں کے قریب جاتا تو سانپ اس پر اپنی دم اٹھالیتا اور منہ سے آواز نکالتا۔

کشتی کا واقعہ

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک کشتی کو سمندری موجوں نے ساحل پر پھینک دیا جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔دیگر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ہوا نے اس کشتی کو شعیبہ پر پھینک دیا تھا شعیبہ بحرِ حجاز کے ساحل پر ایک بندرگاہ تھی۔

قبطی بڑھئی

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک قبطی بڑھئی تھا۔وہ ایک عجمی شخص تھا اور وہ بھی اس کشتی پر سوار تھا جس کو ہوا نے شُعَیْبَہ پر پھینکا تھا۔اس بڑھئی کا نام یاقوم تھا۔اس بڑھئی کا نام بھی یہی بتایا جاتا ہے جس نے حضور ﷺ کے لئے منبر تیار کیا تھا۔

شاہین، سانپ اور دابۃ الارض

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے عقاب یا اس پرندے کا تذکرہ کیا ہے جس نے سانپ کو خانہ کعبہ کے کنویں سے اٹھالیا تھا۔بعض علماء کہتے ہیں کہ اس پرندے نے اس سانپ کو مقام "حَجُوْن" پر پھینک دیا تھا اسے زمین نگل گئی۔محمد بن الحسن المقری کا یہ قول ہے وہ فرماتے ہیں یہ وہی جانور تھا جو روزِ قیامت سے قبل لوگوں سے محو کلام ہوگا۔اس کا نام "اقصیٰ" ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بارگاہِ ربوبیت میں عرض کی کہ انہیں وہ جانور دکھایا جائے جو لوگوں سے گفتگو کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو زمین سے نکالا۔اس کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے اور عرض کی" مولا! اسے واپس لوٹا دے۔اسے واپس لوٹا دے"۔

اڑنے والے پتھر کی حکایت

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس پتھر کا ذکر کیا ہے جو کعبہ مکرمہ سے لیا گیا تھا لیکن وہ فوراً اُچھل کر اپنی جگہ پر چلا گیا۔دیگر مؤرخین فرماتے ہیں قریش مکہ نے اپنے کدالوں کے ساتھ کسی پتھر پر ضرب لگائی جس سے اتنی تیز روشنی نکلی کہ قریب تھا کہ ان سب کی آنکھیں چندھیا جاتیں۔ان میں سے ایک شخص نے پتھر اکھیڑا وہ اس شخص کے ہاتھ سے اڑ کر دوبارہ اپنی جگہ پر فٹ ہوگیا۔ابن اسحاق رحمۃ اللہ

رکن سے ملنے والا خط

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ قریش مکہ نے رکن میں ایک خط دیکھا جو سریانی زبان میں لکھا ہوا تھا۔ قریش اسے نہ سمجھ سکے انہوں نے ایک یہودی عالم سے پڑھایا اس میں لکھا تھا:

"میں اللہ رب العزت ہوں میں مکہ معظمہ کا مالک ہوں۔ میں نے اسے اس دن تخلیق کیا تھا جب میں نے آسمانوں اور زمینوں کو وجود بخشا۔ شمس و قمر کی صورت گری کی میں نے اس کی اطراف پر سات فرشتے مقرر کئے ہیں یہ مقدس شہر اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اس کے دو پہاڑ باقی ہیں اہل مکہ کے لئے اس کے پانی اور دودھ میں برکت ہے"۔

مقام ابراہیمی سے ملنے والا خط:۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ مقام ابراہیمی سے بھی ایک خط برآمد ہوا اس میں مرقوم تھا:

"مکہ معظمہ میں اللہ تعالیٰ کا حرمت والا گھر ہے اس شہر کے مکینوں کے لئے تین جوانب سے رزق آئے گا اس کے مکینوں کے لئے مناسب نہیں کہ وہ پہلے اس کی بے حرمتی کا ارتکاب کریں۔"

علیہ نے اہل عرب کا قول "اَللّٰهُمَّ لَاتُرَعْ" ذکر کیا ہے۔ اہل عرب یہ کلمہ اس وقت کہتے تھے جب انہیں خوف سے تسکین ملتی اور وہ اپنی بات میں نیکی اور نرمی پیدا کرنا چاہتے لیکن اس مقام پر اس کلمہ کا مقصود نیکی کے عزم کا اظہار ہے اسی لئے اسلام میں بھی اس کلمہ سے گفتگو کرنا جائز ہے۔

اشعار میں مشکل الفاظ کی وضاحت

اَلذَّوَائِبُ۔ رفعتیں اس کا واحد ذُؤابۃ ہے اس سے مراد کریم انساب ہیں۔ اَلسَّائِبُ۔ سَبِيبَةٌ کی جمع ہے نرم و نازک سفید کپڑے کو سَبِيبَه کہتے ہیں اس چربی کو سفید کپڑے سے تشبیہ دی گئی ہے جو پیالہ میں گوشت وغیرہ کے اوپر آ جاتی ہے۔

کعبہ مقدسہ سے ملنے والا کتبہ

معمر بن راشد نے "جامع" میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں جب قریش مکہ نے بیت اللہ کو تعمیر کرنا چاہا تو انہیں وہاں سے ایک پتھر ملا۔ اس پتھر میں تین سطروں میں کچھ مکتوب تھا۔ پہلی سطر میں وہی کلام تھا جو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ دوسری سطر میں تحریر تھا:

"میں اللہ تعالیٰ ہوں جو مکہ مکرمہ کا مالک ہے میں نے ہی رحم کو تخلیق کیا ہے میں نے اس کا نام اپنے

کعبہ معظمہ سے اس پتھر کی دستیابی جس پر نصیحتیں لکھی ہوئیں تھیں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لیث بن ابی سلیم کا گمان ہے کہ قریش مکہ نے کعبہ مشرفہ میں ایک پتھر پایا۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی بعثت سے چالیس سال قبل کا ہے اس پتھر میں مرقوم تھا:

"جو بھلائی بوئے گا وہ اس کا رشک افزا پھل کاٹے گا۔ جو شر بوئے گا وہ ندامت کا پھل کھائے گا۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم برائیاں کرتے ہو اور تمہیں اچھائیوں سے جزا دی جائے گی ہرگز نہیں کیونکہ مثل مشہور ہے جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔"

حجر اسود رکھنے میں قریش مکہ کا اختلاف

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قریش کے تمام قبائل نے تعمیر کعبہ کے لئے پتھروں کو جمع کیا ہر قبیلے نے اپنے حصہ کے پتھر علیحدہ جمع کئے پھر وہ تعمیر کعبہ میں مصروف ہوئے۔ جب عمارت حجر اسود کے رکھنے کی جگہ تک بلند ہوگئی تو وہ آپس میں جھگڑنے لگے۔ ہر قبیلہ خواہاں تھا کہ وہ حجر اسود کو اپنے ہاتھوں سے رکھے وہ باہم متحد ہوگئے لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گئے اور جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ بنو عبدالدار نے خون سے لبریز پیالہ منگوایا انھوں نے اور بنو عدی نے اس میں

نام سے مشتق کیا ہے۔ جس نے صلہ رحمی کی میں اس پر رحم کروں گا جس نے قطع رحمی کی میں اس کو ریزہ ریزہ کردوں گا۔"

تیسری سطر میں مرقوم تھا:

"میں اللہ مکہ معظمہ کا مالک ہوں میں نے ہی خیر و شر کی تخلیق کی ہے اس شخص کے لئے مژدہ ہو جس کے ہاتھوں ہمیشہ بھلائی رونما ہوتی ہے اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جس کے ہاتھوں سے شر کا انعقاد ہوتا ہے"۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حجر اسود

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے وضع حجر کے وقت رونما ہونے والے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دست شفا بخش سے حجر اسود رکھا۔ دیگر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ اس وقت وہاں ابلیس بھی موجود تھا وہ شیخ نجدی کی شکل میں تھا۔ وہ بلند آواز سے چلایا:

"اے معشر قریش! حجر اسود کو اس مقام پر رکھنا تمہارے لئے سب سے بڑی سعادت مندی ہے کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ سعادت ایک یتیم جوان حاصل کرے جو عمر میں بھی تم سب سے چھوٹا ہے"۔

ہاتھ ڈال کر موت کو قبول کرنے کا عہد کیا۔ چار یا پانچ رات قریش اسی کرب و اضطراب میں رہے پھر وہ باہمی مشاورت کے لئے مسجد حرام میں جمع ہوئے۔

ابو امیہ بن مغیرہ کا فیصلہ

بعض اہل روایت گمان کرتے ہیں کہ اس وقت ابو امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تمام قریش سے عمر رسیدہ تھا۔ اس نے کہا "اے گروہِ قریش! جس معاملہ میں تمہارے درمیان اختلاف رونما ہو گیا ہے اس کا فیصلہ کرنے کے لئے اس شخص کو اپنا ثالث بنالو جو کل سب سے پہلے اس مسجد کے دروازہ سے داخل ہو" تمام قریش اس بات پر متفق ہو گئے۔

حضور ﷺ اپنے دست کریم سے حجر اسود رکھتے ہیں

تمام قریش میں سے سب سے پہلے حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کی تو وہ پکار اٹھے "یہ امین تشریف لائے ہیں ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔" جب حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو قریش نے تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میرے پاس کپڑا لاؤ۔ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں کپڑا حاضر کیا گیا آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے حجر اسود کو کپڑے پر رکھا پھر ہر قبیلے کو حکم دیا کہ وہ اس کپڑے کو ایک ایک سمت سے پکڑ لے۔ انہوں نے ایک ایک طرف کپڑے کو پکڑ کر اٹھالیا جب حجر اسود اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گیا تو حضور ﷺ نے اپنے دست عطا سے اسے اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

نزول وحی سے پہلے قریش حضور ﷺ کو "الامین" کے دلنواز لقب سے پکارا کرتے تھے۔

حضرت زبیر بن عبدالمطلب کے اشعار

جب قریش مکہ تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اژدہا کے

قریب تھا کہ آتش غضب ان میں پھر بھڑک اٹھتی لیکن پھر وہ پرسکون ہو گئے۔

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں بیت اللہ کو تعمیر کیا گیا تو اس وقت حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کی سعادت حضرت حمزہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حاصل کی۔ اس وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ لوگوں کو مسجد حرام میں نماز پڑھا رہے تھے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو انہیں اختلاف کا اندیشہ ہوا لیکن حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اسی جگہ پر رہنے دیا۔

متعلق اشعار کہے جو انہیں ڈرایا کرتا تھا۔

عَجِبْتُ لِمَا تَصَوَّبَتِ الْعُقَابُ اِلَى الثُّعْبَانِ وَهِيَ لَهَا اِضْطِرَابُ

''جب شاہین اژدھا کی طرف گیا تو مجھے بڑا تعجب ہوا حالانکہ شاہین ناگ سے خوفزدہ ہو جاتا ہے''۔

وَقَدْ كَانَتْ يَكُوْنُ لَهَا كَشِيْشٌ وَاَحْيَانًا يَكُوْنُ لَهَا وِثَابُ

''وہ سانپ کبھی تو خاص قسم کی آواز نکالتا تھا اور کبھی وہ حملہ آور بھی ہوتا تھا''۔

اِذَا قُمْنَا اِلَى التَّاسِيْسِ شَدَّتْ تُهَيِّبُنَا الْبِنَاءَ وَقَدْ تُهَابُ

''جب ہم عمارت کعبہ کو نئے سرے سے تعمیر کرنے لگے تو وہ عمارت پر بیٹھ کر ہمیں خوفزدہ کرتا تھا حالانکہ وہ خود بھی ڈرا ہوا تھا''۔

فَلَمَّا اَنْ خَشِيْنَا الزَّجْرَ جَاءَتْ عُقَابٌ تَتْلَئِبُّ لَهَا انْصِبَابُ

''جب ہم اس کو ہلاک کرنے سے ڈر گئے تو پھر ایک عقاب آیا جو سیدھا اسی کی طرف آیا''۔

فَضَمَّتْهَا اِلَيْهَا ثُمَّ خَلَّتْ لَنَا الْبُنْيَانَ لَيْسَ لَهُ حِجَابُ

''اس نے اژدھا کو اپنے ساتھ لپیٹ لیا اور ہمارے لئے عمارتِ کعبہ کو خالی کر دیا۔ ہمارے لئے کوئی رکاوٹ حائل نہ تھی''۔

فَقُمْنَا حَاشِدِيْنَ اِلَى بِنَاءٍ لَنَا مِنْهُ الْقَوَاعِدُ وَالتُّرَابُ

''ہم متفق ہو کر اس کی تعمیر کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہمارے ذمہ اس کی بنیادیں اور مٹی تھی''۔

غَدَاةَ نُرَفِّعُ التَّاسِيْسَ مِنْهُ وَلَيْسَ عَلَى مُسَوِّيْنَا ثِيَابُ

''جب صبح ہم تعمیر کعبہ میں مصروف تھے اس وقت ہم عریاں جسم تھے''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ کتاب میں صحیح یہ ہے کہ وہ پتھر تیروں کی طرح تھے لیکن یہ ان راویوں کا وہم ہے جنہوں نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ اس کتاب کے علاوہ کسی کتاب میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔ واقدی وغیرہ نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حجر اسود اونٹ کی کوہان کی طرح تھا اگر اس کو تیروں کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو پھر تشبیہ صرف پھل کے ساتھ ہی ہو گی لیکن اونٹوں کی کوہانوں سے تشبیہ دینا بہتر ہے کیونکہ وہ جسامت میں بڑے ہوتے ہیں۔

اَعَزَّ بِهٖ الْمَلِيْكُ بَنِي لُؤَيٍّ فَلَيْسَ لِاَصْلِهٖ مِنْهُمْ ذَهَابُ

"اللہ تعالیٰ نے بنولوی کو اس شرف سے سرفراز فرمایا۔ ان سے عزت و کرامت کی یہ عمیق جڑیں نکالی نہیں جاسکتیں"۔

وَقَدْ حَشَدَتْ هُنَاكَ بَنُوْ عَدِيٍّ وَمُرَّةُ قَدْ تَقَدَّمَهَا كِلَابُ

"وہاں بنوعدی بھی جمع تھے۔ بنومرہ بھی تھے لیکن بنوکلاب ان تمام کے پیشرو تھے"۔

فَبَوَّاَنَا الْمَلِيْكُ بِذَاكَ عِزًّا وَعِنْدَاللّٰهِ يُلْتَمَسُ الثَّوَابُ

"اس کام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت و احترام بخشا۔ ثواب و اجر تو بارگاہِ ربوبیت سے ہی مل سکتا ہے"۔

حمس کا بیان

قریش اور حمس کا آغاز

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ واقعہ فیل کے بعد یا پہلے قریش نے حمس کی ابتدا کی پھر وہ بعد میں اسی پر عمل پیرا ہوئے۔ انہوں نے کہا "ہم اولاد ابراہیمی میں سے ہیں ہم اہل حرم اور بیت اللہ کے مجاور ہیں ہم مکہ معظمہ کے مقیم اور رہائشی ہیں اہل عرب میں سے نہ تو کوئی ہم جیسے حقوق کا مستحق ہے اور نہ ہی ہم جیسے مقام و مرتبہ کا حامل ہے۔ اہل عرب کسی اور اتنا احترام نہیں کرتے جتنا وہ ہمارا احترام کرتے ہیں اس لئے اے قریش مکہ! تم حرم سے باہر کی کسی چیز کا اتنا احترام نہ کرو جتنا احترام تم حرم کی اشیاء کا کرتے ہو اگر تم نے یہ عادت اپنالی تو پھر اہل

تَتَلَيُّبْ۔ سیدھا رخ کرتا ہوا آیا اس نے دایاں یا بائیں توجہ نہ کی۔ لَيْسَ عَلٰى مُسَوِّيْنَا ثِيَابٌ۔ اس وقت قریش عریاں کام کر رہے تھے اس طرح کام کرنے کو باعث ثواب اور تیز رفتاری اور مستعدی کا سبب سمجھا جاتا تھا۔ الوِجزُ۔ عذاب۔

حمس

تحمس کا معنی تشدد ہے۔ حمس میں قریش نے زہد اور دنیا سے کنارہ کشی کا انتہائی مذہب اپنالیا تھا ان کی عورتیں ان ایام میں نہ تو اپنے سر پر تیل ڈالتی تھیں اور نہ ہی کنگھی کرتی تھیں اور وہ نہ ہی دودھ سے مکھن نکالتی تھیں۔ ابرہہ کہتا ہے ؎

اِنَّ لَنَا صِرْمَةً مُخَيَّسَةً نَشْرَبُ اَلْبَانَهَا وَنَسْلُوْهَا

عرب کے نزدیک تمہاری وہ قدر و منزلت نہیں رہے گی انہوں نے کہا تم نے حل کی اشیاء کو بھی اسی طرح نگاہِ عزت سے دیکھا ہے جس طرح تم نے حرم کی اشیاء کو عزت و کرامت کی نظر سے دیکھا''۔ یہ بات سن کر قریش مکہ نے عرفہ میں قیام کرنا ترک کر دیا۔ انہوں نے وہاں سے نکلنا بھی چھوڑ دیا حالانکہ وہ جانتے بھی تھے اور اقرار بھی کرتے تھے یہ مشاعر، حج اور دین ابراہیمی میں سے ہے۔ وہ گمان کرتے تھے کہ ان کے علاوہ تمام عرب میدانِ عرفات سے نکلیں۔ وہ کہتے تھے ''ہم اہل حرم ہیں ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم حرمت سے نکلیں اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز کا احترام کریں ہم حمس (اہل حرم) ہیں۔'' پھر قریش نے حل و حرم کے تمام مکینوں کے لئے یہی حقوق ثابت کر دیئے ان کے لئے بھی وہی امور حلال قرار دیئے گئے جو ان کے لئے حلال تھے اور انہی امور کو حرام قرار دیا گیا جو ان کے لئے حرام تھے۔

وہ قبائل جو قریش کے ساتھ حمس میں شامل ہوئے

کنانہ اور خزاعہ بھی حمس میں قریش کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ابوعبیدہ النحوی نے بیان کیا ہے کہ بنو عامر بن صعصعۃ معاویہ بن بکر بن ہوازن بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے عمرو بن معدیکرب نے مجھے شعر بھی سنایا۔

أَعَبَّاسُ لَوْ كَانَتْ شِيَارًا جِيَادُنَا بِتَثْلِيثٍ مَانَا صَيْتُ بَعْدِيَ الْاَحَامِسَا

''اے عباس! اگر تثلیث کے روز ہمارے گھوڑے عمدہ ہوتے تو پھر تو میرے بعد احامس سے جھگڑا نہ کرتا''۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تَثْلِيث ایک جگہ کا نام ہے۔ شِيَار کا معنی عمدہ اور خوب صورت ہے۔ اَحامِس سے مراد بنو عامر بن صعصعہ ہے۔ عباس سے مراد عباس بن مرداس السلمی ہے اس نے بنو زبید پر مقام تثلیب میں شب خون مارا تھا۔ یہ شعر عمرو کے قصیدہ میں ہے۔

لقیط بن زرارہ الدارمی نے مجھے جنگ جبلہ کے متعلق یہ شعر سنایا:

أَجْذِمْ إِلَيْكَ إِنَّهَا بَنُو عَبْسٍ الْمَعْشَرُ الْجِلَّةُ فِي الْقَوْمِ الْحُمُسْ

''تو جان لے کہ وہ بنو عبس ہیں جو حمس اختیار کرنے والے لوگوں میں سے بہت بڑا خاندان ہے۔''

''ہمارے پاس وہ اونٹنیاں ہیں جو چروائی نہیں جاتیں۔ ہم ان کا دودھ پیتے ہیں اور اس سے مکھن نکالتے ہیں۔''

کیونکہ بنو عبس جنگ جبلہ میں بنو عامر بن صعصعہ کے حلیف تھے۔

یوم جبلہ

وہ جنگ جو بنو حنظلہ بن مالک بن زید اور بنو عامر بن صعصعہ کے درمیان ہوئی تھی اسے جبلہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس جنگ میں بنو عامر بن صعصعہ کو بنو حنظلہ پر فتح حاصل ہوئی اسی روز لقیط بن زرارہ بن عدس قتل ہوا اور حاجب بن زرارہ بن عدس اسیر ہوا اور عمرو بن عمرو بن عدس بن زید بن عبداللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ نے شکست کھائی۔ اسی جنگ کے متعلق جریر فرزدق سے کہتا ہے

كَأَنَّكَ لَمْ تَشْهَدْ لَقِيطاً وَحَاجِباً وَعَمْرَو بْنَ عَمْرٍو إِذْ دَعَوْ يَا: لَدَارِمِ

''گویا کہ تو نے لقیط، حاجب اور عمرو بن عمرو کو دیکھا ہی نہیں جب وہ کہہ رہے تھے اے بنو دارم! ہماری مدد کرو۔''

جنگ جبلہ

بلند و بالا پہاڑ کو جَبَلَة کہتے ہیں وہ اس میں اپنے اہل و عیال اور اموال کو محفوظ کرتے تھے اس دن ان کے ساتھ نجران کا رئیس بھی تھا۔ اس کا نام ابن الجون الکندی تھا۔ نعمان بن منذر کا بھائی بھی وہیں تھا۔ میرے خیال کے مطابق اس کا نام حسان بن وبرہ تھا۔ وہ نعمان کا ماں کی جانب سے بھائی تھا۔ جبلة کے ایام میں ہی نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس وقت انوشیروان بن قباد کی سلطنت کو بیالیس سال گزر چکے تھے۔ جب حضور ﷺ کے والد محترم کی پیدائش ہوئی تو اس وقت نوشیروان کی حکومت کو چوبیس سال گزر چکے تھے۔ اس طرح حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے والد محترم کے مابین اٹھارہ سال کا عرصہ بنتا ہے۔

غُدُس، حلة اور طلس

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے زرارہ بن عدس بن زید کا ذکر کیا ہے ابو عبیدہ کے علاوہ تمام مورخین اس کو غُدُس کہتے ہیں لیکن ابو عبیدہ نے اسے دال کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اس غُدُس کے علاوہ باقی تمام غدس دال کے فتح کے ساتھ ہیں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حِلَّه کا ذکر کیا ہے۔ یہ حُمس کے علاوہ دیگر لوگ ہیں۔ اگر یہ اَحْمَس کے کپڑے نہ پاتے تو یہ عریاں طواف ہی کر لیتے تھے۔ یہ ان کپڑوں کو پھینک دیتے تھے جو انہوں نے طواف سے پہلے پہنے ہوئے تھے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ''طُلس'' کا ذکر نہیں کیا۔ یہ ان کی تیسری قسم تھی۔ یہ لوگ یمن کے دور دراز کے علاقوں سے آتے

جنگِ ذی نجب

پھر وہ ذی نجب کے دن برسر پیکار ہوئے اس دن بنو حنظلہ کو بنو عامر پر فتح ہوئی اس دن حسان بن معاویہ الکندی بھی قتل ہوا۔ یہ ہی ابو کبشہ تھا یزید بن الصعق الکلابی بھی پابند سلاسل ہوا۔ الطفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب اور ابو عامر بن الطفیل شکست کھا کر بھاگے۔ اسی کے متعلق فرزدق کہتا ہے ؎

وَمِنْهُنَّ اِذْ نَجّٰى طُفَيْلُ بْنُ مَالِكٍ عَلٰى قُرْزُلٍ رَجْلًا رَكُوْضَ الْهَزَائِمِ
وَنَحْنُ ضَرَبْنَا هَامَةَ بْنِ خُوَيْلِدٍ يَزِيْدَ عَلٰى اُمِّ الْفِرَاخِ الْجَوَاثِمِ

''جنگوں میں ایک جنگ وہ بھی ہے جب طفیل بن مالک نے اپنے قرزل گھوڑے کو ایڑ لگا کر راہِ فرار اختیار کی ہم نے یزید بن خویلد کی کھوپڑی پر ضرب کاری لگائی لیکن ہم سے کسی نے ان کا انتقام نہ لیا''۔

جریر کہتا ہے ؎

وَنَحْنُ خَضَبْنَا لِابْنِ كَبْشَةَ تَاجَهٗ وَلَاقٰى امْرَأً فِي ضَمَّةِ الْخَيْلِ مِصْقَعَا

''اور ہم نے ابن کبشہ کے تاج کو رنگ دیا اور اس نے گھوڑوں کے اژدہام میں ایک فصیح شخص سے ملاقات کی''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پھر اہل قریش نے ایسی بدعتوں کا آغاز کیا جو پہلے نہ تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ حُمس کو پنیر استعمال نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی انہیں حالت احرام میں گھی نکالنا چاہئے پھر انہوں نے مزید بدعت کا اضافہ کیا اور کہا کہ حمس والے کسی سایہ دار چیز کے نیچے نہیں بیٹھ سکتے وہ صرف ان خیموں میں سایہ حاصل کر سکتے ہیں جو انہوں نے نصب کئے ہوں پھر انہوں نے مزید بدعات کا اضافہ کرتے ہوئے کہا اہل حل کے لئے روا نہیں کہ وہ کسی کھانے کو کھائیں وہ صرف اس کھانے کو کھا سکتے ہیں جو وہ حل سے حرم میں اس وقت لائیں جب وہ عمرہ یا حج کی نیت سے حاضر ہوں وہ پہلی مرتبہ صرف حمس کے کپڑوں میں ہی طواف کریں۔ اگر انہیں وہ کپڑے میسر نہ ہوں تو وہ بیت اللہ کا عریاں ہی طواف کر لیں۔ اگر کسی محترم و معزز آدمی اور عورت

تھے ان کے کپڑے گرد و غبار کی وجہ سے خاکستری ہو چکے ہوتے تھے وہ انہی کپڑوں میں طواف کرتے تھے اسی وجہ سے انہیں طُلس کہتے تھے۔

کو حُمس کے کپڑے نہ ملیں تو وہ انہی کپڑوں میں طواف کرلے جنہیں وہ حل سے اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں پھر وہ ان کپڑوں کو پھینک دیں اور اس سے وہ یا کوئی شخص کسی قسم کا نفع حاصل نہ کریں۔ اہل عرب ان کو اللقٰی کہتے تھے۔ انہوں نے تمام عرب کو ان اعمال کی ترغیب دی۔ تمام عرب انہی بدعات پر عمل پیرا ہوتے تھے وہ عرفات میں قیام کرتے تھے اور وہیں سے ہی مکہ معظمہ آجاتے تھے وہ عریاں ہوکر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ مرد بالکل ننگے ہوکر محوِ طواف ہوتے تھے عورتیں بھی ایک چاک والی قمیص کے علاوہ تمام کپڑے اتار دیتی تھیں۔ وہ اس قمیص کو پہن کر طواف کرتی تھیں ایک عورت اسی کیفیت میں طواف کرتے ہوئے کہتی ہے ؎

اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ كُلُّهٗ وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ

"آج میرے جسم کا کچھ حصہ یا تمام عریاں ہو جائے گا لیکن میں اس عریاں حصہ کو کسی کے لئے بھی حلال نہیں کروں گی"۔

جو شخص ان کپڑوں میں طواف کرتا وہ حل سے لے کر آتا تھا وہ انہیں پھینک دیتا وہ یا کوئی اور

اللقٰی

اللقٰی اس کپڑے کو کہا جاتا تھا جو وہ طواف کے بعد پھینک دیتے تھے پھر اس سے کوئی استفادہ نہیں کرتا تھا۔ لَقٰى بَيْنَ اَيْدِى الطَّائِفِيْنَ حَرِيْمٌ۔ اس میں حَرِیْم، مُحَرَّم کے معنی میں ہے یعنی وہ کپڑا حرام تھا نہ تو اس کو حاصل کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی اس کو کسی استعمال میں لایا جا سکتا تھا۔ ہر پھینکی ہوئی چیز کو لقٰی کہا جاتا ہے۔ شاعر قطا کے چوزے کی توصیف میں کہتا ہے ؎

تَرْوِى لَقًى اُلْقِىَ فِى صَفْصَفٍ تَصْهَرُهُ الشَّمْسُ فَمَا يَنْصَهِرُ

"تو اسے سیراب کرتا ہے جسے ہموار زمین میں پھینک دیا گیا ہے سورج نے اس کو پگھلانا چاہا لیکن وہ نہ پگھلا"۔

اللقٰی کے زمرہ میں اُم حکیم بن حزام کا تذکرہ بھی بے جا نہ ہوگا۔ جب وہ کعبہ مشرفہ میں داخل ہوئی تو وہ حاملہ تھی وہاں سے اچانک دردِ زہ شروع ہوا۔ درد اتنا شدید تھا کہ وہ کعبہ مقدسہ سے باہر بھی نہ آسکی اس نے حکیم بن حزام کو وہیں جنم دیا۔ اس نے اپنے نیچے چمڑے کی چٹائی بچھالی پھر اس چٹائی اور اپنے تمام کپڑوں کو لقٰی (پھینک دیا) کر دیا اور ان کے قریب تک نہ گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ كُلُّهٗ کہنے والی عورت کا نام ضباعہ بنت عامر بن صعصعہ تھا۔ محمد بن حبیب نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ

شخص ان سے استفادہ نہ کرتے۔ ایک عربی نے اپنا وہ کپڑا جسے وہ بہت پسند کرتا تھا اس کی محبت میں وہ کہتا ہے۔

كَفٰى حَزَنًا كَرِّى عَلَيْهَا كَاَنَّهَا لَقٰى بَيْنَ اَيْدِى الطَّائِفِيْنَ حَرِيْمُ

''اس کے پاس سے بار بار گزرنا مجھے غمزدہ کرنے کے لئے کافی ہے گویا کہ وہ طواف کے بعد پھینکا گیا کپڑا ہے جو طواف کرنے والوں کے لئے حرام ہے''۔

نے اس کو پیغام نکاح دیا لیکن اس نے تکبر کرتے ہوئے اس پیام کو قبول نہ کیا کہا جاتا ہے کہ پھر وہ ساری زندگی اس محرومی پر پچھتاتی رہی اور کف افسوس ملتی رہی۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر یہ روایت صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس قول اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ كُلُّهٗ کی وجہ سے اس کو سعادت عظمیٰ سے محروم رکھا۔ کیونکہ وہ اس قابل نہ تھی کہ وہ حضور ﷺ کی زوجیت کا شرف حاصل کرتی اور اسے تمام مومنین کی ماں ہونے کی سعادت ملتی۔ حضور ﷺ کی عزت و کرامت اور غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو آپ ﷺ سے دور رکھا۔

عریاں طواف کرنے کا نتیجہ

ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت عریاں طواف کر رہے تھے آدمی نے حصول لذت کے لئے اپنا ایک عضو عورت کے عضو کے ساتھ مس کیا۔ ان دونوں کے وہ اعضاء آپس میں جڑ گئے وہ خوفزدہ ہو گئے اور اسی حالت میں مسجد سے باہر آ گئے۔ وہ اعضاء باہم اتنی شدت سے ملے تھے کہ انہیں جدا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان سے ایک کہنے والے نے کہا ''اپنے اس فعل سے توبہ کرو اور توبہ بھی خلوص نیت سے کرو جب انہوں نے دل کی اتھاہ گہرائیوں س توبہ کی تو ان کے اعضاء علیحدہ ہو گئے''۔

قُرْزُلُ اور اس کا معنی

فرزدق نے اپنے شعر میں قُرْزُلُ کا ذکر کیا ہے۔ طفیل کے گھوڑے کا نام قُرْزُل تھا۔ طفیل کو شاہسوار قُرْزُلُ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ قرزل اس رسی کو کہتے تھے جس سے جانوروں کا پاؤں باندھا جاتا تھا۔ گویا کہ وہ اس گھوڑے کو باندھ دیتا تھا جو اس سے آگے نکلنے کی کوشش کرتا تھا۔ امرؤ القیس کہتا ہے بِمُنْجَرِدٍ قَيْدِ الْأَوَابِدِ هَيْكَل۔ اس طفیل سے مراد عامر کا والد ہے جو اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا دشمن تھا۔ اس طفیل کے بھائی کا نام عامر ملاعب الأسِنَّة تھا ہم عنقریب اس کا ذکر بالتفصیل کریں گے۔

اسلام اور حمس

قریش مکہ اسی حالت پر رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سر اقدس پر خاتم النبیین کا تاج سجایا جب آفتاب اسلام ضوفشاں ہوا اور حج کے احکام نازل ہوئے تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٩٩﴾ (البقرہ)

''پھر تم بھی (اے مغرورانِ قریش) وہاں تک (جا کر) واپس آؤ جہاں جا کر دوسرے لوگ واپس آتے ہیں اور معافی مانگو اللہ سے بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے''۔

اس آیت میں خطاب قریش مکہ کو ہے اور نَاسٌ سے مراد تمام عرب ہیں۔ اس سال نبی محترم ﷺ تمام لوگوں کو عرفات کی طرف لے گئے وہاں انہیں ٹھہرایا پھر وہاں سے طواف کے لئے ان کے ہمراہ تشریف لائے۔ جب لوگوں نے عریاں طواف شروع کیا بیت اللہ کے پاس لباس پہننے سے پرہیز کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٣٢﴾ (اعراف)

''اے آدم کی اولاد! پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ

قرآن پاک اور حمس

مذکورہ بالا آیت میں كُلُوْا وَاشْرَبُوْا میں اس کھانے کی طرف اشارہ ہے جو قریش مکہ وقت طواف حرام شمار کرتے تھے اور خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ سے مراد لباس ہے یعنی عریاں طواف نہ کیا کرو۔ اسی وجہ سے اس آیت کا آغاز یَابَنِی آدَمَ سے کیا ہے اس سے پہلے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی داستان بیان کی ہے:

''کہ جب وہ جنت کے پتوں سے اپنی شرمگاہوں کو ڈھانپ رہے تھے''۔

یعنی اے قریش مکہ! اگر تم اس لئے حج کرتے ہو کہ یہ تمہارے آباء کے دین میں سے ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام بھی تمہارے باپ ہیں اور ان کا دین تو شرمگاہ کو ڈھانپنا ہے کیونکہ اہل حمس کسی چھت کے نیچے نہیں آتے تھے وہ اپنے اور آسمان کے مابین گھر کی دہلیز وغیرہ حائل نہ ہونے دیتے اگر کسی

کرو بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا فضول خرچی کرنے والوں کو اور فرمایئے کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لئے اور (کس نے حرام کئے) لذیذ، پاکیزہ کھانے آپ فرمایئے یہ چیزیں ایمان والوں کے لئے ہیں اس دنیوی زندگی میں بھی (اور) صرف ان ہی کے لئے ہیں قیامت کے روز یوں ہی ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیتوں کو ان لوگوں کے لئے جو (حقیقت کو) جانتے ہیں۔"

حضور ﷺ اور حمس

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم اور وہ اپنے چچا نافع بن جبیر سے اور وہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو نزول وحی سے پہلے دیکھا آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر لوگوں کے ساتھ اپنی قوم کے مابین میدانِ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ ﷺ ان کے ساتھ ہی وہاں سے نکلے۔

کو کسی ضروری کام کی وجہ سے گھر جانا پڑتا وہ گھر کی پشت سے داخل ہوتا اور دروازے سے داخل نہ ہوتا۔

ارشاد ربانی ہے:

وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٨٩﴾ (بقرہ)

"اور آیا کرو گھروں میں ان کے دروازوں سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اس امید پر کہ کامیاب ہو جاؤ"۔

جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مِلَّةَ اَبِيْكُمْ۔ یعنی اگر بت پرستی تمہارے آباء کا دین ہے تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تو تمہارے باپ ہیں لیکن وہ مشرک نہ تھے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ (انفال:۳۵)

"اور نہیں تھی ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس بجز سیٹی اور تالی بجانے کے۔"

تفسیر میں ہے کہ قریش مکہ عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ اپنے ہاتھوں سے تالیاں بجاتے تھے اور سیٹیاں بجاتے تھے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا۔ (بقرہ:۱۸۹)

"اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم داخل ہو گھروں میں ان کے پچھواڑے سے"۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔

اہل عرب کے کاہن، یہود کے علماء اور نصاریٰ کے پادری

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ احبار کا تعلق یہود سے، راہبوں کا تعلق نصاریٰ سے اور کاہنوں کا تعلق عربوں سے تھا۔ جب سید المرسلین ﷺ کی بعثت کا وقت قریب آیا تو یہ حضور ﷺ کی رسالت و نبوت کے متعلق لوگوں کو بتایا کرتے تھے۔ علمائے یہود اور پادری آپ ﷺ کے اوصاف اور آپ کے عہد ہمایوں کی خوبیاں اپنی کتابوں سے پڑھتے تھے جبکہ کاہنوں کے پاس وہ جن ایسی خبریں لایا کرتے تھے جو آسمان سے چوری چھپے سن لیتے تھے کیونکہ اس وقت تک انہیں آسمان تک جانے سے نہیں روکا گیا تھا۔ کاہن مرد اور کاہنہ عورتیں بھی آپ ﷺ کے متعلق ایسی گفتگو کرتے تھے جو وہ اپنے جنوں سے سنا کرتے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت اور بعثت مبارکہ کا وقت قریب آیا تو شیطانوں کو خفیہ گفتگو سننے سے روک دیا گیا۔ ان مقامات جہاں وہ بیٹھ کر گفتگو سنتے تھے اور ان کے مابین حجابات حائل کر

حضور ﷺ کا ہجرت سے قبل عرفہ میں قیام اور حمس کی مخالفت

حضور ﷺ ہجرت اور نبوت سے پہلے میدانِ عرفات میں قیام فرماتے تھے تا کہ حج اور وقوفِ عرفۃ کا ثواب ضائع نہ ہو جائے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے حضور ﷺ کو دیکھا آپ لوگوں کے ساتھ میدان عرفات میں قیام فرماتے تھے''۔ لوگ آپ ﷺ کے متعلق کہتے تھے انہیں کیا ہے کہ یہ وہاں قیام کیوں نہیں کرتے جہاں اہل حمس قیام کرتے ہیں۔

کہانت

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے ابلیس کو آسمانوں پر جانے کی اجازت تھی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے یا ان کی ولادت ہوئی تو اسے تین آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا جب حضور ﷺ اس خاکدانِ ارضی پر جلوہ افروز ہوئے تو اسے تمام آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا شیاطین کو ستارے مارے جاتے۔ جب قریش نے کثرت سے ستاروں کو ٹوٹتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا شاید قیامت آ گئی ہے۔ عتبہ بن ربیعہ نے کہا ''عَیُوق (1) کی طرف دیکھو اگر اس کی طرف سے شہاب گر رہے ہیں تو قیامت قائم ہو گئی ہے ورنہ نہیں۔'' (زبیر بن ابی بکر)

1۔ بہت بڑا سرخ ستارہ۔

دیئے گئے۔ اگر وہ سماعت کرنے کی کوشش کرتے تو ان کو شہاب مارے جاتے۔ اس انقلاب سے جنات کو یقین ہو گیا کہ یہ انقلاب کسی اہم واقعہ کی وجہ سے رونما ہوا ہے۔ اسی کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًاۙ۝۱ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًاۙ۝۲ وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًاۙ۝۳ وَّ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًاۙ۝۴ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًاۙ۝۵ وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًاۙ۝۶ ...... وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِؕ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًاۙ۝۹ وَّ اَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًاۙ۝۱۰ (الجن)

''آپ فرمایئے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بڑے غور سے سنا ہے (قرآن کو) جنوں کی

شیاطین پر شہاب باری

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں شیاطین پر شہاب اس لئے برسائے جاتے تھے تاکہ وحی کے ساتھ التباس کا اندیشہ نہ ہو۔ یہ نبوت مصطفویہ کی ایک عظیم دلیل بن جائے اور اس سے شبہ کا خاتمہ ہو جائے۔ اگرچہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان بالکل بجا ہے لیکن یہ شہاب باری قدیم زمانہ سے ہے جاہلیت کے قدیم شعراء مثلاً عوف بن اجرع، اوس بن حجر اور بشر بن ابی خازم کے کلام میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ انہوں نے شہاب باری کی مدح سرائی کی ہے۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''مشکل'' میں سورۃ الجن کی تفسیر میں ان شعراء کا ایسا کلام بھی ذکر کیا ہے۔ عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں معمر سے اور وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے اس شہاب باری کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا یہ جاہلیت میں بھی ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ لیکن جب آفتاب اسلام طلوع ہوا تو اس میں سختی اور شدت آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّ شُهُبًاۙ۝۸ (الجن)

''اور ہم نے ٹٹولنا چاہا آسمانوں کو تو ہم نے اس کو سخت پہروں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا''۔

اس آیت میں مُلِئَتْ کا لفظ ذکر نہیں کیا گیا جو اس امر کی بین دلیل ہے کہ جاہلیت میں بھی شہاب باری ہوتی تھی اور ستارے ٹوٹتے تھے۔ لیکن جب نبی محترم ﷺ مبعوث ہوئے تو اس میں شدت آ گئی تاکہ شیطانوں کے معاملات کی بیخ کنی ہو سکے اور حضور ﷺ کے دلائل بین اور براہین قاطع ہو سکیں

ایک جماعت نے پس انہوں نے (جا کر دوسرے جنات کو) بتایا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے راہ دکھاتا ہے ہدایت کی پس ہم (دل سے) اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز شریک نہیں بنائیں گے کسی کو اپنے رب کا اور بیشک اعلیٰ وارفع ہے ہمارے رب کی شان نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے اور نہ بیٹا اور (یہ راز بھی کھل گیا کہ) ہمارے احمق اللہ کے بارے میں ناروا باتیں کہتے رہے اور ہم تو یہ خیال کیے تھے کہ انسان اور جن اللہ کے بارے کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے اور یہ کہ انسانوں میں سے چند مرد پناہ لینے لگے جنات میں سے چند مردوں کی۔ پس انہوں نے بڑھا دیا جنوں کے غرور کو اور ان انسانوں نے بھی یہی گمان کیا جیسے تم گمان کرتے ہو کہ اللہ کسی کو رسول بنا کر مبعوث نہیں کرے گا اور (سنو!) ہم نے ٹٹولنا چاہا آسمانوں کو تو ہم نے اس کو سخت پہروں شہابوں سے بھرا ہوا پایا اور پہلے تو ہم بیٹھ جایا کرتے تھے اس کے بعض مقامات پر سننے کے لئے

لیکن اگر آج کوئی کاہن موجود ہو تو اس کا دفع کرنے کے لئے آج اتنی شدت سے شہاب باری نہیں ہوتی جتنی شدت سے حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہوتی تھی لیکن پھر بھی ستارے ضرور ٹوٹتے ہیں تاکہ دلیل قائم ہو جائے کہ کاہن اب بھی کسی شہر میں ضرور ہوں گے۔ حضور ﷺ سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا کاہنوں کی کوئی حقیقت نہیں آپ ﷺ سے عرض کی گئی کہ بعض اوقات وہ ایک بات کرتے ہیں جو اسی طرح پوری ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسی گفتگو جنات کی طرف سے ہوتی ہے جس کو کوئی جن یاد کر لیتا ہے پھر وہ جن کسی کاہن کے کان کے ساتھ منہ لگا کر مرغی کی کڑکڑاہٹ کی مانند وہ بات اس کے کان میں ڈال دیتا ہے۔

ابن سلام رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب کسی جن پر شہاب برسایا جاتا ہے تو اس کا نشانہ کبھی بھی خطا نہیں جاتا۔ وہ اس جن کو جلا دیتا ہے لیکن اسے ہلاک نہیں کرتا۔ حضرت حسن سے روایت ہے کہ یہ شہاب آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے۔ ابن سلام رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں ابوقتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی قوم کے ہمراہ تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اس شہاب کو نہ دیکھو۔ حفص سے روایت ہے انہوں نے حضرت حسن سے پوچھا کیا ان کی نظر ایسے ستارے کو دیکھتی ہے انہوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ (الملک:۵)

''اور بنادیا ہے انہیں شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ''۔

لیکن اب جو (جن) سننے کی کوشش کرے گا تو وہ پائے گا اپنے لئے کسی شہاب کو انتظار میں اور نہیں سمجھتے (اس کی کیا وجہ ہے) کیا کسی شر کا ارادہ کیا جا رہا ہے زمین کے مکینوں کے بارے میں یا ان کے رب نے ان کو ہدایت دینے کا ارادہ فرما لیا ہے"۔

جب جنات نے قرآن پاک سنا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ اس کتابِ محترم کی وجہ سے ہی انہیں آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا تھا تا کہ آسمانی وحی کسی اور خبر کے ساتھ ملتبس نہ ہو سکے اور اہل ارض کے لئے آسمانی پیام میں کسی قسم کا شبہ یا شک کی گنجائش نہ رہے اور وہ اس پر ایمان لے

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اعراف:۱۸۵)

"کیا انہوں نے غور سے نہیں دیکھا آسمانوں اور زمین کی وسیع مملکت میں۔"

انہوں نے فرمایا اگر ہم اس شہاب کی طرف نہ دیکھیں تو پھر ہمیں اس کے متعلق علم کیسے ہو۔

وہ جنات جن کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے:۔ حدیث شریف میں ہے کہ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ ...... میں نَصِيْبِيْن کے جنات کا تذکرہ ہے۔ تفسیر میں ہے کہ یہ جنات پہلے یہودی تھے اسی لئے انہوں نے مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى کہا اور مِنْ بَعْدِ عِيْسٰى نہ کہا۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلَيْهِمَا وَسَلَّمَهُمْ۔

یہ جنات تعداد میں سات تھے۔ تفاسیر اور مسندات میں ان کے اسماء مذکور ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں: 1۔ شاصر، 2۔ ماصر، 3۔ ونشی، 4۔ ولاشی، 5۔ الاحقاب۔ ان پانچ کا تذکرہ ابن درید نے کیا ہے مجھے ابو بکر بن طاہر الاشبیلی القیسی نے ابو علی الغسانی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اسی اثناء میں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک چٹیل میدان میں عازم سفر تھے کہ اچانک انہوں نے ایک مردہ سانپ دیکھا۔ انہوں نے اپنی مبارک چادر میں اس کو کفن دیا اور اس کو دفن کر دیا۔ اس وقت انہوں نے کسی کو سنا وہ کہہ رہا ہے "اے سرق! گواہ بن جاؤ میں نے سنا تھا کہ حضور ﷺ تم سے فرما رہے تھے کہ تو عنقریب ایک چٹیل میدان میں مرے گا اور ایک صالح شخص تجھے کفنا کر دفن کرے گا"۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا "میں ان جنات میں سے ایک ہوں جنہوں نے حضور ﷺ سے قرآن مجید سننے کی سعادت حاصل کی تھی۔ ان جنات میں میں اور سرق ہی زندہ رہ گئے تھے اور اب سرق بھی اس دارِ فانی کو الوداع کہہ چکا ہے"۔

ابن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے ابو اسحٰق السبیعی کی سند سے اپنے شیوخ سے اور وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک

آئیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ (احقاف)

"تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے انہوں نے (جا کر) کہا اے ہماری قوم! ہم نے (آج) یہ کتاب سنی ہے جو اتاری گئی ہے موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی رہنمائی کرتی ہے حق کی طرف اور راہِ راست کی طرف۔"

جماعت میں تھا کہیں جا رہے تھے اچانک راستہ میں ایک بگولہ اٹھا پھر ایک اور بگولہ آیا جو پہلے بگولے سے بڑا تھا پھر یہ بگولے جدا ہو گئے۔ جب گرد و غبار بیٹھ گیا تو ہم نے وہاں ایک مردہ سانپ دیکھا۔ ہم میں سے ایک شخص نے اپنی چادر لی اس کو دو حصوں میں منقسم کیا۔ ایک حصہ سے سانپ کو کفن دیا اور قبر کھود کر اس کو دفن کر دیا۔ جب رات آئی تو دو عورتیں آئیں وہ ہم سے پوچھنے لگیں "تم میں سے عمرو بن جابر کو کس نے دفن کیا ہے؟" ہم نے کہا "ہم عمرو بن جابر کو نہیں جانتے"۔ ان عورتوں نے کہا "فاسق جنات نے مومن جنات کے ساتھ جنگ کی جس میں عمرو بن جابر شہید ہو گئے۔ وہ سانپ جو تم نے دیکھا تھا وہ عمرو ہی تھے۔ وہ ان خوش بخت افراد میں سے تھے جنہوں نے حضور ﷺ سے قرآن پاک سنا تھا پھر وہ اپنی قوم کو ڈرانے کے لئے وہاں سے رخصت ہو گئے"۔

ابن علاط اور جن:۔ جنات کی پناہ حاصل کرنے کے متعلق حجاج بن علاط کا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے یہ نصر بن حجاج کا والد تھا۔ وہ کہتا ہے کہ وہ ایک قافلہ کے ہمراہ مکہ معظمہ آیا راستہ میں ایک خوفناک اور دہشت ناک وادی میں رات آ گئی۔ اہل قافلہ نے اس سے کہا "اٹھ اور اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے امان طلب کر"۔ ابن علاط اٹھا اور اپنے قافلہ کے اردگرد گھوم کر یہ اشعار گنگنانے لگا:

أُعِيْذُ لِنَفْسِي وَأُعِيْذُ صَحْبِي مِنْ كُلِّ جِنِّيٍ بِهٰذَا لنَقْبِ حَتّٰى اَءُوْبَ سَالِمًا وَرَكْبِي۔

"میں اپنے آپ کے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے اس وادی کے تمام جنات سے پناہ طلب کرتا ہوں حتیٰ کہ میں اور میرا قافلہ صحیح و سالم واپس لوٹ آئے۔"

اس وقت ابن علاط نے کسی کہنے والے کو سنا کوئی قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ رہا تھا:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ (الرحمٰن: ۳۳)

"اے گروہ جن و انس اگر تم میں طاقت ہے"۔

جب وہ مکہ معظمہ آیا تو اس نے اس صدا کے متعلق قریش کو بتایا۔ قریش نے کہا اے ابو کلاب! تیری

جنات کے اس قول اَنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ...... کی تفصیل یہ ہے کہ قریش مکہ اور دیگر اہل عرب جب عازم سفر ہوتے اور رات کے وقت کسی وادی میں خیمہ زن ہوتے تو وہ کہتے:

اِنِّی اَعُوْذُ بِعَزِیْزِ ھٰذَا الْوَادِی مِنَ الْجِنِّ اللَّیْلَۃَ مِنْ شَرِّ مَافِیْہِ۔

''میں جنات میں سے اس وادی کے سردار کی پناہ میں ہوں تا کہ میں اس ہر شر سے محفوظ رہ سکوں جو اس وادی میں موجود ہے۔''

بنوثقیف کا خوف

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے یعقوب عتبہ بن مغیرہ بن اخنس نے بیان کیا ہے جب شہاب باری شروع ہوئی تو سب سے پہلے خوفزدہ ہونے والے قبیلے کا نام ثقیف تھا جب انہوں نے اس شدت سے شہابوں کا برسنا دیکھا تو وہ عمرو بن امیہ کے پاس آئے۔ عمرو ایک عاقل اور دانشمند شخص تھا۔ انہوں نے اس سے کہا ''اے عمرو! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آسمان پر ستارے کس طرح ٹوٹنے لگے ہیں؟'' اس نے کہا ''ہاں'' میں نے ملاحظہ کیا ہے۔ ذرا غور سے دیکھو اگر وہ ستارے ٹوٹ رہے ہیں جن سے بر و بحر میں راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔ جن سے گرمی وسردی میں اوقات معلوم کیے جاتے ہیں اور جو لوگوں کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اگر یہ ستارے ٹوٹ رہے ہیں تو قسم بخدا! دنیا کی بربادی کا وقت قریب آ گیا ہے دنیا کی تباہی کا لمحہ آن پہنچا ہے لیکن اگر ٹوٹنے والے ستارے کوئی اور ہیں تو پھر دنیا کو کوئی خطرہ نہیں یہ ستارے اس اہم امر کی وجہ سے ٹوٹ رہے ہیں جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بہتری کے لئے کیا ہے''۔

نبی محترم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انصار سے ایک سوال

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور انصار کی

رائے درست ہے۔ محمد عربی ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ کلام ان پر نازل ہوا ہے۔ ابن علاط نے کہا ''قسم بخدا میں نے یہ کلام سنا ہے اور میرے ساتھ میرے کارواں نے بھی اسے سننے کی سعادت حاصل کی ہے'' یہ سن کر ابن علاط دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ اسلام کو عمدہ کیا، مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی وہاں ایک مسجد تعمیر کی جو بعد میں ان ہی کے نام سے موسوم ہوئی۔

ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے انصار سے استفسار فرمایا ''اے انصار! جب ستارے ٹوٹتے تھے تو تم کیا کہا کرتے تھے؟'' انہوں نے عرض کی ''اے نبی محترم صلی اللہ علیک وسلم! جب ہم دیکھتے کہ ستارے ٹوٹ کر گر رہے ہوتے تو ہم کہتے تھے کہ یا تو کوئی بادشاہ مرا ہے یا کوئی بادشاہ سلطنت کا والی بنا ہے یا کوئی بچہ پیدا ہوا ہے یا کوئی بچہ عالم فانی سے رخصت ہوا ہے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے بارے میں کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو اسے حاملین عرش سنتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح خوانی کرتے تھے پھر اس کی دلنواز صدا سن کر ان سے نیچے ملائکہ مدح سرائی کرتے پھر ان کا عاشقانہ ترانہ سن کر ان سے نیچے ملائکہ مدح وستائش میں مشغول ہو جاتے پھر یہ مدح اسی طرح نیچے آتی رہتی حتیٰ کہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتی۔ آسمانِ دنیا والے بھی تسبیح وتحمید میں مگن ہو جاتے پھر وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے حتیٰ کہ یہی سوال حاملین عرش سے بھی کیا جاتا ہے وہ جواب دیتے کہ

کہانت کا انقطاع

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث مبارک نقل کی ہے کہ جب انصار ستارے ٹوٹتے دیکھتے تو وہ کہتے یا کوئی عظیم انسان پیدا ہوا ہے یا مرا ہے۔ اس قول میں بھی اسی نقطۂ نظر کی دلیل ہے کہ شہاب باری زمانہ قدیم سے جاری ہے لیکن جب دنیا میں مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس میں شدت اور سختی آ گئی۔

حضور ﷺ کا یہ فرمان مبارک کہ آج سے کہانت ختم ہے اس کا وجود نہیں۔ یہ آپ ﷺ کے زمانۂ اقدس کے ساتھ مختص ہے۔ وہ کہانت جو ختم ہوئی ہے اور تا قیامت نہ ہوگی وہ یہ ہے کہ شیطان کسی امر کا اسی طرح ادراک کر لیں جس طرح وہ زمانہ جاہلیت میں ادراک کر لیا کرتے تھے اور وہ آسمانی خبریں سن لیا کرتے تھے۔ آج کل جو بعض مجانین کی زبانوں پر جنات کا کلام جاری ہے تو یہ وہ خبریں ہیں جو وہ اہل زمین سے ہی حاصل کرتے ہیں لیکن ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے مثلاً چور کا چوری کرنا یا کسی پوشیدہ جگہ میں کسی شخص کا چھپنا وغیرہ۔ اگر وہ کسی مستقبل کی خبر کے متعلق بتائیں تو وہ صرف ان کا ظن اور گمان ہی ہوگا۔ بعض اوقات ان کی بات درست ہوتی ہے لیکن وہ اکثر غلطی [illegible] تے ہیں وہ جو بات درست کرتے ہیں وہ بھی ان ملائکہ کی گفتگو میں سے ہوتی ہے جو آسمان کی بندیوں پر محو کلام ہوتے ہیں جب شیاطین ان کی گفتگو سننے جاتے ہیں تو پھر انہیں شہاب [illegible] مرنا پڑتا ہے اگر انہیں کسی ایک بات کا علم ہو جاتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ایک سو جھوٹ ملا کر گفتگو کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق میں فلاں فلاں فیصلہ فرمایا ہے پھر یہ خبر ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر اترتی چلی جاتی۔ اہل آسمان اس کے متعلق گفتگو کرتے وہاں سے شیاطین بھی گفتگو سن لیتے لیکن انہیں حتمی خبر کی اطلاع نہیں ہو سکتی اور جو وہ سنتے اس میں بھی اختلاف ہوتا پھر شیطان اپنی سنی ہوئی خبر اہل زمین کے کاہنوں تک پہنچا دیتے وہ اس خبر کو لوگوں تک پہنچا دیتے۔ کبھی ان کی بات سچ ہو جاتی اور کبھی وہ خطا کر دیتے پھر اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کے ذریعے ان شیاطین کو روک دیا۔ اس طرح آج سے کہانت ختم ہے۔ آج سے کہانت کا کوئی وجود نہیں''۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے عمرو بن ابی جعفر نے محمد بن عبدالرحمٰن سے اور انہوں نے حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ صاف بن صیاد کہانت کیا کرتا تھا پھر اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس سے کوئی چیز چھپائی جسے وہ جان گیا کہ وہ دھواں تھا۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی کہانت کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔

اس اعتراض کے دو جواب ہیں:

1۔ علامہ خطابی نے اعلام الحدیث میں لکھا ہے کہ ''الدُّخ'' وہ بوٹی ہوتی ہے جو کھجور سے اگتی ہے لیکن حضور ﷺ نے اس سے یہ آیت چھپائی تھی۔

فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۰﴾ (الدخان)

''پس آپ انتظار کریں اس دن کا جب ظاہر ہوگا آسمان پر صاف نظر آنے والا دھواں۔''

اس طرح ابن صیاد اس چیز تک نہیں پہنچا تھا جو نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے چھپایا تھا۔

2۔ صاف بن صیاد کا شیطان زمین کی پوشیدہ خبریں تو لے آتا تھا لیکن وہ آسمانی خبریں نہیں لا سکتا تھا کیونکہ اسے شہابوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا اگر ''الدُّخ'' سے مراد الدُّخان ہی لیا جائے تو پھر مفہوم یہ ہو گا کہ شیطانوں کے کانوں پر ایسے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں جو ہمارے لئے نہیں ہوتے اسی لئے صاف اس آیت کا صرف ایک لفظ ہی سن سکا۔ ساری آیت کو نہ سن سکا اسی لئے حضور ﷺ نے اس سے فرمایا ''تو دھتکارا جائے تجھ میں اتنی استطاعت نہیں کہ تو علم غیب سے کچھ حاصل کر سکے'' صاف کو صرف اتنی ہی قدرت تھی کہ وہ یہ لفظ سن سکے۔ اس سے زیادہ استطاعت نہ تھی۔

غیطلہ اور اس کا جن

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض اہل علم نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ بنو سہم میں ایک غیطلہ نامی عورت تھی وہ جاہلیت میں کہانت کیا کرتی تھی۔ ایک شب اس کا جن اس کے پاس آیا۔ وہ کہنے لگا:

اَذْرِ مَا اَذْرِ یَوْمَ عَقْرٍ وَنَحْرٍ۔

''میں جانتا ہوں میں ذبح کرنے اور ہلاک کرنے والے دن کو میں جانتا ہوں''۔

جب قریش تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اس کا مفہوم دریافت کیا۔ دوسری رات وہی جن آیا اور غیطلہ کے قدموں میں بیٹھ کر کہنے لگا:

شُعُوبٌ مَا شُعُوبٌ تُصْرِعُ فِیْهِ کَعْبٌ لِجُنُوبٍ۔

''وہ درے، کیسے درے جن سے کعب پچھاڑے جائیں گے''۔

غیطلہ کی کہانت

غیطلہ کا تعلق بنو مرہ بن عبد مناۃ بن کنانہ سے تھا۔ یہی ام الغیاطل کے نام سے مشہور تھی۔ اسی کا ذکر حضرت ابوطالب نے اپنے شعر میں کیا ہے عنقریب اس شعر کی تفصیل میں ہم غیطلہ کا معنی بیان کریں گے۔ شیخ ابو بحر نے غیطلہ کا نسب اس طرح لکھا ہے غیطلہ بنت مالک بن حارث بن عمرو بن الصعق بن شنوق بن مرۃ۔ شنوق مدلج کا بھائی تھا۔ زبیر نے یہی نسب بیان کیا ہے۔

شُعُوْبٌ وَمَا شُعُوْبٌ تُصْرَعُ فِیْهِ کَعْبٌ لِجُنُوْبٍ

کَعْب سے مراد کعب بن لوئی ہیں۔ وہ لوگ جو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے روز شکست خوردہ ہوئے وہ قریش کے بڑے بڑے سردار اور بنو کعب کے بڑے بڑے سورما تھے۔ شُعوبٌ۔ شین کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ ممکن ہے کہ یہ شعب کی جمع ہو۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول اسی کی تائید کرتا ہے۔

اَذْرِ مَا اَذْرِ

ابوعلی نے اس کو وَمَا بَذْر پڑھا ہے۔ یہ قول واضح تر ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فاطمۃ بنت نعمان النجاریہ کے تابع بھی ایک جن تھا۔ وہ جب اس کے گھر آتا تو اس کے ساتھ بدکاری کرتا۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو وہ جن آیا اور اس عورت کے گھر کی دیوار پر بیٹھ گیا گھر میں داخل نہ ہوا۔ اس عورت نے کہا ''گھر میں داخل کیوں نہیں ہوتا؟'' اس جن نے کہا ''نبی

جب قریش تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا غیطلہ کے جن کی اس سے کیا مراد تھی؟ یہ امر عنقریب رونما ہونے والا ہے۔ دیکھئے اس سے اس جن کی مراد کیا تھی؟ جب غزوۂ بدر اور غزوۂ احد رونما ہوا اور ان کے بڑے بڑے سورما تہہ تیغ ہوئے تو انہیں معلوم ہو گیا کہ غیطلہ کا جن ہمیں انہی واقعات کی پیش گوئی کرتا تھا۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غیطلہ کا تعلق بنو مرۃ بن عبد مناۃ بن کنانہ سے تھا یہی ام الغیاطیل ہے جس کا تذکرہ حضرت ابو طالب نے اپنے اس شعر میں کیا ہے:

لَقَدْ سَفِهَتْ اَحْلَامُ قَوْمٍ تَبَدَّلُوْا   بَنِي خَلَفٍ قَيْضًا بِنَا وَالْغَيَاطِلِ

''ان لوگوں کی عقل و دانش کا خاتمہ ہو گیا جنہوں نے ہم کو اور بنو غیطلہ کو چھوڑ کر بنو خلف کو اختیار کر لیا''۔

غیطلہ کی اولاد کو غیاطیل کہا جاتا تھا اور یہ بنو سہم بن عمرو بن ہصیص تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن نافع الجرشی نے بیان کیا ہے کہ جنب یمن کا ایک قبیلہ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا ایک کاہن ہوتا تھا جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ کا مبارک ذکر پورے عرب میں پھیلا تو جب نے اپنے کاہن سے کہا ''اس شخص کے بارے میں ہمیں بتاؤ''۔ اس مقصد کے لئے وہ اس پہاڑ کے دامن میں جمع ہوئے جہاں وہ رہتا تھا۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو وہ اپنے غار سے باہر آیا اپنی کمان پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا

محترم ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں اور انہوں نے بدکاری کو حرام قرار دے دیا ہے''۔ یہ پہلا جن تھا جس نے سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کا تذکرہ کیا تھا۔

بنو ثقیف اور خطر

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بنو ثقیف کے خوف اور عمرو بن امیہ کی رائے کا ذکر کیا ہے۔ ان کی بات تو درست ہے لیکن اس میں ابہام ہے۔ اس ابہام کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح بنو ثقیف شہابوں کے گرنے سے خوف زدہ ہو گئے تھے اسی طرح بنولہب بھی ستاروں کے ٹوٹنے سے پریشان ہو گئے تھے۔ وہ اپنے کاہن خطر کے پ ں گئے۔ اس نے ان کے لئے تمام معاملہ کو عیاں کیا اور حضور ﷺ کی بعثت اور نبوت کو بیان کیا۔

ابو جعفر عقیلی نے اپنی تصنیف ''صحابہ'' میں بنولہب کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس شخص کا نام لہب یا لہیب تھا۔ حضرت لہیب یا لہب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر

اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے کافی دیر تک آسمان کی طرف تکتا رہا پھر وہ مچل کر کہنے لگا" اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو عزت و احترام بخشا ہے اس نے ان کو چن لیا ہے ان کے قلب اطہر اور بطن مبارک کو خوب پاک صاف کیا ہے۔ تمہارے مابین ان کا قیام انتہائی قلیل مدت کے لئے ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے غار میں دوبارہ چلا گیا"۔

ہوا اور کہانت کا ذکر کیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم پہلے لوگ ہیں جنہیں آسمانوں کی حفاظت، شیطان کو زجر و توبیخ اور ستاروں کے ٹوٹنے کے متعلق علم ہوا۔ اس کی حقیقت کے انکشاف کے لئے ہم اپنے کاہن خطر بن مالک کے پاس جمع ہوئے۔ اس وقت وہ بہت عمر رسیدہ تھا اس کی عمر ۲۸۰ سال تھی، وہ تمام کاہنوں سے زیادہ عالم تھا۔

ہم نے اس سے کہا" اے خطر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ ستارے کیوں ٹوٹتے ہیں۔ ہم تو ان کی وجہ سے مضطرب ہیں اور ہمیں اپنے انجام کا خطرہ ہے" ۔ خطر نے کہا۔

اِئْتُونِي بِسَحَرٍ۔ وقت سحر میرے پاس آنا۔

أُخْبِرْكُمُ الْخَبَرَ۔ میں تمہیں اس کے متعلق بتاؤں گا۔

أَبِخَيْرٍ أَمْ ضَرَرٍ۔ کہ کیا اس سے بھلائی مقصود ہے یا نقصان۔

أَوْلِأَمْنٍ أَوْ حَذَرٍ۔ یا اس سے امن مقصود ہے یا تباہی۔

اس دن ہم اس کو وہیں چھوڑ کر چلے آئے۔ دوسرے دن وقت سحر اس کے پاس آئے ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑا تھا۔ آسمانوں کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا تھا ہم نے اس کو آواز دی" اے خطر۔ اے خطر! اس نے ہمیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اسی اثناء میں آسمان سے ایک بہت بڑا ستارہ ٹوٹا کاہن بلند آواز سے چلایا۔

أَصَابَهُ إِصَابَهُ خَامِرَهُ عِقَابُهُ۔ عَاجَلَهُ عَذَابُهُ أَحْرَقَهُ شِهَابُهُ۔ زَايَلَهُ جَوَابُهُ يَا وَيْلَهُ مَا حَالُهُ۔ بَلْبَلَهُ بَلْبَالُهُ عَاوَدَهُ خَبَالُهُ۔ تَقَطَّعَتْ حِبَالُهُ وَ غُيِّرَتْ أَحْوَالُهُ۔

اسے ملنے والی سزا مل چکی ہے۔ اس سزا نے اس کا احاطہ کر لیا ہے۔ اس کا عذاب اسے جلد پہنچ چکا ہے۔ شہاب نے اس کو جلا دیا ہے۔ اس کے جواب نے اس کو مضطرب کر دیا ہے۔ ہائے ہلاکت اس کی کیا حالت ہوگئی ہے اندوہ و غم نے اس کو نڈھال کر دیا ہے۔ اس کی تباہی لوٹ آئی ہے۔ اس کا رشتہ منقطع ہو چکا ہے اور اس کی کیفیت بدل چکی ہے۔

پھر اس نے کہا۔

يَا مَعْشَرَ بَنِىْ قَحْطَانِ اُخْبِرُكُمْ بِالْحَقِّ وَالبيَانِ

اے بنو قحطان! میں تمہیں سچی اور مبنی بر صداقت بات بتاتا ہوں۔

اَقْسَمْتُ بِالْكَعْبَةِ وَالْاَرْكَانِ وَالْبَلَدِ الْمُؤْتَمِنِ السُّدَّانِ

میں خانہ کعبہ، اس کے ارکان اور اس مقدس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں جو اپنے مقیموں کو امن دینے والا ہے۔

لَقَدْ مُنِعَ السَّمْعَ عُتَاةُ الْجَانِّ بِثَاقِبٍ بِكَفِّ ذِىْ سُلْطَانِ

سرکش جنات کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا ہے۔ ایک طاقتور ہاتھ کے ذریعے ان پر شہاب مارے جاتے ہیں۔

مِنْ اَجَلِ مَبْعُوْثٍ عَظِيْمِ الشَّانِ يُبْعَثُ بِالتَّنْزِيْلِ وَالْقُرْآنِ

یہ تمام حفاظت ایک عظیم الشان رسول مکرم ﷺ کے لئے ہوئی ہے۔ وہ نبی محترم تنزیل اور قرآن کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔

وَ بِالْهُدٰى وَ فَاصِلِ الْقُرْآنِ تَبْطُلُ بِهٖ عِبَادَةُ الْاَوْثَانِ

وہ ہدایت اور فیصلہ کرنے والی کتاب قرآن کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ ان کی تشریف آوری سے بتوں کی عبادت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

حضرت لہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر ہم نے خطر سے کہا اے خطر تمہارے لئے ہلاکت ہو تو ایک امر عظیم کا ذکر کر رہا ہے اس کے متعلق تو اپنی قوم کو کیا مشورہ دیتا ہے اس نے کہا۔

اَرٰى لِقَوْمِىْ مَا اَرٰى لِنَفْسِىْ اَنْ يَتْبَعُوْا خَيْرَ نَبِيِّ الْاِنْسِ

میں اپنی قوم کو بھی وہی مشورہ دیتا ہوں جو اپنے لئے بہتر سمجھتا ہوں وہ یہ کہ وہ اس نبی محترم ﷺ کی اتباع کریں جو تمام نوع انسانی سے بہترین ہیں۔

بُرْهَانُهٗ مِثْلُ شُعَاعِ الشَّمْسِ يُبْعَثُ فِىْ مَكَّةَ دَارِ الْحُمْسِ

ان کی دلیل سورج کی شعاع کی مانند درخشاں ہوگی۔ وہ مکہ دار حمس میں مبعوث ہوں گے۔

بِمُحْكَمِ التَّنْزِيْلِ غَيْرِ اللَّبْسِ

وہ ایسی محکم کتاب کے ساتھ مبعوث ہوں گے جس میں التباس کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔

ہم نے اس سے کہا "اے خطر! اس مکرم نبی ﷺ کا تعلق کس قبیلے سے ہوگا؟" اس نے کہا

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے اس شخص نے بیان کیا ہے جس پر میں کسی قسم کی تہمت نہیں لگا سکتا۔ اس نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عبداللہ بن کعب سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ اسی اثناء میں ایک عربی شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی جانب دیکھا تو فرمایا یہ شخص شاید ابھی تک شرک میں ہی مبتلا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں تو یہ کاہن تھا۔ اتنی دیر میں وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچ گیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کیا تو

''زندگی اور حیات کی قسم! وہ قبیلہ قریش میں سے ہوں گے۔ ان کی بردباری میں غصہ نہ ہوگا۔ ان کی تخلیق میں کوئی عیب نہیں ہوگا، وہ ایک لشکر میں تشریف فرما ہوں گے، وہ لشکر آل قحطان اور آل ایش پر مشتمل ہوگا''۔ میں نے خطرے کہا ''قریش میں سے کس خاندان کے ساتھ ان کا تعلق ہوگا؟'' اس نے کہا ''ارکان والے گھر کی قسم! حجر اسود اور آبِ زم زم کی قسم وہ ہاشم کے معزز خاندان میں سے ہوں گے۔ وہ غزوات کے ساتھ مبعوث ہوں گے وہ ہر ظالم کو تہہ تیغ کر دیں گے''۔ پھر اس نے کہا ''یہ وہ گفتگو ہے جو مجھے جنات کے سردار نے بتائی تھی، پھر اس نے کہا ''اللہ اکبر حق آیا اور غالب ہوگیا۔ جنات ہر قسم کی خبر حاصل کرنے سے روک دیئے گئے'' پھر وہ پرسکون ہوگیا اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ تین روز بعد اس کو افاقہ ہوا۔ اس نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ حضور ﷺ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا۔ ''اس نے نبوت کی مانند گفتگو کی ہے، وہ قیامت کے دن تنہا ایک امت کی مانند اٹھے گا۔

بعض مشکل مقامات کی وضاحت

آل قحطان و آل ایش

آل قحطان سے مراد انصار ہیں کیونکہ وہ قحطان کی اولاد ہیں۔ آل ایش سے مراد ممکن ہے مؤمن جنات کا کوئی قبیلہ ہو جو ایش کی طرف منسوب ہو۔ اگر یہ قبیلے کا نام نہ ہو تو پھر اس کا معنی اَیُّ شَئٍی ہے اور اس سے مراد بھی انصار ہی ہیں کیونکہ کہا جاتا ہے زَیْدٌ مَا زَیْدٌ وَ اَیُّ شَیئٍ زَیْدٌ۔

لیکن میرے خیال کے مطابق آل ایش سے مراد بنو اقیش ہیں، یہ وہ جنات تھے جو انصار کے حلیف تھے لیکن اس اسم میں سے ''ق'' کو حذف کر دیا گیا ہے۔ بنو اقیش کا تذکرہ سیرت کی کتب میں بھی ملتا ہے۔

دامن اسلام سے وابستہ ہوگیا ہے۔ اس نے کہا ''ہاں اے امیر المومنین''۔ انہوں نے فرمایا'' کیا تو زمانہ جاہلیت میں کاہن تھا؟'' یہ سن کر اس شخص نے کہا'' سبحان اللہ اے امیر المومنین! آپ نے مجھے برا خیال کیا ہے جب سے آپ مسند خلافت پر تشریف فرما ہوئے ہیں کسی شخص نے بھی

رکن اوراحائم

احائم کو احادم بھی کہا جاتا ہے یہ احوام کی جمع ہے اوراحوام حوم کی جمع ہے کنویں میں موجود پانی کو حوم کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد آبِ زم زم ہے۔ وہ کثیر اونٹ جو پانی پینے کے لئے آتے ہیں ان کو بھی حوم کہا جاتا ہے یہاں پر اس سے مراد آبِ زم زم پینے والے نیک بخت انسان ہوں گے۔ ممکن ہے کہ احائم سے مراد مکہ معظّمہ کے پرندے اور کبوتر ہوں۔ وہ ہمہ وقت پانی پر منڈلاتے رہتے ہیں۔ احائم، حوائم کے معنی میں ہو۔

جنب

یہ یمن کا ایک قبیلہ تھا۔ یہ لوگ اپنے کاہن کے پاس جمع ہوئے اور اس سے حضور ﷺ کے متعلق سوال کیا۔ جنب بنو مذحج سے تھے، وہ عیذ اللہ، انس اللہ، زید اللہ، اوس اللہ، جعفی، حکم، جروہ اور بنو سعد العشیرہ بن مذحج تھے۔ مذحج سے مراد مالک بن اددتھا، ان کو جنب اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اپنے چچا زاد بھائیوں صداء اور یزیدا کے پہلو میں تھے۔ (دار قطنی)

ذریح یا جلیح

وہ آواز جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بچھڑے کے پیٹ سے سنی تھی وہ یا جلیح کی آواز تھی۔ ہمارے بعض اساتذہ فرماتے تھے کہ جلیح شیطان کا نام ہے، روئی وغیرہ کے اڑنے والے ریشوں کو جلیح کہا جاتا ہے اس کا واحد جلیحہ ہے۔ سیرت کی کتب میں یہ ذریح بھی منقول ہے۔ گویا کہ یہ ذبح کئے ہوئے بچھڑے کو ندا تھی یہ اہل عرب کے قول اَحْمَرُ ذَرِیْحِیٌّ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی شدید سرخی ہے کیونکہ خون کی وجہ سے بچھڑا بھی سرخ ہوگیا تھا اس لئے اس کو ذبح کہا گیا جبکہ جلیح کا معنی منکشف ہو جاتا ہے کیونکہ بچھڑے کی جلد بھی اتاری جا چکی تھی۔

وہ شخص جس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تھا، ابن الکلبی کے قول کے مطابق وہ حضرت سواد بن قارب تھے لیکن ایک اور سیرت نگار کہتے ہیں کہ وہ سدوسی تھے۔ ایک شخص ان ہی کے متعلق کہتا ہے۔

اس طرح میرا استقبال نہیں کیا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' اللہ معاف فرمائے۔ زمانہ جاہلیت میں ہم اس سے بھی زیادہ برے تھے۔ ہم بت پرستی کرتے تھے ہم نے بتوں کو سختی سے پکڑ رکھا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول مکرم ﷺ اور اسلام کے ساتھ اعزاز بخشا''۔ اس شخص

اَلَا لِلّٰهِ عِلْمٌ لَا يُجَارٰى اِلَى الْغَايَاتِ فِيْ جَنْبَى سَوَادٍ
اَتَيْنَاهُ نُسَائِلُهٗ اِمْتِحَانًا فَلَمْ يَبْعَل وَ اَخْبَرَ بِالسَّدَادِ

ارے سنو! اللہ کی قسم! سواد کے دو پہلوؤں میں اتنا علم ہے جس کی حدود کو چھونا ناممکن ہے۔ ہم اس کے پاس آئے اور اس کو آزمانے کے لئے سوال کئے وہ بالکل متحیر نہ ہوا اور درست درست جواب دیئے۔

حضرت سواد اور ان کی کہانت

حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں نے اس واقعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اور طرز سے روایت کیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ سے ازروئے مذاق کہا۔'' اے سواد تیری کہانت کا کیا بنا؟'' یہ سن کر حضرت سواد رضی اللہ عنہ غصے ہو گئے۔ انہوں نے کہا'' اے امیر المومنین! آپ اور ہم ایک ہی برائی پر تھے۔ ہم بت پرست تھے مردار کھاتے تھے۔ کیا آپ مجھے اس کام کی وجہ سے عیب لگاتے ہیں جس سے میں توبہ کر چکا ہوں''۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی'' خدایا معاف فرما''۔

ابن اسحاق کے علاوہ دیگر مورخین نے اس واقعہ کو زیادہ تفصیل سے اور احسن انداز سے لکھا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت سواد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بتایا کہ ان کا جن لگاتار تین راتیں ان کے پاس آتا رہا وہ اس وقت نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں تھے۔ جن نے مجھ سے کہا'' اے سواد اٹھو اور میری بات غور سے سنو، اگر صاحب دانش ہو تو اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ حضور ﷺ قبیلہ لوئی بن غالب سے مبعوث ہو چکے ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ تینوں راتوں میں وہ ایسے اشعار پڑھتا رہا جن کا مفہوم تو ایک ہی تھا لیکن ان کے قافیے مختلف تھے''۔

پہلی رات اس نے یہ اشعار پڑھے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَطْلَابِهَا وَ شَدِّهَا الْعِيْسَ بِاَقْتَابِهَا
تَهْوِيْ اِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى مَا صَادِقُ الْجِنِّ كَكَذَّابِهَا
فَارْحَلْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَيْسَ قُدَامَاهَا كَاَذْنَابِهَا

میں نے جنات اور ان کی جستجو پر تعجب کیا۔ میں نے ان کے اونٹوں کو کجاوے کے ساتھ کسنے پر تعجب

نے کہا اے امیر المومنین! ہاں زمانہ جاہلیت میں میں کاہن تھا"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا" مجھے وہ خبر بتاؤ جو تمہارا جن تمہارے پاس لے کر آیا تھا"۔ اس شخص نے کہا ظہورِ اسلام سے تقریباً ایک ماہ قبل وہ جن میرے پاس آیا اس نے کہا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْجِنِّ وَاِبْلَاسِهَا وَ اِيَاسِهَا مِنْ دِيْنِهَا وَ لَحُوْقِهَا بِالْقِلَاصِ وَ اَحْلَاسِهَا۔

کیا تو نے جنات اور ان کے غم کو نہیں دیکھا کیا تو نے دین سے ان کی مایوسی کا مشاہدہ نہیں کیا۔ کیا تو۔ نے نہیں دیکھا کہ وہ کنوؤں اور جنگلات میں کس طرح مقیم ہو گئے ہیں۔

کیا۔ وہ ہدایت کی جستجو میں مکہ معظمہ کی طرف رواں دواں تھے۔ سچے جن جھوٹوں کی طرح نہیں ہیں تو بھی بنو ہاشم کے برگزیدہ شخص کی طرف عازمِ سفر ہو جن کا مستقبل ان کے ماضی سے کہیں درخشاں ہیں۔

دوسری رات وہی جن میرے پاس آیا اس نے یہ اشعار پڑھے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ اِبْلَاسِهَا وَ شَدِّهَا الْعِيْسَ بِاَحْلَاسِهَا
تَهْوِىْ اِلَى مَكَّةَ تَبْغِى الْهُدٰى مَا طَاهِرُ الْجِنِّ كَاَنْجَاسِهَا
فَارْحَلْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَيْسَ ذُنَابِىْ اَلطَّيْرِ مِنْ رَاسِهَا

مجھے جنات اور ان کے غم و اندوہ پر حیرانگی ہوئی۔ مجھے ان کی اونٹنیوں کو کجاووں کے ساتھ بندھا دیکھ کر تعجب ہوا، وہ مکہ معظمہ کی طرف ہدایت کی جستجو میں رواں دواں تھے۔ پاکیزہ جنات ناپاک جنات کی طرح نہیں ہیں۔ تو بھی ہاشم کے ممتاز شخص کی طرف سفر کر۔ پرندے کی دم اس کے سر کی مانند نہیں ہے۔

جب وہ تیسری رات آیا تو اس نے یہ اشعار پڑھے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَنْفَارِهَا وَ شَدِّهَا الْعِيْسَ بِاَكْوَارِهَا
تَهْوِىْ اِلَى مَكَّةَ تَبْغِى الْهُدٰى مَا مُؤْمِنُ الْجِنِّ كَكُفَّارِهَا
فَارْحَلْ اِلَى الْاَتْقِيْنَ مِنْ هَاشِمٍ لَيْسَ قُدَّامَاهَا كَاَدْبَارِهَا

مجھے جنات اور ان کی تگ و دو پر تعجب ہوا ہے۔ مجھے ان کی اونٹنیوں کے پلانوں کے ساتھ باندھنے نے تعجب میں ڈالا، وہ ہدایت کی تلاش میں مکہ معظمہ کی طرف رواں دواں تھے۔ مومن جنات کافر جنات کی طرح نہیں ہیں تو بھی بنو ہاشم کے سب سے زیادہ تقویٰ شعار شخص کی طرف سفر کر۔ ان کا مستقبل ان کی ماضی کی طرح نہیں ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں یہ کلام سجع ہے شعر نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن کعب فرماتے ہیں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قسم بخدا! زمانہ جاہلیت میں میں اپنے ایک بت کے پاس قریش کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک عربی نے اس بت کے لئے بچھڑا ذبح کیا۔ ہم اسی انتظار میں تھے کہ وہ ہمارے مابین گوشت تقسیم کرے۔ اچانک میں نے اس بچھڑے کے پیٹ سے ایسی ہولناک آواز سنی کہ اس سے پہلے میں نے اتنی خوفناک آواز نہ سنی تھی۔ یہ اسلام کے ظہور سے تقریباً ایک ماہ پہلے کا واقعہ ہے۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا۔ یَا ذَرِیْح اَمْرٌ نَجِیْحٌ رَجُلٌ یَصِیْحُ یَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

ان سیرت نگاروں نے تمام واقعہ رقم کرنے کے بعد آخر میں حضرت سواد رضی اللہ عنہ کی وہ نعت بھی لکھی ہے جو انہوں نے بارگاہ رسالت میں پیش کی تھی۔ وہ عظیم الشان اور روح پرور نعت یہ ہے۔

اَتَانِیْ نَجِیِّیْ بَعْدَ هَدْءٍ وَرَقْدَةٍ وَ لَمْ یَكُ فِیْمَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبِ

سکون اور نیند کے بعد میرے پاس میرا جن آیا، میں جو کچھ بیان کرنے لگا ہوں اس میں میں ذرہ بھر بھی جھوٹا نہیں ہوں۔

ثَلَاثَ لِیَالٍ قَوْلُهٗ كُلَّ لَیْلَةٍ اَتَاكَ نَبِیٌّ مِنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ

وہ جن برابر تین راتیں میرے پاس آتا رہا ہر رات وہ یہی کہتا کہ لوئی بن غالب میں سے ایک عظیم الشان رسول ﷺ تیرے پاس تشریف لا چکے ہیں۔

فَرَفَّعْتُ اَذْیَالَ الْاِذَارِ وَ شَمَّرَتْ بِیَ الْعِرْمِسُ الْوَجْنَا هُجُوْلَ السَّبَاسِبِ

میں نے اپنے تہبند کے دامن کو اٹھا لیا اور مجھے میری سریع رفتار موٹے رخساروں والی اونٹنی ٹیلوں کے درمیان گرد و غبار میں سے ہی لے اڑی۔

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا شَیْئَ غَیْرُهٗ وَ اَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰی كُلِّ غَائِبِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شئی نہیں اور آپ ﷺ ہر غیب پر امین ہیں۔

وَاَنَّكَ اَدْنَی الْمُرْسَلِیْنَ وَسِیْلَةً اِلَی اللّٰهِ یَابْنَ الْاَكْرَمِیْنَ الْاَطَایِبِ

بلاشبہ آپ ﷺ تمام مرسلین سے بارگاہِ ربوبیت میں پہنچنے کے لئے قریب ترین وسیلہ ہیں۔ اے معزز اور بہترین آباء و اجداد کے لختِ جگر۔

فَمُرْنَا بِمَا یَاْتِیْكَ مِنْ وَحْیِ رَبِّنَا وَ اِنْ كَانَ فِیْمَا جِئْتَ شَیْبُ الذَّوَائِبِ

اے رسول محترم ﷺ! آپ ﷺ کے پاس ہمارے رب کی طرف سے جو وحی آتی ہے ہمیں

اے ذریح! ایک کامرانی بخشنے والا معاملہ ہے، ایک شخص پکارتا ہے وہ کہتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ وہاں سے یہ صدا آئی تھی رَجُلٌ یَصِیْحُ بِلِسَانٍ فَصِیْحٍ یَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اس کے بعد بعض اہل علم نے یہ شعر بھی سنائے ہیں۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ اِبْلَاسِهَا وَ شَدِّهَا الْعِیْسَ بِاَحْلَاسِهَا
تَهْوِیْ اِلٰی مَكَّةَ تَبْغِی الْهُدٰی مَا مُؤْمِنُوْا الْجِنِّ كَاَنْجَاسِهَا

مجھے جنات اور ان کے اضطراب پر اور ان کے اونٹوں کو کجاووں کے ساتھ کسنے پر تعجب ہوا، وہ ہدایت کی جستجو میں مکہ معظمہ کی جانب عازمِ سفر تھے۔ مومن جنات ناپاک (کافر) جنات کی طرح نہیں ہیں۔

اس کا حکم فرمائیں اگرچہ وہ حکم ایسا ہو جس میں بال سفید ہو جائیں ہم عمل پیرا ہوں گے۔

وَ کُنْ لِیْ شَفِیْعًا یَوْمَ لَاذُوْ شَفَاعَةٍ بِمُغْنٍ فَتِیْلًا عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ

اس دن آپ ﷺ میرے شفیع بن جائیں جس دن اور کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہو۔ ایسی شفاعت فرمائیں جو سواد بن قارب کو ہر لحاظ سے مستغنی کر دے۔

حضور ﷺ کے وصال کے وقت حضرت سواد رضی اللہ عنہ اور دوس کی کیفیت

حضرت سواد رضی اللہ عنہ قبیلہ دوس میں عمدہ اہمیت کے حامل تھے۔ جب حضور ﷺ کے وصال مبارک کی خبر وہاں پہنچی اس وقت حضرت سواد کھڑے ہو گئے اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

"اے قبیلہ ازد! کسی قوم کی سعادت مندی یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی دوسری قوم سے عبرت حاصل کرے اور اس کی بدبختی یہ ہوتی ہے وہ صرف اپنے آپ سے ہی عبرت پکڑے، جس شخص کو تجربات نفع نہیں دیتے وہ نقصان میں ہوتا ہے۔ جس بدبخت کو حق فائدہ نہ دے اس کو باطل کب فائدہ دے سکتا ہے۔ آج بھی تم اسی دین کے سامنے سرِ تسلیم خم ہو جس پر پہلے ایمان لا چکے ہو۔ تم اچھی طرح آشنا ہو کہ نبی محترم ﷺ نے اس قوم کو حاصل کیا جو تم سے بعید تھی۔ اسی قوم کے ساتھ آپ ﷺ کامران ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس قوم کو ڈرایا اور خوفزدہ کیا جو تعداد میں تم سے کہیں زیادہ تھے۔ نہ تو تمہاری تیاری انہیں روک سکتی ہے اور نہ ہی تمہاری تعداد، یہ مصیبت بھول جاتی ہے مگر وہ برقرار رہتی ہے جس کا اثر لوگوں میں باقی ہو۔ اہل بلاء کے لئے سب سے زیادہ مناسب یہی ہے کہ وہ اہل عافیت کو عافیت کے بارے میں سب سے زیادہ یاد کرانے والے ہوں۔ نبی محترم ﷺ کو تم سے اسی ذات نے روکا جس نے تمہیں ان سے دور رکھا۔ تم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے متعلق یہودیوں کی روایات

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے اپنی قوم کے ایک شخص سے بیان کیا ہے۔ ان کی قوم بیان کرتی تھی اللہ کی رحمت اور ہدایت کے علاوہ جس امر نے ہمیں اسلام کی طرف بلایا وہ وہ خبریں بھی تھیں جو ہم یہودیوں سے سنا کرتے تھے۔ ہم مشرک اور بت پرست تھے جبکہ یہودی اہل کتاب تھے۔ ان کے پاس وہ علم تھا جو ہمارے پاس نہ تھا۔ ہمارے اور ان کے

ان مصائب سے دور رہے جن میں اہل بلاء مبتلا رہے۔ تم ہمیشہ اہل عافیت میں سے رہے۔ حتیٰ کہ تمہارا خطیب اور نقیب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ خطیب نے مشاہدہ کرنے والے اور نقیب نے غائب کی طرف سے بیان کیا، میں نہیں جانتا کہ لوگوں پر پھر کوئی مصیبت نازل ہو۔ سلامتی ہی اس مصیبت سے غنیمت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کو پسند کرتا ہے تم بھی اسی سے پیار کرو"۔

پوری قوم نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ کی بات غور سے سنی اور ان کی صدا پر لبیک کہا۔ اسی کے متعلق حضرت سواد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

جَلَّتْ مُصِيْبَتُكَ الْغَدَاةَ سَوَادُ وَ اَرَى الْمُصِيْبَةَ بَعْدَهَا تَزْدَادُ

اے سواد! صبح کے وقت تیری مصیبت زیادہ ہوگئی۔ میرا گمان ہے کہ اس کے بعد یہ مصیبت زیادہ ہی ہوتی رہے گی۔

اَبْقٰى لَنَا فَقْدُ مُحَمَّدٍ النَّبِىَّ صَلَّى الْاِلٰهُ عَلَيْهِ مَا يَعْتَادُ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا دکھ ہمیں ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تا ابد صلوٰۃ وسلام بھیجتا رہے۔

حُزْنًا لَعَمْرُكَ فِى الْفُؤَادِ مُخَامِرًا اَوْ هَلْ لِمَنْ فَقَدَ النَّبِىَّ فُؤَادُ؟

تیری زندگی کی قسم! میرا دل غم واندوہ سے لبریز ہے کیا جسے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال جیسے عظیم صدمے سے دو چار ہونا پڑے اس کا دل باقی رہ سکتا ہے۔

كُنَّا نَحُلُّ بِهٖ جَنَابًا مُمْرِعًا جَفَّ الْجَنَابُ فَاَجْدَبَ الرُّوَّادُ

جب ہم آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو ہم سبز وشاداب اور تر وتازہ ہوتے تھے لیکن وصال مصطفوی کے بعد تمام شادابی ختم ہوگئی۔ پانی کی جستجو کرنے والے اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

فَبَكَتْ عَلَيْهِ اَرْضُنَا وَ سَمَاؤُنَا وَ تَصَدَّعَتْ وَجْدًا بِهٖ الْاَكْبَادُ

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہمارے زمین آسمان گریہ بار ہوئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غم میں جگر پھٹ گئے۔

مابین ہمیشہ معرکہ آزمائی رہتی تھی۔ جب ہم ان پر فتح یاب ہوتے تو وہ ہم سے کہتے۔ ''ایک محترم نبی ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آ چکا ہے، ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں اس طرح قتل کریں گے جس طرح عاد اور ارم قتل ہوئے تھے''۔ ہم بہت سی ایسی باتیں ان سے سنا کرتے تھے۔ جب تاجدارِ عرب و عجم ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو ہم نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا، ہم نے اس ذات کو سمجھ لیا جس کے لئے یہودی ہمیں دھمکیاں دیا کرتے تھے، ہم نے ان کی طرف جلدی کی اور دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے لیکن یہود نے ان کا انکار کر دیا۔ سورۃ البقرہ کی یہ آیات اسی تناظر میں نازل ہوئی ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ.......... فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۸۹) (بقرہ)

''اور جب آئی ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) جو تصدیق کرتی تھی اس (کتاب) کی جو ان کے پاس تھی اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) جب تشریف فرما ہوئے ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا، ان کے ماننے

قَلَّ الْمَتَاعُ بِهٖ وَ كَانَ عِيَانُهٗ حُلُمًا تَضَمَّنَ سَكْرَتَيْهِ رُقَادُ

آپ کی وجہ سے ساز و سامان میں برکت ہوئی آپ کا وجود ایک ایسا خواب تھا جس کے دونوں طرف نیند متضمن تھی۔

كَانَ الْعِيَانُ هُوَ الطَّرِيْفَ وَ حُزْنُهٗ بَاقٍ لَعَمْرُكَ فِي النُّفُوْسِ تِلَادُ

آپ ﷺ کا وجود مسعود تو نئے مال کی مانند تھا (یعنی کم مدت ہی ہم میں تشریف فرما رہے) لیکن تیری زندگی کی قسم! آپ ﷺ کا غم جانوں میں ہمیشہ برقرار رہے گا۔

اِنَّ النَّبِيَّ وَفَاتُهٗ كَحَيَاتِهٖ اَلْحَقُّ حَقٌّ وَالْجِهَادُ جِهَادُ

حضور ﷺ کا وصال آپ ﷺ کی زندگی کی مانند ہے۔ حق، حق ہے اور جہاد جہاد ہے۔

لَوْ قِيْلَ تَفْدُوْنَ النَّبِيَّ مُحَمَّدًا بُذِلَتْ لَهُ الْاَمْوَالُ وَالْاَوْلَادُ

اگر کہا جائے کیا تم محمد عربی ﷺ کا فدیہ ادا کرو گے تو پھر آپ ﷺ پر تمام اموال اور اولاد کو فدا کر دیا جائے۔

وَ تَسَارَعَتْ فِيْهِ النُّفُوْسُ بِبَذْلِهَا هٰذَا لَهُ الْاَغْيَابُ وَالْاَشْهَادُ

آپ ﷺ پر فدا ہونے کے لئے جانیں جلدی کریں کیونکہ تمام پوشیدہ اور ظاہر اشیاء آپ ﷺ ہی کے لئے ہیں۔

سے، سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے محمود بن لبید (بنو عبدالاشہل کے بھائی) سے اور انہوں نے سلمہ بن سلامۃ بن وقش (رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بنوعبدالاشہل میں ایک یہودی ہمارا پڑوسی تھا۔ ایک دن وہ اپنے گھر سے نکل کر ہمارے پاس آیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس وقت میں بنواشہل میں سے سب سے کم عمر تھا۔ میں ایک چادر اوڑھے اپنے گھر کے صحن میں لیٹا ہوا تھا۔ اس یہودی نے قیامت، بعث، حساب، میزان، جنت اور آگ کا ذکر کیا۔ اس نے یہ گفتگو اس قوم کے سامنے کی جو مشرک اور بت پرست تھی۔ وہ یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ہے۔ بنواشہل نے اس یہودی سے کہا "اے فلاں! تیرے لئے ہلاکت ہو، کیا یہ تمام امور رونما ہوں گے۔ کیا مرنے

هٰذَا وَ هٰذَا لَا يَرُدُّ نَبِيَّنَا لَوْ كَانَ يُفْدِيْهِ فَدَاهُ سَوَادُ

لیکن یہ تمام اشیاء نبی محترم ﷺ کو واپس نہیں لاسکتیں اگر سواد اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کردے پھر بھی نبی اکرم ﷺ کو واپس نہیں لاسکتا۔

اَنِّیْ اُحَاذِرُ وَالْحَوَادِثُ جَمَّةٌ اَمْرًا لِعَاصِفِ رِيْحِهٖ اِرْعَادُ

حوادثات تو کثیر ہیں لیکن میں اس حادثہ سے ڈرتا ہوں جس کی ہوا کے چلنے سے ہی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔

اِنْ حَلَّ مِنْهُ مَا يُخَافُ فَاَنْتُمْ لِلْاَرْضِ اِنْ رَجَفَتْ بِنَا اَوْتَادُ

اگر وہ خوفناک مصیبت آ گئی اور زمین پر ہمارے ساتھ ہی لرزہ طاری ہو گیا تو تم ہی اس کے پہاڑ ہو۔

قریش کی کاہنہ

قریش کی کاہنہ کا نام سوداء بنت زہرۃ بن کلاب تھا، جب اس کی ولادت ہوئی تو اس کے باپ نے دیکھا کہ اس کا جسم نیلا اور اس پر تل ہے۔ اس کے باپ نے اس کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ اس نے اپنی بیٹی کو حجون کی طرف بھیجا تا کہ وہاں اسے دفن کر دیا جائے جب کھودنے والے نے اس کے لئے گڑھا کھودا اور اسے دفن کرنا چاہتا تو اس نے ایک غیبی آواز سنی جو کہہ رہی تھی۔ "اس بچی کو دفن نہ کرو اس کو جنگل کی طرف چھوڑ دو۔" اس شخص نے ادھر ادھر دیکھا لیکن اسے کوئی نظر نہ آیا۔ اس نے اس کو دوبارہ دفن کرنا چاہا۔ اس نے دوبارہ ہاتف غیبی سنا۔ وہ اس بچی کو اس کے والد کے پاس لے آیا اور اسے اس غیبی صدا کے متعلق بتایا جو اس نے سنی تھی۔ اس باپ نے کہا "اس کو چھوڑ دو، یہ بچی عظیم شان والی ہوگی"۔

کے بعد لوگ اس عالم میں جائیں گے جہاں جنت اور آگ ہو گی، وہاں انہیں اپنے اعمال کی سزا یا جزاء ملے گی''۔ اس یہودی نے کہا'' ہاں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے۔ جو شخص اس آگ میں پھینکا جائے گا وہ آرزو کرے گا کہ کاش اس کے گھر میں آگ کا ایک بڑا تنور ہوتا، لوگ اسے جلا کر اس کو اس میں پھینک دیتے پھر اس تنور کو اوپر سے ڈھانپ دیتے تاکہ وہ جہنم کی آگ سے بچ سکتا''۔ بنو الاشہل نے کہا'' اے فلاں! تیرے لئے ہلاکت ہو، اس کی علامت کیا ہے؟'' اس نے کہا'' ایک محترم و مکرم نبی ﷺ ان شہروں کی جانب سے مبعوث ہوں گے'' اس نے اپنے ہاتھ سے مکہ مشرفہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ بنو الاشہل نے کہا'' وہ نبی محترم ﷺ کب مبعوث ہوں گے''۔ اس یہودی نے میری طرف دیکھا، میں سب سے کم سن تھا اس نے کہا'' اگر اس بچے کی عمر نے وفا کی تو یہ ان کی زیارت سے مشرف ہو گا''۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' قسم بخدا! شب و روز کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا ابھی تک وہ یہودی زندہ تھا۔ ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئے لیکن وہ سرکشی اور عداوت کرتے ہوئے ایمان نہ لایا۔ ہم نے اس سے کہا تیرے لئے ہلاکت ہو، کیا تو ہی ہمیں نبی آخر الزمان ﷺ کے متعلق پیش گوئیاں نہیں کرتا تھا۔ وہ کہتا ہاں میں بتایا تو کرتا تھا لیکن یہ وہ نہیں ہیں''۔

بعد میں وہی بچی قریش کی کاہنہ بنی۔ اس نے ایک دن بنو زہرہ سے کہا'' تم میں سے یا تو کوئی نذیرہ ہے یا نذیر کو جنم دینے والی ہے، میرے پاس اپنی اپنی بچیاں لے کر آؤ''۔ تمام عورتوں نے اسے اپنی بچیاں دکھائیں، ہر بچی کے متعلق اس نے وہ بات بتائی جو بعد میں اسی طرح رونما ہوئی۔ جب حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا اس کے پاس گئیں تو اس نے کہا'' یہی نذیرہ ہے یا نذیر کو جنم دے گی''۔ یہ ایک طویل داستان ہے جس میں سے تھوڑی سے زبیر نے ذکر کی ہے۔ ابوبکر نقاش نے اس کو طوالت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس میں جہنم کا ذکر ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم سے پناہ دے) جہنم کا نام ان کے ہاں معروف نہ تھا، لوگوں نے اس سے پوچھا جہنم کیا ہے؟ اس نے کہا'' عنقریب نذیر تمہیں اس کے متعلق بتائے گا''۔

سعنہ اور اس کا اسلام

سعنہ بھی یہودی علماء میں سے ایک بہت بڑا عالم تھا۔ یہ حضور ﷺ کو قرض دیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ مقررہ وقت سے پہلے ہی قرض کا تقاضا کرنے آ گیا۔ اس نے کہا'' اے محمد (فداہ روحی وابی وامی) کیا تم قرض واپس نہیں کرو گے؟ اے بنو عبد المطلب! تم ہمیشہ قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرتے ہو۔ میں تمہیں

ابن ہیبان کی پیشین گوئی

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بنو قریظہ کے ایک بزرگ سے بیان کیا ہے۔ اس نے مجھے کہا ''کیا تم جانتے ہو کہ کون سا واقعہ ثعلبہ بن سعیہ، اسید بن سعیہ اور اسد بن عبید کے اسلام لانے کا سبب بنا اور اسی واقعہ کی وجہ سے بنو قریظہ کے بہت سے افراد دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے؟'' وہ جاہلیت میں تو ان کے ساتھ تھے لیکن اسلام میں وہ ان کے سردار بن گئے۔ میں نے کہا مجھے تو ایسے کسی واقعہ کی خبر نہیں ہے۔ اس نے کہا ''سرزمین شام کا ایک یہودی تھا، اس کا نام ابن الہیبان تھا، وہ ظہورِ اسلام سے دو سال پہلے ہمارے ہاں آیا، اس نے ہمارے درمیان ہی قیام کیا۔ اللہ کی قسم! پانچ وقت نماز ادا کرنے والوں کے علاوہ میں نے کسی اور شخص کو نہیں دیکھا جو اس سے افضل ہو، وہ ہمارے نزدیک ہی مقیم تھا جب بارانِ رحمت رک جاتی تو ہم اس سے کہتے اے ابن الہیبان! ہمارے لئے بارش کی دعا کرو۔ وہ کہتا اللہ کی قسم میں اس وقت تک بارش کی دعا نہ کروں گا جب تک پہلے تم صدقہ وخیرات نہیں دو گے۔ ہم اس سے پوچھتے ہم کتنا صدقہ دیں؟، وہ کہتا ایک صاع کھجوریں یا دو مد جو۔ ہم صدقہ کرتے پھر وہ ہمارے ہمراہ باہر میدان کی طرف نکل پڑتا۔ اللہ تعالیٰ سے ابر کرم کی دعا مانگتا۔ قسم بخدا! ہم ابھی تک اسی محفل میں ہی ہوتے تھے کہ ہم پر سحاب رحمت چھا جاتا اور کھل کر مینہ برستا۔ ایسے واقعات کئی مرتبہ ظہور پذیر ہوئے پھر اس کی

تمہارے رویہ سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں''۔ سعنہ کا یہ سلوک دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے سے کانپ اٹھے۔ انہوں نے چکر لگانے شروع کئے، دائیں بائیں دیکھا پھر کہا ''اے اللہ کے دشمن! کیا تو رسول اللہ ﷺ کے متعلق اتنی غلیظ زبان استعمال کر رہا ہے؟'' حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ''اے عمر! ہم دونوں تم سے کسی اور سلوک کے مستحق ہیں، وہ یہ کہ تم مجھے حسن ادائیگی کا کہتے اور اسے اچھے طریقے سے قرض کا مطالبہ کرنے کے لئے کہتے۔ اٹھو اور میری طرف سے قرض ادا کرو۔ حالانکہ ابھی تک ادائیگی قرض کا وقت نہیں آیا۔ جو تم نے اسے خوفزدہ کیا ہے اس کے عوض بیس صاع کا اضافہ کر دینا''۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اے عمر! اسے چھوڑ دو۔ صاحب حق کو تقاضا کرنے کا اختیار ہے''۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب اس نے حضور ﷺ کے اوصاف اور تورات میں نبی آخر الزمان ﷺ کے اوصاف حمیدہ میں مطابقت دیکھی تو فوراً اسلام قبول کر لیا۔ تورات میں آپ ﷺ کے حلم اور بردباری کا تذکرہ تھا۔ آپ ﷺ کی بردباری ہی اس کے اسلام لانے کا سبب بنی۔ یہ زید بن سعنہ غزوۂ تبوک میں حضور ﷺ کی معیت میں غازی کی حیثیت سے انتقال کر گیا۔

وفات کا وقت قریب آ گیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اب اس کا آخری وقت ہے تو اس نے کہا ''اے معشر یہود! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں سرسبز و شاداب اور انگوروں والی زمین سے سفر کر کے اس تنگدستی اور افلاس والی زمین کی طرف کیوں آیا ہوں؟ ہم نے کہا اس مقصد سے صرف تم ہی آگاہ ہو۔ اس نے کہا میں اس شہر کی طرف اس لئے آیا ہوں کیونکہ مجھے ایک نبی کے ظہور کی امید ہے ان کے ظہور کا زمانہ قریب آ چکا ہے اے گروہِ یہود! کوئی قوم ان پر ایمان لانے میں تم سے سبقت نہ لے جائے۔ اس نبی محترم علیہ السلام کو خونریزی بھی کرنا پڑے گی اور اپنے مخالفین کی عورتوں اور بچوں کو پابند سلاسل بھی کرنا پڑے گا لیکن یہ چیز تمہیں ان پر ایمان لانے سے روک نہ دے''۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، آپ علیہ السلام نے بنوقریظہ کا محاصرہ کیا تو ان جوانوں نے کہا'' اے بنوقریظہ! اللہ کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کے متعلق ابن الہیبان تم سے عہد لے چکا ہے'' لیکن یہودیوں نے انکار کیا اور کہا یہ وہ نہیں ہیں۔ ان جوانوں نے کہا'' اللہ کی قسم! ان میں وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہیں۔ وہ قلعہ سے نیچے اترے اور دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے''۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی داستان

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے بیان کیا ہے وہ محمود بن لبید اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سلمان فارسی نے خود اپنی عشق افروز داستان بیان کی ہے۔ وہ بیان فرماتے ہیں۔

''میں اہل فارس میں سے ایک شخص تھا، اصبہان کے قریب ایک جی نامی بستی میں رہتا تھا میرا باپ اپنی بستی کا کسان تھا۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے زیادہ محبوب تھا۔ اس کی یہ محبت فزوں تر ہوتی رہی حتیٰ کہ اس نے مجھے گھر میں اس طرح مقید کر دیا جس طرح دوشیزاؤں کو مقید کیا جاتا ہے۔ میں نے آتش پرستی میں بہت محنت کی حتیٰ کہ میں اس منصب پر فائز ہو گیا جو آگ کو جلاتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو بجھنے نہیں دیتا۔ میرا والد بہت زیادہ زمین کا مالک تھا، ایک دن وہ اپنی کسی عمارت کی تعمیر میں مصروف تھا اس نے مجھ سے کہا اے میرے نورِ نظر! آج میں اس عمارت کی تعمیر میں مشغول ہوں، تم زمین کی طرف جاؤ اور وہاں فلاں کام کر کے آؤ لیکن وہاں زیادہ دیر نہ لگانا۔ اگر تم نے وہاں زیادہ دیر لگائی تو پھر مجھے زمین سے زیادہ تمہاری فکر پڑ جائے گی''۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔'' میں اسی مقصد کے لئے اپنے گھر سے روانہ ہوا۔ راستے میں عیسائیوں کا ایک کنیسہ

اصبہان: علامہ البکری نے اسے ''اَصْبَهَان'' ہی لکھا ہے'' اِصْبَه'' گھوڑے کو کہا جاتا ہے لشکر کو بھی لشکر

تھا جب میں وہاں سے گزرا تو مجھے ان کی آوازیں سنائی دیں، وہ وہاں نماز ادا کرنے میں مشغول تھے کیونکہ میرے والد نے مجھے گھر میں ہی محبوس کر رکھا تھا اس لئے میں لوگوں کے حالات سے آشنا نہ تھا۔ جب میں نے عیسائیوں کی آوازیں سنیں تو میں کنیسہ کے اندر چلا گیا تاکہ مشاہدہ کر سکوں کہ وہ اندر کیا کر رہے تھے۔ جب میں نے ان کی نماز کو دیکھا تو وہ مجھے بڑی عجیب لگی۔ میرا رجحان عیسائیت کی طرف ہوگیا۔ دل میں کہا قسم بخدا یہ دین اس دین سے کہیں برتر ہے جسے ہم نے اپنا رکھا ہے۔ پھر میں غروبِ آفتاب تک وہیں رہا۔ میں نہ تو والد کی زمین کی طرف گیا اور نہ ہی مجھے اس کا خیال آیا، میں نے عیسائیوں سے پوچھا۔ اس دین کا سرچشمہ اور منبع کہاں ہے؟ انہوں نے کہا "شام میں"۔ میں اپنے والد کے پاس گیا اس وقت تک اس نے میری جستجو میں اپنے افراد بھیج دیئے تھے۔ اس کے تمام معاملات رکے پڑے تھے۔ جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے میرے نورِ نظر! تم کہاں تھے؟ کیا میں نے اس کے متعلق تم سے پختہ عہد نہیں لیا تھا؟ میں نے اپنے باپ سے کہا اے والد محترم! میرا گزر ایسے لوگوں سے ہوا جو اپنے کنیسہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ مجھے ان کے دین میں دلکشی نظر آئی قسم بخدا! پھر میں غروبِ آفتاب تک ان کے ہاں ہی ٹھہرا رہا، میرے باپ نے مجھ سے کہا اے میرے لختِ جگر! ان کے دین میں کوئی بھلائی نہیں ہے، تیرا اور تیرے آباء کا دین اس دین سے کہیں بہتر ہے۔ میں نے کہا نہیں ابا جان واللہ! وہ دین ہمارے دین سے عمدہ ہے۔ میرا یہ نقطۂ نظر سن کر میرا والد مجھ سے خوفزدہ ہوگیا، اس نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر مجھے گھر میں قید کر دیا"۔

سفرِ شام

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنی داستان جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "پھر میں نے عیسائیوں کی طرف یہ پیغام بھیجا۔ اگر شام سے کوئی قافلہ تمہارے پاس آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ کچھ عرصہ بعد شام کے عیسائی تاجروں کا ایک کارواں وہاں آیا۔ لوگوں نے مجھے اس کی آمد کی اطلاع کی، میں نے انہیں دوبارہ پیغام بھیجا کہ جب وہ اہل کارواں اپنا سامان فروخت کر کے واپس جانے لگیں تو مجھے بتانا۔ جب عیسائی تجار اپنا سامان فروخت کر کے واپس جانے لگے تو عیسائیوں نے مجھے بتایا۔ میں نے پاؤں سے بیڑیاں نکال دیں اور ان کے ہمراہ ملک شام کی طرف عازم سفر ہوگیا۔ شام پہنچنے پر میں نے ان تاجروں سے پوچھا۔ اس دین کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ کنیسہ کا پادری سب سے بڑا عالم ہے۔

گاہ اور اس جگہ کو بھی کہا جاتا ہے جہاں گھوڑے باندھے جاتے ہیں حضرت سلیمان کی اس داستان میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اِسْتَذْبَرْتُہٗ کی جگہ شیخ کی حاشیہ میں "استدیریہ" ہے اسی طرح اس میں "اَحْبِبْهَا

حضرت سلمان فارسی اور پادری

میں پادری کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ "میں اس دین میں رغبت رکھتا ہوں۔ میں تمہاری معیت میں رہنا چاہتا ہوں، میں اس کنیسہ میں تمہاری خدمت کروں گا، تم سے علم حاصل کروں گا اور تمہارے ساتھ نماز ادا کروں گا"۔ میں اس کے ساتھ رہنے لگا۔ وہ پادری ایک برا انسان تھا۔ وہ لوگوں کو صدقات وخیرات کا حکم دیتا، راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دلاتا مگر ان سے مال و دولت اکٹھی کر کے اپنے لئے جمع کر لیتا اور مساکین میں تقسیم نہ کرتا۔ حتیٰ کہ اس نے سونے اور چاندی کے سات گھڑے بھر لئے تھے۔ مجھے اسکے اس برے کام پر شدید غصہ آتا۔ پھر وہ مر گیا، تمام عیسائی اس کی تجہیز و تکفین کے لئے جمع ہوئے۔ میں نے ان سے کہا "تمہارا پادری ایک غلیظ انسان تھا، یہ تمہیں صدقات کا حکم دیتا، تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر اکساتا، جب تم اپنا مال وثروت اس کے پاس لے کر آتے تو یہ اسے اپنے لئے جمع کر لیتا اور ان میں سے کوئی چیز بھی مساکین میں تقسیم نہ کرتا۔ لوگوں نے پوچھا تمہیں اس کا کیسے علم ہوا؟ میں نے انہیں کہا میں تمہیں اس کا جمع شدہ خزانہ دکھاتا ہوں۔ میں نے انہیں وہ جگہ دکھائی جہاں پادری دولت وثروت کو جمع کرتا تھا۔ انہوں نے وہاں سے پانچ گھڑے نکالے جو سونے اور چاندی سے لبریز تھے۔ جب انہوں نے پادری کا یہ دھوکہ اور فریب دیکھا تو انہوں نے کہا۔ اللہ کی قسم! ہم اس تیرہ بخت کو دفن نہیں کریں گے، انہوں نے اسے سولی پر لٹکایا اس پر پتھروں کی بارش برسا دی پھر ایک اور شخص کو اسی کی جگہ پادری نامزد کر دیا۔

میں نے پانچ نمازیں نہ پڑھنے والوں میں سے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو اس سے افضل ہو اور دنیا سے اس سے زیادہ کنارہ کش ہو اور آخرت میں اس سے زیادہ رغبت رکھتا ہو۔ میں نے کسی اور شخص کو نہیں دیکھا جو شب و روز میں اس پادری سے زیادہ اوقات کا پابند ہو۔ میں اس سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے محبت کرنے لگا۔ اتنی شدید محبت میں کسی اور ذات سے نہیں کرتا تھا، میں ایک طویل عرصہ اس کے ساتھ رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے کہا اے فلاں! میں نے عرصہ دراز تیرے ساتھ گزارا۔ دل کی گہرائیوں سے تیرے ساتھ پیار کیا اب تو پیک اجل کو لبیک کہنے والا ہے اب تو مجھے کیا وصیت کرتا ہے کہ میں کس کے پاس جاؤں۔ اب تو مجھے کس بات کا حکم دیتا ہے اس نے مجھ سے کہا اے میرے بیٹے! قسم بخدا آج میں ان

لَهُ بِالْفَقِيرِ" ہے جبکہ شیخ کے حاشیہ میں "الوَجْهُ التَفْقِيرُ" ہے۔

خصوصیات کا حامل کسی انسان کو نہیں پاتا جو مجھ میں تھیں، اب تو لوگ تباہ ہو چکے ہیں، وہ تبدیل ہو چکے ہیں، انہوں نے مذہب کو بھی چھوڑ دیا ہے مگر موصل میں ایک شخص ہے وہ انہی اوصاف سے متصف ہے، میرے بعد اس کے پاس چلے جانا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور موصل کا پادری

جب وہ پادری مر گیا تو اسے دفنانے کے بعد میں موصل کے پادری کے پاس چلا گیا، میں نے اس سے کہا اے فلاں! فلاں پادری نے وقت مرگ مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی وصیت کی ہے۔ مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ تم بھی انہی صفات سے مزین ہو جن سے وہ آراستہ تھا۔ اس پادری نے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ میں اس کے ہمراہ قیام پذیر رہا، وہ بھی سابقہ پادری کی طرح عمدہ اوصاف کا حامل تھا۔ کچھ مدت بعد وہ بھی مر گیا، جب اس پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو میں نے اس سے کہا اے فلاں! فلاں پادری نے مجھے تمہارے پاس آنے کی وصیت کی تھی اور تمہارے ساتھ ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ اب تم مجھے کس کے پاس جانے کا حکم دیتے ہو اور اپنے بعد کیا کرنے کی وصیت کرتے ہو۔ اس نے کہا اے میرے بیٹے! میں کسی اور شخص کو نہیں جانتا جو ان خوبیوں سے مزین ہو جن سے ہم مزین ہیں مگر ایک شخص نصیبین میں مقیم ہے، وہ انہی خصوصیات کا حامل ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور نصیبین کا پادری

موصل کے پادری کو دفنانے کے بعد میں نصیبین کے پادری کے پاس چلا گیا۔ میں نے اسے سابقہ دونوں پادریوں کے متعلق بتایا۔ اس نے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ میں اس کے پاس قیام پذیر ہو گیا وہ بھی اپنے ساتھیوں کی طرح پاکباز اور نیک انسان تھا۔ پھر اس کی موت کا وقت بھی قریب آ گیا، وقت مرگ میں نے اس سے کہا اے فلاں! فلاں پادری نے مجھے فلاں پادری کے پاس جانے کی وصیت کی تھی۔ فلاں نے مجھے تمہارے پاس آنے کے لئے کہا تھا اب تم مجھے کس کے پاس جانے کے لئے کہتے ہو۔ اس پادری نے کہا اے میرے بیٹے! میں کسی ایسے شخص سے آگاہ نہیں ہوں جو ان اوصاف کا حامل ہو جن سے ہم متصف تھے۔ ہاں! سرزمین روم میں عموریہ کے مقام پر ایک ایسا شخص مقیم ہے وہ اسی دین پر کاربند ہے جس پر ہم تھے۔ اگر تم پسند کرو تو میرے بعد اس کے پاس چلے جانا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور عموریہ کا پادری

نصیبین کے پادری کو دفنانے کے بعد میں عموریہ کے پادری کے پاس چلا گیا اور اسے اپنے حالات سے آگاہ کیا۔ اس نے کہا میرے پاس ٹھہرے رہو۔ وہ ایک عمدہ شخص تھا۔ وہ سابقہ پادریوں کی راہ پر ہی گامزن تھا۔ پھر میں روزگار میں مشغول ہو گیا۔ میرے پاس بہت سی گائیں اور بھیڑیں جمع ہو گئیں۔ پھر اس کی وفات کا وقت بھی قریب آ گیا۔ میں نے اس سے کہا جناب محترم! پہلے میں فلاں پادری کے پاس تھا اس نے مجھے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی پھر فلاں نے مجھے فلاں کے ہاں جانے کے لئے کہا پھر فلاں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا۔ اب تم مجھے کس کے پاس جانے کے لئے کہتے ہو۔ اس نے مجھے کہا اے میرے بیٹے قسم بخدا! آج میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو اس دین پر ہو جس پر ہم کاربند تھے۔ جس کے متعلق میں تمہیں حکم دوں کہ تم اس کے پاس چلے جاؤ لیکن ایک نبی محترم ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آ چکا ہے، وہ دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ سرزمین عرب سے ان کا ظہور ہوگا، وہ دو سنگلاخ چٹانوں کی طرف ہجرت فرمائیں گے۔ ان چٹانوں کے درمیان نخلستان ہوگا۔ ان کی علامات اتنی عیاں ہوں گی کہ کسی پر مخفی نہ رہیں گی۔ وہ ہدیہ تناول فرمائیں گے لیکن صدقہ ہرگز نہیں کھائیں گے۔ اس کے شانوں کے مابین خاتم النبوۃ ہوگی۔ اگر تم ان کے شہر تک جانے کی قدرت رکھتے ہو تو ضرور جاؤ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور وادی القریٰ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنی عشق و محبت کی داستان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''پھر عموریہ کا پادری بھی عالم بقا کو سدھار گیا۔ میں عموریہ میں اتنا عرصہ قیام پذیر رہا جتنا اللہ رب العزت نے چاہا۔ پھر میرے پاس سے بنو کلب کے تاجر گزرے میں نے ان سے کہا'' مجھے عرب کی زمین تک لے چلو، میں اس کے عوض اپنی تمام گائیں اور بکریاں دے دیتا ہوں۔ انہوں نے حامی بھر لی، میں نے اپنی تمام بکریاں اور گائیں انہیں دے دیں۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیا، جب وہ وادی القریٰ میں پہنچے تو انہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھے غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اب میں یہودی کے پاس رہنے لگا۔ میں نے کھجوروں کے درخت دیکھے مجھے امید پیدا ہوئی کہ شاید یہ وہی شہر ہو جس کے اوصاف عموریہ کے پادری نے بیان کئے تھے لیکن میرے دل نے اس کی تصدیق نہ کی۔

حضرت سلمان مدینہ منورہ جاتے ہیں

اسی اثناء میں کہ میں اس یہودی کے ہاں مقیم تھا کہ اس کے پاس اس کا چچازاد بھائی آیا۔ اس کا تعلق بنوقریظہ سے تھا اور وہ مدینہ طیبہ سے آیا تھا۔ اس نے اس یہودی سے مجھے خرید لیا اور مجھے مدینہ منورہ لے آیا۔ قسم اللہ کی! جب میں نے اس شہر خوباں کی زیارت کی تو مجھے اس میں وہ تمام اوصاف نظر آئے جو عموریہ کے پادری نے مجھے بتائے تھے۔ میں وہیں مقیم رہا، اسی عرصہ میں نبی محترم ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے، میں غلامی کی مصروفیت کی وجہ سے آپ کا ذکر خیر نہ سن سکا۔ پھر آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اللہ کی قسم! میں اپنے مالک کی کھجور پر تھا وہاں کسی کام میں مصروف تھا، میرا مالک میرے نیچے بیٹھا تھا کہ اچانک اس کا چچازاد آیا وہ میرے مالک سے کہنے لگا اے میرے چچازاد! اللہ تعالیٰ بنوقیلہ کو ہلاک کرے، اب وہ قباء میں جمع ہیں اور ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔

قیلہ کا نسب

ابن ہشام کہتے ہیں کہ قیلہ کا نسب یہ ہے۔ قیلہ بنت کاہل بن عذرہ بن سعد بن زید بن لیث بن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ۔ یہ اوس اور خزرج کی ماں تھی۔ حضرت نعمان بن بشیر الانصاری اوس اور خزرج کی تعریف میں کہتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی داستان سے ایک فقہی مسئلہ کا استنباط

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے نبوت کی علامات دیکھنے کے لئے بارگاہِ رسالت میں کچھ مال بطورِ صدقہ پیش کیا لیکن حضور ﷺ نے ان سے کوئی سوال نہ کیا کہ کیا تم آزاد ہو یا غلام۔ یا تم نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ کو قبول کر لینا چاہیے لیکن ہدیہ دینے والے سے کسی قسم کا سوال نہیں کرنا چاہیے، صدقہ کا بھی یہی حکم ہے۔

نبی محترم ﷺ کے متعلق صدقہ کا حکم

ابوعبید اپنی تصنیف ''کتاب الاموال'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی حکایت عجیبہ اس شخص کے خلاف دلیل ہے جو یہ کہتا ہے کہ غلام مالک نہیں بن سکتا۔ اگر وہ مالک نہ بن سکتا تو حضور ﷺ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا صدقہ قبول نہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ

بِهَالِيلُ مِنْ اَوْلَادِ قَيْلَةَ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمْ خَلِيطٌ فِيْ مُخَالَطَةٍ عَتْبًا
مَسَامِيحُ اَبْطَالٌ يُرَاحُوْنَ لِلَّذِيْ يَرَوْنَ عَلَيْهِمْ فِعْلَ آبَائِهِمْ نَحْبًا

وہ لوگ عمدہ اوصاف کے جامع ہیں، وہ قیلہ کی اولاد میں سے ہیں ان کے ساتھ شرکت کرنے والا شراکت میں کوئی ناراضگی نہیں پاتا۔ وہ کشادہ دل اور جوانمرد ہیں، سخاوت سے انہیں راحت ہوتی ہے وہ اپنے آباء کے اوصاف اپنے لئے لازم سمجھتے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے محمود بن لبید سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''جب میں نے اپنے مالک کے چچا زاد کی یہ بات سنی تو مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ مجھے محسوس ہونے لگا کہ گویا کہ میں اپنے مالک پر گرنے لگا ہوں۔ میں نخل بلند سے نیچے اترا اور اس کے چچا زاد سے کہنے لگا ابھی تو کیا کہہ رہا تھا؟ ابھی تو کیا کہہ رہا تھا؟ میرا مالک مجھ سے ناراض ہوا، اس نے شدید غصہ کی حالت میں مجھے سخت مکا رسید کیا پھر کہنے لگا تجھے اس مدعی نبوت سے کیا نسبت ہے تو اپنے کام سے کام رکھ۔ میں نے کہا میرا اس سے کیا تعلق ہوسکتا ہے میں تو صرف تفصیل سے سننے کا خواہاں تھا۔ میرے پاس کچھ مال تھا وقت شام میں نے اسے لیا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کی، مجھے خبر ملی ہے کہ آپ ﷺ ایک پاکباز آدمی ہیں۔ آپ ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کے غریب اور حاجت مند ساتھی ہیں، میرے پاس یہ صدقہ کا مال تھا۔ مجھے

کرام علیہم الرضوان سے فرمایا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا صدقہ کھاؤ۔ ابن اسحاق کے علاوہ دیگر مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ مال کیسے جمع کیا؟ ان کے مطابق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ ''میں ایک عورت کا غلام تھا، میں نے اپنی مالکہ سے درخواست کی کہ وہ مجھے ایک دن کی چھٹی دے۔ اس نے مجھے رخصت دے دی، میں نے اس دن ایک صاع یا دو صاع کھجوروں پر مزدوری کی۔ میں انہیں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے صدقہ کا مال تناول نہیں کیا تو میں نے اپنی مالکہ سے کہا کہ وہ مجھے ایک اور دن کی چھٹی دے۔ اس نے مجھے ایک اور چھٹی دے دی، میں نے اس دن پھر مزدوری کی اور اپنی اجرت کو بارگاہِ رسالت ﷺ میں بطور ہدیہ پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے میرا ہدیہ قبول کر لیا اور اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا''۔ اس روایت میں اس طریقہ کار کا بھی تذکرہ ہے جس کے مطابق حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے مزدوری کی۔

اورکوئی شخص نہ ملا جو آپ لوگوں سے زیادہ صدقہ کا مستحق ہو۔ میں نے صدقہ کا مال آپ ﷺ کو پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کھاؤ لیکن آپ ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ کھانے کے لئے نہ بڑھایا، میں نے دل میں کہا علاماتِ نبوت میں سے ایک علامت تو پوری ہوگئی ہے۔

میں واپس چلا گیا، حضور ﷺ قباء میں کچھ دن قیام فرمانے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ میں نے اپنا مال جمع کیا اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کناں ہوا، میں نے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ صدقہ کا مال تناول نہیں فرماتے۔ یہ ہدیہ ہے آپ ﷺ اسے قبول فرمائیں۔ اس مال میں سے حضور ﷺ نے بھی تناول فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی اپنے ساتھ کھانے کا حکم دیا۔ میں نے دل میں کہا علاماتِ نبوت میں سے دو علامتیں تو سچ ثابت ہو چکی ہیں۔ پھر میں تیسری مرتبہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس وقت تاجدارِ عرب و عجم ﷺ جنت البقیع میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے کسی صحابی کا وصال ہو گیا، آپ ﷺ اس کی نمازِ جنازہ ادا فرما رہے تھے۔ اس وقت میرے جسم پر دو چادریں تھیں۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام عرض کیا پھر میں آپ ﷺ کی کمر اطہر کو دیکھنے کے لئے گھوم کر دوسری طرف آیا، میں دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا آپ ﷺ کی کمر انور پر وہ مہر نبوت موجود ہے جس کا تذکرہ میرے ساتھی نے کیا تھا۔ حضور ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ میں کسی اس وصف کی جستجو میں ہوں جو مجھ سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اسی وقت اپنی کمر اطہر سے چادر ہٹا دی، میں نے مہر نبوت کو دیکھا اسے

وہ صدقہ جس کے متعلق حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ اور آلِ محمد ﷺ کے لئے حلال نہیں۔ فرضی ہے نفلی نہیں ہے۔ یہ امام شافعی کا قول ہے لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لئے کوئی نفلی یا فرضی صدقہ حلال نہیں تھا۔ امام ثوری فرماتے ہیں نہ تو آلِ محمد ﷺ کے لئے اور نہ ہی ان کے غلاموں کے لئے کوئی نفلی یا فرضی صدقہ حلال ہے کیونکہ کسی قوم کے غلاموں کا حکم بھی اس قوم کے حکم کی مانند ہوتا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ صدقہ آلِ محمد ﷺ کے غلاموں کے لئے حلال ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت جن میں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہے کا قول ہے کہ آلِ محمد ﷺ کے لئے دوسروں کا صدقہ حلال نہیں ہے لیکن ان کا اپنا صدقہ ایک دوسرے پر حلال ہے۔ آلِ محمد ﷺ سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں۔

پہچان لیا، میں جھک کر اسے چھونے لگا۔ میں لگا تار رو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا ''سامنے آجاؤ''۔ میں حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنی غم و عشق سے بھر پور داستان آپ ﷺ کو سنادی۔ اے ابن عباس! میں نے آپ ﷺ کو اپنی حکایت عجیبہ اسی طرح سنائی تھی جس طرح تمہیں سنا رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے خواہش کا اظہار فرمایا کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام بھی اس واقعہ کو سنیں''۔

پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ غلامی کی تکالیف میں مبتلا رہے حتیٰ کہ آپ حضور ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں بھی شرکت نہ کر سکے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے سلمان! اپنے مالک سے مکاتبت کر لو۔ میں نے اپنے مالک سے اس شرط پر مکاتبت کر لی کہ میں اسے چالیس اوقیہ سونا اور تین سو کھجور کے پودے لگا کر دوں گا۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا اپنے بھائی کی اعانت کرو۔ صحابہ کرام نے مجھے کھجوروں کے پودے عطا کیے، کسی نے مجھے تیس پودے دیئے، کسی نے مجھے بیس پودے دیئے، کسی نے پندرہ اور کسی نے مجھے دس پودے دیئے۔ ہر شخص نے اپنی استطاعت کے مطابق میری مدد کی حتیٰ کہ میرے پاس تین سو پودے جمع ہو گئے۔ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا۔'' اے سلمان! جاؤ ان پودوں کے لئے گڑھے کھودو۔ جب فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آنا۔ میں اپنے ہاتھوں سے ان گڑھوں میں پودے لگاؤں گا''۔ میں نے گڑھے کھودے، میرے ساتھیوں نے بھی میری مدد کی۔ فارغ ہونے کے بعد میں بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم تمام گڑھے کھودے جا چکے ہیں۔ حضور ﷺ میرے ہمراہ روانہ ہوئے جب ہم اس مقام پر پہنچے تو حضور ﷺ نے اپنے دست اقدس کے ساتھ وہاں پودے لگا دیئے۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست

ہجرت کے بعد سب سے پہلے وصال فرمانے والے صحابی

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ جب انہوں نے تیسری مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت کی تو آپ ﷺ ایک جنازہ میں تھے، وہ جنازہ کس کا تھا؟ ایک روایت کے مطابق وہ جنازہ حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ کا تھا جنہیں حضور ﷺ کی ضیافت کا شرف ملا تھا۔ امام الطبری فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے کچھ دن بعد کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔

قدرت میں سلمان کی جان ہے، ان میں سے ایک پودا بھی نہیں مرا۔ اس طرح میں نے اپنے مالک کو ایک سو پودے لگا کر دیئے۔ اب مجھ پر چالیس اوقیہ سونا تھا۔ حضور ﷺ کو مرغی کے انڈے کے برابر سونا پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مکاتبت کرنے والے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا کیا بنا؟ صحابہ کرام نے مجھے بلایا جب میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے سلمان! یہ سونا لے لو اور اپنی مکاتبت کی رقم ادا کرلو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس تھوڑے سے سونے سے اتنی بڑی رقم کیسے ادا ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے لو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا تمام قرض اسی سے ادا فرما دے گا۔ میں نے وہ سونا لے لیا، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں سلمان کی جان ہے، میں نے چالیس اوقیہ سونا اسی سے ادا کیا۔ اس طرح حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے آزادی حاصل کی اور حضور ﷺ کی معیت میں غزوۂ خندق میں آزاد شخص کی حیثیت سے شرکت کی پھر اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے عبدالقیس کے ایک شخص سے روایت کیا ہے اور وہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ جب حضور ﷺ نے انہیں سونا عطا فرمایا تو انہوں نے عرض کی اس تھوڑے سے سونے سے میرا تمام قرض کیسے ادا ہوگا؟ اس وقت حضور ﷺ نے اس سونے کو زبانِ اقدس پر رکھا اسے لعابِ دہن لگایا پھر فرمایا۔ ''اسے لو اور اسی سے اپنا قرض ادا کرو''۔ میں نے وہ سونا لیا اور اپنا تمام قرض ''چالیس اوقیہ سونا'' اسی سے ادا کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تین سو گڑھے کھودے اور حضور ﷺ نے اپنے دست اقدس سے ان تمام گڑھوں میں خود پودے لگائے ان میں سے ایک پودا بھی نہ مرا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ان پودوں میں سے ایک پودا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لگایا باقی تمام پودے حضور ﷺ نے لگائے۔ تمام پودے نشوونما پانے لگے مگر وہ پودا سوکھ گیا جسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملنے والا شخص کون تھا؟

ابن اسحاق نے اس شخص کا ذکر کیا ہے جسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ملے تھے۔ وہ جس مریض کے لئے دعا کر دیتا اللہ تعالیٰ اسے شفا بخش دیتا۔ حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ''اے سلمان! اگر تمہاری بات سچ ہے تو تم نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زیارت

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے شخص نے عمر بن عبدالعزیز بن مروان سے روایت کیا ہے جس پر میں تہمت نہیں لگا سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو اپنی عجیب داستان بیان کرتے ہوئے عرض کی کہ عموریہ کے پادری نے ان سے کہا کہ سرزمین شام میں فلاں مقام پر جاؤ، وہاں دو جھاڑیوں کے مابین ایک شخص کا مسکن ہے، وہ ہر سال ایک جھاڑی سے نکل کر دوسری جھاڑی کی طرف جاتا ہے۔ اس وقت لوگ اپنے مریضوں کو لے کر اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں، وہ جس شخص کے لئے بھی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے شفایاب کر دیتا ہے۔ تم اس سے اس دین کے متعلق پوچھنا جس کے تم متلاشی ہو، وہ تمہیں اس کے متعلق آگاہ کرے گا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں وہاں سے نکل کر سرزمین شام گیا جب میں مطلوبہ مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے مریضوں کو لے کر وہاں جمع تھے۔ وہ شخص اس رات اس جھاڑی سے نکل کر دوسری جھاڑی تک جانے کے لئے نکلا۔ لوگوں نے اسے گھیر لیا، وہ جس مریض کے لئے بھی دعا کرتا اللہ تعالیٰ اسے شفا بخش دیتا۔ اژدہام کی وجہ سے میں اس تک نہ پہنچ سکا۔ وہ تقریباً اپنی جھاڑی میں داخل ہونے ہی لگا تھا صرف اس کا ایک کندھا باہر تھا، میں نے اسے پکڑ لیا اس نے میری طرف توجہ کی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے، مجھے حنیفیہ دین ابراہیمی کے متعلق آگاہ کریں۔ اس نے مجھے کہا تم نے مجھ سے اس چیز کے متعلق سوال کیا ہے جس کے متعلق آج تک مجھ سے کسی نے سوال نہیں کیا، وہ وقت قریب آچکا ہے جس

کا شرف حاصل کیا ہے''۔ لیکن اس حدیث کی سند مقطوع ہے اس میں ایک مجہول شخص ہے کہا جاتا ہے کہ وہ شخص حسن بن عمارۃ ہے۔ محدثین کا اجماع ہے کہ یہ آدمی ضعیف ہے اگر یہ حدیث صحیح ہو تو پھر اس کے متن میں کوئی جہالت نہیں ہے۔ الطبری نے لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا گیا پھر انہوں نے نزول فرمایا اور اپنی والدہ محترمہ اور ایک خاتون جو اس تنے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی تھیں جہاں صلیب لٹکائی گئی تھی تو انہوں نے ان دونوں خواتین سے گفتگو کی انہیں بتایا کہ وہ قتل نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھا لیا ہے اور حواریوں کی طرف بھیجا ہے۔ جب یہ جائز ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ نزول فرمایا تو پھر ان کا کئی مرتبہ نزول فرمانا بھی جائز ہوا لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے۔ حتیٰ کہ آپ علیہ السلام نزول ظاہری کے ساتھ تشریف فرما ہوں اس وقت وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے۔ یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ وہ جذام کی ایک عورت

میں ایک نبی محترم ﷺ حرم میں سے اسی دین متین کو لے کر مبعوث ہوں گے۔ تم ان کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں اس راہِ ہدایت پر گامزن کریں گے۔ یہ بات سن کر حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے سلمان! اگر تمہاری بات سچ ہے تو تم نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زیارت کی ہے۔

راہِ حق کے متلاشی

ابن اسحاق کہتے ہیں ایک دن عید کے روز قریش مکہ اپنے ایک بڑے بت کے پاس جمع ہوئے وہ اس بت کی حد درجہ تعظیم بھی کرتے تھے اور اس کے اردگرد قربانیاں بھی کرتے تھے، اس کے اردگرد محوطواف بھی ہوتے تھے اور وہاں اعتکاف بھی بیٹھتے تھے۔ سال میں ایک دفعہ وہاں عید کرتے تھے۔ قریش میں سے چار افراد نے باہمی مشاورت کی۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا سچائی کا عہد کرو اور اپنے معاملات کو ایک دوسرے سے چھپاؤ۔ وہ چار افراد یہ تھے۔ ۱۔ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی، ۲۔ عبید اللہ بن جحش

سے شادی کریں گے اور وصال فرمانے کے بعد گنبد خضریٰ میں مدفون ہوں گے۔

زید بن نفیل کے نسب کی تصحیح

زید بن نفیل اور ان کے چچا زاد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا معروف نسب یہ ہے نفیل بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح۔

زمانہ جاہلیت میں باپ کی بیوی کے ساتھ شادی کا رواج

زید کی ماں کا نام الحیداء بنت خالد الفہمیہ تھا۔ یہ اس کے دادا نفیل کی بیوی تھی اس سے اس نے خطاب کو جنم دیا۔ یہ خطاب کا ماں کی جانب سے بھائی بھی تھا اور اس کا بھتیجا بھی تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ مباح تھا۔ باپ کی بیوی حرمات میں شمار نہ ہوتی تھی۔ حضور ﷺ کے نسب میں بھی یہ مثال پائی جاتی ہے۔ کنانہ نے اپنے باپ خزیمہ کی بیوی سے شادی کی تھی۔ اس خاتون کا نام برہ بنت مر تھا، اسی سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا۔ اسی طرح ہاشم نے بھی اپنے باپ واقدہ کی بیوی سے شادی کی تھی اور اسی سے ضعیفہ پیدا ہوئی تھی لیکن وہ حضور ﷺ کے نسب پاک سے خارج ہے کیونکہ اس نے حضور ﷺ کے کسی دادا کو جنم نہیں دیا تھا، میری مراد واقدہ ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ ''میں نکاح سے پیدا ہوا بدکاری سے پیدا نہیں ہوا''۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

بن رئاب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔ اس کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب تھا۔ ۳۔ عثمان بن الحویرث بن اسد بن عبدالعزی بن قصی، ۴۔ زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔ ان چاروں نے ایک دوسرے سے کہا قسم بخدا جان لو! تمہاری قوم راہِ حق پر نہیں ہے۔ وہ اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو بھلا چکی ہے۔ یہ پتھر کیا ہیں جن کے اردگرد ہم سرگرداں رہتے ہیں۔ یہ نہ سن سکتے ہیں اور نہ ہی دیکھ سکتے ہیں، نہ نفع دے سکتے ہیں نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ارے لوگو! اپنے لئے کوئی دین تلاش کرلو۔ قسم بخدا! تمہارا مذہب سچا دین نہیں ہے۔ مختلف شہروں میں پھیل جاؤ اور حنیفیہ یعنی دین ابراہیمی کی جستجو کرو۔

ورقہ بن نوفل نے نصرانیت اختیار کرلی۔ انہوں نے اہل کتاب کی اتباع شروع کی اور ان سے بہت سا علم سیکھ لیا۔ عبیداللہ بن جحش پہلے تو مشکوک کیفیت میں رہا پھر اسلام قبول کرلیا۔ مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی، اس کے ساتھ اس کی بیوی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حبشہ پہنچ کر اس نے اسلام ترک کردیا اور نصرانیت اختیار کرلی پھر اسی حالت میں

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (نساء:۲۲) ''اور نکاح نہ کرو جن سے نکاح کر چکے تمہارے باپ، دادا مگر جو ہو چکا (اس سے پہلے سو وہ معاف ہے)''۔

یعنی اسلام سے قبل جو اس کی حلت گزر چکی ہے اس استثناء کا فائدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے نسب پاک میں کسی قسم کا عیب نہ نکالا جا سکے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ کے اجداد میں سے کوئی بھی بدکاری کے قریب نہیں گیا۔ قرآن پاک کا یہ انداز بڑا نرالا ہے اس کے علاوہ کسی بھی نہی میں اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ نہیں کہا۔ مثلاً

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى۔ اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ۔

میں بھی اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ نہیں فرمایا۔

اسی طرح وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ (اسراء:۳۰) اور نہ قتل کرو اس نفس کو جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے۔

میں بھی یہی الفاظ ذکر نہیں کئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی نہی میں بھی یہی فرمایا ہے کیونکہ ہم سے پہلے شریعتوں میں یہ مباح تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے راحیل اور ان کی بہن لیا کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھا تھا۔ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اسی لئے ذکر فرمایا ہے۔

وہیں ہلاک ہو گیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کیا ہے کہ عبید اللہ بن جحش نے جب نصرانیت اختیار کی تو وہ ان صحابہ کرام کے پاس سے گزرا جو حبشہ میں مقیم تھے، وہ ان سے کہنے لگا ہم نے تو بینائی حاصل کر لی ہے لیکن تم ابھی تک اس کے متلاشی ہو اور ابھی تک تم اس کی جستجو نہیں کر سکے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عبید اللہ بن جحش کے انتقال کے بعد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے اپنے عقد زوجیت میں لے لیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کرنے کے لئے عمرو بن امیۃ الضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا۔ نجاشی نے حضور ﷺ کی طرف سے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو پیامِ نکاح دیا اور حضور اکرم ﷺ کی طرف سے چار سو دینار حق مہر مقرر کیا۔ محمد بن علی فرماتے تھے ہمارے گمان کے مطابق عبد الملک بن مروان اسی وجہ سے عورتوں کا حق مہر چار سو دینار مقرر کرتا تھا۔ نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی

عثمان بن حویرث دربارِ قیصر میں

علامہ البرقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ عثمان بن حویرث قیصر کے دربار میں گیا اور اس سے کہنے لگا۔ میں تمہارے لئے قریش مکہ کے تاجروں کے لئے خراج مقرر کرتا ہوں۔ اگر وہ شام آئیں تو تم ان سے خراج وصول کر سکتے ہو اگر وہ خراج ادا کرنے سے انکار کریں تو تم انہیں روک سکتے ہو۔ قیصر نے قریش کے تجار سے خراج وصول کرنے کی حامی بھر لی۔ سعید بن العاصی بن امیہ اور ابو ذئب (ہشام بن شعبہ بن عبد اللہ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر) شام کی طرف گئے انہیں وہاں گرفتار کر کے پابند سلاسل کر دیا گیا۔ ابو ذئب اسی قید خانے میں مر گیا۔ سعید بن العاصی نے ولید بن مغیرہ کی پناہ لے لی اور اس نے اسے آزاد کر دیا۔

علامہ زبیر لکھتے ہیں کہ قیصر نے عثمان بن حویرث کی تاج پوشی کی اسے مکہ معظمہ کا والی بنایا۔ جب وہ مکہ کا والی بن کر مکہ معظمہ آیا تو اہل مکہ نے بادشاہ کے دین کو سخت ناپسند کیا۔ اسود بن اسد بن عبد العزی بلند آواز سے چلایا۔ اہل مکہ ابھی زندہ و توانا ہیں وہ قیصر کے مذہب کو قبول نہیں کریں گے، اس طرح عثمان بن حویرث اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کو بطریق کہا جاتا تھا۔ اس کی نسل آگے نہ چل سکی عمرو بن جفنہ الغسانی نے اسے زہر دے دیا، اسی حالت میں وہ مر گیا۔

اللہ عنہ کے سپرد کیا تا کہ وہ انہیں بارگاہِ رسالت ﷺ میں پہنچا دیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں عثمان بن حویرث شاہِ روم قیصر کے پاس گیا اور نصرانیت اختیار کر لی۔ اس نے قیصر کے دربار میں بڑی قدر ومنزلت پائی۔ ابن ہشام کہتے ہیں عثمان بن حویرث نے دربارِ قیصر میں ایک اہم واقعہ رونما کیا تھا۔ اس کے تذکرے سے مجھے وہ بات روکتی ہے جسے میں حرب الفجار میں بیان کر چکا ہوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل نے توقف اختیار کیا وہ نہ یہودی بنا نہ ہی نصرانیت اختیار کی۔ اس نے اپنی قوم کے دین کو بھی ترک کر دیا۔ اس نے بت پرستی کو چھوڑ دیا، مردار، خون اور ان جانوروں کو کھانا چھوڑ دیا جو بتوں پر ذبح کیے جاتے تھے۔

زید بن عمرو بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں۔ اس نے اپنی قوم کو اس کے عیوب کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔

زید بن عمرو کی حقیقت پسندی

امام بخاری نے محمد بن ابی بکر سے وہ فضیل بن سلمان سے وہ موسیٰ سے وہ سالم بن عبداللہ سے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بلدح کے دامن میں نزولِ وحی سے پہلے زید بن عمرو سے ملاقات کی۔ اس کے سامنے دستر خوان پیش کیا گیا یا نبی اکرم ﷺ نے اس کے سامنے دستر خوان پیش کیا لیکن اس نے کھانے سے انکار کر دیا۔ زید نے کہا ''میں ان جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا جن کو تم بتوں کے لئے ذبح کرتے ہو، میں صرف اسی جانور کا گوشت کھاؤں گا جس پر وقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہوگا''۔ زید بن عمرو قریش پر ان کے ذبیحوں کی وجہ سے عیب لگایا کرتا تھا وہ کہا کرتا تھا بکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس نے اس کے لئے آسمان سے پانی اتارا اس نے اس کے لئے زمین سے چارہ اگایا لیکن تم اسے غیر اللہ کے لئے ذبح کرتے ہو۔

موسیٰ بن سالم بن عبداللہ کہتے ہیں میں وہی جانتا ہوں جو مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل ایک دفعہ شام کی طرف نکلا تا کہ کسی دین کو تلاش کر کے اس کی اتباع کی جائے۔ وہاں وہ ایک یہودی عالم سے ملا۔ زید نے اس سے ان کے دین کے متعلق پوچھا اس نے کہا مجھے اپنے دین کے متعلق بتاؤ شاید میں تمہارا دین اختیار کر لوں۔ اس عالم نے کہا تو ہمارے دین پر صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب تو اللہ تعالیٰ کے غصے میں سے کچھ پالے۔ زید نے کہا میں تو اللہ تعالیٰ

کے غصے سے ہی بھاگتا پھر رہا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے کسی دین کو اختیار نہیں کر سکتا۔ نہ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں۔ کیا تو میری راہنمائی اسی دین کے علاوہ کسی اور دین کی طرف کر سکتا ہے۔ اس عالم نے کہا میں تو صرف دین حنیف کی اتباع کرنے کے لئے کہوں گا۔ زید نے پوچھا دین حنیف کیا ہے؟ عالم نے کہا دین ابراہیمی دین حنیف ہے۔ وہ نہ یہودی تھے نہ ہی نصرانی تھے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ زید وہاں سے نکل کر ایک عیسائی عالم کے پاس گیا اور اسے بھی اسی طرح کہا اس نے کہا تو اس وقت ہمارے دین کو اختیار نہیں کر سکتا جب تک تو اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق نہ ہو جائے۔ زید نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق نہ ہونے کی وجہ سے بھاگا پھر رہا ہوں، میں اس کی لعنت کا مستحق نہیں بننا چاہتا کیا تم میری راہنمائی کسی اور دین کی طرف کر سکتے ہو۔ عیسائی عالم نے کہا میں تو دین حنیف کو ہی جانتا ہوں جو سچا مذہب ہے۔ زید نے پوچھا دین حنیف کیا ہے؟ عالم نے کہا اس سے مراد دین ابراہیمی ہے۔ وہ یہودی اور نصرانی نہ تھے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی پوجا کرتے تھے۔ جب زید نے حضرت ابراہیم کے متعلق ان علماء کی آراء سنیں تو اس نے کہا "اے اللہ! میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں دین ابراہیمی پر ہوں۔

اللیث کہتے ہیں ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے اور وہ حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ بیان فرماتی ہیں میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا وہ پشت کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "اے گروہِ قریش! قسم بخدا! تم میں سے میرے علاوہ اور کوئی بھی دین ابراہیمی پر نہیں ہے۔ وہ زندہ دفن کی جانے والی بچیوں کو بچا لیا کرتا تھا۔ جب کوئی شخص اپنی بچی کو دفن کرنا چاہتا تو وہ کہتا اسے قتل نہ کرو میں اس کی کفالت کروں گا۔ وہ اس شخص سے اس کی بچی لے لیتا۔ جب وہ بچی جوان ہو جاتی تو زید اس کے باپ سے کہتا اگر چاہو تو میں تمہیں تمہاری بچی واپس کر دیتا ہوں اور اگر چاہو تو میں اس کی مزید کفالت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ (بخاری)

ایک سوال

اس حدیث شریف سے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زید کو بتوں پر ذبح کیے جانے والے جانوروں کا گوشت نہ کھانے کی توفیق کیسے دے دی۔ وہ ان جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا تھا جن پر وقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا جاتا تھا جبکہ رسول مکرم ﷺ زمانہ جاہلیت میں اس فضیلت کے زیادہ مستحق تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے اور وہ اپنی والدہ محترمہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو کو دیکھا وہ عمر رسیدہ شخص تھا، وہ کعبہ معظمہ کے ساتھ پشت لگائے کھڑا تھا، وہ کہہ رہا تھا "اے گروہِ قریش! اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں زید بن عمرو کی جان ہے تم میں سے میرے علاوہ کوئی بھی دین ابراہیمی پر نہیں ہے"۔ پھر وہ کہتا "مولا! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ

جواب

اس سوال کا جواب دوطرح سے دیا گیا ہے۔ ۱۔ اس حدیث میں یہ تذکرہ نہیں کہ جب حضور ﷺ نے بلدح کے دامن میں اس سے ملاقات کی اور اس کے سامنے دستر خوان رکھا گیا تو حضور ﷺ نے بھی اس دستر خوان سے تناول فرمایا۔ حدیث شریف میں صرف یہ ذکر ہے کہ جب زید کے سامنے دستر خوان رکھا گیا تو اس نے کہا میں اس چیز کو نہیں کھاؤں گا جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ ۲۔ زید کا یہ گوشت نہ کھانا اپنی رائے کی وجہ سے تھا۔ یہ کسی سابقہ شریعت کی وجہ سے نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں مردار تو حرام تھا لیکن اس میں غیر اللہ کیلئے کوئی حرمت نہ تھی۔ اس کی حرمت اسلام میں ہے۔

بعض اصولیین کہتے ہیں کہ شریعت کے ورود سے قبل تمام اشیاء مباح ہوتی ہیں۔ اگر یہ قول حقیقت ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ وہ گوشت کھا لیا کرتے تھے تو آپ ﷺ ایک مباح کام کرتے تھے۔ اور اگر آپ ﷺ ایسا گوشت تناول نہ فرماتے تھے تو پھر اس میں کوئی اشکال نہیں۔ اگر ہم یہ قول کریں کہ یہ گوشت کھانا نہ مباح تھا نہ ہی حرام تھا تو پھر بھی صحیح ہے۔ وہ جانور جو حلال تھے سابقہ شریعت میں ان کی کوئی نہ کوئی اصل موجود تھی، مثلاً بکری اور اونٹ اور وہ تمام جانور جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس دین میں حلال فرمایا تھا جو ہم سے پہلے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بدعتوں کی وجہ سے سابقہ تحلیل کو برا نہیں فرمایا حتیٰ کہ اسلام کا خورشید جہاں تاب طلوع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (انعام: ۱۲۱) اور مت کھاؤ اس جانور سے کہ نہیں لیا گیا اللہ کا نام اس پر۔

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ذبائح کو ہمارے لئے کیسے حلال کیا؟ سابقہ شریعت میں بھی ان کو حلال ہی کیا تھا لیکن اہل کتاب کی بدعات کی وجہ سے ان کی حلت پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ اسی طرح بت پرستوں کے ذبائح بھی سابقہ شریعت کی وجہ سے حلال تھے حتیٰ کہ اسلام نے اس کو حرام قرار دیا۔

عبادت کا کون سا طریقہ تجھے پسند ہے میں اسی کے مطابق تیری عبادت کرتا لیکن مجھے یہ معلوم نہیں پھر وہ اپنی ہتھیلی پر سجدہ ریز ہو جاتا''۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ زید بن عمرو کا بیٹا حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کی۔ کیا ہم زید بن عمرو کے لئے مغفرت طلب کریں۔ آپ نے فرمایا'' ہاں، وہ بروزِ حشر ایک امت کی مانند اٹھے گا''۔

زید بن عمرو بن نفیل اپنی قوم کے دین کے فراق میں اور جو کچھ اسے برداشت کرنا پڑا اس کے متعلق کہتا ہے۔

زید، صعصعہ اور زندہ در گور کی جانے والی بچیاں

زید بن عمرو زندہ در گور کی جانے والی بچیوں کو بچالیتا تھا۔ فرزدق کا دادا، صعصعہ بن معاویہ بھی یہ کارِ خیر کیا کرتا تھا۔ جب وہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے تو انہوں نے عرض کی'' یارسول اللہ ﷺ کیا مجھے اس عمدہ کام کا اجر ملے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا۔'' تمہارے لئے اس کا اجر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام سے سرفراز فرمایا'' مبرد نے الکامل میں حضور ﷺ سے ایسا کلام روایت کیا ہے جو لفظاً اور معناً درست نہیں ہے اور نہ کوئی اصل اس کی گواہی دیتا ہے۔ ثابت ہو گیا کہ جب کوئی کافر اسلام قبول کرتا ہے اور وہ اپنے اسلام کو عمدہ کر لیتا ہے تو اس کی سابقہ تمام نیکیوں کو لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری) پھر ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے مَوْءُ وْدَةٌ وَ اَدَ سے مفعولۃ کے وزن پر ہے فرزدق کا شعر ہے۔

وَ مِنَّا الَّذِیْ مَنَعَ الْوَائِدَاتِ وَ اَحْیَا الْوَئِیْدَ فَلَمْ یُوْاَدِ

ہم میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو بچیوں کو زندہ دفن کرنے سے روکتے تھے۔ وہ زندہ در گور ہونے والی بچی کو بچالیتے تھے اور خود بچیوں کو دفن نہیں کرتے تھے۔

فرزدق نے ان اشعار میں اپنے دادا صعصعۃ بن معاویہ بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع کا ذکر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اہل عرب بچیوں پر غیرت کرتے ہوئے انہیں زندہ دفن کر دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد سچ ہے۔ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ (الاسراء:۳۱) مفلسی کے اندیشہ سے۔

نقاش نے تفسیر میں لکھا ہے کہ اہل عرب اپنی بچیوں میں سے نابینا، چہروں پر سرخ و سیاہ نشان والیوں، تلوں والیوں اور لنگڑیوں کو دفن کر دیتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۞ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۞ (التکویر)'' اور جب زندہ در گور کی ہوئی (بچی) سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے باعث ماری گئی''۔

أَرَبًّا وَاحِدًا، أَمْ أَلْفَ رَبٍّ أَدِيْنُ إِذَا تُقُسِّمَتِ الْأُمُوْرُ

کیا میں ایک رب کی عبادت کروں یا ایک ہزار معبودان باطلہ کی پرستش کروں جب امور تقسیم ہوں۔

عَزَلْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الْجَلْدُ الصَّبُوْرُ

میں نے لات وعزیٰ کو چھوڑ دیا ہے ایک مضبوط اور مستحکم ارادے والا شخص ایسے ہی کرتا ہے۔

فَلَا عُزّٰى أَدِيْنُ وَ لَا ابْنَتَيْهَا وَ لَا صَنَمَيْ بَنِيْ عَمْرٍو أَزُوْرُ

میں نہ تو عزیٰ کی اور نہ ہی اس کی دونوں بیٹیوں کی پوجا کرتا ہوں اور نہ ہی بنو عمرو کے دونوں بتوں کی زیارت کرتا ہوں۔

وَ لَا هُبَلًا أَدِيْنُ وَ كَانَ رَبًّا لَنَا فِي الدَّهْرِ إِذْ حِلْمِيْ يَسِيْرٌ

نہ میں ھبل نامی بت کی پوجا کرتا ہوں حالانکہ وہ ہمارا اس وقت رب تھا جب میں کم عقل تھا۔

العزی

زید بن عمرو نے اپنے اشعار میں لات وعزیٰ کا ذکر کیا ہے۔ لات کا ذکر تو پہلے گزر چکا ہے۔ عزی درختوں کے جھنڈ میں نصب تھا۔ عمرو بن لحی نے لوگوں کو اس کے متعلق بتایا تھا۔ اس نے مشہور کر رکھا تھا کہ رب موسم سرما طائف میں لات کے پاس گزارتا ہے اور موسم گرما عزی کے پاس بسر کرتا ہے۔ لوگ عزی کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے، انہوں نے اس کے لئے ایک گھر بنا رکھا تھا، وہ اس کے لئے بھی اسی طرح تحائف بھیجتے تھے جس طرح وہ کعبہ مشرفہ کے لئے تحائف بھیجا کرتے تھے۔ یہ وہی بت ہے جس کو توڑنے کے لئے حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ اس کے نگرانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا اے خالد! یہ کہیں تجھے نیست و نابود نہ کر دے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے گرا دیا اور اس کی بنیاد کو برقرار رہنے دیا، اس کے نگران کہنے لگے اللہ کی قسم! یہ عزی ضرور واپس آئے گی اور گرانے والوں سے ضرور انتقام لے گی۔ رسول مکرم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا "کیا تم نے وہاں کوئی چیز دیکھی ہے؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں واپس جانے کا حکم دیا۔ اب انہوں نے اس کی بنیادوں کو بھی اکھیڑ دیا۔ انہوں نے وہاں ایک کالی عورت دیکھی۔ جس نے اپنے بال بکھیر رکھے تھے، وہ اپنے چہرے پر طمانچے مار رہی تھی۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا، اس کے نگران بھاگ گئے، وہ یہ کہتے ہو جا رہے تھے کہ آج کے بعد عزی کی پرستش نہیں کی جائے گی۔

اس واقعہ کو ابو سعید النیسا پوری نے المبعث میں ذکر کیا ہے۔ اسے الازرقی نے بھی لکھا ہے۔

عَجِبْتُ وَ فِي اللَّيَالِي مُعْجَبَاتٌ وَ فِي الْاَيَّامِ يَعْرِفُهَا الْبَصِيْرُ

مجھے تعجب ہوا اور شب و روز میں بہت سی حیرت انگیز چیزیں ہیں جنہیں صرف صاحب بصارت ہی پہچان سکتا ہے۔

بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَفْنٰی رِجَالًا كَثِيْرًا كَانَ شَاْنُهُمُ الْفُجُوْرُ

کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا جو فسق و فجور کے عادی تھے۔

وَ اَبْقٰى آخَرِيْنَ بِبِرِّ قَوْمٍ فَيَرْبُلُ مِنْهُمُ الطِّفْلُ الصَّغِيْرُ

کسی قوم کی نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو باقی رکھا۔ ان میں سے ایک ننھا بچہ بھی نشو ونما پا کر جوان ہو گیا۔

وَ بَيْنَا الْمَرْءُ يَعْثُرُ ثَابَ يَوْمًا كَمَا يَتَرَوَّحُ الْغُصْنُ الْمَطِيْرُ

ایک شخص انتہائی سست اور کاہل ہوتا ہے لیکن کسی دن اس کی حالت اس شاخ کی مانند ہو جاتی ہے جو بارش والی سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔

وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ الرَّحْمٰنَ رَبِّيْ لِيَغْفِرَ ذَنْبِيَ الرَّبُّ الْغَفُوْرُ

میں تو اس رحمٰن کی عبادت کرتا ہوں جو میرا پروردگار ہے تا کہ وہ غفور رب میرے گناہوں کو معاف کر دے۔

فَتَقْوَى اللّٰهِ رَبِّكُمْ احْفَظُوْهَا مَتٰى مَا تَحْفَظُوْهَا لَا تَبُوْرُوْا

اے لوگو! جو تم نے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کر رکھا ہے اس کی حفاظت کرو۔ جب تم اس کی حفاظت کرو گے وہ ضائع نہ ہو گا۔

وَ تَرَى الْاَبْرَارَ دَارُهُمْ جِنَانٌ وَ لِلْكُفَّارِ حَامِيَةٌ سَعِيْرُ

تو دیکھے گا کہ پاکبازوں کے لئے جنت میں محل ہیں اور کفار کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

وَ خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ وَ اِنْ يَمُوْتُوْا يُلَاقُوْا مَا تَضِيْقُ بِهِ الصُّدُوْرُ

ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور جب وہ مر جائیں گے تو انہیں ایسے زہرہ گداز حالات سے دوچار ہونا پڑے گا جس سے سینے تنگ ہو جائیں گے۔

زید بن عمرو کے مزید اشعار

اِلَى اللّٰهِ اُهْدِيْ مِدْحَتِيْ وَ ثَنَائِيَا وَ قَوْلًا رَصِيْنًا لَا يَنِيْ الدَّهْرَ مُدَامِيًا

میں بارگاہِ رسالت میں حمد و ثناء اور ایسے پختہ قول کا ہدیہ پیش کرتا ہوں جو اس وقت تک فناء

نہیں ہوگا جب تک زمانہ باقی ہے۔

اِلَی الْمَلِكِ الْاَعْلَی الَّذِیْ لَیْسَ فَوْقَهٗ　　اِلٰهٌ وَ لَا رَبٌّ یَكُوْنُ هُدَانِیَا

میں اس مالک الملک کی بارگاہ میں ہدیہ ستائش پیش کرتا ہوں جس سے بلند تر کوئی کومعبود نہیں اور نہ ہی صفات میں اس کا کوئی ثانی ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔

وَ اِیَّاكَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ غَیْرَهٗ　　فَاِنَّ سَبِیْلَ الرُّشْدِ اَصْبَحَ بَادِیَا

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ بنا، رشد و ہدایت کی راہ تو خوب عیاں ہو چکی ہے۔

اَلَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِیَّاكَ وَالرَّدٰی　　فَاِنَّكَ لَا تُخْفِیْ مِنَ اللّٰهِ خَافِیَا

اے انسان! اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال تو اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں رکھ سکتا۔

حَنَانَیْكَ اِنَّ الْجِنَّ كَانَتْ رَجَائَهُمْ　　وَ اَنْتَ اِلٰهِیْ رَبَّنَا وَ رَجَائِیَا

ہم تیرے پیہم لطف و کرم کے امیدوار ہیں اگرچہ ان لوگوں کی امیدگاہ جن ہیں لیکن مولا! ہم نے تو تیرے در سے ہی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔

رَضِیْتُ بِكَ اللّٰهُمَّ رَبًّا فَلَنْ اُرٰی　　اَدِیْنُ اِلٰهًا غَیْرَكَ اللّٰهُ ثَانِیًا

اے پروردگار! میں تسلیم کرتا ہوں کہ تو ہی میرا رب ہے میں کبھی بھی تجھے چھوڑ کر کسی دوسرے کی پرستش نہیں کروں گا۔

وَ اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ فَضْلِ مَنٍّ وَ رَحْمَةٍ　　بَعَثْتَ اِلٰی مُوْسٰی رَسُوْلًا مُنَادِیَا

اے میرے رب! تو ہی وہ ذات ہے جس نے انتہائی فضل و کرم کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ندا دینے والا قاصد بھیجا۔

فَقُلْتَ لَهٗ یَا اذْهَبْ وَهٰرُوْنَ فَادْعُوَا　　اِلَی اللّٰهِ فِرْعَوْنَ الَّذِیْ كَانَ طَاغِیَا

تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ! تم ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر فرعون کے پاس جاؤ، اسے اللہ کی طرف بلاؤ وہ فرعون جو سرکش تھا۔

وَ قُوْلَا لَهٗ ءَاَنْتَ سَوَّیْتَ هٰذِهٖ　　بِلَا وَتِدٍ حَتّٰی اطْمَاَنَّتْ كَمَاهِیَا

اسے کہو کیا تو نے اس زمین کو بغیر کسی میخ کے قائم رکھا ہے حتیٰ کہ وہ اس طرح پرسکون ہوگئی جس طرح یہ نظر آرہی ہے۔

وَ قُوْلَا لَهٗ ءَاَنْتَ رَفَعْتَ هٰذِهٖ　　بِلَاعَمَدٍ اَرْفِقْ اِذًا بِكَ بَانِیَا

حَنَانَیْكَ۔ یہ حنان کا تثنیہ ہے لیکن اس سے مراد لطف و عطا کا لگاتار ہونا ہے۔ اُدِیْنُ میں عبادت

اس سے پوچھو کیا تو نے اس آسمان کو بغیر ستونوں کے بلند کیا ہے اگر تو نے یہ کیا ہے تو پھر تو کتنا عمدہ کاری گر ہے۔

وَ قُوْلَا لَهٗ اَاَنْتَ سَوَّيْتَ وَسْطَهَا مُنِيْرًا اِذَا مَا جَنَّهُ اللَّيْلُ هَادِيًا

اس سے پوچھو کیا تم نے آسمان کے وسط میں ماہتاب کو بنایا ہے جب رات چھا جاتی ہے تو وہ نور فشاں ہو جاتا ہے۔

وَ قُوْلَا لَهٗ مَنْ يُّرْسِلُ الشَّمْسَ غُدْوَةً فَيُصْبِحُ مَا مَسَّتْ مِنَ الْاَرْضِ ضَاحِيًا

اس سے استفسار کرو کہ صبح سویرے سورج کون بھیجتا ہے وہ زمین کے جس حصہ میں بھی پہنچتا ہے وہ حصہ جگمگ جگمگ کرنے لگتا ہے۔

وَ قُوْلَا لَهٗ مَنْ يُّنْبِتُ الْحَبَّ فِي الثَّرٰى فَيُصْبِحَ مِنْهُ الْبَقْلُ يَهْتَزُّ رَابِيًا

اس سے پوچھو زمین میں سے دانے کو کون اگاتا ہے جس سے سرسبز و شاداب فصل سطح زمین پر لہلہانے لگتی ہے۔

وَ يُخْرِجُ مِنْهُ حَبَّهٗ فِيْ رُءُوْسِهٖ وَ فِيْ ذَاكَ آيَاتٌ لِّمَنْ كَانَ وَاعِيًا

پھر اس فصل کے سروں میں سے دانے کو کون نکالتا ہے اس میں غور و فکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔

وَ اَنْتَ بِفَضْلٍ مِّنْكَ نَجَّيْتَ يُوْنُسًا وَ قَدْ بَاتَ فِيْ اَضْعَافِ حُوْتٍ لَيَالِيَا

اے مولا! تو ہی وہ ذات ہے جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو نجات دی حالانکہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کئی راتیں بسر کی تھیں۔

وَ اِنِّيْ لَوْ سَبَّحْتُ بِاسْمِكَ رَبَّنَا لَاُكْثِرُ اِلَّا مَا غَفَرْتَ خَطَائِيَا

اے مولا! اگرچہ میں نے تیرے نام کی پاکی بیان کی ہے پھر بھی میں یہی التجاء کرتا ہوں کہ تو میری خطائیں بخش دے۔

فَرَبَّ الْعِبَادِ اَلْقِ سَيْبًا وَّ رَحْمَةً عَلَيَّ وَ بَارِكْ فِيْ بَنِيَّ وَ مَالِيَا

اے معبودِ برحق! مجھ پر بر لطف و عطا نازل فرما۔ میری اولاد اور میرے مال میں برکت فرما۔

کروں گا۔ اَرْفِقْ اِذًا بِكَ بَانِيًا۔ یہ تعجب کی وجہ سے ہے یہ اصل میں مَا اَرْفَقَكَ بَانِيًا۔

ضَاحِيًا۔ عیاں اور نمایاں۔ رَابِيًا۔ سطح زمین۔ السَّيْب۔ عطا اور رحمت۔

زید بن عمرو کے مصائب

زید بن عمرو اپنی بیوی صفیہ بنت الحضرمی کو جھڑکا کرتا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں حضرمی کا نام عبداللہ تھا، اس کا تعلق بنو صدف سے تھا۔ صدف کا نام عمرو بن مالک تھا اس کا تعلق بنو سکون بن اشرس بن کندی سے تھا۔ کہا جاتا ہے کندہ بن ثور بن مرتع بن عفیر بن عدی بن حارث بن مرۃ بن ادد بن زید بن مھسع بن عمرو بن عریب بن زید بن کہلان بن سباء۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مرتع بن مالک بن زید بن کہلان بن سباء۔

ابن اسحاق کہتے ہیں زید بن عمرو نے مکہ معظمہ چھوڑنے کا عزم مصمم کر لیا تا کہ دین ابراہیمی کی تلاش میں زمین کا سفر کرے۔ جب بھی صفیہ بنت الحضرمی دیکھتی کہ زید عازم سفر ہونا چاہتا ہے تو وہ خطاب بن نفیل کو اطلاع کرتی۔ خطاب بن نفیل زید کا چچازاد بھی تھا اور ماں کی جانب سے بھائی بھی تھا۔ وہ اسے اپنی قوم کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے عتاب کرتا۔ خطاب نے صفیہ کو اس کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ اس نے کہا تھا اے صفیہ! جب تم زید کو دیکھو کہ اس نے مکہ چھوڑنے کا عزم کر لیا ہے مجھے فوراً اطلاع دینا زید بن عمرو اسی کے متعلق کہتا ہے۔

لَا تَحْبِسِینِی فِی الْهَوَانِ صَفِیُّ مَا دَابِی وَدَابُهُ

اے صفیہ! مجھے ذلت و رسوائی میں مقید نہ کر۔ میرے اور اس کے طریقہ میں کیا نسبت ہے؟

اِنِّی اِذَا خِفْتُ الْهَوَانَ مُشَیَّعٌ ذُلُلٌ رِکَابُهُ

جب مجھے ذلت کا خوف ہو تو پھر میں بہادری اور جری ہو جاتا ہوں اس کے لئے مجھے آسانی سے سواریاں دستیاب ہو جاتی ہیں۔

دُعْمُوْصُ اَبْوَابِ الْمُلُوْكِ وَ جَائِبٌ لِلْخَرْقِ نَابُهُ

میں اکثر بادشاہوں کے دروازوں پر جانے والا ہوں اور زیادہ مسافت طے کرنے والی اونٹنیاں بھی موجود ہیں۔

قَطَّاعُ اَسْبَابٍ تَذِلُّ بِغَیْرِ اَقْرَانٍ صِعَابُهُ

میں راستوں کو طے کرنے والا ہوں حتیٰ کہ میرے لئے مشکل راستے بھی ہم سفروں کے بغیر

صفی۔ یہ اصل میں یا صفیہ تھا حرف نداء کو حذف کر کے اس میں ترخیم کی گئی ہے۔ داب کا معنی عادت اور طریقہ ہے دراصل داءب تھا۔ ہمزہ کو آسانی کے لئے حذف کیا گیا ہے۔ اَلْمُشَیَّعُ۔ بہادر جری۔ دُعْمُوْص ۔ اس جانور کو کہتے ہیں جو پانی میں بار بار غوطہ زنی کرتا ہے۔

ہی آسان ہو جاتے ہیں۔

وَ اِنَّمَا اَخَذَ الْهَوَانَ الْعَيْرُ اِذْ يُوْهٰى اِهَابُهٗ

ذلت تو صرف گدھے کو پکڑ سکتی ہے جب اس کی جلد کمزور ہو جاتی ہے۔

وَ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَا اَذِلُّ بِصَكِّ جَنْبِيْهِ صِلَابُهٗ

وہ کہتا ہے کہ میں اطاعت نہیں کروں گا اگر چہ میرے پہلوؤں پر زور سے طمانچے بھی مارے جائیں۔

وَ اَخِيْ ابْنُ اُمِّيْ ثُمَّ عَمِّيْ لَا يُوَاتِيْنِيْ خِطَابُهٗ

اس کی گفتگو میرے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی حالانکہ وہ میرا بھائی اور چچا ہے۔

وَ اِذَا يُعَاتِبُنِيْ بِسُوْءٍ قُلْتَ اَعْيَانِيْ جَوَابُهٗ

جب وہ مجھ سے سخت ناراض ہو جاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ مجھے اس کے جواب نے عاجز کر دیا ہے۔

وَ لَوْ اَشَاءُ لَقُلْتُ مَا عِنْدِيْ مَفَاتِحُهٗ وَبَابُهٗ

اگر میں چاہوں تو ایسی بات کہوں جس کی چابیاں اور دروازہ میرے پاس ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل کے اہل خانہ کے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ زید جب قبلہ رو ہو کر مسجد میں داخل ہوتا تو کہتا۔

میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ بندگی اختیار کرتے ہوئے غلام بنتے ہوئے میں حاضر ہوں۔ میں اسی ذات سے پناہ طلب کرتا ہوں جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پناہ طلب کی تھی۔ پھر وہ قبلہ کی سمت منہ کر کے یہ شعر پڑھتا۔

اَنْفِيْ لَكَ اللّٰهُمَّ عَانٍ رَاغِمٌ مَهْمَا تُجَشِّمْنِيْ فَاِنِّيْ جَاشِمٌ

اے مولا! میری ناک تیرے لئے ذلت و رسوائی کے ساتھ خاک آلود ہے جو مصائب بھی تو مجھ پر ڈالے گا میں انہیں برداشت کرنے والا ہوں۔

اَلْبِرَّ اَبْغِيْ لَا الْخَالَ لَيْسَ مُهَجِّرٌ كَمَنْ قَالَ

میں نیکی چاہتا ہوں تکبر کا خواہاں نہیں ہوں۔ دوپہر کو سفر کرنے والا قیلولہ کرنے والے کی

صِلَابُهٗ۔ صلب کی جمع ہے۔ لَا يُوَاتِيْنِيْ۔ وہ موافقت نہیں کرتا۔ الخَال۔ تکبر۔ مُهَجِّر۔ دوپہر کے وقت چلنے والا۔ قَالَ۔ قیلولہ کرنا۔

طرح نہیں ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ شعر اس طرح ہے۔

اَلْبِرُّ اَبْقٰی لَا الْخَالُ لَیْسَ مُھَجِّرٌ کَمَنْ قَالَ

نیکی باقی رہتی ہے تکبر کو بقا نہیں ہے۔ دوپہر کو چلنے والا قیلولہ کرنے والے کی طرح نہیں ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل کہا کرتا تھا۔

وَ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ لِمَنْ اَسْلَمَتْ لَہُ الْاَرْضُ تَحْمِلُ صَخْرًا ثِقَالًا

دَحَاھَا فَلَمَّا اسْتَوَتْ عَلَی الْمَاءِ اَرْسٰی عَلَیْھَا الْجِبَالَا

وَ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ لِمَنْ اَسْلَمَتْ لَہُ الْمُزْنُ تَحْمِلُ عَذْبًا زُلَالًا

اِذَا ھِیَ سِیْقَتْ اِلٰی بَلْدَۃٍ اَطَاعَتْ فَصَبَّتْ عَلَیْھَا سِجَالًا

میں نے اس ہستی والا کے لئے اپنا سر جھکا دیا ہے جس کے لئے زمین بھاری بھر کم چٹانوں کو اٹھا کر سر تسلیم خم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو بچھا دیا۔ جب وہ پانی پر قرار پذیر ہوگئی تو اس نے اس پر پہاڑوں کو نصب کر دیا۔ میں نے اس ذاتِ بابرکات کے سامنے سر اطاعت خم کیا ہے جس کے سامنے بادل شیریں پانی لئے خمیدہ سر ہیں۔ جب ان بادلوں کو کسی شہر کی طرف ہانک کر لے جایا گیا تو انہوں نے اطاعت کی اور اس شہر پر پانی کے ڈول انڈیل دیئے۔

خطاب کی زید پر اذیتیں

خطاب زید بن عمرو کو بہت سی اذیتیں دیا کرتا تھا۔ اس نے اس کو مکہ کی بلند پہاڑیوں سے نکال دیا تھا۔ وہ مکہ بالمقابل حراء میں خیمہ زن ہوگیا۔ خطاب اس کے پیچھے قریش کے جوانوں اور احمقوں کو لگا دیتا۔ وہ ان سے کہتا زید کو مکہ میں داخل نہ ہونے دینا۔ زید چھپ کر ہی مکہ معظمہ میں داخل ہو سکتا تھا۔ جب وہ مکہ میں آجاتا تو اہل مکہ خطاب کو اس کے متعلق بتاتے پھر تمام مل کر اسے مکہ معظمہ سے باہر نکال دیتے۔ وہ اسے اس لئے اذیتیں دیتے تھے کہ وہ کہیں ان کے دین کو خراب نہ کر دے اور کوئی شخص اس کی اتباع نہ کرنے لگے۔ کعبہ معظمہ کی حرمت و توقیر کی پاسبانی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

لَاھُمَّ اِنِّیْ مُحْرِمٌ لَا حِلَّہْ وَ اِنَّ بَیْتِیْ اَوْسَطَ الْمَحِلَّہْ

عِنْدَ الصَّفَا لَیْسَ بِذِیْ مَضَلَّہْ

اے بار الٰہ میں اس مقدس گھر کی حرمت کو سمجھنے والا ہوں۔ اس کی حرمت و توقیر کو ختم کرنے

والا نہیں، میرا گھر صفا کے پاس ہے میں کسی گمراہ کن مقام پر فروکش نہیں ہوں۔

زید اور سفر شام

پھر دین ابراہیمی کی جستجو میں زید مکہ معظمہ سے عازم سفر ہوا۔ وہ راہبوں اور احبار سے اس دین کے متعلق پوچھتا رہا حتیٰ کہ وہ اس کی تلاش میں موصل اور جزیرہ تک پہنچ گیا پھر شام کے تمام علاقوں کو چھان مارا حتیٰ کہ وہ راہب کے پاس پہنچ گیا وہ راہب سرزمین بلقاء پر ''میفعہ'' کے مقام پر مقیم تھا۔ وہ علم نصرانیت میں لاثانی تھا، زید نے اس سے دین حنیف کے متعلق پوچھا۔ راہب نے کہا تو آج اس دین کے متعلق پوچھ رہا ہے جس کی طرف راہ نمائی کرنے والا آج تجھے کوئی نہیں ملے گا لیکن ایک نبی محترم ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آچکا ہے، وہ انہی شہروں سے ظہور فرمائیں گے جہاں سے تو نکل آیا ہے، وہ دین حنیف کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ انہی شہروں کی طرف لوٹ جا۔ ان کی بعثت کا زمانہ یہی ہے۔

زید کی موت

زید یہودیت اور نصرانیت کا خوب مشاہدہ کر چکے تھے۔ وہ ان کے اعمال کو عمدہ نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ وہ اس راہب کی بات سن کر جلدی سے مکہ معظمہ کی طرف عازم سفر ہوئے جب بنولخم کے شہروں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں ہلاک کر دیا۔

ورقہ کا مرثیہ

ورقہ بن نوفل نے گریہ بار ہو کر زید کا یہ مرثیہ لکھا۔

رَشَدْتَ وَ اَنْعَمْتَ ابْنَ عَمْرٍو اِنَّمَا تَجَنَّبْتَ تَنُّوْرًا مِنَ النَّارِ حَامِيَا

اے ابن عمرو! تو نے راہِ ہدایت پالی۔ یہ صراطِ مستقیم تجھے کافی غور و خوض کے بعد ملی۔ اس طرح تو آگ کے دہکتے ہوئے تنور سے بچ گیا۔

بِدِيْنِكَ رَبًّا لَيْسَ رَبٌّ كَمِثْلِهٖ وَ تَرْكِكَ اَوْثَانَ الطَّوَاغِيْ كَمَا هِيَا

یہ نجات تجھے اس دین کو اختیار کر لینے کے بعد ملی جس کے رب جیسا کوئی رب نہیں۔ تو نے ذلیل و رسوا بتوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔

وَ اِدْرَاكِكَ الدِّيْنَ الَّذِيْ قَدْ طَلَبْتَهٗ وَ لَمْ تَكُ عَنْ تَوْحِيْدِ رَبِّكَ سَاهِيَا

تو نے اس دین کو پالیا جس کا تو متلاشی تھا تو اپنے رب کی توحید کو فراموش کرنے والا نہ تھا۔

فَاَصْبَحَتْ فِي دَارٍ كَرِيْمٍ مُقَامُهَا تُعَلَّلُ فِيْهَا بِالْكَرَامَةِ لَاهِيَا

تو ایسے گھر میں مقیم ہو چکا ہے جو بڑا معزز ہے تو وہاں عزت واحترام کے ساتھ ہر چیز سے کنارہ کش ہو کر اپنی محنت کا پھل پاتا رہے گا۔

تُلَاقِيْ خَلِيْلَ اللّٰهِ فِيْهَا وَ لَمْ تَكُنْ مِنَ النَّاسِ جَبَّارًا اِلَى النَّارِ هَاوِيَا

تو اس مقام کریم میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کرے گا۔ تو لوگوں میں سے سرکش اور آگ میں گرنے والوں میں سے نہ تھا۔

وَ قَدْ تُدْرِكُ الْاِنْسَانَ رَحْمَةُ رَبِّهٖ وَ لَوْ كَانَ تَحْتَ الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ وَادِيَا

اگرچہ انسان زیر زمین ستر وادیوں کی گہرائی میں ہو اسے اپنے رب کی رحمت پھر بھی پہنچ جاتی ہے۔

انجیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس ضمن میں جو روایات مجھ تک پہنچی ہیں ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اہل انجیل کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے انجیل میں لے کر آئے یہ حضور علیہ السلام کے وہ اوصاف ہیں جنہیں یحنس حواری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں انجیل لکھتے ہوئے لکھا تھا۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے امتیوں سے فرمایا تھا۔

"جس نے مجھ سے عداوت رکھی اس نے اپنے پروردگار سے عداوت رکھی۔ اگر میں ان

یحنس حواری

یحنس کا تذکرہ اس کتاب کے آخر میں آئے گا۔ وہاں تمام حواریوں کا ذکر کیا جائے گا۔

انجیل میں حضور علیہ السلام کے اوصاف یوں مذکور ہیں۔ "اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ وہ تند خو اور سخت دل نہیں ہوں گے، نہ ہی وہ بازار میں غل مچائیں گے۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ وہ معاف فرمائیں گے اور درگزر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کا وصال اس وقت تک نہیں فرمائے گا حتیٰ کہ ان کے ذریعے ایک ٹیڑھی ملت کو سیدھا فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اندھی آنکھوں کو بینا، بہرے کانوں کو درست اور تاریک دلوں کو منور فرما دے گا۔ وہ تمام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ترانے الاپنے لگیں گے۔

کے سامنے ایسے کام نہ کرتا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کیے تو ان سے کوئی خطا سرزد نہ ہوتی لیکن اب وہ اترانے لگے ہیں۔ آج وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مجھ پر اور پروردگار پر غلبہ پالیں گے لیکن وہ بات جو ناموس میں ہے وہ پوری ہو کر رہے گی۔ انہوں نے مجھے ناحق ناراض کیا ہے۔ کاش کہ "اَلْمُنْحَمَنَّا" تشریف لا چکے ہوتے۔ یہ وہ بابرکت ذات ہیں جنہیں روح القدس اپنے رب کے پاس سے بھیجے گا۔ یہ بھی بارگاہِ ربوبیت سے ہی تشریف لائیں گے۔ وہ میرا گواہ ہوگا اور تم بھی میرے گواہ ہو کیونکہ تم عرصہ دراز سے میرے ہمراہ ہو۔ میں نے تمہیں یہ اس لئے بتا دیا ہے تا کہ تم

علامہ واقدی نے بھی حضور ﷺ کے ان اوصاف کا ذکر کیا ہے جو احبار بیان کرتے تھے۔ یمن میں ایک یہودی عالم تھا جب اس نے حضور ﷺ کے متعلق سنا تو وہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور مختلف امور کے متعلق سوالات کئے پھر اس نے کہا میرے باپ نے تورات کے ایک جزء کو سربمہر کیا۔ اس نے مجھ سے کہا اسے اس وقت یہودیوں کو پڑھ کر نہ سنانا جب تک تجھے معلوم نہ ہو جائے کہ مقام یثرب پر ایک نبی ﷺ تشریف فرما چکے ہیں۔ جب تو ان کے متعلق سن لے تو اسے کھول لینا۔ اس عالم نے کہا جب میں نے آپ ﷺ کے متعلق سنا تو میں نے اس کتاب کو کھول لیا۔ میں نے اسے پڑھا وہاں آپ ﷺ کے اوصاف مرقوم تھے۔ وہ اوصاف بالکل وہی تھے جو میں آپ ﷺ میں دیکھ رہا ہوں۔ اس کتاب میں یہ بھی تحریر تھا کہ آپ ﷺ کون سی اشیاء حلال اور کون سی اشیاء حرام فرمائیں گے۔ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے بہترین ہیں اور آپ ﷺ کی امت مرحومہ تمام امم سے عمدہ ہے۔ وہاں آپ ﷺ کا اسم گرامی "احمد" مکتوب ہے۔ آپ ﷺ کی امت کا نام حامدون ہے۔ ان کے خون بارگاہِ ربوبیت میں قرب کا ذریعہ ہیں، ان کے سینے اناجیل ہیں، وہ جس معرکہ میں بھی نبرد آزما ہوں گے حضرت جبرائیل امین ان کے ہمراہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر اس طرح سایہ فگن ہوگی جس طرح گدھ اپنے بچوں پر سایہ کناں ہوتی ہے"۔

پھر میرے والد نے مجھ سے کہا جب تو ایسے نبی کے متعلق سن لے تو ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جانا، ان پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا۔ حضور ﷺ نے پسند فرمایا کہ صحابہ کرام بھی اس عالم یہود کی گفتگو سنیں، ایک دن وہ شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اے نعمان! ہمیں وہی بات سناؤ جو پہلے سنا چکے ہو۔ اس نے ابتداء سے لے کر اختتام تک وہی اوصاف بیان کئے۔ روایت ہے کہ اس دن حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو اسود عنسی نے شہید کیا تھا۔ اس نے ان کا ایک ایک عضو جدا کر دیا لیکن یہ پھر

بعد میں شکایت نہ کرو۔

"اَلْمُنْحَمَنَّا" سریانی زبان کا نام ہے اس کا معنی "محمد" ﷺ ہے۔رومی زبان میں اسے اَلْبَرَقْلِيطِسْ کہتے ہیں(ﷺ)

بھی یہی کہتے رہے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔تو جھوٹا اور اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والا ہے۔پھر اس ظالم نے ان کو آگ میں جلا دیا۔

حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ

ابو محمد عبدالملک بن ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق المطلبی سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سر مبارک پر رحمۃ اللعالمین کا تاج سجا کر اور تمام لوگوں کو مژدہ جانفزا سنانے والا بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ سے پہلے جو نبی بھی مبعوث ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا کہ وہ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ پر ایمان لائیں، آپ ﷺ کی تصدیق کریں اور آپ ﷺ کے دشمنوں کے خلاف آپ ﷺ کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ ایسا ہی عہد اپنی اپنی امتوں سے بھی لیں۔ ہر نبی نے اپنی امت سے یہ عہد لیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ

حضور ﷺ کی بعثت کب ہوئی

ابن اسحاق کا قول ہے کہ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو آپ ﷺ مبعوث ہوئے۔ حضرت ابن عباس، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت قباث بن اشیم، حضرت عطا، حضرت سعید بن المسیب اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے یہی روایت ہے۔ اہل سیر اور اہل علم کے ہاں یہی مشہور ہے۔ روایت ہے کہ چالیس سال اور دو ماہ کی عمر میں حضور ﷺ کی بعثت ہوئی۔ حضرت قباث بن اشیم سے پوچھا گیا کیا تم بڑے ہو یا حضور ﷺ۔ انہوں نے جواب دیا حضور اکرم ﷺ مجھ سے بڑے ہیں لیکن عمر میری زیادہ ہے۔ حضور ﷺ عام الفیل کو اس جہانِ رنگ و بو میں جلوہ نما ہوئے۔ میری والدہ نے مجھے ہاتھی کی لید پر کھڑا کیا تھا۔ دوسری روایت میں پرندے کی بیٹ کا ذکر ہے، میں نے اس کو دیکھا اس کا رنگ سبز ہو چکا تھا یعنی اس پر ایک سال گزر چکا تھا۔

البکائی کی روایت کے علاوہ منقول ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

"اے بلال! پیر کا روزہ رکھا کرو کیونکہ پیر کے روز ہی میری ولادت ہوئی، اسی روز میں مبعوث ہوا اور اسی روز میرا وصال ہوگا"۔

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ (آل عمران)

"اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو، ان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد) فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھالیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا کہ (اللہ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں"۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا کہ آپ ﷺ کی تصدیق کریں اور آپ ﷺ کے دشمنوں کے خلاف آپ ﷺ کی اعانت کریں۔

نبوت اور طاقت

ابن اسحاق کا قول ہے کہ نبوت ایک بوجھ اور ثقل ہے اس کو صرف وہی اٹھانے کی قوت رکھتا ہے جو اہل قوت اور اولوالعزم ہو۔ ابن اسحاق نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے وہب بن منبہ کو سنا اس وقت وہ مسجد میں تھے ان کے سامنے حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا وہ ایک صالح انسان تھے، ان کے اخلاق میں ضیق تھی۔ جب ان پر نبوت کا بار گراں ڈالا گیا تو ان سے اس طرح آواز آتی تھی جس طرح اس اونٹ سے آواز آتی ہے جس پر بہت زیادہ بوجھ لادا گیا ہو۔ انہوں نے اس بوجھ کو پھینک دیا اور بھاگ گئے۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ اولوالعزم رسولوں سے مراد حضرت نوح، حضرت ہود اور حضرت ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام اس قول کی وجہ سے ہیں۔

يَا قَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِىْ وَ تَذْكِيرِیْ بِآيَاتِ اللّٰهِ۔ (یونس۔۷۱)

"اے میری قوم! اگر گراں ہے تم پر میرا قیام اور میرا پند و نصیحت کرنا اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے"

حضرت ھود علیہ السلام اس فرمان کی وجہ سے اولوالعزم ہیں۔

اِنِّىْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۔

میں گواہ بناتا ہوں اللہ تعالیٰ کو اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں بیزار ہوں ان بتوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔

سچے خوابوں سے آغاز

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ امام زہری نے حضرت عروۃ ابن زبیر اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ جو خواب حضور ﷺ رات کو دیکھتے دن کو اس کی تعبیر ہو بہو صبح کے اجالے کی مانند سامنے آ جاتی۔ پھر حضور ﷺ کے قلب انور میں خلوت گزینی کی محبت پیدا ہو گئی۔ آپ ﷺ کو خلوت گزینی سے اور کوئی چیز پسندیدہ تر نہ تھی۔

پتھر اور درخت سلام عرض کرتے ہیں

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے عبدالملک بن عبید اللہ بن ابی سفیان بن العلاء جاریہ الثقفی نے بعض اہل علم سے بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمانا چاہا تو آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے دور تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ اتنی مسافت پر تشریف لے جاتے تھے کہ مکہ معظمہ کے گھر بھی نظر نہ آتے تھے۔ آپ ﷺ مکہ معظمہ کی گھاٹیوں اور وادیوں کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔ آپ ﷺ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے وہ آپ ﷺ کو یوں سلام عرض کرتا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اور اپنی امت کے اس قول کی وجہ سے اولوالعزم ہیں۔

اِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

''کہ ہم بیزار ہیں تم سے اور ان معبودوں سے جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ کے سوا''۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی مکرم ﷺ کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی ان اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر کریں۔

پتھر کے سلام کرنے اور تنے کا فراق میں رونے کے متعلق امام سہیلی کی رائے

ترمذی اور مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''میں مکہ معظمہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھ پر نزولِ وحی سے پہلے سلام بھیجا کرتا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ پتھر جو حضور نبی دو جہاں ﷺ پر سلام بھیجنے کی سعادت حاصل کرتا تھا وہ حجر اسود تھا۔ ممکن ہے کہ یہ سلام حقیقت ہی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس طرح قوتِ گویائی عطا فرمائی ہو جس طرح اس نے کھجور کے تنے کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی لیکن اس گفتگو میں حیات، علم اور ارادہ کی کوئی شرط نہیں ہے کیونکہ یہ دیگر آوازوں کی طرح ایک آواز ہی ہے، اکثر علماء کے نزدیک آواز ایک عرض ہے لیکن نظام نے اس کی مخالفت کی ہے۔

حضور ﷺ اپنے ارد گرد متوجہ ہوتے اپنے دائیں بائیں، آگے پیچھے التفات فرماتے، آپ کو صرف درخت اور پتھر ہی نظر آتے۔ آپ ﷺ کی یہی کیفیت رہی حجر و شجر سلام عرض کرتے رہے کہ ایک روز حضرت جبرائیل کرامت وتوقیر کا تاج آپ ﷺ کے سرِاقدس پر سجانے کے لئے آ گئے۔ اس وقت حضور ﷺ غارِ حرا میں خلوت گزیں تھے اور رمضان المبارک کا مقدس مہینہ تھا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نزول

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مجھ سے وہب بن کیسان نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کو سنا وہ عبید بن عمیر بن قتادہ اللیثی سے فرمارہے تھے۔ انہوں نے فرمایا اے عبید! نزولِ وحی کا آغاز کیسے ہوا؟ (اس وقت میرے علاوہ وہاں اور بھی کچھ لوگ موجود تھے) انہوں نے فرمایا حضور ﷺ ہر سال ایک ماہ کے لئے غارِ حرا میں خلوت گزیں ہوتے تھے۔

وَ كَانَ ذَالِكَ مِمَّا تَحَنَّثُ بِهٖ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔ قریش کی یہ عادت تھی کہ وہ سال

اس کے گمان کے مطابق آواز ایک جسم ہے۔ الاشعری نے جواہر کے آپس میں ٹکرانے سے پیدا شدہ صدا کو آواز کہا ہے لیکن ابوبکر بن طیب کہتے ہیں کہ آواز سے مراد باہمی ٹکرانے کی صدا نہیں ہے۔ اس کا مفہوم اس سے وسیع تر ہے اس کی وضاحت کی بنیاد دو اقوال پر ہے لیکن یہ تفصیل کی جگہ نہیں ہے۔

اگر کلام (گفتگو) کو ایسی صفت تسلیم کیا جائے جو حجر اور شجر کے ساتھ قائم ہو اور آواز بھی اسی سے تعبیر ہو تو پھر کلام کے ساتھ حیات اور علم کی شرط کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کلام حیات اور علم کے ساتھ مختص تھی اور پتھر نے آپ ﷺ پر ایمان لانے کی سعادت حاصل کی یا پھر وہ صرف کلام ہی تھی، اس کے ساتھ حیات متصل نہ تھی۔ ہر دو لحاظ سے یہ نبوت کی ایک اہم نشانی ہے۔

جہاں تک حَنِيْنُ الْجِذْعِ (تنے کا گریہ بار ہونے) کا تعلق ہے تو اگر لفظ حَنِيْن کو دیکھا جائے تو یہ حیات کا تقاضا کرتا ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ پتھر کا سلام درحقیقت ملائکہ کی طرف منسوب ہو وہ وہاں مقیم ہوں اور وہ ان کا مسکن ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہو۔

وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ۔ اور (اگر آپ کو اعتبار نہ آئے تو) دریافت کیجئے بستی والوں سے۔

لیکن پہلا قول زیادہ واضح ہے لیکن ان مذکورہ تمام صورتوں میں پتھر کا سلام کناں ہونا حضور ﷺ کی نبوت کی ایک علامت ہے لیکن متکلمین کی اصطلاح میں اس کو معجزہ نہیں کہیں گے۔ معجزہ صرف وہ خلاف عادت واقعہ ہوگا جس سے مخلوق کو چیلنج کیا گیا ہو اور وہ ایسا واقعہ پیش کرنے سے عاجز ہو۔

میں ایک ماہ یکسوئی سے اللہ رب العزت کی عبادت کرتے تھے۔

تحنث کا معنی تبرز ہے۔ ابوطالب کا شعر ہے۔

وَ ثَوْرٍ وَ مَنْ اَرْسٰی ثَبِیْرًا مَکَانَهٗ وَرَاقٍ لِیَرْقٰی فِیْ حِرَاءَ وَ نَازِلٍ

میں جبل ثور کی اور اس ذات کی قسم اٹھاتا ہوں جس نے اس عظیم پہاڑ کو اپنی جگہ نصب کیا ہے اور غارِ حرا پر چڑھنے والے اور اترنے والے کی پناہ لیتا ہوں۔

تحنث و تحنف

ابن ہشام کہتے ہیں کہ تحنث اور تحنف کا ایک ہی معنی ہے۔ اہل عرب ان دونوں الفاظ سے حنیفیہ مراد لیتے تھے۔ وہ فاء کو ثاء میں بدل دیتے تھے۔ جس طرح وہ جدف اور جدث کہا کرتے تھے۔ ان دونوں کا معنی قبر ہی ہے۔ روبۃ بن عجاج کا شعر ہے۔

لَوْ كَانَ اَحْجَارِیْ مَعَ الْاَجْدَافِ

کاش! میرے پتھر قبروں کے ساتھ ہوتے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابوعبیدہ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ اہل عرب فم کی جگہ ثم کہا کرتے

تفعل اور اس کا مدلول

عبید بن عمیر کی حدیث ہے۔ "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُجَاوِرُ بِغَارِ حِرَاءَ وَ یَتَحَنَّثُ فِیْهِ"۔ تحنث کا معنی تبرز ہے یہ البِرُّ سے تفعل کے وزن پر ہے۔ تفعل فعل میں دخول کا تقاضا کرتا ہے مثلاً تَفَقُّه، تَعَبُّد، تَنَسُّك وغیرہ۔ بعض اوقات اس میں کسی چیز سے جلدی جلدی نکلنے اور اسے چھوڑنے کے معنی بھی پائے جاتے ہیں مثلاً تَاَثُّم اور تَحَرُّج وغیرہ۔ تَحَنُّث۔ ثاء کے ساتھ یہ۔ یہ حَنَث سے مشتق ہے اس کا معنی بارگراں ہے تَقَذُّر بھی اس طرح ہے، اس کا معنی گندگی سے دور ہونا ہے۔ تَحَنُّف کا معنی تبرر ہے یہ حنیفیہ دین ابراہیمی سے ہے اگر فاء ثاء سے بدل کر آئی ہو تو یہ تَقَذُّر اور تَاَثُّم کی طرح ہے۔ ابن ہشام کے قول کا یہی مفہوم ہے۔ مجاورت ایک لحاظ سے اعتکاف ہی ہوتی ہے مگر ان میں فرق یہ ہے کہ اعتکاف صرف مسجد میں ہو سکتا ہے جبکہ مجاورت مسجد سے باہر بھی ہو سکتی ہے اسی وجہ سے حضور ﷺ کی اس خلوت گزینی کو اعتکاف نہیں کہا جا سکتا کیونکہ غارِ حرا مسجد نہیں ہے بلکہ وہ حرم کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ کوہ ثبیر پر تشریف لے گئے۔ اس پہاڑ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے اتر جائیں کیونکہ اگر آپ ﷺ مجھ پر شہید ہو گئے تو

تھے۔ وہ فاء کو ثاء میں بدل دیتے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے وہب بن کیسان نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ ہر سال اسی مہینے کو خلوت گزیں ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس جو بھی مسکین آتا آپ ﷺ اسے

میں بھی عذاب میں مبتلاء ہو جاؤں گا۔ اس وقت اسی جبل حرا نے آپ ﷺ سے عرض کی تھی۔

اِلَیَّ اِلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اے رسول مکرم ﷺ! میرے پاس تشریف لے آئیں۔

نزولِ وحی کی کیفیت

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب مجھ پر وحی کا آغاز ہوا اس وقت میں استراحت فرما تھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ اس حدیث مبارک میں ہے کہ جب حضور ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا اس وقت آپ ﷺ حالت بیداری میں تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

"سب سے پہلے سچی خوابوں سے آغازِ وحی ہوا۔ آپ ﷺ جو بھی خواب دیکھتے اس کی تعبیر دوسرے روز ہو بہو صبح کے اجالے کی طرح نمودار ہو جاتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نزدیک خلوت گزینی کو محبوب بنا دیا...... حتیٰ کہ حق آ گیا۔ آپ ﷺ اس وقت غارِ حراء میں تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے"۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے سچی خوابوں کا مرتبہ نزولِ وحی سے بیشتر تھا ان دونوں احادیث میں اس طرح مطابقت کرنا ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل امین حضور ﷺ کے پاس حالت بیداری میں آنے سے پہلے حالت نیند میں بھی آئے تھے تا کہ آپ ﷺ کے ساتھ نرمی اور آسانی پیدا ہو جائے کیونکہ نبوت ایک اہم ترین معاملہ ہے۔ یہ بوجھ بڑا گراں ہے، انسان کمزور ہے۔ حدیث معراج میں اس مسئلہ کی مزید تفصیل بیان کی جائے گی۔

صحیح سند سے حضرت عامر الشعبی سے روایت ہے کہ حضرت اسرافیل تین برس تک حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ وہ آپ ﷺ کے ساتھ محو کلام ہوتے تھے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام قرآن پاک کی وحی لے کر حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ پر نزولِ وحی کی مختلف کیفیات تھیں۔

ا۔ نیند میں

جس طرح ابن اسحاق کی حدیث سے عیاں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی اسی کی وضاحت ملی ہے کہ حضور ﷺ پر سب سے پہلے نزولِ وحی کی کیفیت سچی خوابوں کی صورت میں

کھانا کھلاتے۔ جب خلوت گزینی کی عمر ختم ہو جاتی تو آپ ﷺ گھر تشریف لانے سے پہلے بیت اللہ تشریف لے جاتے۔ اس کا طواف کرتے پھر گھر تشریف لے جاتے۔

ظاہر ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی (الصافات: ۱۰۲)

"میں نے دیکھا ہے خواب میں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتا تیری کیا رائے ہے"۔

آپ علیہ السلام کے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کی۔

اِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ "کر ڈالیے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے"۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ کبھی کبھی وحی نیند میں بھی آیا کرتی تھی جس طرح حالت بیداری میں آتی تھی۔

۲۔ قلب انور میں القاء کرنا

وحی کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ فرشتہ دکھائی دیئے بغیر حضور ﷺ کے قلب انور میں القاء کر دیتا تھا۔ ارشادِ رسالت مآب ﷺ ہے۔

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رَوْعِی اَنَّهٗ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَكْمِلَ اَجَلَهَا وَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ۔ (1)

روح القدس (جبرائیل) نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک وہ اپنی مدت اور رزق مکمل نہ کر لے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور طلب رزق میں خوب صورت طریقے اختیار کرو۔

مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا (الشوریٰ: ۵۱)

"اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ کلام کرے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ (براہِ راست) مگر وحی کے طور پر"۔

میں وحی بالقاء مراد ہے۔

گھنٹی کی مانند آواز

وحی کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ گھنٹی کی آواز کی طرح وحی کی آواز سنائی دے۔ وحی کا یہ انداز حضور ﷺ

ماہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سرِ اقدس پر کرامت وعزت کا تاج سجایا۔ اس ماہ میں حضور ﷺ حسب معمول غارِ حرا میں خلوت نشینی کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کی رفیقۂ حیات بھی تھیں۔ جب وہ مبارک شب آئی جس میں

کے لئے بڑا مشکل ہوا کرتا تھا۔ جب نزولِ وحی کی یہ کیفیت جدا ہوتی تو جو کچھ آپ ﷺ سنتے وہ آپ ﷺ کو اچھی طرح یاد ہو چکا ہوتا۔

فرشتہ بشکل انسانی

کبھی فرشتہ انسانی شکل میں حاضر خدمت ہوتا۔ فرشتہ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں متشکل ہو کر آتا تھا۔ روایت کیا جاتا ہے کہ جب حضرت دحیہ کلبی مدینہ منورہ آئے تو مدینہ منورہ کی تمام خواتین نے ان کے حسن و جمال کی وجہ سے ان کو دیکھا۔ ابن سلام اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا (الجمعہ:۱۱) ''اور (بعض لوگوں نے) جب دیکھا کسی تجارت یا تماشہ کو''۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لہو سے مراد صحابہ کرام کا حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ کی زیارت کرنا تھا۔

حضرت جبرائیل کا دیدار

حضور ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اسی شکل میں دیکھا جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں تخلیق کیا ہے۔ آپ علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں جن سے ہمہ وقت موتی اور جواہرات بکھرتے رہتے ہیں۔

حجاب کے پیچھے سے اللہ تعالیٰ کا محوِ کلام ہونا

نزولِ وحی کا پانچواں درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پس پردہ کسی نبی سے کلام فرمائے۔ پھر یا تو یہ سعادت حالت بیداری میں ہو یا نیند کی کیفیت میں۔ جس طرح ترمذی شریف کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔'' میرا پروردگار میرے پاس احسن صورت میں آیا اور پوچھا ملاء اعلیٰ کس چیز کے متعلق جھگڑا کر رہے ہیں۔ میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ میرے لئے ہر چیز کا علم عیاں ہوگا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا اے محمد ﷺ! ملاء اعلیٰ کس بات میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی مولا! وہ کفارات میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کفارات کیا ہیں۔ میں نے عرض کی ناپسندیدگی کے لمحات میں وضو کرنا، بھلائیوں کی طرف چل کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا

آپ ﷺ کو نبوت و رسالت کی خلعت فاخرہ سے نوازا جانا تھا تو اللہ تعالیٰ کے پیغام بر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل آئے میں اس وقت استراحت فرما

انتظار کرنا۔ جس شخص نے یہ عمدہ اعمال سرانجام دینے کی سعادت حاصل کر لی وہ قابل ستائش زندگی بسر کرے گا۔ وہ قابل فخر موت مرے گا۔ وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح اس کی ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہو"۔

نزولِ وحی کی یہی چھ کیفیات ہیں۔ نزولِ وحی کی ایک ساتویں حالت بھی ہے۔ جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ (یعنی حضرت اسرافیل کی حضور ﷺ کے ساتھ معیت) جس طرح ہم نے ان کیفیات کو جمع کیا ہے اس طرح کسی اور سیرت نگار نے انہیں اکٹھا نہیں کیا۔

حدیث وحی کی تشریح

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل ریشم کا ایک ایسا کپڑا لے کر حاضر ہوئے جس پر کچھ تحریر تھا۔ بعض مفسرین اللہ تعالیٰ کے اس فرمان الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ۔ (البقرہ) کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں اسی کتاب کے متعلق اشارہ ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام غارِ حرا میں لے کر آئے تھے۔

مَا اَنَا بِقَارِئٍ۔ کا مفہوم یہ ہے کہ میں اُمی ہوں میں نے کتب کا مطالعہ نہیں کیا۔ آپ ﷺ سے تین مرتبہ یہ عرض کی گئی۔ پھر کہا گیا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔ اپنے رب کا نام لے کر پڑھیں یعنی آپ ﷺ اپنی قوت سے یا اپنے نفس کے وصف سے نہیں پڑھیں گے اور نہ ہی آپ ﷺ اپنی معرفت سے پڑھیں گے بلکہ آپ ﷺ اپنے رب کے پاکیزہ نام سے آغاز کرتے ہوئے پڑھیں۔ اس سے استعانت کرتے ہوئے پڑھیں، وہ آپ ﷺ کو اسی طرح سکھائے گا جس طرح اس نے آپ ﷺ کو تخلیق کیا۔ آپ ﷺ میں خون کا لوتھڑا اور شیطان کا حصہ پیدا فرما کر پھر اسے باہر نکالا۔ اس نے یہ اشیاء دیگر انسانوں میں بھی تخلیق کی ہیں۔ پہلی دو آیتیں حضور ﷺ کے متعلق ہیں، دوسری آیتیں امت مرحومہ کے متعلق ہیں کیونکہ وہ بھی ایسی امت تھی جو تعلیم نے نا آشنا تھی۔ وہ تو لکھ بھی نہیں سکتی تھی لیکن وہ صاحب کتاب بن گئی۔ وہ اہل قلم ہو گئی انہوں نے قلم کے ذریعہ سے قرآن سیکھا جبکہ حضور ﷺ کے قلب اطہر پر جبرائیل نے قرآن مجید اللہ کے حکم سے اتارا تاکہ وہ مرسلین میں سے ہو جائیں۔

تھا۔ ان کے پاس ریشم کا ایک ٹکڑا تھا جس پر کچھ مکتوب تھا، انہوں نے کہا پڑھیے میں نے کہا میں کیا پڑھوں۔ انہوں نے مجھے اس شدت سے بھینچا کہ مجھے گمان ہوا کہ یہ میرے لئے موت کا

تسمیہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔ میں ایک فقہی مسئلہ یہ ہے کہ قرآن پاک کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع کرنا واجب ہے لیکن اس آیت میں یہ ذکر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کس نام سے آغاز کیا جائے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا (ھود:۴۱) ''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہی اس کا چلنا''۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل کی۔

وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (النمل:۳۰) ''اور وہ یہ ہے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن (اور) رحیم ہے''۔

اس کے بعد حضرت جبرائیل ہر سورت کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لے کر آتے اور ''مصحف'' میں صحابہ کرام کے اجماع سے اسے نقل کیا گیا۔ امام بخاری نے حضرت حسن بصری کے مصحف کے متعلق جو ذکر کیا ہے وہ شاذ ہے۔ بسم اللہ قرآن پاک کا حصہ ہے اگر یہ قرآن پاک کا حصہ نہ ہوتی تو پھر اسے اس میں لکھا ہی نہ جاتا۔

امام شافعی کا یہ قول بھی درست نہیں کہ وہ ہر سورت کا حصہ ہے اور نہ ہی یہ قول درست ہے کہ وہ سورۃ الفاتحہ کی آیت ہے۔ ہمارا نقطہ نظر تو یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیت ہے جو سورت کے ساتھ متصل ہے۔

امام ابوحنیفہ اور داؤد کا یہی قول ہے۔

جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا نزول ہوا تو پہاڑوں نے تسبیح بیان کی۔ قریش مکہ نے کہا محمد ﷺ نے پہاڑوں پر جادو کر دیا ہے۔ (نقاش) اگر یہ قول درست ہے تو پھر پہاڑوں کا تسبیح خوانی کرنا اس آیت کے ساتھ مختص ہے۔ یہ آیت آل داؤد علیہ السلام پر بھی اتری تھی اور پہاڑ ان کے ساتھ تسبیح خواں ہوتے تھے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِشْرَاقِ (ص)

''ہم نے فرمانبردار بنا دیا تھا پہاڑوں کو ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے عشاء اور اشراق کے وقت۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (النمل) یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور

قاصد بن کر آئے ہیں۔ پھر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیئے۔ میں نے کہا میں کیا پڑھوں؟ انہوں نے مجھے پھر بھینچا۔ حتیٰ کہ میں نے کہا وقت اجل آن پہنچا پھر مجھے چھوڑ کر کہا پڑھیئے۔ میں نے کہا میں کیا پڑھوں؟ پھر انہوں نے مجھے زور سے بھینچا۔ میں سمجھا کہ شاید موت آ گئی ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا پڑھیں۔ میں نے کہا میں کیا پڑھوں؟ میں نے یہ صرف اس لئے کہا کہ وہ

وہ یہ ہے کہ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن (اور) رحیم ہے۔

حدیث شریف میں ریشم کے ٹکڑے کا ذکر ہے جس پر کچھ مرقوم تھا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کتاب منیر آپ ﷺ کی امت کے لئے عجمیوں کے ممالک کو مغلوب کر دے گی اور وہ ان سے ریشم اور حریر چھین لے گی اور اس امت مرحومہ کو آخرت کی ملکیت اور جنت کا لباس بھی عطا کیا جائے گا۔ وہ لباس حریر اور دیباج کا ہی ہوگا۔ موسیٰ بن عقبہ اور سلیمان بن المعتمر کی سیرت کی کتب میں ہے کہ حضرت جبرائیل حضور ﷺ کی خدمت میں ایسے غالیچے میں حاضر ہوئے جو موتیوں اور یاقوت سے بنایا گیا تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کو اس پر بٹھایا۔ ابن المعتمر کی سیرت میں ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ (انشراح) "کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا"

اس آیت میں مذکورہ بالا واقعہ کی طرف ہی اشارہ ہے۔ حضرت جبرائیل نے آپ کے سینہ اقدس میں مذکورہ بالا واقعہ کی طرف ہی اشارہ ہے۔ حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ کے سینہ اقدس کو مس کیا اور یہ دعا مانگی۔ "مولا! ان کا سینہ کھول دے، ان کے ذکر کو بلند فرما اور ان سے ان کے بوجھ کو اٹھا لے۔

الغط

حدیث شریف میں ہے فَغَطَّنِیْ۔ ایک روایت میں فَسَأَبَنِی۔ ایک روایت میں سَأَتَنِیْ جبکہ تیسری روایت میں فَذَعَتَنِیْ ہے۔ ان تمام کا معنیٰ گلا گھونٹنا اور ڈھانپ لینا ہے۔

شریح القاضی نے اسی روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ بچے کو قرآن پاک یاد نہ کرنے کی وجہ سے تین دفعہ ہی مارا جائے۔ جس طرح حضرت جبرائیل نے حضور ﷺ کو تین دفعہ بھینچا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ تین دفعہ بھینچنا ان تین شدید ترین مشکلات کی طرف اشارہ تھا جو مسلمانوں کو درپیش ہوئیں۔ پھر مسلمانوں پر فرح و شادمانی کا دور آ گیا۔ ا۔ شعب ابی طالب میں معاشرتی بائیکاٹ۔ ۲۔ قتل کی دھمکیاں۔ ۳۔ محبوب وطن سے ہجرت۔ پھر کامیابی نے متقین ہی کے قدم چومے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مجھے پھر نہ بھینچیں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾ (العلق)

"آپ پڑھیئے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے۔ اس نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

آپ ﷺ نے فرمایا میں نے ان آیات کو پڑھا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام چلے گئے۔

مَا اَنَا بِقَارِیٔ

ابن اسحاق نے مَا اَقْرَأ۔ ذکر کیا ہے، ممکن ہے مَا استفہامیہ ہو۔ آپ ﷺ کی مراد یہ ہو کہ میں کون سی چیز پڑھوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مَا نافیہ ہو۔ امام بخاری اور امام مسلم کی روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ مانافیہ ہے۔

جبرائیل کا معنی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک ریشم کی قالین پر تھے۔ ایک روایت کے مطابق زمین اور آسمان کے درمیان عرش پر تھے۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ جب وحی عارضی طور پر کچھ مدت کے لئے منقطع ہوگئی تو حضور ﷺ پہاڑوں کی چوٹیوں پر آتے۔ آپ ﷺ ارادہ فرماتے کہ اپنے آپ کو نیچے گرادوں۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے آجاتے، وہ آسمان اور زمین کے مابین ہوتے وہ کہتے اے محمد! ﷺ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔ "جبرائیل" سریانی زبان کا اسم ہے اس کا معنی عبدالرحمٰن یا عبدالعزیز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً اسی طرح روایت ہے۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ آخری اسم "ایل" اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ ہمارے شیخ بھی فرماتے تھے کہ یہ اضافۃ مقلوبہ ہے۔ عجمیوں کے کلام میں اضافت اسی طرح ہوتی ہے۔ وہ غلام زید کو زید غلام پڑھتے ہیں۔ اس اعتبار سے ایل سے مراد عبد اور پہلے اسم اللہ تعالیٰ کا نام ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اسی طرح ہے جس طرح تم کہو۔ عبداللہ، عبدالرحمٰن۔ عبد کو وہی رہتا ہے مگر بعد والے اسماء بدلتے رہتے ہیں۔

میں اپنی نیند سے بیدار ہو گیا، ایسے محسوس ہوتا تھا کہ میرے دل پر کتاب لکھ دی گئی ہے۔ میں باہر نکل آیا جب میں پہاڑ کے وسط میں پہنچا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا۔ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔ میں نے ان کی طرف مسلسل دیکھنا شروع کیا، میں ایک ہی جگہ پر کھڑا تھا آگے پیچھے حرکت نہیں کر رہا تھا، جب میں نے اپنی نظر آسمان کے افق کی طرف پھیری تو مجھے ہر سمت وہی نظر آئے۔ میں اسی کیفیت میں تھا حتیٰ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے میری تلاش میں لوگوں کو روانہ کر دیا۔ وہ مکہ معظمہ کے بلند مقام تک پہنچ کر واپس آ گئے۔ میں کچھ دیر اسی جگہ کھڑا رہا پھر حضرت جبرائیل وہاں سے چلے گئے۔

میں بھی گھر آ گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا اے ابو القاسم! ﷺ آپ کہاں تھے؟ اللہ کی قسم! میں نے آپ ﷺ کی جستجو میں اپنے قاصد بھی بھیجے تھے۔ وہ مکہ معظمہ کے بلند و بالا مقامات پر آپ ﷺ کو تلاش کر کے آ گئے ہیں۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا۔ انہوں نے کہا اے میرے چچا زاد! آپ ﷺ کو بشارت ہو، ثابت قدمی اختیار فرمائیں۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں خدیجہ کی جان ہے، مجھے امید ہے کہ آپ ﷺ اس امت کے نبی ہوں گے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی کے پاس گئیں۔ ورقہ ان کا چچا زاد بھائی تھا، اس نے نصرانیت اختیار کر لی تھی، اس نے خود بھی کافی کتابیں پڑھی تھیں اور اہل کتاب سے بھی کافی علم حاصل کیا تھا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ان امور کی خبر دی جو حضور ﷺ نے دیکھے یا سنے تھے تو ورقہ بن نوفل نے کہا۔ "قدوس۔ قدوس" مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں ورقہ کی جان ہے۔ اے خدیجہ! اگر آپ سچ فرما رہی ہیں تو پھر محمد مصطفیٰ ﷺ کے

اِلٌّ کا معنی

اِلٌّ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ لیکن اس کو اللہ تعالیٰ کا اسم نہیں کہہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اسم مبارک نہیں رکھا۔ اس کے تمام اسماء مبارکہ معرفہ ہیں، ال نکرہ ہے۔ اللہ معاف کرے کہ اس کا کوئی اسم نکرہ ہو۔ ہر وہ چیز جو حرمت والی اور حق رکھتی ہو اسے اَلال کہا جاتا ہے وہ امور جن کا حق ہوتا ہے اور ان کی تعظیم واجب ہوتی ہے۔ وہ قرابت، رحم، ہمسائیگی اور عہد ہے۔ یہ "اَلَلت" سے مشتق ہے اور اس کا معنی کسی چیز میں انتہائی جدو جہد کرنا ہے۔ اَلَالُ فتح کے ساتھ مصدر ہے۔ اِلَالُ کسرہ کے ساتھ مصدر ہے جس طرح اَلذَّبْحُ اور اَلذِّبْحُ ہے۔

پاس وہی ناموس اکبر آیا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ وہ اس امت کے نبی ہیں، ان سے عرض کریں کہ وہ ثابت قدمی اختیار فرمائیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ کو ورقہ کی بات بتائی۔

جب حضور ﷺ نے خلوت گزینی ختم کی تو آپ ﷺ مکہ معظمہ لوٹ آئے۔ آپ ﷺ نے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا۔ وہاں ورقہ بن نوفل ملے وہ بھی بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی "اے میرے بھتیجے! جو کچھ آپ نے دیکھا یا سنا ہے اس کے متعلق مجھے بتائیں"۔ حضور ﷺ نے تمام واقعات کی خبر دی۔ ورقہ نے کہا "مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آپ ﷺ اس امت کے نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے پاس وہی ناموس اکبر آیا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا"۔

"اے محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کو جھٹلایا جائے گا، آپ کو اذیت دی جائے گی، تمہیں ہجرت کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور آپ کے ساتھ جنگ کی جائے گی۔ اگر میں نے وہ دن پالیا تو میں ہر کام پر آپ ﷺ کی مدد کروں گا"۔ پھر ورقہ نے اپنا سر جھکا لیا پھر اس نے حضور ﷺ کے سر اقدس کو چوما۔ اس کے بعد حضور ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے آئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے اسماعیل بن حکیم آل زبیر کے غلام نے بیان کیا ہے کہ انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی "اے میرے چچا زاد! کیا آپ ﷺ اس وقت مجھے بتا سکتے ہیں جب حضرت جبرائیل آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں" انہوں نے عرض کی جب وہ حاضر خدمت ہوں تو مجھے بتا دینا۔ جب حضرت جبرائیل حسب معمول بارگاہِ رسالت ﷺ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے کلام کے متعلق فرمایا تھا۔

كَلَامٌ لَا يَخْرُجُ مِنْ إِلٍّ وَ بِرٍّ۔ یہ کلام ربوبیت کی زبان قدرت سے نہیں نکلا کیونکہ ربوبیت کی تعظیم کرنا واجب ہے۔ ابو عبید نے اس کی اسی طرح تفصیل بیان کی ہے۔ جبرائیل کے متعلق علماء کا اتفاق ہے کہ یہ عربی کی جہت سے اپنے معنی کے موافق ہے اگرچہ یہ نام عجمی ہی ہو۔

جبر کا معنی اس چیز کو درست کرنا ہے جس میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہو۔ حضرت جبرائیل وحی لے کر آتے تھے۔ وحی میں اس چیز کی اصلاح کا سامان ہوتا ہے جس میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہو۔ حضرت جبرائیل سرزمین عرب اور مکہ معظمہ میں معروف نہ تھے۔ جب حضور ﷺ نے ان کے متعلق حضرت خدیجہ رضی

میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "اے خدیجہ! یہ جبرائیل میرے پاس آئے ہیں"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "اے میرے چچازاد! میری دائیں ران پر تشریف لے آئیں۔ حضور ﷺ ان کی دائیں ران پر تشریف فرما ہو گئے"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "کیا آپ ﷺ اب بھی حضرت جبرائیل کو ملاحظہ کر رہے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "اب آپ ﷺ میری بائیں ران پر تشریف لے آئیں۔ حضور ﷺ ان کی بائیں ران پر تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "کیا اب بھی آپ ﷺ انہیں دیکھ رہے ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ انہوں نے عرض کی "اب آپ ﷺ آغوش میں تشریف لے آئیں"۔ حضور نبی محترم ﷺ ان کی آغوش میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے عرض کی "کیا اب بھی آپ ﷺ حضرت جبرائیل کو دیکھ رہے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ اب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا برہنہ سر ہو گئیں، انہوں نے اپنا دوپٹہ پھینک دیا۔ حضور ﷺ ان کی آغوش میں تشریف فرما تھے، انہوں نے عرض کی کیا اب بھی آپ ﷺ حضرت جبرائیل کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "اے میرے چچازاد! آپ ﷺ کو بشارت ہو آپ ﷺ ثابت قدمی اختیار فرمائیں۔ قسم بخدا آنے والا فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن حسن کے سامنے بیان کی انہوں نے فرمایا میں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ یہ روایت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی تھیں۔ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو اپنی اوڑھنی میں شامل کر لیا۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام چلے گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کی۔ یہ آنے

اللہ عنہا کو بتایا تو انہوں نے اہل کتاب کے علماء مثلاً عداس اور نسطورا راہب سے پوچھا۔ انہوں نے کہا قدوس قدوس۔ یہ نام ان شہروں میں کیوں بولا جاتا ہے؟ یہ واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔ سیرا لتیمی اور اشہب کی کتاب المعیطی میں اس کا تفصیلاً تذکرہ ہے۔ امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کیا انسان اپنا یا اپنے بچے کا نام جبرائیل رکھ سکتا ہے تو انہوں نے یہ نام رکھنا سخت ناپسند فرمایا۔

ناموس کا معنی

ناموس کا معنی بادشاہ کا رازداں ہے۔ بعض نے ناموس سے وہ شخص مراد لیا ہے جو بھلائی کا رازداں ہو اور جو بھلائی کا رازداں نہ ہو اسے جاسوس کہا جاتا ہے۔

ورقہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیوں کیا

ورقہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نصرانیت اختیار کر رکھی تھی اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ نہیں کہتے کہ وہ ایسے نبی ہیں جن کے پاس جبرائیل آیا کرتے تھے۔ وہ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ لاہوت کے تین اقانیم میں سے ایک اقنوم نے ناسوتِ مسیح میں حلول کیا۔ اختلاف کے باوجود وہ اقنوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ متحد ہو گیا۔ وہ کلمہ کا اقنوم ہے وہ کلمہ کو علم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عالم الغیب تھے، وہ مستقبل کے متعلق خبریں دیتے تھے۔ یہی عیسائیوں کا عقیدہ تھا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کیا۔ اسی وجہ سے ورقہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بجائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا۔ ان کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی لے کر آتے تھے لیکن ورقہ حضور ﷺ پر ایمان لے آئے جس طرح کہ ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اسے خواب میں دیکھا اس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔

اَوَ مُخرِجِیَّ ھُمْ

مُخرِجِیَّ میں ی کا مشدد ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ جمع ہے۔ اصل میں مُخرِجُوْیَ تھا۔ واؤ کو یاء میں ادغام کر دیا۔ وہ پہلے مبتداء کی خبر ہے۔

یونس نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ ''جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو میں عجیب صدا سنتا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ یہ معاملہ عجیب نہ ہو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے ساتھ ایسا ہرگز نہیں کرے گا۔ قسم بخدا! آپ ﷺ امانت ادا فرماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں اور ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے (اس وقت حضور اکرم ﷺ وہاں موجود نہ تھے) تو انہوں نے انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کے متعلق بتایا، انہوں نے کہا

والا فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے۔

اے عتیق! حضور ﷺ کو ورقہ کے پاس لے جائیں۔ جب حضور ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ﷺ نے آپ ﷺ کا دست اقدس پکڑ لیا اور عرض کی "اے حبیب لبیب ﷺ آئیں ورقہ کے پاس چلتے ہیں"۔

حضور ﷺ نے فرمایا "اے صدیق! آپ ﷺ کو اس معاملہ کی خبر کس نے دی؟" انہوں نے عرض کی مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق بتایا۔ دونوں ورقہ کے پاس چلے گئے اور تمام حقیقت حال بیان کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو میں یہ صدا سنتا ہوں۔ اے محمد! (ﷺ) میں بھاگتا ہوا گھر آ جاتا ہوں۔ ورقہ نے عرض کی اب اگر آواز آئے تو آپ ﷺ وہاں سے نہ بھاگیں، آپ ﷺ ثابت قدمی سے سنیں کہ صدا دینے والا کیا کہتا ہے۔ پھر میرے پاس آ جائیں اور مجھے بتائیں۔ جب آپ ﷺ خلوت گزیں ہوئے تو صدا آئی اے محمد! کہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○۔ فرمائیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حضور ﷺ ورقہ کے پاس تشریف لائے اور انہیں اس کلام سے آگاہ فرمایا۔ یہ روح افزا کلام سن کر ورقہ نے عرض کی اے محمد! ﷺ آپ کو بشارت ہو مژدہ جانفزا ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جن کی بشارت ابن مریم علیہما السلام نے دی تھی۔

آپ ﷺ کی بارگاہ میں وہی ناموس آتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نبی مرسل ہیں۔ آپ ﷺ کو عنقریب جہاد کا حکم دیا جائے گا اگر میں نے وہ دن دیکھ لیا تو میں آپ ﷺ کی معیت میں جہاد کرنا سب سے بڑی سعادت سمجھوں گا۔ جب ورقہ کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا "میں نے قس (ورقہ) کو جنت میں دیکھا ہے اس نے ریشمی لباس پہن رکھا تھا کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لایا اور اس نے میری تصدیق کی۔

یونس کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے ورقہ کو برے الفاظ سے یاد کیا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ میں نے ورقہ کو جنت میں دیکھا ہے۔

لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لَقَدْ خَشِيْتُ

عَلٰی نَفْسِیْ مجھے اپنے بارے ڈر لگ رہا ہے۔ اس خشیت کے بارے علماء کے مختلف اقوال ہیں۔
ابوبکر الاسماعیلی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو یہ خشیت یہ علم ہونے سے قبل تھی کہ آپ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ آتا ہے کیونکہ آپ ﷺ پر یہ بات بڑی گراں تھی کہ آپ ﷺ کو مجنون کہا جائے لیکن علامہ اسماعیلی کو یہ علم نہیں کہ امر کے آغاز میں یہ محال ہے کیونکہ علم ضروری کبھی کبھی یکبارگی حاصل نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص کسی شعر کا پہلا مصرعہ سنے تو اسے معلوم نہ ہو کہ یہ نظم ہے یا نثر لیکن جب پورا شعر بار بار دہرایا جائے تو اسے معلوم جائے گا کہ یہ شعر ہے اسی طرح وحی کا نزول لگا تار ہوتا رہا اور اس کے ساتھ ایسے قرائن بھی پائے جاتے رہے جو علم قطعی کا تقاضا کرتے تھے۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ کو قطعی علم حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس علم پر آپ ﷺ کی تعریف بھی فرمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫

حضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ پر ایمان ایمانِ کسبی ہے جس پر عظیم ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام کسبی افعال پر اجر کا وعدہ کیا ہے خواہ ان کا تعلق دل سے ہو یا اعضاء سے۔

اس جملہ کے متعلق علماء کا ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ شاید میں نبوت کا بارِ گراں نہ اٹھا سکوں اور میں کمزور ہو جاؤں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی یہ خشیت زائل فرمادی۔ آپ ﷺ کو تائید، قوت، ثبات اور عصمت عطا فرمادی۔

ایک قول کے مطابق یہ خشیت آپ ﷺ کو اپنی قوم کی طرف سے تھی، مبادا وہ آپ ﷺ کو شہید نہ کر دے۔ اس میں کوئی حرج نہیں آپ ﷺ بشر ہیں، آپ ﷺ قتل اور شدید اذیت سے اسی طرح ڈرتے تھے جس طرح ایک بشر خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صبر کی دولت عطا فرمادی۔ آپ ﷺ کے قلب انور کو شجاعت اور قوت سے بھر دیا۔ اس طرح خشیت کے متعلق اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔

نزولِ قرآن کا آغاز

ابن اسحاق کہتے ہیں نبی محترم ﷺ پر نزولِ قرآن کا آغاز رمضان المبارک میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ (البقرہ: ۱۸۵)

"ماہ رمضان المبارک جس میں اتارا گیا قرآن اس حال میں کہ یہ راہِ حق دکھاتا ہے لوگوں کو اور (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ؕ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (القدر)

"بیشک ہم نے اس (قرآن) کو اتارا ہے شب قدر میں اور آپ کچھ جانتے ہیں کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے اترتے ہیں فرشتے اور روح (القدس) اس میں اپنے رب کے حکم سے ہر امر (خیر) کے لئے یہ سراسر (امن و) سلامتی ہے یہ رہتی ہے طلوع فجر تک"۔

مزید ارشاد فرمایا۔

نزولِ قرآن کا آغاز کب ہوا

ابن اسحاق نے اس آیت شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ سے دلیل پکڑتے ہوئے کہا ہے کہ قرآنِ پاک رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں نازل ہوا۔ لیلۃ القدر بھی رمضان المبارک میں ہی ہوتی ہے۔ ابن اسحاق کے اس قول کی دو تاویلیں کی جاسکتی ہیں۔ ا۔ قرآنِ پاک کے نزول کا آغاز اس مبارک مہینے میں ہوا کیونکہ پورا قرآن مجید تو بیس سال سے زائد عرصہ میں نازل ہوا، ۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک آسمانِ دنیا پر نازل ہوا۔ اسے صحف مکرمہ میں پنہاں کر کے بیت العزت میں رکھا گیا وہ صحف بڑے بلند مرتبت اور پاکیزہ تھے۔ پھر آیت کے بعد آیت اور سورت کے بعد سورت کا نزول ہوتا رہا۔ اعتراض کرنے والوں کے جوابات اور رونما ہونے والے واقعات کے مطابق قرآن نازل ہوتا رہا۔ یہ تاویل سب سے عمدہ اور بہتر ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ﴿۵﴾ (الدخان)

''حامیم۔ حق کو واضح کرنے والی کتاب کی قسم بیشک ہم نے اتارا ہے اسے ایک بابرکت رات میں ہماری یہ شان ہے کہ ہم بروقت خبردار کر دیا کرتے ہیں، اسی رات میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر اہم کام کا ہر حکم ہماری جناب سے صادر ہوتا ہے۔ ہم ہی (کتاب و رسول) بھیجنے والے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (الانفال:۴۱)

''اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس پر جسے ہم نے اتارا اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز آمنے سامنے ہوئے تھے دونوں لشکر۔

حضور ﷺ کی اپنے وطن سے محبت

ورقہ نے حضور ﷺ سے عرض کی آپ ﷺ کو جھٹلایا جائے گا۔ آپ ﷺ نے ان کے جواب میں کچھ نہ فرمایا پھر انہوں نے عرض کی آپ ﷺ کو اذیت دی جائے گی۔ آپ نے پھر بھی کچھ نہ فرمایا۔ جب انہوں نے عرض کی آپ ﷺ کو وطن سے نکال دیا جائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فوراً فرمایا کیا وہ مجھے میرے وطن سے نکال دیں گے۔ آپ ﷺ کے اس جواب سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے وطن سے کتنی شدید محبت کرتے تھے اور اس سے مفارقت آپ ﷺ پر کتنی شاق تھی۔ وطن بھی وہ متبرک مقام جو اللہ تعالیٰ کا حرم اور اس کے گھر کا پڑوس ہے جو آپ ﷺ کے محترم باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا شہر ہے۔ آپ ﷺ نے پہلی دونوں باتوں پر کسی ردِ عمل کا اظہار نہ فرمایا لیکن جب وطن سے نکالے جانے کا تذکرہ آیا تو فوراً فرمایا اَوَ مُخْرِجِیَّ هُمْ۔ کیا میرے دشمن مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔ آپ ﷺ نے الف استفہام کے بعد واؤ کو ذکر فرمایا اور پھر اخراج کو مختص فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ واؤ سابقہ کلام کو رد کرنے کے لئے آتی ہے اور مخاطب کو یہ شعور دلاتی ہے کہ یہ استفہام انکار کی جہت سے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ اس کے کلام سے اسے دکھ اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حسن

ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث میری والدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے۔ ان کی

اسی ماہ مقدس میں حضور ﷺ مقام بدر میں مشرکین مکہ کے ساتھ نبرد آزما ہوئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کے روز مشرکین کے ساتھ مقامِ بدر میں معرکہ آزما ہوئے۔ اس دن رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں پھر نبی محترم ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا رہا، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے، اور اس کی طرف سے آنے والے کلام کی تصدیق کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ نے اس پیغام کو صدق دل سے قبول کیا۔ بعض لوگ آپ ﷺ سے متفق تھے لیکن اکثریت ناراض تھی۔ آپ ﷺ نے پھر بھی نبوت کا بارِ گراں اٹھالیا۔ نبوت ایک بارِ گراں اور اہم ذمہ داری تھی اس کو صرف اہل قوت اور اہل عزم لوگ ہی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کی تائید سے اٹھا سکتے تھے کیونکہ انہیں لوگوں کی جانب سے بڑی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کے پیغام کو لوگ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا، باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کو لوگوں کی طرف سے اذیت اور اختلاف کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا اسلام

وہ ہستی جو سب سے پہلے دولت اسلام سے مالا مال ہوئی وہ حضور ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔ انہوں نے قرآنِ پاک کی تصدیق کی۔ حضور ﷺ

والدہ کا نام فاطمہ بنت حسین تھا۔ یہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں، ان کا نام آمنہ تھا جبکہ سکینہ ان کا لقب تھا۔ یہ زیادہ خوش طبعی فرماتی تھیں۔ اس لئے ان کا لقب سکینہ پڑ گیا۔ حضرت سکینہ اور ان کی والدہ حضرت رباب کے متعلق حضرت حسین بن علی (رضی اللہ عنہم) فرماتے تھے۔

كَأَنَّ اللَّيْلَ مَوْصُولٌ بِلَيْلٍ إِذَا زَارَتْ سُكَيْنَةُ وَالرُّبَابُ

گویا کہ اس وقت رات رات سے ملی ہوئی تھی جب سکینہ اور رباب نے اپنی قوم کو دیکھا۔

ان کی قوم سے مراد بنو علیم بن جناب تھے جن کا تعلق بنو کلب سے تھا پھر بنو کعب بن علیم تھے بنو کعب بنو زید سے مشہور تھے کیونکہ یہ ان کی والدہ کا نام تھا۔ حضرت عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کے نام محمد، یحییٰ اور ادریس تھے۔ ادریس رشید کے خوف سے افریقہ کی طرف چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی احادیث

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ احادیث مرسل ہیں۔ امام مسلم نے اسے

کے ہر معاملہ میں مدد کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس اعانت کی وجہ سے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے بوجھ کو ہلکا فرمایا۔ جب کفار کے جھٹلانے اور ان کی تکذیب کی وجہ سے آپ ﷺ انتہائی غمزدہ ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ہی تسلی و اطمینان کا سبب بناتا۔ وہ آپ ﷺ کو ثابت قدم رہنے کے لئے عرض کرتیں۔ آپ ﷺ کے بوجھ کو ہلکا کرتیں۔ آپ ﷺ کی تصدیق کرتیں اور لوگوں کی اذیتیں برداشت کرنے میں آپ ﷺ کی تائید فرماتیں۔

متصل روایت کیا ہے۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد محترم سے، وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں کسی عورت پر اتنی غیرت نہ کرتی تھی جتنی غیرت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کرتی تھی۔ میں ان کے وصال سے تین سال بعد حضور ﷺ کے عقد نکاح میں آئی۔ حضور ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ انہیں جنت میں موتیوں کے ایک محل کا مژدہ سنائیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کی (کیونکہ حضور اکرم ﷺ اکثر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر فرماتے تھے اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی) ''آپ ﷺ ایک سرخ بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں جس کے جبڑے چوڑے تھے، ایک عرصہ بیت گیا ہے وہ اس دارِ فانی کو الوداع کہہ چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان سے بہتر بیویاں عطا کی ہیں''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ گفتگو سن کر حضور ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ''اللہ کی قسم! مجھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بہتر بیوی عطا نہیں کی، وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، انہوں نے مجھے اپنا مال دے کر اس وقت ہمدردی کی جب لوگوں نے مجھے محروم کیا، مجھے ان سے اولاد ملی جبکہ دیگر ازواج سے مجھے اولاد نہ ملی''۔

یونس نے عبدالواحد بن ایمن مخزومی سے اور وہ ابونجیح سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں گوشت کا ایک ٹکڑا پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اس سے ایک حصہ جدا فرمایا اور فرمایا اسے فلاں خاتون کے پاس لے جاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ کے دست اقدس پر گوشت کی چکناہٹ کیوں لگ گئی ہے؟'' حضور ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ''خدیجہ نے مجھے اس کی وصیت کی تھی''۔ حضور ﷺ کے اس فرمان پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بڑی غیرت آئی۔ انہوں نے کہا ایسے لگتا

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے ہشام بن عروۃ نے اپنے والد عروۃ بن زبیر سے وہ حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

ہے کہ اس روئے زمین پر حضرت خدیجہ کے علاوہ اور کوئی عورت ہے ہی نہیں۔ حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر باہر گزارنے کے بعد کاشانۂ اقدس میں تشریف لائے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین رنجش سی محسوس ہوتی ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کمسن ہیں، وہ آپ ﷺ کی درگذر کی سب سے زیادہ مستحق ہیں"۔ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبڑے سے پکڑا اور فرمایا "کیا تم نے نہیں کہا کہ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ روئے زمین پر عورت صرف حضرت خدیجہ ہی ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب تمہاری قوم نے کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد عطا فرمائی جبکہ دیگر ازواج مطہرات سے مجھے اولاد نہ ملی"۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "آسمان کی عورتوں میں سے حضرت مریم بنت عمران اور زمین کی خواتین میں سے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا بہترین ہیں"۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بشارات

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو (بِبَیْتٍ مِنْ قَصَبٍ) موتیوں کے ایک محل کی خوشخبری دوں۔ خطابی نے اس حدیث مبارک کو مفصل روایت کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ کیا جنت میں قصب (بانس) ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد مُجَبّٰی موتیوں کا محل ہے۔ خطابی فرماتے ہیں ممکن ہے کہ مُجَبّٰی کا معنی مُجَوَّبًا ہو اور یہ جُبْتُ الثَّوبَ سے مشتق ہو جس کا معنی ہے کپڑے سینا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ "مُجَبَّبًا" ہو۔ جو جَبَّ سے مشتق ہو جس کا معنی ہے اندر سے کسی چیز کو کاٹنا۔ پھر باء کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا ہو۔ جس طرح تَظَنَّیْتَ اور تَقَصَّیْتَ میں کیا گیا ہے۔ اصحاب معانی نے اس حدیث کے متعلق بہت کچھ بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو صرف ایک محل کی خوشخبری دی گئی، حالانکہ ادنیٰ جنتی کو جنت میں جو کچھ ملے گا وہ ایک سال کی مسافت کو محیط ہوگا اور نہ ہی اس محل میں کسی نعمت اور خوشی کا تذکرہ کیا گیا ہے سوائے اس کے کہ وہاں شور وغل نہ ہوگا۔

ابوبکر الاسکاف فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ انہیں اس ایک محل کی بشارت دی گئی جو اس ثواب سے زائد ہوگا جو اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کے ایمان اور اعمال پر عطا فرمائے

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے

گا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایالَا صَخَبَ فِيهِ وَ لَا نَصَبَ۔ یعنی یہ محل ان اعمال کے اجر کے علاوہ ہے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو عطا کیا جائے گا۔

علامہ مؤلف فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ یہ کیسی تاویل ہے نہ تو حدیث کا ظاہر اس کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا شاہد ہے جو اس کی تائید کرے۔ علامہ خطابی فرماتے ہیں یہاں بیت سے مراد محل ہے۔ انسان کی منزل کو بھی اس کا گھر کہا جاتا ہے۔ علامہ خطابی کا یہ قول درست ہے کسی قوم کے متعلق کہا جاتا ہے۔ هُمْ اَهْلُ بَيْتِ شَرَفٍ وَ بَيْتِ عِزٍّ۔ وہ عزت و شرافت والے گھرانے کے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (الذاریات۔۳۶) بجز ایک مسلم گھر کے۔

حضور ﷺ نے یہاں لفظ بیت ذکر فرمایا لیکن قصر (محل) ذکر نہ فرمایا تاکہ معنی حال کی کیفیت کے مطابق ہو جائے کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام کے گھر کی مالکہ تھیں۔ وہ جب دامن اسلام سے وابستہ ہوئیں تو روئے زمین پر صرف ان کا گھر ہی ''اسلام کا گھرانہ'' تھا۔ حضور ﷺ سے شادی مبارک کر کے صرف انہوں نے ہی اسلام میں ایک گھر کی بنیاد رکھی۔ اس طرح فعل کی جزاء اس فعل کے لفظ کو ذکر کر کے بیان کی گئی۔ اگرچہ وہ جزاء اس فعل سے کہیں ذی شرف و ذی قدر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ كَسَا مُسْلِمًا عَلٰى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ۔

جس شخص نے مفلسی کی حالت میں کسی شخص کو لباس پہنایا تو اسے اللہ تعالیٰ جنت کی پوشاکوں میں سے پہنائے گا۔

وَ مَنْ سَقٰى مُسْلِمًا عَلٰى ظَمَاءٍ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِيْقِ۔

جس شخص نے کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلایا اسے اللہ تعالیٰ مشک و عنبر ملی ہوئی شراب پلائے گا۔

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِي الْجَنَّةِ۔

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنائی تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اسی طرح جنت میں (محل) تعمیر کرے گا۔

جنت میں موتیوں سے بنا ہوا ایک محل مخصوص کیا ہے جس میں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ ہی کوفت۔

اس حدیث شریف کا مفہوم یہ نہیں کہ اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں مسجد یا مسجد جیسے اوصاف کی حامل عمارت تعمیر کرے گا بلکہ اس حدیث میں عمارت کے مقابلہ میں عمارت کا ذکر کیا گیا ہے یعنی جس طرح اس نے عمارت بنائی اسی طرح اس کے لئے عمارت بنائی گئی۔ جس طرح پچھلی حدیث میں كُسْوَةَ (لباس پہننے) کا مقابلہ کسوہ سے اور سُقْیا پانی پلانے کا اجر پانی پلانے سے کیا گیا ہے اس طرح ان میں مماثلت ہوگئی لیکن یہ مماثلت عمارت اور لباس میں نہیں ہے بالکل اسی طرح فصاحت کا تقاضا بھی یہ تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دی گئی بشارت میں بھی لفظ ''بیت'' کا ذکر کیا جائے اگرچہ اس میں وہ انعام ہوں جو کسی آنکھ کو دیکھنے نصیب نہ ہوئے ہوں۔ وہ نعمتیں ہوں جن کے متعلق کانوں نے سنا بھی نہ ہو اور ایسی نوازشات ہوں جن کا خیال بھی کسی شخص کے دل میں پیدا نہ ہوا ہو۔ ہم نے جو قاعدہ ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی اسی کا تذکرہ ہے۔

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ (التوبہ: ٦٧) انہوں نے بھلا دیا اللہ کو تو اس نے بھی فراموش کر دیا انہیں۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ (آل عمران: ٥٤) اور یہودیوں نے بھی (مسیح کو قتل کرنے کی) خفیہ تدبیر کی اور (مسیح کو بچانے کے لئے) اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی۔

لَا صَخَبَ فِيْهِ وَ لَا نَصَبَ

یہ الفاظ بھی مشاکلہ کے انداز میں ہی بیان کئے گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ایمان کی دعوت دی۔ انہوں نے اسے فوراً قبول کر لیا، انہوں نے کسی قسم کا شور نہ کیا اور نہ ہی اس دعوت کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہونے دیا بلکہ تمام شکوک و شبہات کو زائل کر دیا۔ ہر وحشت میں حضور ﷺ کے ساتھ موانست کی۔ ہر مصیبت میں آپ ﷺ کو تسلی دی اپنے مال کے ساتھ ہر مشکل گھڑی میں حضور ﷺ کی اعانت کی اس لئے حضور ﷺ نے انہیں ایسے محل کی بشارت دی جو انہی اوصاف سے متصف ہوگا۔

مِنْ قَصَبٍ

حضور ﷺ نے قَصَب کا ذکر فرمایا لیکن لؤلؤ کا ذکر نہیں کیا اگرچہ ان دونوں کا معنی ایک ہے لیکن اس لفظ کو اس لئے ذکر کیا تاکہ مشاکلہ پایا جائے اور جزاء میں بھی وہ الفاظ ہی استعمال کئے جائیں جو عمل کے الفاظ ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے ایمان کا گوہر آبدار پرو لیا۔ آپ

ابن ہشام کہتے ہیں مجھے اس شخص نے بیان کیا ہے جس پر مجھے اعتماد ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کے رب کی طرف سے سلام دیتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا "اے خدیجہ! یہ جبرائیل ہیں جو تمہیں تمہارے رب کی طرف سے سلام پہنچا رہے ہیں"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا "اللہ تو خود سلام ہی ہے۔ سب کو اسی کی بارگاہ سے سلامتی ملتی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام پر بھی سلام ہو"۔

رضی اللہ عنہا تمام مردوں اور عورتوں سے پہلے ایمان لائیں۔ اہل عرب سبقت لے جانے والے کو "مُحْرِزًا لِلْقَصَبِ" پہلے موتی پرونے والا کہتے تھے۔ شاعر کہتا ہے۔

مَشٰی ابْنُ الزُّبَیْرِ الْقَهْقَرٰی وَ تَقَدَّمَتْ اُمَیَّةُ حَتّٰی اَحْرَزُوْا الْقَصَبَاتِ

ابن زبیر بھی الٹی چال چلے اور امیہ نے بھی پیش قدمی کی حتیٰ کہ وہ گوئے سبقت لے گئے۔ (انہوں نے سبقت کا موتی پرو لیا)

بلاغت کا تقاضا یہی تھا کہ یہ لفظ بھی ایسا ہی استعمال کیا جائے جو مشاکلت پر دلالت کرتا ہوتا کہ یہ وصف حدیث شریف کے تمام الفاظ میں پایا جائے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین موازنہ

حضرت ابوبکر بن داؤد سے پوچھا گیا کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا؟ انہوں نے فرمایا "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل کی طرف سے سلام پہنچایا جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جبرئیل علیہ السلام نے اپنے رب کا سلام حضور ﷺ کی زبانِ اقدس سے پہنچایا۔ اس لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی افضل ہیں"۔

پھر ان سے سوال کیا گیا کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ انہوں نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا۔ "فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں" حضور ﷺ کے جسم کے ٹکڑے کی برابری کون کرسکتا ہے؟

یہ نظریہ اور اس کے دلائل عمدہ ہیں۔ یہ واقعہ بھی اسی نظریہ کو تقویت دیتا ہے کہ جب حضرت ابولبابہ نے اپنے آپ کو ستون کے ساتھ باندھ لیا اور قسم اٹھائی کہ انہیں صرف حضور ﷺ ہی کھولیں گے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا انہیں کھولنے کے لئے تشریف لائیں لیکن حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی قسم بتائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا "فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں" پھر انہوں نے ہی حضرت

ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ستون سے کھولا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے فاطمہ! کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم سوائے مریم کے تمام جنتی عورتوں کی سردار ہو''۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی یہ سیادت اپنی والدہ محترمہ اور اپنی بہنوں پر بھی ہے۔ یہ سیادت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کیوں ملی اس پر علماء نے بہت کچھ لکھا ہے اس کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس امت کے سرداران کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے۔ اس سردار سے مراد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں ان کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ ابۡنِیۡ ھٰذَا سَیِّدٌ۔ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس سیادت کی وجہ یہ ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ اور ان کی تمام بہنیں حضور ﷺ کی ظاہری زندگی میں ہی انتقال کر گئیں تھیں جبکہ حضور اکرم ﷺ کا وصال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ہوا اور انہیں اپنے والد ماجد ﷺ سے جدائی برداشت کرنا پڑی۔ بزار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا۔ ''یہ میری بیٹیوں سے افضل ہیں کیونکہ انہیں میرے وصال کا صدمہ برداشت کرنا پڑے گا'' اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کو یہ بلند منصب ملا آپ رضی اللہ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ ﷺ کی اس سیادت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ حضرت مہدی جو آخری زمانہ میں ظہور فرمائیں گے۔ وہ بھی خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولادِ اطہار میں سے ہی ہوں گے۔ حضور ﷺ کا مبارک ارشاد ہے۔ ''جس نے دجال کے متعلق جھوٹی بات بتائی اس نے کفر کیا، جس نے امام مہدی کے متعلق جھوٹ بتایا اس نے بھی کفر کیا''۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مشرق سے طلوعِ آفتاب کے متعلق بھی بتایا۔

اللہ السلام

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اَللّٰہُ السَّلَامُ وَ مِنۡہُ السَّلَامُ وَ عَلٰی جِبۡرَائِیۡلَ السَّلَامُ۔ انہوں نے اپنی بصیرت سے معلوم کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو سلام کا جواب اس طرح نہیں دیا جا سکتا جس طرح مخلوق کو دیا جاتا ہے کیونکہ سلام سلامتی کی دعا ہوتی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے سلام کی درخواست اسی کی بارگاہ میں کی جاتی ہے اور اسی کی بارگاہ سے سلام آتا ہے لیکن حضرت جبرائیل پر انہوں نے سلام بھیجا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے

اس انداز سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صرف حمد وثناء کی جائے، اس پر سلام نہ بھیجا جائے جس طرح کہ ابتداء میں صحابہ کرام تشہد میں یہ کلمات پڑھنے لگے۔ اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهٖ اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ۔ اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں کی جانب سے سلام ہو اور فلاں شخص پر بھی سلام ہو لیکن ان سے کہا گیا کہ بارگاہِ ربوبیت میں نیازمندی اس پیش نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس طرح کہا کرو اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ ....

منه السلام

اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سلام سے مراد "التَّحِيَّة" لیا ہو تو یہ خبر ہوگی اور اس سے مراد تشکر ہوگا۔ جس طرح کہا جاتا ہے هٰذِهٖ النِّعْمَةُ مِنَ اللّٰهِ۔ یہ نعمت اللہ رب العزت کی طرف سے ہے اور اگر برائی سے سلامتی مراد ہو تو پھر اس سے مراد طلب کرنا ہوگا جس طرح کہا جاتا ہے مِنْهُ يُسْئَلُ الْخَيْرُ۔ بھلائی کا سوال اسی سے کیا جاتا ہے۔

سلام اور سلامۃ کے مابین فرق

اکثر اہل لغت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ سلام اور سلامۃ کا معنی ایک ہے جس طرح رضاع اور رضاعہ ہے لیکن اگر اہل عرب کے کلام میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مابین بہت بڑا فرق ہے۔ وہ اس ہاء کو تحدید کی ہاء کہتے ہیں مثلاً جلال، جلالہ سے اعم ہے، لذاذ، لذاذہ سے ابلغ ہے۔ اسی طرح سلام اور سلامۃ، تمر اور تمرہ، لقاۃ اور لقی، ضربۃ اور ضربا کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

السلام، اللہ تعالیٰ کا بارک نام

اللہ رب العزت کا اسم مبارک "سلام" بھی ہے اس کا یہ وصف تمام مخلوق کو محیط ہے اور اسی وجہ سے تمام مخلوق اختلال اور تفاوت سے محفوظ ہے۔ ہر ایک حکمت کے نظام پر رواں دواں ہے اسی طرح جن و انس بھی سلامتی میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ظلم وستم کا نزول ہو، وہ ہر چیز کی تدبیر فضل یا عدل کے ساتھ فرماتا ہے۔ کافر کے ساتھ عدل اور مومن کے ساتھ فضل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام افعال میں "سلام" ہے وہاں ظلم وستم اور تفاوت واختلال کا تصور تک نہیں۔ جن مفسرین نے یہ گمان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ نام اس لئے ہے کیونکہ وہ آفات اور عیوب سے منزہ ہے ان کا یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ سلام وہ ہوتا ہے جس سے سلامتی ملے اور سالم وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے محفوظ رہے۔ ذرا اللہ تعالیٰ کے

فترۃ الوحی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے لئے حضور ﷺ پر وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ آپ ﷺ پر یہ بات بڑی گراں گزری۔ آپ ﷺ اسی وجہ سے غم زدہ رہتے تھے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام سورۃ الضحیٰ لے کر حاضر ہوئے جس میں آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کے لئے قسمیں اٹھائیں اور بتایا کہ جو نوازشات و کرامات آپ ﷺ پر ہوئیں ہیں۔ یہ بارگاہِ ربوبیت کی طرف سے ہی ہیں۔ آپ ﷺ کے پروردگار نے نہ آپ ﷺ کو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ سے ناراض ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالضُّحٰىۙ۝۱ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰىۙ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰىؕ۝۳ (الضحیٰ)

قسم ہے روزِ روشن کی اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔

اس قول کو تو دیکھو۔ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا (الانبیاء:۶۹) "ٹھنڈی ہو جا اور سلامی کا باعث بن جا"۔

سَلٰمٌ هِیَ (القدر:۵) "یہ سراسر (امن و) سلامتی ہے۔

دیوار کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اندھے پن سے سالم ہے نہ ہی پتھر کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ زکام یا کھانسی سے سالم ہے۔ سالم اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے جس پر آفت آسکتی ہو اور آفت آنے کی توقع ہو، پھر وہ اس سے سلامت رہے جب کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہ آفات کے وقوع سے بلند و برتر ہے، وہ نقائص کے جواز سے منزہ ہے، انہی اوصاف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو سلیم یا سالم نہیں کہا جا سکتا، ان مفسرین نے سلام کو سالم کے معنی میں کیا ہے لیکن درست وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اکثر اسلاف نے یہی معنی مراد لیا ہے۔ سلام کے خصال میں سے ایک خصلت سلامۃ بھی ہے۔

فترۃ الوحی

ابن اسحاق نے وحی کے انقطاع کا ذکر تو کیا ہے لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ کتنا عرصہ تک وحی کا سلسلہ رکا رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ وحی کا سلسلہ اڑھائی سال تک رکا رہا۔ اس قول سے حضرت انس بن مالک کی اس روایت کو تقویت ملتی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ دس سال تک مکہ معظمہ میں قیام فرما رہے لیکن حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ آپ ﷺ مکہ معظمہ میں تیرہ سال رہے۔ چھ ماہ تک سچی خوابوں کا سلسلہ جاری رہا جس نے فترت کی مدت کو بھی شامل کیا اور اس کے ساتھ یہ چھ ماہ بھی

اس نے آپ ﷺ کے ساتھ تعلق نہیں توڑا کہ اس نے آپ ﷺ کو چھوڑ دیا ہو جب سے اس نے آپ ﷺ کو اپنا محبوب بنایا ہے پھر وہ آپ ﷺ سے ناراض نہیں ہوا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ

اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے (بدرجہا) بہتر ہے۔

میرے پاس آپ ﷺ کے لئے جو اجر و ثواب ہے وہ اس عزت و کرامت سے کہیں بڑھ کر ہے جو آپ ﷺ کو دنیا میں عطا کی گئی۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ

اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى ۪ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۪ وَوَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰى ؕ

''کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر (اپنی آغوش رحمت میں) جگہ دی اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزلِ مقصود تک پہنچا دیا اور اس نے آپ کو حاجتمند پایا تو غنی کر دیا''۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کا تذکرہ فرما رہے ہیں جو اس نے نبی اکرم ﷺ پر اس عالم میں کیں کہ کس طرح اس نے آپ ﷺ کو یتیم پایا پھر آغوشِ محبت میں جگہ دی اور کس طرح اپنی محبت میں وارفتہ پایا اور راہِ ہدایت پر گامزن کیا۔

ابن ہشام کہتے ہیں سَجٰی کا معنی پرسکون ہونا ہے۔

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ وَاَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ

''پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجئے اور جو مانگنے آئے اس کو مت جھڑکیئے''۔

آپ ﷺ نہ تو جابر ہو جائیں اور نہ ہی متکبر، نہ فحش گوہوں میں سے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے کمزور بندوں پر سختی فرمانے والے ہوں۔

شمار کئے تو اس کا قول حضرت ابن عباس کے قول کے ساتھ موافقت کر گیا لیکن جس شخص نے اس وقت سے یہ مدت شمار کی جس وقت لگا تار وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کا قول حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول کے ساتھ موافقت کر گیا۔ امام شعبی فرماتے ہیں حضرت اسرافیل تین سال تک حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہے پھر حضرت جبرائیل قرآنِ پاک کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اوپر مذکورہ دونوں روایتوں کی تطبیق اس طرح بھی کی جا سکتی ہے۔ یعنی اگر ان تین سالوں کو بھی شمار کیا جائے تو مکہ معظمہ میں قیام کی مدت تیرہ سال ورنہ دس سال بنتی ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

"اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا شکر فرمایا کیجئے"۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آپ ﷺ کو جو انعام واکرام ملا ان کا ذکر کریں۔ حضور ﷺ ان کرامات ونوازشات کا ذکر فرماتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے وسیلہ سے آپ ﷺ کی امت پر کیں۔

سورۃ الضحیٰ کا شانِ نزول

امام بخاری نے جندب بن سفیان کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ کی طبیعت ناساز ہوگئی جس کی وجہ سے آپ ﷺ دو یا تین راتیں قیام نہ کر سکے۔ ایک عورت نے طعنہ زنی کرتے ہوئے آپ ﷺ سے کہا۔ مجھے امید ہے کہ آپ ﷺ کا شیطان آپ ﷺ کو چھوڑ گیا ہے۔ اس وقت اللہ رب العزت نے سورۃ الضحیٰ نازل فرمائی۔

نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز کی فرضیت اور اس کے اوقات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ السلام علیہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے صالح بن کیسان نے حضرت عروۃ بن زبیر سے اور وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نمازیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء میں فرض ہوئیں، وہ ہر نماز کی دو رکعت تھیں پھر اللہ تعالیٰ نے حضر (حالت قیام) میں ان کو چار کر دیا اور سفر کی حالت میں دو رکعت ہی برقرار رکھیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے روایت کیا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض ہوئی تو حضرت جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے بلند مقام پر تشریف فرما تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس وادی کے ایک

نماز کی فرضیت

ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے نمازیں جو فرض تھیں وہ دو دو رکعتیں تھیں پھر حضر میں نماز کی رکعتیں چار اور حالت سفر میں دو برقرار رکھی گئیں۔ علامہ المزنی نے ذکر کیا ہے کہ معراج سے قبل دو نمازیں فرض تھیں ایک نماز غروب آفتاب سے پہلے اور دوسری نماز طلوع آفتاب سے پہلے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی کا شاہد ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝ (غافر)

''اور پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے شام کے وقت اور صبح کے وقت''۔

یحییٰ بن سلام کا بھی یہی قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ معراج اور نمازوں کی فرضیت ہجرت سے ایک سال قبل ہوئی۔ اس نقطۂ نظر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ جب پانچ نمازوں کی فرضیت مکمل ہوئی پھر حضر میں دو رکعت کا اضافہ کیا گیا۔ اس طرح یہ زیادتی نماز کی تعداد اور رکعت کی تعداد دونوں میں تھی۔ اسلاف میں سے ایک طائفہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کے قول کا مفہوم یہ ہو کہ جب شب معراج نماز فرض ہوئی تو دو رکعت میں فرض

کنارے پر اپنی ایڑی ماری جس سے وہاں پانی کا ایک چشمہ رواں ہو گیا۔ حضرت جبرائیل امین نے وضوء کیا۔ حضور ﷺ ان کی طرف دیکھتے رہے پھر آپ ﷺ نے بھی اسی طرح وضوء فرمایا جس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وضوء کیا تھا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے ساتھ قیام کیا اور نماز پڑھائی پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام واپس چلے گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عقبہ بن مسلم نے حضرت نافع بن جبیر بن معطم سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب سرورِ کائنات ﷺ پر نماز فرض ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب سورج مائل ہوا تو انہوں نے آپ ﷺ کو ظہر کی نماز پڑھائی، جب آپ ﷺ کا سایہ آپ ﷺ کے مثل تھا تو انہوں نے آپ ﷺ کو عصر کی نماز پڑھائی جب سورج غروب ہو گیا تو مغرب کی نماز پڑھائی اور جب شفق کی سرخی ختم ہو گئی تو عشاء کی نماز پڑھائی اور جب فجر

ہوئی پھر حضر میں دو مزید رکعتوں کا اضافہ کر دیا گیا۔ بعض راویوں سے اسی طرح مروی ہے۔ امام حسن اور امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضر کی نماز میں اضافہ ہجرت سے تقریباً ایک سال بعد ہوا۔ امام بخاری نے معمر سے وہ امام زہری سے وہ حضرت عروہ سے اور وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نماز دو رکعت فرض ہوئی پھر جب حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو چار رکعت نماز فرض کر دی گئی۔ اب یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ نماز میں اس زیادتی کو نسخ کہا جائے گا یا نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ پہلی رکعتوں میں ایک رکعت یا دو رکعتوں کا اس طرح اضافہ کہ وہ ایک نماز بن جائے نسخ ہے۔ کیونکہ نسخ کا معنی رفع حکم ہے۔ اس نماز کا دو رکعتوں کے قائم مقام ہونے کا حکم اٹھ گیا جس نے جان بوجھ کر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا اس نے انہیں فاسد کر دیا۔ اگر وہ سلام پھیر لینے کے بعد اور جان بوجھ کر گفتگو کر لینے کے بعد اسے مکمل کرنا چاہے تو اسے پوری نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی کیونکہ نسخ کے ساتھ ان کے قائم مقام ہونے کا حکم رفع ہو چکا ہے۔ دو نمازوں کے بعد پانچ نمازوں کی فرضیت بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نسخ ہے کیونکہ آپ کے نزدیک نص پر زیادتی نسخ ہے لیکن جمہور متکلمین کے نزدیک یہ نسخ نہیں ہے۔

وضو

حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اس وقت بلند مقام پر تشریف فرما تھے............ یہ حدیث مقطوع ہے۔ اس طرح کی احادیث احکام شرعیہ میں اصل

طلوع ہوئی تو فجر کی نماز پڑھائی۔

پھر دوسرے دن حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب آپ ﷺ کا سایہ اقدس آپ ﷺ کے قد کے برابر تھا۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب آپ ﷺ کا سایہ اقدس آپ ﷺ کے قد کے دو مثل تھا۔ جب آفتاب غروب ہو گیا تو مغرب کی نماز پڑھائی اور جب رات کا تیسرا حصہ گزر گیا تو عشاء کی نماز پڑھائی اور جب صبح خوب روشن ہو گئی (طلوع آفتاب سے قبل) تو فجر کی نماز پڑھائی پھر عرض کی یا

نہیں بن سکتیں۔ یہ روایت مسند بھی ہے جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے لیکن اس کی سند میں عبداللہ بن لہیعہ ہے۔ وہ ایک ضعیف راوی ہے امام مسلم اور امام بخاری نے اس سے حدیث روایت نہیں کی کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس کی کتب جل گئی تھیں اور وہ اپنی یادداشت پر ہی روایت کرتا تھا لیکن امام مالک اس کے متعلق عمدہ رائے رکھتے تھے، انہوں نے اپنی کتاب ''الموطا'' میں اس سے روایت کیا ہے۔ بیع العربان کے متعلق اس سے حدیث روایت کی ہے۔ امام مالک کے نزدیک ابن لہیعہ ثقہ ہے۔ عمرو بن شعیب بھی کہتے ہیں کہ ابن لہیعہ امام مالک کے نزدیک ثقہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابن وہب نے بھی ابن لہیعہ سے روایت کیا ہے۔ ابن لہیعہ کی حدیث یہ ہے۔ ''ہمیں ابوبکر الحافظ بن العربی نے خبر دی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوالمطہر سعد بن عبداللہ بن ابی الرجاء نے ابونعیم الحافظ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوبکر احمد بن یوسف العطار نے بتایا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حارث بن ابی اسامہ نے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حسن بن موسیٰ نے ابن لہیعہ سے بیان کیا ہے، وہ عقیل بن خالد سے اور وہ امام زہری سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت عروہ سے اور وہ حضرت اسامہ بن زید سے اور وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد محترم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے کہ جب حضور ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا تو حضرت جبرائیل آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو وضوء کا طریقہ بتایا، جب آپ ﷺ وضوء سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے چلو بھر پانی لیا اور اپنی شرمگاہ پر چھڑکا۔

یہ حدیث ہمیں ابوبکر محمد بن طاہر نے ابوعلی الغسانی سے روایت کی ہے، وہ ابوعمر النمری سے روایت کرتے ہیں، وہ احمد بن قاسم سے اور وہ قاسم بن اصبغ سے اور وہ حارث بن ابی اسامہ سے سابقہ سند سے روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وضوء مکہ مکرمہ میں فرض ہوا اور اس کے متعلق آیات مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں کیونکہ وضوء کی آیت مدنیہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

رسول اللہ ﷺ کل اور آج کی نمازوں کے مابین جو وقت تھا وہ آپ ﷺ کی نماز کا وقت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اولین مومن

ابن اسحاق کہتے ہیں وہ ہستی جو سب سے پہلے حضور ﷺ پر ایمان لائی، جس نے آپ ﷺ کی معیت میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور جس نے پیغامِ الٰہی کی تصدیق کی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن ہاشم رضوان اللہ علیہ وسلامہ تھے۔ اس وقت ان کی عمر دس سال تھی، ان پر اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت یہ بھی ہوئی کہ انہوں نے اسلام سے قبل حضور ﷺ کی آغوش محبت میں پرورش پائی۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت کو نازل کیا۔ انہوں نے وضوء کی آیت نہیں فرمایا حالانکہ یہ وہی آیت ہے کیونکہ وضوء پہلے بھی فرض تھا لیکن اس کے متعلقہ آیت کا نزول نہیں ہوا تھا حتیٰ کہ سورۃ المائدۃ کی آیت نازل ہوئی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی امامت

ابن اسحاق نے حضرت جبرائیل کی امامت کے متعلق حدیث روایت کی ہے اور انہوں نے حضور ﷺ کو جو نماز کے اوقات بتائے تھے ان کے متعلق لکھا ہے لیکن انہیں یہ حدیث اس جگہ ذکر نہیں کرنی چاہئے تھی کیونکہ تمام محدثین متفق ہیں کہ یہ قصہ شب معراج کے دوسرے دن پیش آیا تھا اور آپ ﷺ کو معراج نبوت کے پانچویں سال ہوئی تھی۔ ایک قول کے مطابق ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے معراج ہوئی تھی اور ایک قول کے مطابق ایک سال قبل معراج ہوئی تھی لیکن ابن اسحاق نے اسے آغاز وحی میں ذکر کر دیا ہے۔

اولین مومن

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ عنقریب اس شخص کا قول بھی ذکر کیا جائے گا جو یہ کہتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا لیکن مردوں میں سے سب سے پہلے یہ سعادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی کیونکہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو وہ بچے تھے لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مشرف با سلام ہوئیں اور حضور ﷺ کی تصدیق کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے بیس سال چھوٹے تھے

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد بن جبر بن ابی الحجاج سے روایت کیا ہے کہ اکرام وانعام کا وہ سحاب جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر برسانے کا ارادہ فرمایا تھا ان میں سے ایک نعمت کبریٰ یہ بھی تھی کہ قریش کو ایک دفعہ شدید قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت ابوطالب کثیر العیال تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ بنو ہاشم میں سے صاحب ثروت تھے) ''اے عم محترم! آپ کے بھائی حضرت ابوطالب کثیر العیال ہیں۔ قحط سالی کا دور دورہ ہے، آئیں ہم ان کے پاس چلتے ہیں اور ان کی اولاد کا بوجھ تقسیم کر لیتے ہیں۔ ان کے بچوں میں سے ایک کو میں اپنی کفالت میں لے لیتا ہوں اور ایک کو آپ اپنی نگہداشت میں لے لیں''۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی اس تجویز پر متفق ہو گئے، دونوں حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم آپ کی اولاد کے سلسلہ میں آپ کی اعانت کرنے کے خواہاں ہیں حتیٰ کہ لوگوں سے یہ قحط سالی کا دور دورہ ختم ہو جائے۔ حضرت ابوطالب نے کہا عقیل کو چھوڑ کر باقی اولاد میں سے جسے چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ ہی رہنے لگے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا تاج حضور ﷺ کے سر پر سجا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اتباع کی۔ آپ ﷺ

اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ سے دس سال چھوٹے تھے اور حضرت عقیل جناب طالب سے دس سال چھوٹے تھے۔ طالب کے علاوہ تمام کو اسلام قبول کرنے کی سعادت ملی۔ ان کو جنات نے اٹھا لیا تھا اس لئے ان کے اسلام کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا، یہ بھی نورِ ایمان سے منور ہوئیں۔ وہ ان تین خواتین میں سے ایک ہیں جن کا نام فاطمہ تھا اور جن کے متعلق حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا اس ریشم کے کپڑے کو ان تین فاطمہ نامی خواتین کے مابین تقسیم کر دو۔ علامہ قتبی فرماتے ہیں ان سے مراد خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور فاطمہ بنت اسد ہیں لیکن تیسری فاطمہ کے متعلق مجھے معلوم نہیں۔ عبدالغنی بن سعید نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس کپڑے کو چار فاطمہ نامی خواتین میں تقسیم کر دو، پھر انہوں نے فاطمہ بنت حمزہ کا ذکر کیا ہے لیکن چوتھی کے متعلق وہ بھی نہیں جانتے تھے۔

پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ہی رہے حتیٰ کہ وہ بھی ایمان کی دولت سے بہرہ اندوز ہو گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بعض اہل علم نے روایت کیا ہے کہ جب نماز کا وقت قریب آتا تو حضور ﷺ مکہ معظمہ کی گھاٹیوں کی طرف تشریف لے جاتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد چچاؤں اور اپنی قوم سے چھپتے ہوئے آپ ﷺ کے ہمراہ ہو جاتے وہاں مل کر نماز ادا کرتے اور شام کے وقت واپس آ جاتے۔ ایک روز جناب ابو طالب وہاں اچانک پہنچ گئے اور دونوں کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہنے لگے "میرے بھتیجے! یہ کیا دین ہے جو تم نے اختیار کر رکھا ہے؟" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے محترم چچا! یہ اللہ کا دین ہے اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا دین ہے، یہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر اپنے بندوں کی طرف مبعوث کیا ہے اور اے محترم چچا! آپ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ میں آپ کو نصیحت کروں اور ہدایت کی دعوت دوں اور آپ سب سے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ میری اس دعوت کو قبول کریں اور اس سلسلہ میں میری مدد کریں"۔

جناب ابو طالب نے جواب دیا "اے میرے بھتیجے! میں (سر دست) اپنے آباء کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا لیکن بخدا کوئی شخص تیرے قریب نہیں آ سکتا کہ تمہیں تکلیف پہنچائے جب تک میں زندہ ہوں"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جناب ابو طالب نے اپنے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے بیٹے! یہ کیسا دین ہے جو تو نے اختیار کر لیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

"اے میرے باپ! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آیا ہوں اور وہ جو دین لے کر آئے ہیں میں نے اس کی تصدیق کی ہے اور آپ ﷺ کی معیت میں اللہ کے لئے نماز پڑھی ہے اور آپ کی پیروی کی ہے۔ حضرت ابو طالب نے فرمایا "اے علی! انہوں نے تمہیں خیر کی طرف بلایا ہے ان کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہنا"۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں اس کے بعد حضرت زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن عبد العزی بن امرئ القیس الکلبی نے اسلام قبول کیا۔ یہ حضور ﷺ کے غلام تھے انہیں بھی سب سے پہلے

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

ابن اسحاق نے حارثہ کے باپ کا نام شرحبیل لکھا ہے جبکہ ابن ہشام اسے شراحیل بتلاتے ہیں

اسلام لانے کی سعادت میسر آئی اور انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بعد حضور ﷺ کے ہمراہ نماز ادا کی۔ ابن ہشام کہتے ہیں زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن امری القیس بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ۔

حکیم بن حزام بن خویلد شام سے چند غلام لے کر آئے ان میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ وہ اتنی عمر کے تھے کہ وہ اچھی طرح خدمت سرانجام دے سکتے تھے۔ ان کے پاس ان کی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد تشریف لائیں۔ اس وقت وہ حضور اکرم ﷺ کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے اپنی پھوپھی سے کہا پھوپھی جان! ان غلاموں میں سے جسے چاہیں پسند کر لیں۔ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو پسند کیا۔ جب حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت زید رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو ان سے طلب فرما لیا۔ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔ یہ واقعہ نزولِ وحی سے قبل کا ہے۔

اصحاب نسب بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ ابن اسحاق نے ان کا نسب کلب بن وبرہ تک لکھا، وبرہ سے مراد ابن ثعلب بن حلوان بن الحاف ابن قضاعہ ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سعدی بنت ثعلبہ تھا ان کا تعلق طے کے بنومعن سے تھا۔ وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے میکے لے کر جا رہی تھی بنوقین کے سواروں نے ان سے حضرت زید چھین لئے اور انہیں حباشہ کے بازار میں فروخت کر دیا۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا اپنے والد کو جواب

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے والد کے مندرجہ بالا اشعار پہنچے تو انہوں نے وہاں کے قافلوں کو یہ پیغام دیا۔

أَحِنُّ إِلَى أَهْلِي وَ إِنْ كُنْتُ نَائِيًا ۔۔۔ بِأَنِّي قَعِيْدُ الْبَيْتِ عِنْدَ الْمَشَاعِرِ

میرے دل میں اپنی قوم کا شوق موجزن رہتا ہے اگر اپنے وطن سے بہت دور ہوں میں ایسے گھر میں سکونت پذیر ہوں جو مشاعر کے قریب ہے۔

وَ إِنِّي بِحَمْدِ اللّٰهِ فِي خَيْرِ أُسْرَةٍ ۔۔۔ كِرَامٍ مَعَدِّيٍّ كَابِرًا بَعْدَ كَابِرِ

میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک شریف خاندان میں زندگی بسر کر رہا ہوں جو بڑے کریم النفس

جب حارثہ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے مفقود ہونے کی خبر ملی تو انہیں انتہائی دکھ اور رنج ہوا۔ تو ان اشعار میں انہوں نے اپنے کرب واضطراب کا اظہار کیا ہے۔

بَكَيْتُ عَلٰى زَيْدٍ وَ لَمْ اَدْرِ مَا فَعَلْ　　أَحَيٌّ فَيُرْجٰى اَمْ اَتٰى دُوْنَهُ الْاَجَلُ

میں نے زید پر گریہ زاری کی حالانکہ مجھے معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوا کیا وہ زندہ ہیں کہ ان کی امید کی جا سکے یا وہ لقمہ اجل بن چکے ہیں۔

فَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِی وَ اِنِّیْ لَسَائِلٌ　　أَغَالَكَ بَعْدِیْ السَّهْلُ اَمْ غَالَكَ الْجَبَلُ

قسم بخدا میں نہیں جانتا۔ میں سراپا سوال ہوں کیا تمہیں میرے بعد میدان نے اچک لیا ہے یا پہاڑ نے چرا لیا ہے۔

وَ يَالَيْتَ شِعْرِیْ هَلْ لَكَ الدَّهْرَ اَوْبَةٌ　　فَحَسْبِیْ مِنَ الدُّنْيَا رَجُوْعُكَ لِیْ بَجَلْ

کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ تو کبھی لوٹ بھی آئے گا تو پھر تیرا یہ لوٹنا میری دنیاوی خوشی کے لئے

ہیں جو پشت ہا پشت سے اپنے علاقہ کے رئیس ہیں۔

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد کو یہ اشعار پہنچے تو وہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا چچا کعب حضور ﷺ کے پاس آئے۔ یہ واقعہ اعلانِ نبوت سے پہلے کا ہے۔ انہوں نے عرض کی ''اے عبدالمطلب کے نورِ نظر! اے اپنی قوم کے سردار کے فرزند! آپ اللہ تعالیٰ کے پڑوسی ہیں، قیدیوں کو رہائی عطا کرتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ فدیہ لے کر ہمارے بیٹے زید کو آزاد کر دیں''۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا ''اس کے علاوہ بھی تمہارا کوئی کام ہے؟ انہوں نے عرض کی ''نہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں زید کو بلاتا ہوں اور اسے اختیار دیتا ہوں، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو فدیہ ادا کیئے بغیر ہی اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو اور اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو پھر میں اتنا ظالم نہیں کہ اسے چھوڑ کر کسی اور کو اختیار کروں''۔ انہوں نے عرض کی ''آپ ﷺ نے لطف واحسان کی انتہاء کر دی ہے''۔ حضور ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا جب وہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کی ''یہ میرے والد حارثہ بن شراحیل اور یہ میرے چچا کعب بن شراحیل ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہیں اختیار ہے اگر چاہو تو ان کے ساتھ جا سکتے ہو اور اگر چاہو تو میرے ساتھ رہ سکتے ہو''۔ انہوں نے عرض کی ''میں تو آپ ﷺ کی معیت میں رہوں گا''۔ ان کے والد نے کہا ''اے زید! کیا تو اپنے والد، والدہ، شہر اور قوم کو چھوڑ کر غلامی اختیار کرتا ہے''، انہوں نے کہا

کافی ہوتا۔

تُذَكِّرُنِيهِ الشَّمسُ عِندَ طُلُوعِهَا وَ تَعرِضُ ذِكرَاهُ اِذَا غَربُهَا اَفَلَ

جب سورج طلوع ہوتا ہے تو مجھے اسی کی یاد دلاتا ہے اور جب وہ غروب ہوتا ہے تو اسی کی یاد مجھے گھیر لیتی ہے۔

وَ اِنْ هَبَّتِ الاَرْوَاحُ هَيَّجْنَ ذِكْرَهُ فَيَاطُولَ مَا حُزْنِي عَلَيْهِ وَ مَا وَجَلِ

جب ہوائیں چلتی ہیں تو اس کی آتش شوق کو بھڑکا دیتی ہیں اس کی جدائی میں میرا غم اور اس کے متعلق میرے اندیشوں کا سلسلہ کتنا طویل ہے۔

سَاُعمِلُ نَصَّ العِيسِ فِي الاَرْضِ جَاهِدًا وَ لَا اَسْئَمُ التَّطْوَافَ اَوْ تَسْاَمَ الْاِبِل

میں اپنی اعلیٰ نسل کی سانڈنی کو زمین میں چلاتا رہوں گا اور نہ میں اس کی تلاش میں طواف کرنے سے تھکوں گا اور نہ ہی میری اونٹنی۔

حَيَاتِيَ اَوْ تَاتِيَ عَلَيَّ مَنِيَّتِيْ وَ كُلُّ امْرِئٍ فَانٍ وَ اِنْ غَرَّهُ الْاَمَلُ

مجھے اپنی زندگی کی قسم میں زید کی طرف سفر جاری رکھوں گا یہاں تک کہ میری موت آ جائے۔ ہر شخص فانی ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا باپ حضور ﷺ کی بارگاہ میں

پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ کا والد حضور ﷺ کی بارگاہ میں آیا۔ حضور ﷺ نے حضرت زید سے فرمایا۔ ''اگر تم چاہو تو میرے پاس قیام کرو اور اگر تم چاہو تو تم اپنے باپ کے ساتھ جا سکتے

''تمہیں کیا معلوم کہ جس ہستی پر میں یہ سب کچھ قربان کر رہا ہوں وہ کتنی دلربا اور دلکش ہے، میں ان سے کبھی بھی جدا نہیں ہوں گا''۔ اس وقت حضور ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور قریش کی مجلس میں تشریف لے گئے اور فرمایا ''اے سرداران قریش! گواہ رہو یہ میرا بیٹا ہے جو میرا وارث بھی ہو گا اور موروث بھی''۔ یہ حیران کن منظر دیکھ کر حارثہ کا دل کھل اٹھا پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد ﷺ کہا جانے لگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ اُدْعُوهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (الاحزاب:۵)

ابن اسحاق نے حارثہ کے جو اشعار ذکر کئے ہیں ان کے آخر میں ایک شعر یہ بھی ہے۔

سَاُوصِي بِهٖ قَيسًا وَ عَمْرًا كِلَيْهِمَا وَ اُوْصِيْ يَزِيْدَ ثُمَّ اُوْصِيْ بِهٖ جَبَل

عنقریب میں قیس اور عمرو دونوں کو زید کے متعلق وصیت کروں گا پھر میں یزید اور جبل کو وصیت کروں گا۔

ہو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میں آپ ﷺ کے پاس ہی رہوں گا۔ پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں ہی رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی، آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی معیت میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر حضرت ابوبکر ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا۔ ان کا نام عتیق تھا، ان کے والد محترم کا نام ابوقحافہ عثمان بن عامر ابن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا اور عتیق ان کا لقب تھا۔ چہرے کی زیبائی اور ان کی آزادی جہنم کی وجہ سے انہیں عتیق کہا جاتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کا لقب

ابن ہشام نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا اور ان کے چہرے کی شادابی کی وجہ سے انہیں عتیق کہا جاتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہیں برے عیوب سے دور رہنے کی وجہ سے عتیق کہا جاتا تھا۔ عتیق کہنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ ان کی والدہ محترمہ کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا، انہوں نے نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ اس کا نام عبدالکعبہ رکھیں گی اور انہیں بیت اللہ کے لئے وقف کر دیں گی۔ اسی وجہ سے ان کا نام عتیق پڑ گیا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے تک آپ کو عبدالکعبہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ جب اسلام کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک عبداللہ رکھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے عتیق لقب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَنْتَ عَتِيْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ اے صدیق! تم آگ سے آزاد ہو۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ معتق، ۲۔ معیتق، ۳۔ عتیق۔ عتیق سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن معین سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کے متعلق سوال کیا گیا۔ انہوں نے کہا ان کا نام ام الخیر بنت صخر بن عمر تھا وہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی چچا زاد تھیں۔ ان کا نام سلمیٰ تھا اور کنیت ام الخیر تھی۔ یہ بھی اسلام کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے اسلام کا اظہار کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی طرف دعوت دی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گونا گوں صفاتِ حمیدہ سے متصف فرمایا تھا، آپ اپنی قوم میں محبوب و محترم تھے۔ نسبی لحاظ سے آپ کا خاندان قوم قریش میں بڑا معزز شمار ہوتا تھا۔ آپ بڑے کامیاب تاجر تھے، آپ بڑے خلیق تھے قوم کے افراد آپ کے پاس آتے، آپ ان کی دلجوئی فرماتے تھے، آپ اپنی قوم میں سے قابل اعتماد آدمیوں کو اسلام کی دعوت دینے لگے۔

وہ حضرات جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام لائے

۱۔ حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب۔

حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام قیلہ تھا جو اذاۃ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب کی بیٹی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کا نام قتلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ ابن زبیر کہتے ہیں کہ ان کا نام قتلہ بنت عبد اسعد بن نصر بن حسل بن عامر تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب

جب حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کسی قسم کے تردد کا اظہار نہ کیا۔ یہ صرف توفیق الٰہی تھی۔ انہوں نے بعثت مصطفویہ سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا، انہوں نے دیکھا کہ چاند مکہ معظمہ میں اتر آیا ہے پھر وہ مکہ معظمہ کے تمام گھر میں منقسم ہو گیا ہے، اس کا ایک ٹکڑا ہر ہر گھر میں داخل ہوا ہے پھر تمام ٹکڑے جمع ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کی آغوش میں آ گئے ہیں۔ انہوں نے کئی علماء سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا نبی آخر الزمان ﷺ کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے اور آپ ان کی اتباع کریں گے اور ان کی وجہ سے آپ تمام لوگوں سے زیادہ سعادت مند ہوں گے۔ جب حضور نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعوت دی تو آپ نے کسی تردد یا توقف کا اظہار نہ کیا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توصیف میں فرماتے ہیں۔

خَيْرَ الْبَرِيَّةِ اَتْقَاهَا وَ اَفْضَلَهَا　بَعْدَ النَّبِيِّ وَ اَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا

نبی کریم ﷺ کے بعد وہ تمام مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ متقی اور سب سے افضل تھے

۲۔حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔

۳۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبد بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔

۴۔حضرت سعد بن ابی وقاص۔ان کا نام مالک بن اہیب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔

۵۔حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔

جب ان تمام حضرات نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر لبیک کہا تو وہ انہیں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے انہوں نے اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کے ساتھ مل کر نماز ادا کی۔حضور ﷺ نے فرمایا۔" میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت دی تو اس کا پاؤں پھسلا، وہ تشویش میں مبتلا ہوا اور غور وفکر کرنے لگا سوائے ابوبکر کے انہوں نے نہ تو تردد کیا اور نہ

اور جو انہوں نے ذمہ داری اٹھائی اس کو پورا کرنے میں سب سے زیادہ وفادار تھے۔

وَالثَّانِیَ التَّالِیَ الْمَحْمُوْدُ مَشْهَدُهٗ وَ اَوَّلُ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

آپ دوسرے اور فرمانبردار ہیں جن کا مشہد قابل ستائش ہے اور لوگوں میں سے سب سے پہلے ہیں جنہوں نے رسل عظام کی تصدیق کی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت سعد کے والد کا نام مالک بن اہیب تھا۔اہیب حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا چچا تھا۔ لغت میں وقاص وقاقیص کا واحد ہے۔پرندوں کو شکار کرنے والے جال کو وقاص کہا جاتا ہے۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبدشمس تھا۔ان کی کنیت ابواسحاق تھی۔آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کی بات کو درست اور ان کی دعا کو قبول فرمائے۔ان کی دوا بہت جلد قبول ہوتی تھی۔حضور ﷺ نے فرمایا۔ "سعد کی بددعا سے بچو"۔انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرمایا۔

حضرت ابوعبیدہ کا قبول اسلام

حضرت ابوعبیدہ کے نام میں اختلاف ہے۔بعض علماء عبداللہ بن عامر بتاتے ہیں اور بعض عامر بن عبداللہ۔ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت غنم بن جابر بن عبدالعزی بن عامرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر تھا۔

ہی وہ جھجکے"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں یہ آٹھ وہ سعید افراد تھے جنہوں نے اسلام کو قبول کرنے میں سبقت کی۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کی اور قرآنِ پاک کی تصدیق کی۔

پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ ان کا نام عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر تھا۔ پھر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ ان کا نام عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔

پھر حضرت ابوسلمہ نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان کا نام عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ بن کعب بن لؤی تھا۔ پھر حضرت

حضرت سعید بن زید کی کنیت ابوالاعور تھی۔ مقام عقیق پر انہوں نے وصال فرمایا اور ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں مدینہ طیبہ میں مدفون ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ستر سال سے متجاوز تھی۔ ان سے ابن عمر، عمرو بن حریث، ابو الطفیل عامر بن واثلہ اور تابعین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے صرف دو احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔

مَنْ غَصَبَ شِبْرًا مِنْ اَرْضٍ طُوِّقَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ۔

جس نے کسی کی بالشت بھر زمین کو غصب کیا بروز حشر سات زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ حضرت سعید ان دس خوش قسمت لوگوں میں سے ایک ہیں جنہیں حضور ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔ آپ ان لوگوں میں شامل تھے جن کی وجہ سے پہاڑ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اے حراء! پرسکون ہو جا تجھ پر یا تو نبی، یا صدیق یا شہید ہے"۔

بعض محدثین کے نزدیک یہ واقعہ کوہِ احد پر پیش آیا تھا اور بعض کے نزدیک کوہِ ثبیر پر۔ حضور ﷺ کے ساتھ چار افراد تھے۔ وہ چار خلفاء راشدین تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ کئی بار پیش آیا ہو اور تمام احادیث صحیح ہوں۔

ابن اسحاق نے ابوحذیفہ بن عتبہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن کہتے ہیں کہ ان کا نام مہشم تھا لیکن اہل نسب اس کو وہم کہتے ہیں کیونکہ مہشم ابوحذیفہ بن مغیرہ کا نام ہے جو ہاشم کے بھائی تھے۔ مذکورہ ابوحذیفہ کا نام "قیس" ہے۔

ارقم بن ابی ارقم نے قلب کو نورِ اسلام سے منور کیا۔ ابوالارقم کا نام عبد مناف بن اسد تھا۔ اسد کی کنیت ابوجندب تھی۔ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام لانے کی سعادت حاصل کی۔ وہ عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی تھے۔ ان کے دو بھائیوں کا نام قدامہ اور عبداللہ تھا۔ پھر حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے آفتابِ اسلام سے نورانیت پائی۔ ان کا نام عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔

ان کے بعد حضرت سعید بن زید اور ان کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزی بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی تھے اور ان کی زوجہ محترمہ کا نام حضرت فاطمہ بنت خطاب بن

حضرت اسماء اور ان کے والد محترم عمیس

ابن اسحاق نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء کا ذکر کیا ہے۔ ان کے والد کا نام عمیس تھا۔ وہ ابن معد بن حارث بن تیم بن کعب بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن زید بن مالک بن نسر بن وہب بن شہران بن عفرس بن حلف بن افتل ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ہند بن عوف بن زہیر بن حارث بن کنانہ تھا۔ یہ حضرت ام المومنین میمونہ بنت حارث الہلالیہ کی بہن تھیں اور ان کی ماں ایک تھی اور یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام الفضل لبابہ رضی اللہ عنہا کی بھی بہن تھیں، یہ نو بہنیں تھیں۔ ان کے متعلق ہی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔

اَلَا خَوَاتُ مُؤْمِنَاتٌ۔ یہ مومن بہنیں ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی زوجیت سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا کے حبالۂ عقد میں تھیں ان سے ان کے ہاں ''امۃ اللہ'' پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت شداد بن الہاد نے ان سے نکاح کرلیا۔ ان سے حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت شداد نے ان کی بہن حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی۔ حضرت حمزہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا۔ ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں آئیں اور حضرت یحییٰ کی پیدائش

نفیل بن عبد العزیٰ بن عبد اللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی تھا۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت بالکل کمسن تھیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت خباب کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بنوخزاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر حضرت عمیر بن ابی وقاص نے اسلام قبول کیا۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود بن حارث بن شمخ بن مخزوم بن صاہلۃ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد نے اسلام قبول کیا۔ پھر حضرت مسعود بن قاری بن ربیعہ بن عمرو بن سعد بن عبد العزی بن حمالہ بن غالب بن محلم بن عائذہ بن سبیع بن الھون بن خزیمہ نے اسلام کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ القارہ میں سے تھے۔ پھر یہ سعادت

ہوئی۔ علامہ کلبی کہتے ہیں حضرت یحییٰ کے ساتھ حضرت عوف بن علی رضی اللہ عنہا بھی پیدا ہوئے لیکن اس میں اختلاف نہیں کہ حضرت اسماء نے حضرت جعفر کی زوجیت میں ایک بچے کو جنم دیا جس کا نام عون رکھا گیا۔ وہیں حضرت عبد اللہ بن جعفر کی بھی ولادت ہوئی۔ یہ جواد العرب (عرب کے فیاض) کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت اسماء، حضرت سلامہ اور حضرت سلمیٰ حضرت عمیس کی بیٹیاں تھیں اور یہ تمام حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کی طرف سے بہنیں تھیں۔

حضرت عبد اللہ بن قیس کا اسلام

ابن اسحاق نے حضرت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کے نسب میں ''سعید'' کا ذکر کیا ہے لیکن دیگر مؤرخین اسے سعد کہتے ہیں۔ عنقریب حضرت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار بھی بیان کئے جائیں گے جس سے اسی کی تائید ہوگی۔ سعید بن سہم سعد کے بھائی تھے اور آل عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم کے جدامجد یہی تھے۔ بنو سہم میں ایک اور سعید بھی تھے جو مطلب بن ابی وداعۃ کے جدامجد تھے۔

عامر بن ربیعہ

ابن اسحاق نے عامر بن ربیعہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا تعلق عنز بن وائل سے تھا۔ علی ابن المدینی بیان کرتے ہیں یہ لفظ عنز ہے۔ اہل نسب بیان کرتے ہیں کہ وائل کی عادت یہ تھی کہ جب اس کے ہاں کسی بچے کی ولادت ہوتی تو وہ اپنے خیمہ سے باہر نکلتا جس چیز پر اس کی نظر پڑتی اسی پر اپنے بچے کا نام رکھ

سلیط بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر۔ عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت سلامہ بن مخربۃ التمیمیہ، خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی اور عامر بن ربیعہ بن عنز بن وائل نے یہ سعادت حاصل کی۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ عنز بن وائل، بکر بن وائل کے بھائی تھے۔ یہ بنو ربیعہ بن نزار سے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں پھر عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ، ان کے بھائی ابواحمد بن جحش، حضرت جعفر بن ابی طالب، ان کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس بن نعمان بن کعب بن مالک بن قحافہ، حاطب بن حارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی اور ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت مجلل بن عبداللہ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر، ان کے بھائی خطاب بن حارث، ان کی زوجہ محترمہ فکیہہ بنت یسار، معمر بن حارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی، سائب بن عثمان بن حبیب بن وہب، مطلب بن ازہر بن عبد عوف بن عبدالحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی اور ان کی زوجہ محترمہ رملہ بنت ابی عوف بن صبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی نے اسلام قبول کیا۔

پھر حضرت نعیم نحام بن عبداللہ بن اسید بن عبداللہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن

لیتا۔ جب بکر کی ولادت ہوئی تو اس نے بکر (اونٹ) کو دیکھا۔ اس بچے کا نام بکر رکھ دیا۔ جب تغلب کی ولادت ہوئی تو اس نے دو افراد کو دیکھا جو ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس نے اس بچے کا نام تغلب رکھ دیا۔ جب عنز کی ولادت ہوئی تو اس نے عنز (بکری) کو دیکھا اس پر اپنے بچے کا نام رکھ دیا۔ جب شخیص کی ولادت ہوئی تو اس نے دور سے ایک چھوٹا سا شخص دیکھا اسے دیکھ کر اپنے بچے کا نام شخیص رکھ دیا۔ انہی بچوں کے ناموں پر بڑے بڑے قبائل بنے۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے نسب کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ عامر بن ربیعہ بن کعب بن مالک بن ربیعہ بن عامر بن سعد بن عبداللہ بن حارث بن رفیدہ بن عنز بن وائل بن قاسط یہ بھی کہا جاتا ہے عامر بن ربیعہ بن مالک بن عامر بن ربیعہ بن حجیر بن سلامان بن ہنب بن افصیٰ بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان۔

کعب بن لوی اس عظیم سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ ان کو نحام اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ حضور ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا۔ ''میں نے ان کے کھانسنے کی آواز جنت میں سنی''۔

پھر حضرت عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام نے اسلام قبول کیا۔ یہ بنو اسد کے مولدین میں سے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں بنو اسد سے ہی خریدا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی اور ان کی زوجہ محترمہ امینہ بنت خلف بن اسعد بن عامر بن بیاضہ بن سبیع بن جعثمہ بن سعد بن ملیح بن عمرو نور اسلام سے منور ہوئے۔ ان کا تعلق بنو خزاعہ سے تھا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر بھی حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ابو حذیفہ بھی اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ ابن ہشام کے نزدیک ان کا نام مہشم بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی تھا۔

حضرت واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم بھی مشرف باسلام ہوئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ انہیں باہلہ لے کر آئے تھے اور انہوں نے انہیں خطاب کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ اس نے انہیں اپنا متبنی بنا لیا۔ جب یہ آیت کریمہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ (الاحزاب:۵) نازل ہوئی تو انہوں نے کہا میں واقد بن عبداللہ ہوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ خالد، عامر، عاقل ایاس جن کا تعلق بنو بکیر بن عبد یا لیل بن ناشب

حضرت عامر بن فہیرہ کا اسلام

آپ رضی اللہ عنہ کے والدہ کا نام فہیرہ تھا یہ سیاہ فام غلام تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں طفیل بن حارث سے خرید کر آزاد کر دیا۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے دار ارقم میں تشریف لے جانے سے قبل اسلام قبول کیا۔ بئر معونہ کے دن عامر بن طفیل نے انہیں شہید کر دیا۔ جب اس نے انہیں نیزے مارے تو نیزے سے نور خارج ہوا۔ عامر کہتا تھا جب میں نے انہیں نیزہ مارا تو انہیں زمین سے اٹھا لیا گیا۔ یونس بن بکیر ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں جب عامر بن طفیل بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے صحابہ میں سے وہ شخص کون تھا جسے جب میں نے نیزہ مارا تو اسے اوپر اٹھا لیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ عامر بن فہیرہ تھے۔

بن غیرہ سے تھا نے اسلام قبول کیا۔ یہ بنوسعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ تھے جو بنوعدی بن کعب کے حلیف تھے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ یہ بنو یقظہ کے حلیف تھے۔ابن ہشام کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر عنسی مذحج سے تھے۔حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے بھی دولت اسلام پائی۔ان کے والد کا نام سنان تھا۔ یہ بنوتیم بن مرہ کے حلیف تھے۔ ابن ہشام ان کے نسب کے متعلق لکھتے ہیں۔صہیب بن سنان بن نمر بن ہنب بن افصی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت صہیب عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کے غلام تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ رومی تھے۔بعض سیرت نگار لکھتے ہیں کہ ان کا تعلق بنونمر بن قاسط سے تھا۔ یہ سرزمین روم میں اسیر تھے پھر ان سے خرید لئے گئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

صُهَيْبٌ سَابِقُ الرُّوْمِ۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ رومیوں میں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، انہیں تلاش کیا گیا لیکن نہ ملے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گمان تھا کہ یا تو ملائکہ انہیں اٹھا کر لے گئے ہیں یا انہوں نے انہیں دفن کر دیا ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْكَرِيْمِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ تَسْلِيْمًا

اختتام۔ ۳ بجے سہ پہر۔ ۲۰۰۲۔۱۔۸

خاکِ راہ حجاز

ذوالفقار علی ساقی

مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

